بیع معدوم کی جدید صورتیں

مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

بیع معدوم کی جدید صورتیں

مجموعہ مقالات فقہی سیمینار مجلس تحقیقات شرعیہ ۲۰۲۴ء

محمد نصر اللہ ندوی

استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ناشر

مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء، ندوہ روڈ، ڈالی گنج، لکھنؤ

تفصیلات

نام کتاب	:	بیع معدوم کی جدید صورتیں
نام مرتب	:	مولانا محمد نصر اللہ ندوی
صفحات	:	۳۳۶
سن اشاعت	:	ستمبر ۲۰۲۵ء
قیمت	:	

ناشر

مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء، لکھنؤ

ملنے کے پتے:

۱۔ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۔ مکتبہ ندویہ، احاطہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۳۔ مکتبہ احسان، نزد شباب مارکیٹ، ندوہ روڈ، لکھنؤ

فہرست

*	عناوین	صفحہ
۱	مقدمہ: مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی	۶
۲	پیش لفظ: مولانا عتیق احمد بستوی	۹
۳	عرض مرتب: مولانا محمد نصر اللہ ندوی	۱۰
*	**باب اول: تمہیدی مباحث**	
۴	سوالنامہ	۱۳
۵	تجاویز	۱۵
۶	تلخیص: مولانا محمد نصر اللہ ندوی	۱۶
۷	عرض مسئلہ: مفتی راشد حسین ندوی	۳۰
*	**باب دوم: تفصیلی مقالات**	
۸	بیع معدوم کی چند جدید صورتیں: مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی	۴۴
۹	بیع معدوم سے متعلق شرعی احکام: مفتی جنید عالم ندوی قاسمی	۶۶
۱۰	بیع معدوم: مولانا بدر احمد مجیبی ندوی	۸۳
۱۱	بیع معدوم: مفتی محمد عثمان بستوی	۹۳
۱۲	بیعِ معدوم کی چند جدید صورتیں: مفتی جمیل احمد نذیری	۱۰۶
۱۳	بیع معدوم کی چند جدید شکلیں: مفتی اختر امام عادل قاسمی	۱۱۶

۱۴	بیع معدوم کی چند جدید صورتیں: مفتی عبدالرزق قاسمی	۱۳۱
۱۵	بیع معدوم کی چند جدید صورتیں: مفتی امانت علی قاسمی	۱۴۵
۱۶	بیع معدوم کی چند جدید صورتیں: مفتی جنید احمد قاسمی	۱۶۰
۱۷	بیع معدوم کی چند جدید صورتیں: مفتی شاہ جہاں ندوی	۱۷۵
۱۸	بیع معدوم کی چند جدید صورتیں: مفتی فیاض احمد برمارے	۱۸۷
۱۹	بیع معدوم کی چند جدید صورتیں اور ان کے احکام: مولانا ابوسعد نورالقاسمی	۱۹۶
۲۰	بیع معدوم: مفتی ذاکر نعمانی	۲۱۱
۲۱	بیع معدوم کی چند جدید صورتیں: مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی	۲۲۵
۲۲	بیع معدوم کا مفہوم: مفتی محمد اشرف قاسمی	۲۳۸
۲۳	بیع معدوم اور اس کی شکلیں: مولانا صابر حسین ندوی	۲۵۵
۲۴	بیع معدوم اور اس کی شکلیں: مولانا انیس ندوی	۲۷۳
۲۵	بیع معدوم کی کچھ جدید صورتیں: مولانا عبیداللہ ندوی	۲۸۹
*	**باب سوم: متوسط مقالات**	
۲۶	بیع معدوم کی چند جدید صورتیں: مولانا خورشید انور اعظمی	۳۱۰
۲۷	فقہاء کے نزدیک بیع معدوم کا مفہوم: مفتی عبدالرشید قاسمی	۳۲۱
۲۸	بیع معدوم: مولانا خورشید احمد اعظمی مدنی	۳۳۲
۲۹	بیع معدوم کی چند جدید صورتیں اور ان کا شرعی حکم: مفتی راشد حسین ندوی	۳۴۴
۳۰	بیع معدوم۔ احکام و مسائل: مفتی ثناء الہدی قاسمی	۳۵۹
۳۱	بیع معدوم کی چند جدید صورتیں: ڈاکٹر تنظیم عالم قاسمی	۳۶۵
۳۲	بیع معدوم۔ اقسام اور چند جدید صورتیں: مولانا محمد ابرار خان ندوی	۳۷۲
۳۳	بیع معدوم: مولانا عبدالتواب ندوی	۳۸۳

۳۴	بیع معدوم اور اس کے متعلق ضروری مسائل: مولانا اکرام ندوی	۳۹۱
۳۵	بیع معدوم کی چند جدید صورتیں: مولوی صدر عالم نیپالی	۴۰۴
*	باب چہارم: مختصر تحریریں	
۳۶	بیع معدوم کی چند صورتیں: مفتی حبیب اللہ قاسمی	۴۱۷
۳۷	بیع معدوم کی چند صورتیں:: ڈاکٹر حافظ کلیم اللہ عمری مدنی	۴۲۲
*	باب پنجم: مناقشے	
	مناقشہ	۴۳۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

اسلام ایک ہمہ گیر مذہب ہے جس میں انسان کے لیے ایک نظام حیات پیش کیا گیا ہے، یہ نہ صرف چند عقائد کا نام ہے اور نہ چند ظاہری رسوم وعبادات کا، اس میں عقائد بھی ہیں اور عبادات بھی، اخلاق بھی ہیں اور معاملات بھی، اس میں انفرادی زندگی کے لیے بھی مکمل دستور ہے اور اجتماعی زندگی کے بھی خطوط متعین کیے گئے ہیں۔ اسلام کا پوری انسانیت پر احسان ہے کہ اس نے زندگی کے کسی گوشے کو تشنہ نہیں چھوڑا اور مکمل زندگی کے لیے ایسا متوازن اور متناسب مکمل نظام پیش کیا جو خود آپ اپنی حفاظت کی دلیل ہے۔ اسلامی مزاج کی سب سے اہم خصوصیت اور اس کا نمایاں امتیاز یہ ہے کہ اس کے مختلف عناصر اس کے قالب میں پورے توازن کے ساتھ جلوہ گر نظر آتے ہیں اور جس چیز کا جو خانہ شریعت اسلامیہ میں متعین کیا گیا ہے، وہ چیز نہ اس سے کم ہے نہ زیادہ، یہی انسانیت کی معراج ہے اور یہی اسلامی مزاج کا صحیح پیمانہ، اگر کوئی بھی چیز اپنے حجم سے بڑھ جائے تو اس سے اسلامی مزاج میں بگاڑ پیدا ہونے لگتا ہے اور پھر اسلام کی حقیقی تصویر نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔

اسلام کے ان عناصر ترکیبی میں ''معاملات'' کا عنصر بڑا اہم ہے اور اس کی تمام تفصیلات کتاب وسنت میں موجود ہیں، اس کی اہمیت سمجھنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ معاملات کا تعلق حقوق العباد سے ہے، اگر اس میں کمی بیشی ہوگی تو جب تک آدمی متعلق شخص سے معاف نہ کرالے معافی آسان نہیں ہے۔ معاملات کا عنوان بڑا وسیع ہے اور اس کو دسیوں عنوانات کی شہ سرخی کہا جا سکتا ہے، دو یا زائد آدمیوں کے مابین جو بھی مالی لین دین ہو، وہ اس عنوان میں شامل ہے۔ اسلام نے معاملات کی بنا انصاف پر رکھی ہے اور قرآن مجید میں اصولی طور پر اس کو بیان کر دیا گیا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

{فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ}

(تو ناپ اور تول کو پورا رکھو۔)

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

{وَلَا تَنقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ}

(ناپ اور تول کو گھٹاؤ نہیں۔)

واقعہ یہ ہے کہ معیشت کا اسلامی نظام فطرتِ انسانی کے عین مطابق اور نہایت متوازن ہے، نہ اس میں آدمی کو پوری آزادی دی گئی ہے اور نہ ہی حدود و قیود میں جکڑ دیا گیا ہے، بلکہ اسلام نے ایک ایسی معتدل راہ دی ہے جس کے ذریعہ سے انسانی معاشرہ انتہا پسندی کے نقصانات سے محفوظ رہ سکے اور طلب و رسد کا توازن بھی باقی رہے۔ اسلام کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ

"لاضرر و لا ضرار"

(نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ نقصان پہنچاؤ۔)

ذاتی طور پر کسی کو کیسا ہی فائدہ ہو رہا ہو، اگر اجتماعی مفاد پر ضرب لگ رہی ہے یا دوسروں کو انفرادی طور پر بھی نقصان پہنچ رہا ہو تو ایسا لین دین اسلامی قانون کے اعتبار سے جائز نہیں، اسلام نے لین دین کی جتنی قسموں کو ناجائز قرار دیا ہے، ان کے پس پردہ یہی اصول کارفرما نظر آتا ہے۔

لین دین کی ناجائز شکلوں میں "سود" سرفہرست ہے جس کی اسلام میں قطعاً کوئی اجازت نہیں، اس کے علاوہ بھی کاروبار کی دسیوں ایسی شکلیں ہیں جن میں ایک کے نفع کے ساتھ دوسرے کا نقصان بھی وابستہ ہے، اسلام لین دین کی ایسی تمام شکلوں کو ناجائز قرار دیتا ہے، اسی لیے احادیث میں ایسے تمام معاملات کو ناجائز قرار دیا گیا ہے جن میں دھوکہ کی شکل بنتی ہو، ایک حدیث میں ہے کہ

"نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الغرر۔"

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دھوکہ کی بیع سے منع فرمایا۔)

موجودہ دور میں معدوم اشیاء کی بیع (Non-existent goods) ایک بڑا مسئلہ ہے جس کی بنیادی طور پر قدیم فقہاء اجازت نہیں دیتے، لیکن اس وقت بعض معدوم اشیاء کی بیع و شراء تجارت کی دنیا میں بہت عام ہے مثلاً: فلیٹس کی تعمیرات، سوفٹ ویئر پروگراموں اور کمپیوٹر ایپلی کیشنز کی آن لائن خرید و فروخت، یا باغ میں متوقع پھلوں کی بیع، اس کے علاوہ آن لائن اشیاء کی خرید و فروخت اس دور میں کوئی نئی بات نہیں رہی۔ اسی لیے متاخرین فقہاء نے معدوم کی مختلف قسمیں بیان کی ہیں اور ان میں سے ہر ایک پر الگ حکم لگایا ہے۔

مجلس تحقیقات شرعیہ کا پہلے دن سے یہ مقصد رہا ہے کہ نئے مسائل پر غور کیا جائے اور جدید تبدیلیوں کے مطابق احکام و جزئیات کا استنباط کر کے امت کے سامنے بہترین حل پیش کیا جائے۔ اسی مقصد کے پیش نظر الحمد للہ اب تک مجلس کے زیر اہتمام کئی اہم موضوعات پر سیمینار ہو چکے جن میں ملک و بیرون ملک کے بڑے اصحابِ فقہ و افتاء اور علماء شریک ہوئے اور ان موضوعات کو زیر بحث لایا گیا جو وقت کی ایک اہم ضرورت ہیں تاکہ اجتماعی غور و فکر کے بعد

کسی مناسب رائے کو اختیار کیا جائے اور امت اختلاف وانتشار کا شکار نہ ہو۔ گذشتہ سال ۲۰۲۴ء میں مجلس کے منتخب کردہ موضوعات میں سے ایک اہم موضوع ''بیع معدوم کی جدید صورتیں'' بھی تھا، الحمد للہ متعدد اہل قلم نے اس پر بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ تحقیقی مقالات قلم بند کیے جن کی تلخیص سمینار میں پیش کی گئی اور اس موضوع پر باقاعدہ مذاکرہ بھی ہوا۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے استاد عزیز گرامی مولوی محمد نصر اللہ ندوی نے ان مقالات کی جمع وترتیب کا بیڑا اٹھایا اور ان کو لائق اشاعت بنایا، اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ عزیز موصوف کو اس کا بہتر بدلہ عطا فرمائے، اس خدمت کو قبول فرمائے اور اس مجموعہ مقالات کا نفع عام کرے۔ آمین!

بلال عبدالحی حسنی ندوی
ناظم ندوۃ العلماء

پیش لفظ

الحمدللہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی محمد خاتم النبیین و علی الہ و صحبہ اجمعین

امابعد!

۲۰۲۴ء میں مجلس تحقیقات شرعیہ کی جانب سے منعقد ہونے والے فقہی سیمینار کا ایک موضوع ''بیع معدوم کی جدید صورتیں'' تھا، حسب معمول سیمینار سے تقریبا پانچ چھ ماہ قبل سوال نامہ تیار کر کے اہل علم و اصحاب افتاء کی خدمت میں بھیج دیا گیا تھا، الحمدللہ اس موضوع پر ۲۸ / مقالات اور تحریریں ممتاز اہل علم و افتاء کی طرف سے موصول ہوئی تھیں، ان کی تلخیص کا کام مفتی محمد نصر اللہ ندوی نے انجام دیا۔

اور اس موضوع کا عرض مسئلہ جناب مفتی راشد حسین ندوی زید مکارمہ (مہتمم مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور تکیہ رائے بریلی) کے ذمہ کیا گیا، جس کو انہوں نے بڑی مہارت اور خوش اسلوبی کے ساتھ تیار کیا، سیمینار میں عرض مسئلہ پیش ہونے کے بعد شرکائے سیمینار نے اپنی اپنی قیمتی آراء اور دلائل پیش کئے۔ اور علمی ماحول میں باہم مناقشے بھی ہوئے۔ اس کے بعد تجویز کمیٹی نے مقالات، تحریروں اور مناقشوں کی روشنی میں اس موضوع پر متفقہ تجاویز مرتب کی، جو سیمینار کا خلاصہ ہے۔

اس موضوع کے تمام مقالات، تحریروں اور متعلقہ امور مرتب کرنے کی ذمہ داری مجلس تحقیقات شریعہ کے رفیق علمی دار العلوم ندوۃ العلماء کے موقر استاذ جناب مولانا محمد نصر اللہ ندوی کے ذمے کی گئی جسے انہوں نے بخوبی انجام دیا۔

موضوع اپنی جگہ بہت اہم تھا اور معدوم کی بیع کے بارے میں دور حاضر کے نئے سوالات کو اس میں زیر بحث لایا گیا تھا، اللہ کا شکر ہے اتفاق رائے سے تمام تجاویز پاس ہوئیں، اس مجلہ کی ترتیب کی خدمت انجام دینے پر میں جناب مولانا محمد نصر اللہ ندوی کا شکر گزار ہوں، اللہ تعالی ان کی خدمات کا سلسلہ جاری رکھے، اور اعمال کو قبولیت سے نوازے آمین۔

عتیق احمد بستوی

ناظم مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء لکھنو

۲۰۲۵/۸/۲۵ء

عرض مرتب

اسلام نے تجارت اور کاروبار کے جو اصول اور ضابطے مقرر کیے ہیں، ان کا مقصد صرف یہ نہیں کہ خرید وفروخت کے عمل کو منظم کیا جائے، بلکہ فریقین کے درمیان انصاف، اطمینان اور اعتماد کو قائم رکھنا ہے، انہی اصول میں ایک اہم مسئلہ بیع معدوم کا ہے، یعنی ایسی چیز کی بیع جو عقد کے وقت موجود نہ ہو یا اس کی حوالگی پر قدرت نہ ہو۔

اکثر فقہاء نے بیع معدوم کو ممنوع قرار دیا ہے، اس لئے کہ حدیث میں ایسی چیز کو فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے جو بائع کے پاس موجود نہ ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لا تبع ما لیس عندک. (ابوداؤد، ترمذی) اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے: نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن بیع الغرر. (کتاب البیوع، مسلم) یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی بیع سے منع کیا ہے جس میں غرر ہو۔

بیع معدوم میں غرر، نزاع اور دھوکہ کا احتمال قوی ہوتا ہے اس لئے اصولاً اس کی بیع ممنوع ہے، تاہم آج کل انسانی زندگی میں ایسے مواقع پیدا ہو گئے ہیں کہ بیع معدوم سے بچنا ممکن نہیں ہے، مثلاً: کاشت کاری میں پیشگی فصل کی فروخت، صنعت میں آڈر پر مال تیار کرنا، تعمیرات میں منصوبہ کے آغاز سے پہلے فلیٹ و پلاٹ کی فروخت اور آن لائن تجارت کی جدید شکلیں، یہ سب بیع معدوم کی مختلف صورتیں ہیں، اگر ان سب کو صرف اس بنیاد پر ناجائز قرار دے دیا جائے کہ مبیع عقد کے وقت موجود نہیں ہے، تو معیشت کے کئی شعبے مفلوج ہو جائیں گے۔

بیع معدوم کے مسائل پر غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت جامد نہیں ہے، بلکہ وہ حالات کے پیش نظر حل پیش کرتی ہے، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اسلام ایک متوازن اور جامع قانون ہے، نہ تو وہ سہولت کے نام پر غیر یقینی معاملہ کو جائز کرتا ہے اور نہ ہی ضرورت کے باوجود جائز راستہ کو بند کرتا ہے۔

چنانچہ بیع معدوم کے احکام کو سمجھنا اور جاننا آج کل کے تجار، معیشت داں اور شرعی رہنمائی کرنے والے علمائے کرام اور اصحاب افتاء کے لئے ناگزیر ہے، تاکہ عصر حاضر کے تجارتی معاملات میں شریعت کے اصولوں کو نافذ کر سکیں۔

اس پس منظر میں مجلس تحقیقات شرعیہ کے ذمہ داروں نے طے کیا کہ چھٹے سمینار میں بیع معدوم کو موضوع بحث بنایا جائے اور اس پر عصر حاضر کے تناظر میں اجتماعی غور وفکر کیا جائے، مجلس نے ایک جامع سوالنامہ ملک کے منتخب علماء اور اصحاب افتاء کی خدمت میں ارسال کیا، الحمد للہ اس موضوع پر کل ۳۱ / مقالات موصول ہوئے، جن میں کچھ مقالے تفصیلی تھے، کچھ متوسط اور کچھ مختصر، راقم نے ان مقالات کی تلخیص تیار کی اور عرض مسئلہ مفتی راشد حسین ندوی نے،

سیمینار خوشگوار ماحول میں منعقد ہوا، علماء کے درمیان غور فکر اور مناقشے کے بعد تجاویز مرتب ہوئیں، سیمینار کے بعد مقالات کی ترتیب وتدوین کی ذمہ داری احقر کے سپرد کی گئی، کچھ مقالات طویل تھے ان میں حذف واختصار کیا گیا تاکہ حجم زیادہ نہ ہو، ایک مقالہ ایسا تھا کہ اس کے کچھ صفحات کی تحریر واضح نہیں تھی، اس لئے اس کو شامل اشاعت نہیں کیا جاسکا۔

میں تمام مقالہ نگاروں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنی قیمتی وقت نکال کر مقالات لکھے، سیمینار میں شرکت کی اور مباحثہ میں حصہ لیا، اسی طرح مجلس کے سکریٹری استاذ گرامی جناب مولانا عتیق احمد بستوی کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے یہ ذمہ داری تفویض کی، برادر عزیز محمد ریحان بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ کمپوزنگ وسیٹینگ میں ان کا تعاون رہا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ اس مجموعہ کو مفید بنائے اور ہماری کاوشوں کو قبول فرمائے۔

محمد نصر اللہ ندوی

استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۳/ اگست ۲۰۲۵ء

تمہیدی مباحث

سوالنامہ

بیع معدوم کی چند جدید صورتیں

آج کل تجارت سے وابستہ افراد اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لیے نئے نئے طریقے ایجاد کرتے رہتے ہیں، ان میں ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ مبیع کے وجود میں آنے سے پہلے ہی اس کی بیع کر دیتے ہیں، بیع معدوم میں عقد استصناع کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اور عقد سلم کی بھی رخصت دی گئی ہے، ان دو صورتوں کے علاوہ کئی ایسی شکلیں ہیں جو بیع معدوم کے دائرہ میں آتی ہیں، اس پس منظر میں درج ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں:

۱۔ فقہاء کے نزدیک بیع معدوم کا مفہوم کیا ہے؟ نیز اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

۲۔ بیع معدوم کے سلسلے میں فقہا کی آراء اور ان کے دلائل کیا ہیں؟ اس سلسلے میں راجح مسلک کیا ہے؟

۳۔ بیع معدوم سے ممانعت کی علت اور حکمت کیا ہے؟ مبیع کا موجود نہ ہونا یا غرر کا پایا جانا؟ یا کوئی اور وجہ؟

۴۔ کیا بیع معدوم کو عقد استصناع پر قیاس کیا جا سکتا ہے؟ اگر کیا جا سکتا ہے تو کہاں کہاں کیا جا سکتا ہے؟ اس کی شرطیں کیا ہوں گی؟

۵۔ آج کل بیع کا یہ طریقہ بھی رائج ہے کہ مبیع کے وجود میں آنے یا اس پر قبضہ ہونے سے پہلے اس کے اوصاف بتا کر بہت سی چیزیں بیچی اور خریدی جاتی ہیں، معاملہ کی یہ شکل جائز ہے یا نہیں؟

۶۔ بسا اوقات یہ معاملہ تاجروں کے درمیان ہوتا ہے، ایک تاجر دوسرے تاجر سے اس کی بیع کر دیتا ہے اور دوسرا تاجر تیسرے شخص سے اس کی بیع کر دیتا ہے، اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے؟ اس طرح کی بیع جائز ہے یا ناجائز؟

۷۔ کیا شئ معدوم کو وصف، جنس اور نوع وغیرہ بیان کر کے منضبط کیا جا سکتا ہے؟ حالانکہ مبیع ابھی وجود میں نہیں آئی ہے، اگر اس طرح انضباط ہو جائے اور فریقین میں نزاع کا اندیشہ ختم ہو جائے تو کیا شرعاً یہ بیع درست ہوگی؟

۸۔ عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ وہ کون کون سی صورتیں ہو سکتی ہیں جن میں بیع معدوم جائز اور درست قرار دی جا سکتی ہے؟ چند کی نشاندہی فرمائیں۔

۹۔ آج کل مختلف شعبہ ہائے زندگی سے متعلق بہت سے مالی معاملات ایسے رائج ہیں جن میں مبیع حقیقتاً یا ظاہراً معدوم ہوتی ہے، چند مثالیں پیش ہیں، ان شکلوں کے شرعی حکم کی تعیین فرمائیں:

الف۔ بلڈرس زمین خرید کر فلیٹ کا نقشہ بناتے ہیں، اور اس نقشہ کے مطابق فلیٹ بیچنا شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ ابھی تعمیر کا کام شروع نہیں ہوا ہے، بسا اوقات تعمیر کا کام شروع تو ہو گیا ہوتا ہے مگر فلیٹ مکمل تیار نہیں ہوتا، ایسی

صورتوں میں نقشہ کی بنیاد پر مکان کی خرید وفروخت کرنا کیسا ہے؟ اس صورت میں کبھی بلڈرس کے پاس زمین ہوتی ہے اور کبھی زمین بھی نہیں ہوتی ہے، کیا اس سے مذکورہ مسئلہ پر فرق پڑے گا؟

ب۔ مالک زمین اور بلڈر کے درمیان یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ بلڈر اس زمین پر فلیٹ بنائے گا، جس میں مالک کو چند فلیٹ یا اس کی قیمت دی جائے گی اور باقی بلڈر کا ہوگا، کیا یہ صورت درست ہے؟

ج۔ آج کل بہت سے کمپیوٹر ایپلیکیشن اور سوفٹ ویر پروگراموں کی آن لائن خرید وفروخت ہوتی ہے، جن کا بظاہر کوئی محسوس وجود نہیں ہوتا ہے ان کو صرف موبائل یا کمپیوٹر پر دیکھا یا سنا جاسکتا ہے، کیا ان پر بیع معدوم کا اطلاق ہوسکتا ہے؟ کیا ان کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کن شرطوں کے ساتھ؟

د۔ بعض پھلوں میں بیع کی یہ شکل بھی مروج ہے کہ فی الوقت جتنے پھل موجود ہیں اور جتنے پھل متوقع ہیں، دونوں کی بیع کی جاتی ہے، کیا اس طرح پھلوں کی بیع درست ہے جو ابھی آئے نہیں ہیں، بلکہ متوقع ہیں۔

ہ۔ دوکان دار کو سامانوں کا آڈر دیا جاتا ہے، اور قیمت بھی ادا کردی جاتی ہے، کچھ سامان اس کی دوکان پر موجود ہوتا ہے، اور بڑی تعداد میں سامان مارکیٹ میں تو ہوتا ہے لیکن دوکاندار کے پاس نہیں ہوتا ہے، دوکان دار سامان کا انتظام کرکے خریدار کو پہونچاتا ہے، بیع کی یہ صورت درست ہوگی یا نہیں؟

تجاویز

بیع معدوم اور اس کی جدید شکلیں

۱۔ بیع معدوم کے سلسلے میں جمہور فقہاء خصوصاً ائمہ اربعہ کی رائے یہ ہے کہ بیع معدوم شرعاً ناجائز ہے۔

۲۔ عقد کے وقت شئ کے معدوم ہونے کے باوجود بیع سلم اور عقد استصناع دونوں کا جواز متفق علیہ ہے، ان دونوں کو حاجت اور تعامل پائے جانے کی وجہ سے شریعت نے جائز قرار دیا ہے، لہذا دور حاضر کے جو عقود و معاملات ان دونوں کے مماثل ہوں وہ بھی جائز ہوں گے۔

۳۔ بڑے تاجر چھوٹے تاجروں سے سامان فراہم کرنے کا جو معاہدہ کرتے ہیں، اور معاہدہ کے مطابق ایک دوسرے سے سامان حاصل کر کے فراہم کرتے ہیں، اگر معاہدہ کی تمام شقیں اس طرح واضح ہوں کہ کسی قسم کے نزاع کا اندیشہ نہ ہو اور ہر معاملہ مستقل ہو، ایک دوسرے پر موقوف نہ ہو، تو یہ شکل جائز ہے، خصوصاً جب کہ اس طرح کے معاملات کا رواج ہو۔

۴۔ اگر بلڈر قابل اعتماد ہو اور نقشہ اس طرح بنا کر پیش کرے کہ پوری نوعیت واضح ہو جائے اور نزاع کا اندیشہ نہ ہو تو اس طرح نقشہ پر فلیٹ کی خریداری کا معاملہ کرنا شرعاً جائز ہے۔

۵۔ اگر مالک زمین اور بلڈر کے درمیان یہ معاہدہ ہو کہ مالک کو چند فلیٹس یا ان کی قیمت ملے گی اور باقی بلڈر کا ہوگا تو یہ شرعاً جائز ہے۔

۶۔ کمپیوٹر اپلیکیشن اور سافٹ ویئر پروگراموں کا معنوی وجود ہوتا ہے اور وہ فروخت کنندہ کی ملکیت میں بھی ہوتے ہیں، لہذا وہ مال متقوم ہیں، اس لیے ان کی بیع شرعاً درست ہے۔

۷۔ اگر درختوں میں کچھ پھل آ گئے ہوں اور کچھ متوقع ہوں تو متوقع پھل، موجود پھلوں کے تابع ہوں گے، اور دونوں طرح کے پھلوں کی ایک ساتھ بیع جائز ہوگی۔

تلخیص مقالات

بیع معدوم کی جدید صورتیں

مولانا محمد نصر اللہ ندوی
(استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

آج کل تجارت سے وابستہ افراد اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لیے نئے نئے طریقے ایجاد کرتے رہتے ہیں، ان میں ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ مبیع کے وجود میں آنے سے پہلے ہی اس کی بیع کر دیتے ہیں، بیع معدوم میں عقد استصناع کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اور عقد سلم کی بھی رخصت دی گئی ہے، ان دو صورتوں کے علاوہ کئی ایسی شکلیں ہیں جو بیع معدوم کے دائرہ میں آتی ہیں، اس پس منظر میں مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء نے طے کیا کہ چھٹے سیمینار میں اس موضوع پر مذاکرہ کیا جائے اور غور فکر کے بعد تجاویز مرتب کی جائیں۔

اس موضوع پر کل (۳۱) مقالے موصول ہوئے۔ مقالہ نگاروں کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

مفتی محمد عثمان بستوی، مفتی عبد الرزاق قاسمی، مفتی جنید عالم ندوی قاسمی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی، مفتی محمد شاہجہاں ندوی، ڈاکٹر مفتی محمد مصطفی عبد القدوس ندوی، مفتی محمد ذاکر نعمانی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی امانت علی قاسمی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا خورشید انور اعظمی بنارس، مولانا ابو سعد نور القاسمی، مفتی راشد حسین ندوی، مفتی تنظیم عالم قاسمی، مولانا بدر احمد مجیبی ندوی، مفتی محمد اقبال احمد ٹنکاروی، حافظ کلیم اللہ عمری، مفتی عبد الرشید قاسمی، مفتی مظاہر حسین عماد قاسمی، مولانا ابرار خاں ندوی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مفتی اشرف قاسمی، مولانا محمد انیس ندوی، مفتی عبید اللہ ندوی، مولانا فیاض احمد محمود برمارے، مولانا جنید احمد قاسمی، مفتی اکرام احمد ندوی، ڈاکٹر محمد اعظم ندوی، مولانا محمد صدر عالم نیپالی۔

ان مقالات کی تلخیص پیش خدمت ہے۔ بعض مقالے تاخیر سے موصول ہوئے اس لئے ان کی آراء کو شامل نہیں کیا جا سکا۔

سوال نمبر ۱۔ فقہاء کے نزدیک بیع معدوم کا مفہوم کیا ہے؟ نیز اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

اس سوال کے جواب میں اکثر مقالہ نگاروں نے لکھا ہے کہ معدوم عدم سے بنا ہے، جس کا مطلب ہے نہ ہونا، غائب اور مفقود ہونا۔ (المعجم الوسیط، لسان العرب، مقاییس اللغۃ، الموسوعۃ الفقہیہ)

اور معدوم کے اصلاحی معنی ہیں جس کا کسی بھی طرح یعنی ذہنی وخارجی اعتبار سے کوئی ثبوت نہ ہو، فقہاء مطلق معدوم کے بارے میں بحث نہیں کرتے ہیں، جس کا عقلی وحسی اعتبار سے وجود نہیں ہوتا ہے، بلکہ وہ بحث کرتے ہیں اس چیز کے بارے میں جو عقل میں مع اسم ووصف موجود ہو، لیکن حقیقت میں اس کا وجود نہ ہو۔

(دیکھیے مقالہ: مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی، مفتی راشد حسین ندوی، مولانا انیس ندوی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مفتی ثناء الہدی قاسمی، مولانا عبید اللہ ندوی، ڈاکٹر محمد اعظم ندوی وغیرہ)

معدوم سے مراد ایسی چیز ہے جو بائع کی ملکیت اور اختیار میں نہ ہو، خواہ مارکیٹ میں موجود ہو، مثلاً دوسرے شخص کی زمین اور طباعت سے قبل کتاب کی بیع بھی اس زمرہ میں آئے گی۔

مفتی عبد الرشید قاسمی، مولانا سعد نور قاسمی، اور مولانا خورشید اعظمی مدنی نے بیع معدوم کی تعریف کچھ اس طرح کی ہے:

بیع معدوم سے مراد ایسی چیز کی خرید وفروخت ہے جو عالم واقع میں موجود نہ ہو، جیسے مضامین، ملاقیح اور حبل الحبلہ کی بیع۔

مولانا خورشید انور عظمی مجلہ احکام عدلیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ بیع معدوم کا مطلب ہے جو چیز موجود نہ ہو، مقدور التسلیم اور مال متقوم نہ ہو۔

ڈاکٹر محمد اعظم ندوی بیع معدوم کی تعریف اس طرح کرتے ہیں: جو چیز یا تو فی الواقع موجود نہ ہو، یا بائع کی ملکیت نہ ہو یا مشکوک الوجود ہو، یا مجلس عقد میں نہ ہو یا موصوف فی الذمہ ہو۔

عام طور پر مقالہ نگاروں نے بیع معدوم کی دو قسمیں لکھی ہیں:

۱۔ معدوم حقیقی: جس کی خارج میں کوئی شکل وصورت موجود نہ ہو۔

۲۔ معدوم حکمی: جس کو شریعت نے غیر موجود (معدوم) قرار دیا ہو، کیونکہ اس سے فائدہ اٹھانا ممکن نہیں ہے، چاہے خارج میں اس کی کوئی شکل وصورت موجود ہو، لہذا اس سے فائدہ اٹھانا معدوم حسی کی طرح شرعاً حرام ہے۔

دیکھیے مقالہ: مفتی اقبال ٹنکاروی، مولانا انیس ندوی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مفتی راشد حسین ندوی، ڈاکٹر مصطفی عبد القدوس ندوی، مولانا خورشید احمد اعظمی مدنی، ڈاکٹر محمد اعظم ندوی وغیرہ۔

کچھ مقالہ نگاروں نے بیع معدوم کی تین قسمیں لکھی ہیں:

۱۔ بیع معدوم موصوف فی الذمہ (ایسی چیز بیچنے کی ذمہ داری لینا) جس کی صفات بیان کر دی گئی ہے، اس کو سلم کہتے ہیں۔

۲۔ ایسے معدوم کی بیع جس کا سرے سے وجود نہ ہوا ور نہ یہ معلوم ہو کہ آئندہ اس کا وجود ہوگا یا نہیں۔

۳-ایسے معدوم کی بیع جو موجود کے تابع ہو، یہ بعض صورتوں میں جائز ہے، جیسے درختوں پر لگے اکثر پھلوں میں بدوصلاح ہو چکا ہو لیکن ابھی کچھ حصہ باقی ہو تب بھی بیع جائے گی۔

دیکھئے مقالہ: مولانا عبدالرشید قاسمی، مولانا صابر حسین ندوی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا محمد سعد نور القاسمی وغیرہ۔

ڈاکٹر محمد اعظم ندوی نے اپنے مقالہ میں معدوم حقیقی اور معدوم حکمی کے ذکر کے بعد بیع معدوم کی ۱۴/شکلوں کا تذکرہ کیا ہے، چند یہ ہیں: بیع تعلیی، مضامین وملاقیح کی بیع، بیع سلف، بیع معلق، فیوچر کنٹریکٹیس، ڈیجیٹل مصنوعات، ای کامرس اور کرپٹو کرنسی۔

سوال نمبر ۲-بیع معدوم کے سلسلے میں فقہا کی آراء اور ان کے دلائل کیا ہیں؟ اس سلسلے میں راجح مسلک کیا ہے؟

بیع معدوم کے حکم کے بارے میں فقہاء کی دو طرح کی آراء ہیں:

پہلی رائے حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی مکاتب فکر کے جمہور فقہاء کی ہے کہ معدوم کی خرید وفروخت ناجائز وباطل ہے۔

جمہور کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱:عن أبی هريرة قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الحصاة وعن بيع الغرر. (مسلم، كتاب البيوع)

۲: عن جابر: أن رسول الله ﷺ نهى عن بيع السنين ، وفى رواية ابن أبى شيبة عن بيع الثمر سنين.(مسلم: ۱۵۳)

۳: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الحَبَلَةِ، وَكَانَ بَيْعًا يَتَبَايَعُهُ أَهْلُ الجَاهِلِيَّةِ، كَانَ الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الجَزُورَ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ، ثُمَّ تُنْتَجُ الَّتِي فِي بَطْنِهَا.(بخارى، كتاب البيوع)

۴:حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع وشراء سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

لاتبع مالیس عندک.(ترمذی، ۱۲۳۲)

۵:عن عمر وبن شعيب عن أبيه عن جده قال :قال رسول الله ﷺ:ليس على رجل بيع فيما لايملک.

۶:أماحكم المسألة:فبيع المعدوم باطل بالاجماع.(المجموع للنووى)

۷:وجملة ذلک أنه إذا باع ثمرة شيئ من هذه البقول لم يجز إلا بيع الموجود منها دون المعدوم

.(المغنی لابن قدامة)

(دیکھیے مقالہ: مولانا خورشید انور اعظمی، مفتی راشد حسین ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مفتی اقبال ٹنکاروی، مولانا خورشید احمد اعظمی مدنی، مفتی جمیل احمد نذیری، حافظ کلیم اللہ عمری، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، ڈاکٹر محمد اعظم ندوی وغیرہم)

دوسری رائے علامہ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیم کی ہے کہ بیع معدوم جائز ہے، بشرطیکہ اس میں قمار اور غرر نہ ہو ان کے دلائل مندرجہ ذیل نکات پر مبنی ہیں۔

علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

(۱) فليس فی كتاب الله ولا سنة رسوله بل ولا عن احد من الصحابه ان بيع المعدوم لا يجوز، وانما فيه النهی عن بيع بعض الاشياء التی هی معدومة، لا فيه النهی عن بيع بعض الاشياء التی هی موجودة، وليست العلة فی المنع لا الوجود ولا العدم، بل الذی ثبت فی الصحيح عن النبی انه نهی عن بيع الغرر. (مجموع الفتاوی ۲۰/ ۵۴۲)

(۲) بَلْ الشَّرْعُ صَحَّحَ بَيْعَ الْمَعْدُومِ فِي بَعْضِ الْمَوَاضِعِ، فَإِنَّهُ أَجَازَ بَيْعَ الثَّمَرِ بَعْدَ بُدُوِّ صَلَاحِهِ وَالْحَبِّ بَعْدَ اشْتِدَادِهِ، وَمَعْلُومٌ أَنَّ الْعَقْدَ إنَّمَا وَرَدَ عَلَى الْمَوْجُودِ وَالْمَعْدُومِ الَّذِي لَمْ يُخْلَقْ بَعْدُ. (إعلام الموقعين ۳/ ۲۰۶)

(۳) عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاحُهَا، نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبتاع. (مسلم كتاب البيوع ۲۹۸۲)

سوال ۳۔ بیع معدوم کی علت اور حکمت کیا ہے؟ موجود نہ ہونا یا غرر کا پایا جانا یا کوئی اور وجہ؟

اس سوال کے جواب میں عام طور پر مقالہ نگاروں کی رائے یہ ہے کہ اس کی وجہ غرر کا پایا جانا ہے، اس ضمن میں مقالہ نگاروں نے مختلف فقہاء کی عبارتیں نقل کی ہیں، جن سے یہ واضح ہوتا ہے غرر کی وجہ سے بیع معدوم کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

(دیکھیے مقالہ:۔ ڈاکٹر مصطفی عبدالقدوس، مفتی عبدالرزاق قاسمی، مفتی جنید عالم ندوی، قاسمی، مفتی عثمان بستوی، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مولانا خورشید احمد اعظمی مدنی، مولانا صابر حسین ندوی، مولانا انیس ندوی، مولانا سعد نور قاسمی، مفتی ثناء الہدی قاسمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مفتی ذاکر نعمانی وغیرہ)

کچھ مقالہ نگاروں نے اس کی علت مبیع کا معدوم ہونا قرار دیا ہے۔

(دیکھیے مقالہ: مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی راشد حسین ندوی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا خورشید انور

اعظمی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی امانت علی قاسمی)

ان حضرات کا استدلال فقہاء کی ان عبارتوں سے ہے جن میں بیع معدوم سے منع کیا گیا ہے۔

منها أن يكون موجودًا فلا ينعقد بيع المعدوم. (بدائع الصنائع ۴/ ۳۲۶)

مفتی عبدالرشید قاسمی نے اس کی چار وجوہات لکھی ہیں: (۱) غرر (۲): عدم قدرت علی التسلیم (۳): نزاع بین المتعاقدین (۴): معدوم کا مال نہ ہونا۔

مفتی اقبال احمد ٹنکاروی لکھتے ہیں:

فقہاء عظام اور علماء کرام کی عبارتوں پر غور کرنے سے بیع معدوم بالفاظ دیگر بیع قبل القبض کی ممانعت پر تین علتیں ملتی ہیں، خلاصہ ان کا درجہ ذیل ہے: (۱) غرر کا احتمال (۲) ربح مالم یضمن (۳) ربا النسیئہ کا احتمال۔

انہوں نے اس ضمن میں ایک حدیث نقل کی ہے:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لَا يَحِلُّ سَلَفٌ وَبَيْعٌ، وَلَا شَرْطَانِ فِي بَيْعٍ، وَلَا رِبْحُ مَا لَمْ يُضْمَنْ، وَلَا بَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ۔ (الموسوعة الفقهية ۲۳۹/۹/۲۳)

اسی طرح انہوں نے ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

والعلة في منع بيع الطعام قبل قبضه عند المالكية: هي أنه قد يتخذ ذريعة للتوصل إلى ربا النسيئة، فهو شبيه ببيع الطعام بالطعام نسيئة، فيحرم سدا للذرائع. (الفقه الإسلامي وأدلته: ۴/ ۲۴۵)

مفتی محمد اشرف قاسمی لکھتے ہیں: بیع معدوم کے عدم جواز کی پہلی وجہ مبیع کا کسی بھی صورت میں موجود ہونا ہے، دوسری وجہ مبیع کی حصولیابی میں غرر کا پایا جانا ہے اور تیسری وجہ مبیع کا غیر مقدور التسلیم ہونا ہے۔

ڈاکٹر محمد اعظم ندوی لکھتے ہیں: احناف کے نزدیک رکن بیع یعنی ایجاب وقبول یا محل بیع یعنی مبیع اور متعدد شکلوں میں ثمن میں بھی خلل یعنی ناقابل اصلاح خرابی ہو تو بیع باطل ہوتی ہے، جو سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتی ہے، معدوم دراصل اسی قسم میں شامل ہے اور اس اعتبار سے بیع کا موجود نہ ہونا محل بیع کا فقدان اس کی ممانعت کی علت قرار پائے گی، ہاں ایسی شکلیں جو معدوم نہ ہوں لیکن ان کا وجود مشکوک ہو یا معدوم ہونے کا قوی امکان ہو ان کی ممانعت کی علت غرر قرار دیا گیا ہے، ان میں بعض مثالیں بیع فاسد کی بھی ہوسکتی ہیں یعنی جس میں رکن بیع یا محل بیع کے علاوہ دوسرے اوصاف میں خرابی ہو۔

سوال ۴۔ کیا بیع معدوم کو عقد استصناع پر قیاس کیا جاسکتا ہے؟ اگر کیا جاسکتا ہے تو کہاں کہاں کیا جاسکتا ہے اس کی شرطیں کیا ہوں گی؟

اس سلسلے میں مقالہ نگاروں کی دو رائے ہے: عقد استصناع چونکہ خلاف قیاس ثابت ہے اور اصول یہ ہے کہ جو

چیز خلاف قیاس ثابت ہو اس پر مزید قیاس نہیں کیا جاسکتا، اس لیے بیع معدوم کو عقد استصناع پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

اس رائے کے حاملین میں مفتی اقبال احمد ٹنکاروی، مفتی مصطفی عبدالقدوس ندوی، مفتی ذاکر نعمانی اور مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی شامل ہیں۔

دوسری رائے یہ ہے کہ بیع معدوم کو انہی شرطوں کے ساتھ جائز قرار دیا جاسکتا ہے، جو عقد استصناع کے لیے ضروری ہیں، مثلاً جس چیز کی بیع کی جارہی ہو وہ قابل صنعت ہو، وہ اس لائق ہو کہ مقدار، وصف، وزن اور سائز وغیرہ کے ذریعے اس کو متعین کیا جاسکتا ہو، اس چیز کی تیاری میں مٹیریل صانع (آرڈر لینے والے) کی طرف سے ہو۔ اس میں استصناع کا تعامل اور رواج ہو۔

عقد کے وقت اس چیز کی جنس، نوعیت، وزن، سائز، ڈیزائن اور دیگر مطلوبہ اوصاف کی اس طرح وضاحت کردی جائے کہ کوئی ابہام باقی نہ رہے۔

یہ رائے مندرجہ ذیل حضرات کی ہے:

مفتی عبدالرزاق قاسمی، مولانا بدر احمد مجیبی، مفتی جنید عالم ندوی قاسمی، مفتی راشد حسین ندوی، مولانا محمد سعد نور قاسمی، مولانا خورشید احمد عظمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی عبدالرشید قاسمی، مفتی اختر امام عادل قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، حافظ کلیم اللہ عمری۔

مفتی محمد اشرف قاسمی کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔

مفتی جمیل احمد نذیری لکھتے ہیں: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث "لا تبع ما لیس عندک" کے تحت لکھا ہے:

هذا في بيوع الاعيان دون بيوع الصفات، فلذا قيل السلم في شئي موصوف عام الوجود عند المحل المشروط، ويجوز إن لم يكن في ملكه حال العقد.

مولانا اختر امام عادل قاسمی علامہ کاسانی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

(مِنْهَا) أَنْ يَكُونَ مَا لِلنَّاسِ فِيهِ تَعَامُلٌ كَالْقَلَنْسُوَةِ وَالْخُفِّ وَالْآنِيَةِ وَنَحْوِهَا فَلَا يَجُوزُ فِيمَا لَا تَعَامُلَ لَهُمْ فِيهِ كَمَا إذَا أَمَرَ حَائِكًا أَنْ يَحِيكَ لَهُ ثَوْبًا بِغَزْلِ نَفْسِهِ وَنَحْوِ ذَلِكَ مِمَّا لَمْ تَجْرِ عَادَاتُ النَّاسِ بِالتَّعَامُلِ فِيهِ، لِأَنَّ جَوَازَهُ مَعَ أَنَّ الْقِيَاسَ يَأْبَاهُ ثَبَتَ بِتَعَامُلِ النَّاسِ فَيَخْتَصُّ بِمَا لَهُمْ فِيهِ تَعَامُلٌ، وَيَبْقَى الْأَمْرُ فِيهَا وَرَاءَ ذَلِكَ مَوْكُولًا إلَى الْقِيَاسِ. (بدائع الصنائع ۱۲/ ۱۱۹)

مفتی مصطفی عبدالقدوس ندوی لکھتے ہیں:

عقد استصناع کی مشروعیت کی اصل وجہ خلاف قیاس استحسان ہے، وجہ استحسان لوگوں کی ضرورت وحاجت کی

تکمیل اوران سے حرج ومشقت کودور کرنا ہے، پس جہاں لوگوں کی شدید حاجت وضرورت متقاضی ہوگی اورضرورت و حاجت کی تکمیل ناگزیر ہوجائے گی ،تو وہاں وہ صورت عقداستصناع کی طرح عام بیع معدوم سے مستثنی ہوکر درست ہو جائے گی۔

ڈاکٹرمحمد اعظم ندوی لکھتے ہیں: استصناع بھی بیع معدوم کی ایک قسم ہے،لیکن ہر قسم کے معاملات اس میں نہیں آتے ،اس لیے بعض جدید معاملات کوعقداستصناع کی بنیاد پر اوربعض دوسرے معاملات کوسلم کی شرائط پر حل کیا جا سکتا ہے۔

سوال ۵-آج کل یہ طریقہ بھی رائج ہے کہ مبیع کے وجود میں آنے سے پہلے یااس پر قبضہ ہونے سے پہلے اس کے اوصاف بتا کر بہت سی چیزیں خریدی اور بیچی جاتی ہیں،معاملے کی یہ شکل جائز ہے یانہیں؟

عام طور پر مقالہ نگاروں نے اس صورت کوناجائز قرار دیا ہے۔

دیکھیے مقالہ: مفتی راشد حسین ندوی،مفتی عبدالرزاق قاسمی،مولانا بدر احمد مجیبی ندوی،مفتی اقبال احمد ٹنکاری، مظاہر حسین عماد قاسمی،مفتی محمد اشرف قاسمی،محمد انیس ندوی،مفتی عبدالرشید قاسمی،محمد سعد نور قاسمی، ڈاکٹر مصطفی عبدالقدوس ندوی،محبوب فروغ احمد قاسمی۔

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ بیع کے وقت مبیع کا بائع کی ملکیت میں ہونا ضروری ہے۔اسی طرح بائع کا قبضہ بھی ضروری ہے،اگر یہ دونوں چیزیں نہیں پائی گئیں تو بیع درست نہیں ہوگی۔

علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں:

وَأَمَّا شَرَائِطُ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ فَأَنْ يَكُونَ مَوْجُودًا مَالًا مُتَقَوِّمًا مَمْلُوكًا فِي نَفْسِهِ وَأَنْ يَكُونَ مِلْكَ الْبَائِعِ فِيمَا يَبِيعُهُ لِنَفْسِهِ وَأَنْ يَكُونَ مَقْدُورَ التَّسْلِيمِ فَلَمْ يَنْعَقِدْ بَيْعُ الْمَعْدُومِ وَمَا لَهُ خَطَرُ الْعَدَمِ. (البحر الرائق: ۴۳۳/۵)

اکثر مقالہ نگاروں کی رائے ہے کہ اس صورت کوعقدسلم یااستصناع سے مربوط کر کے خرید وفروخت کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، اگر ایسا ممکن نہ ہوتو خریدار سے بیع کا معاملہ نہ کیا جائے، بلکہ بیع کا وعدہ کرلیا جائے اور ایک معاہدہ بیع کے نام سے تیار کرلیا جائے،فروخت کنندہ یہ وعدہ کرلے کہ وہ مال آنے کے بعد اسے بیچے گا اور خریدار یہ وعدہ کرے کہ اس کی مطلوبہ صفات کے مطابق مال آیا تو وہ اسے خریدے گا، پھر جب عملاً مال آئے تو باقاعدہ معاملہ کر کے اسے فروخت کیا جائے۔دیکھئے مقالہ: محمد سعد قاسمی (بحوالہ: فقہ البیوع ۱/ ۷۶)

مفتی اقبال احمد ٹنکاروی لکھتے ہیں کہ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ قبضہ کی شرعی اعتبار سے دوقسمیں ہیں:

(۱) حسی قبضہ: حسی قبضے کا مطلب یہ ہے کہ خریدی ہوئی چیز عملاً اور حساً خریدار کے قبضے میں آجائے۔

(۲) حکمی قبضہ: حکمی قبضہ کے مکمل ہونے کے لیے دو باتوں کا پایا جانا ضروری ہے، خریدا گیا سامان بائع کے دیگر سامان سے الگ اور متعین ہو جائے، خریدار کو سامان اپنے استعمال میں لانے کی مکمل قدرت حاصل ہو، اور اس کے ضمان میں آجائے۔

اگر درج بالا صورتوں میں سے کسی ایک صورت کا قبضہ بھی پایا جائے تو خریدی ہوئی چیز کو آگے فروخت کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ (قرارات مجمع الفقہ الاسلامی الدولی ص: ۱۰۰ قرار رقم: ۴۵۲)

بدائع الصنائع میں ہے:

وَلَا يُشْتَرَطُ الْقَبْضُ بِالْبَرَاجِمِ؛ لِأَنَّ مَعْنَى الْقَبْضِ هُوَ التَّمْكِينُ، وَالتَّخَلِّي، وَارْتِفَاعُ الْمَوَانِعِ عُرْفًا وَعَادَةً وَحَقِيقَةً۔ (بدائع الصنائع ۳/ ۳۴۲)

مفتی جنید عالم ندوی قاسمی، مفتی ذاکر نعمانی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری، اور مولانا خورشید احمد اعظمی مدنی کی رائے یہ ہے کہ اگر وہ چیز ایسی ہو جس کے اوصاف وحدود کی ایسی تعیین ممکن ہو، جس سے فریقین میں اندیشہ نزاع باقی نہ رہے اور نہ آئندہ کسی قسم کے غرر کا اندیشہ ہو، نیز وقت مقررہ پر خریدار کے لیے اس کا حصول یقینی ہو اور تاجروں کے عرف میں ایسا تعامل جاری ہو تو ان کی خرید وفروخت ان کے اوصاف بتا کر وجود میں آنے یا قبضہ سے پیشتر بھی درست ہے، خواہ ان کا تعلق منقولات سے ہو یا غیر منقولات سے۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

وَأَمَّا شَرَائِطُ جَوَازِهِ (فَمِنْهَا): أَنْ يَكُونَ مِمَّا يَجْرِي فِيهِ التَّعَامُلُ بَيْنَ النَّاسِ..... وَمِنْ شروط الاستصناع بَيَانُ جِنْسِ الْمَصْنُوعِ، وَنَوْعِهِ وَقَدْرِهِ وَصِفَتِهِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَصِيرُ مَعْلُومًا بِدُونِهِ. (بدائع الصنائع ۲/ ۱۱) (دیکھئے مقالہ: مولانا اختر امام عادل قاسمی۔)

مفتی عثمان بستوی لکھتے ہیں: مبیع کے وجود میں آنے اور قبضہ ہونے سے پہلے اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر بعینہ کسی متعین چیز کو فروخت نہ کیا جائے، بلکہ مبیع کی جو جنس ہے، اس جنس کے اوصاف وغیرہ کی تعیین کر کے الگ سے مستقل عقد کیا جائے تو یہ سلم متوازی کی شکل ہے اور مبیع دستیاب ہونے کے بعد مسلم فیہ کی جگہ پر اس کو حوالہ کر دیا جائے تو شرعاً یہ جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ دونوں معاملہ الگ ہو کوئی ایک دوسرے پر موقوف نہ ہو، اگر دوسرا معاملہ پہلے مبیع کے قبضہ میں آنے پر موقوف ہو تو یہ بیع قبل القبض کی شکل ہے جو شرعاً ناجائز ہے۔

سوال ۶ - بسا اوقات یہ معاملہ تاجروں کے درمیان ہوتا ہے، ایک تاجر دوسرے تاجر سے اس طرح بیع کر دیتا ہے اور دوسرا تاجر تیسرے شخص سے اس کی بیع کر دیتا ہے اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے اس طرح کی بیع جائز ہے یا نہ جائز؟

اس مسئلے میں تمام مقالہ نگاروں کی رائے یہ ہے کہ یہ صورت درست نہیں ہے، ناجائز ہے، اکثر مقالہ نگاروں نے

اس کی دو وجہیں ذکر کی ہیں۔

اول: اشیاء منقولہ کو قبضہ سے پہلے بیچنا ممنوع ہے، حدیث شریف میں اس سے منع کیا گیا ہے:

من ابتاع طعاما فلا یبعه حتی یقبضه۔ (ابو داود، حدیث: ۳۴۹۷)

اسی طرح فقہ کی کتابوں میں صراحت کے ساتھ اس کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ شامی میں ہے:

بیع عقار لا یخشی هلاکه قبل قبضه لا بیع منقول قبضه ولو من بائعه۔ (رد المحتار: ۵/۱۴۷)

دوم: جس مال کا مشتری ضامن نہیں ہوا، اس کا آگے بیچنا اور اس سے نفع کمانا درست نہیں ہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس مال کا نفع حلال نہیں، جس کے خسارے کی ضمانت نہ لی گئی، اور نہ ہی اس کی بیع حلال ہے، جو تمہارے پاس موجود نہ ہو۔ (مستدرک حاکم: حدیث: ۲۱۸۵)

بعض مقالہ نگاروں نے اس کی تیسری وجہ بھی بیان کی ہے، وہ یہ کہ اس میں ضرر پایا جا رہا ہے، وہ اس طرح کہ پہلا خریدار، دوسرا خریدار، تیسرا خریدار، اسی طرح آگے جہاں تک یہ سلسلہ چلتا رہے، ان میں ہر ایک جس سے وہ سامان بیچ رہا ہے، اس کو مبیع پر قبضہ کرانے پر قادر ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی ہو سکتا ہے، یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا، اس اعتبار سے مبیع کا انجام مستور ہے، اسی کو غرر کہا جاتا ہے۔ (بدائع الصنائع: ۴/۳۴۱)

سوال ۷۔ کیا شئ معدوم کو وصف، جنس اور نوع وغیرہ بیان کر کے منضبط کیا جا سکتا ہے، حالانکہ مبیع ابھی وجود میں نہیں آئی ہے، اگر اس طرح انضباط ہو جائے اور فریقین میں نزاع کا اندیشہ ختم ہو جائے تو کیا شرعاً بیع درست ہوگی؟

اس سلسلے میں اکثر مقالہ نگاروں کی رائے ہے کہ بیع سلم کے اصول و شرائط کے تحت بیع کی یہ صورت جائز ہوگی، کیونکہ وصف، نوع اور جنس متعین ہونے کی وجہ سے غرر اور نزاع کا اندیشہ ختم ہو جاتا ہے۔

دیکھیے مقالہ: مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی عثمان بستوی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا انیس ندوی، مفتی محمد اشرف قاسمی، مولانا خورشید احمد اعظمی مدنی، مفتی ثناء الہدی قاسمی۔

ڈاکٹر محمد اعظم ندوی کے نزدیک عقد سلم اور عقد استصناع کی شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے یہ معاملات کیے جا سکتے ہیں، یا پھر وہ بیع منافع ہو یعنی اجارہ کا معاملہ جو کہ معدوم ہونے کے باوجود درست ہے۔

مفتی مصطفی عبد القدوس ندوی اور مفتی حبیب اللہ قاسمی لکھتے ہیں کہ مذکورہ شرائط کے ساتھ ساتھ لوگوں میں اس کا تعامل بھی ہونا ضروری ہے، اگر تعامل نہ ہو تو بیع درست نہ ہوگی۔

مولانا خورشید انور اعظمی لکھتے ہیں کہ مذکورہ شرطوں کے ساتھ بیع درست ہوگی، البتہ مشتری کو خیار رویت حاصل ہوگا، تاکہ احتمال ضرر کو ختم کیا جا سکے۔

مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی لکھتے ہیں: کہ شئ معدوم کو وصف، جنس اور نوع وغیرہ بیان کر کے منضبط نہیں کیا جا

سکتا، اس طرح کا انضباط صرف خیالی ہوگا، اس صورت میں عقد استصناع تو ہوسکتا ہے، عقد بیع نہیں، اس لیے کہ بیع معدوم سے ممانعت صراحتا احادیث سے ثابت ہے۔

بعض مقالہ نگاروں نے لکھا ہے کہ معدوم شی کی بیع وصف، جنس اور نوع وغیرہ بیان کر کے منضبط کیا جا سکتا ہے اور اس طرح کی بیع درست ہوگی۔

اس رائے کے حاملین مفتی راشد حسین ندوی، مفتی اقبال احمد ٹنکاروی، مفتی عبدالرشید قاسمی، حافظ کلیم اللہ عمری ہیں۔

مفتی عبدالرزاق قاسمی کی رائے ہے کہ اس معاملہ میں ڈراپ شاپنگ کی گنجائش ہوگی۔

مولانا صابر حسین ندوی لکھتے ہیں کہ اگر مذکورہ صورت میں بیع کی رقم ادا کر دی جائے تو بیع سلم کہلائے گی اور اگر نہ ادا کی جائے تو بیع استصناع کی صورت بن جائے گی۔

یہی رائے مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کی بھی ہے۔

مفتی عثمان بستوی لکھتے ہیں: کسی معدوم شئ کا جو مثلیات، عددیات متقاربہ کی قبیل سے ہوں تو جنس، نوع، وصف وغیرہ بیان کر کے منضبط کرنا ممکن ہے اور اس طرح کے انضباط کے بعد بیع سلم کے طریقہ پر اسکو فروخت کرنا شرعا جائز ہے، نیز اگر معاہدہ بیع کیا جائے تو سلم کی شرائط کا متحقق ہونا بھی ضروری نہیں ہے، صرف انضباط کا پایا جانا کافی ہے۔

سوال ۸۔ عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ وہ کون کون سی صورتیں ہوسکتی ہیں جن میں بیع معدوم جائز اور درست قرار دی جاسکتی ہے؟ چند کی نشاندہی فرمائیں؟

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگاروں نے مختلف مثالیں دی ہیں: ڈاکٹر مصطفی عبدالقدوس، مولانا محمد انیس ندوی، مظاہر حسین مدنی قاسمی، اور مولانا صابر حسین ندوی نے اس کی مثال دیتے ہوئے اجارہ، مساقات اور مزارعت کا ذکر کیا ہے، مفتی عبدالرشید قاسمی، مفتی ثناء الہدی قاسمی، مفتی راشد حسین ندوی، مولانا محمد سعد نور قاسمی نے اس کی مثال دیتے ہوئے لکھا ہے کہ پھلوں کی خرید و فروخت کے وقت درختوں پر کچھ پھل آ گئے ہوں اور کچھ معدوم ہوں، تو ایسی صورت میں معدوم پھلوں کی بیع موجود کے تابع کر کے جائز ہوگی۔

مفتی راشد حسین ندوی نے مذکورہ مثال کے علاوہ اجارہ، بیع استجرار اور جرائد و مجلّات کا بھی ذکر کیا ہے۔

محمد سعد نور قاسمی مفتی اقبال احمد ٹنکاروی نے اس کی مثال دیتے ہوئے وعدہ بیع اور بروکری (دلالی) کا ذکر کیا ہے۔

مفتی محمد اشرف قاسمی نے اس ضمن میں دکان و مکان کی تزئین کاری، فرنیچر وغیرہ کی مصنوعات بنوانا، مکان پیمائشی

وغیرہ کو بطور مثال پیش کیا ہے۔ مولانا خورشید احمد اعظمی مدنی نے اس کے تحت ٹھیکیداری کے کام، مثلا: سڑک، پل اور عمارت کی تعمیر کا ذکر کیا ہے، اسی طرح انہوں نے فرمائشی گاڑیوں، جہاز اور تجارتی مشینوں کو بھی بطور مثال پیش کیا۔

مولانا عبید اللہ ندوی نے اس ضمن میں عقد الامتیاز (فرنچائزی) نقشوں اور تصویروں میں مکانات کی خرید و فروخت، اوراق مالی کی مارکیٹنگ (اسٹاک مارکیٹ) اور عقد توریدکا ذکر کیا ہے، عقد توریدکا مطلب ہوتا ہے ایسا معاملہ جس میں ایک فریق دوسرے فریق کو ایک خاص چیز خاص مقدار میں وقتاً فوقتاً فراہم کرتا رہتا ہے، جیسے کسی ہوٹل میں یومیہ ایک دن دودھ کی سپلائی کرے۔

مفتی حبیب اللہ قاسمی لکھتے ہیں: معدوم کی جن صورتوں کو جائز قرار دیا جائے گا، ان کو بیع سلم یا عقد استصناع ہی میں شامل کر کے جواز کا حکم لگایا جائے گا۔

ڈاکٹر محمد اعظم ندوی نے اجارہ (لیزنگ)، بیع المرابحۃ، الأمر بالشراء اور مضاربہ کا ذکر کیا ہے۔

سوال ۹۔ آج کل مختلف شعبہ ہائے زندگی سے متعلق بہت سے مالی معاملات ایسے رائج ہیں، جن میں مبیع حقیقتاً یا ظاہراً معدوم ہوتی ہے، چند مثالیں پیش ہیں، ان شکلوں کے شرعی حکم کی تعیین فرمائیں:

الف۔ بلڈرس زمین خرید کر فلیٹ کا نقشہ بناتے ہیں، اور اس نقشہ کے مطابق فلیٹ بیچنا شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ ابھی تعمیر کا کام شروع نہیں ہوا ہے، بسا اوقات تعمیر کا کام شروع ہو جاتا ہے، مگر فلیٹ مکمل تیار نہیں ہوتا، ایسی صورتوں میں نقشہ کی بنیاد پر مکان کی خرید و فروخت کرنا کیسا ہے؟ اس صورت میں کبھی بلڈرس کے پاس زمین ہوتی ہے اور کبھی زمین بھی نہیں ہوتی ہے، کیا اس سے مذکورہ مسئلہ پر فرق پڑے گا؟

اس سوال کے جواب میں تقریبا تمام مقالہ نگاروں کی رائے ہے کہ یہ معاملہ استصناع کے شرائط و اصول کے ساتھ جائز ہے، یعنی جنس، نوع اور صفت وغیرہ کو اس طرح منضبط کر دیا جائے کہ نزاع کا کوئی اندیشہ باقی نہ رہے، تو اس میں قباحت نہیں ہے، مثلا فلیٹ کا محل وقوع کیا ہوگا؟ فلیٹ کس منزل پر ہوگا؟ کتنے کمرے ہوں گے؟ سہولیات کس طرح کی ہوں گی؟ قیمت کیا ہوگی؟ اور نقشے دکھا کر مزید وضاحت بھی کر دی جائے تو شرائط مکمل ہو جائیں گی۔

مفتی اقبال احمد ٹنکاروی، مفتی عثمان بستوی، مفتی جمیل احمد نذیری اور مفتی محمد اشرف قاسمی کے نزدیک اس کے لیے شرط ہے کہ بلڈرس زمین کا مالک ہو، ورنہ یہ معاملہ درست نہیں ہوگا۔

مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی کا خیال ہے کہ یہ بیع معدوم ہے، اور اس میں دھوکہ کا پورا امکان ہے، اس لیے یہ درست نہیں ہے، بقول ان کے ان کے چھوٹے ماموں کے ساتھ یہ دھوکہ ہو چکا ہے، جس میں بہت بڑا نقصان ہوا، لہذا جب تک فلیٹس تیار نہ ہوں اور زمین کے کاغذات مکمل نہ ہوں، بیع درست نہیں ہے۔

مفتی راشد حسین ندوی کا خیال ہے کہ زمین بلڈر کے پاس ہو تو اس سے فرق نہیں پڑتا، البتہ محل وقوع متعین ہونا

چاہیے، اگر متعین نہ ہو تو یہ شکل ناجائز ہوگی۔

(ب) مالک زمین اور بلڈر کے درمیان یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ بلڈر اس کی زمین پر فلیٹ بنائے گا، جس میں مالک کو چند فلیٹ یا اس کی قیمت دی جائے گی، اور باقی بلڈر کا ہوگا، کیا یہ صورت درست ہے؟

اس سوال کے جواب میں تقریبا تمام مقالہ نگاروں نے لکھا ہے کہ یہ صورت جائز ہے، اور یہ بھی استصناع کی ایک شکل ہے بشرطیکہ زمین مستصنع کی ہو، تعمیر کی پوری ذمہ داری مٹیریل کے ساتھ بلڈر کو دی جائے، اور اگر مٹیریل بھی مستصنع کی طرف سے ہو، تو یہ اجارہ کی شکل ہوگی اور اس پر اجارہ کے احکام لاگو ہوں گے۔

مفتی عبدالرزاق قاسمی، مولانا عبیداللہ ندوی اور مفتی اقبال احمد ٹنکاروی نیز ڈاکٹر محمد اعظم ندوی کی رائے یہ ہے کہ شرعا یہ معاہدہ فاسد ہے، اور کسی نے اس طرح معاہدہ کیا، تو اس صورت میں تمام فلیٹ مالک زمین کی ملکیت ہوں گے، اور بلڈرز کو تعمیرات کا خرچہ اجرت مثلی کی شکل میں دے دیا جائے گا۔ البتہ تعمیراتی خرچہ کی لاگت فلیٹ کے برابر ہو تو باہمی رضامندی سے بلڈر کو فلیٹ دیے جاسکتے ہیں۔

ان مقالہ نگاروں نے جامع الفصولین کی اس عبارت سے استدلال کیا ہے:

دَفَعَ إِلَيْهِ أَرْضًا عَلَى أَنْ يَبْنِيَ فِيهَا كَذَا كَذَا بَيْتًا، وَسَمَّى طُولَهَا وَعَرْضَهَا، وَكَذَا كَذَا حُجْرَةً عَلَى أَنَّ مَا بَنَى فَهُوَ بَيْنَهُمَا، وَعَلَى أَنَّ أَصْلَ الدَّارِ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ، فَبَنَاهَا كَمَا شَرَطَ، فَهُوَ فَاسِدٌ، وَكُلُّهُ لِرَبِّ الْأَرْضِ، وَعَلَيْهِ لِلْبَانِي قِيمَةُ مَا بَنَى يَوْمَ بَنَى وَأَجْرُ مِثْلِهِ فِيمَا عَمِلَ. (جامع الفصولين، الفصل الرابع، والثلاثون في الأحكامات: ص ۱۶۱)

مفتی ذاکر نعمانی نے اسے بیع مقایضہ قرار دیتے ہوئے جائز قرار دیا ہے۔

ج۔ آج کل بہت سے کمپیوٹر اپلیکیشن اور سوفٹ ویر پروگراموں کی آن لائن خرید وفروخت ہوتی ہے، جن کا بظاہر کوئی محسوس وجود نہیں ہوتا ہے ان کو صرف موبائل یا کمپیوٹر پر دیکھا یا سنا جاسکتا ہے، کیا ان پر بیع معدوم کا اطلاق ہوسکتا ہے؟ کیا ان کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کن شرطوں کے ساتھ؟

اس سوال کے جواب میں تمام مقالہ نگاروں کی رائے ہے کہ سافٹ ویئر پروگراموں میں بیع کی شرطیں موجود ہیں، یعنی شرعا ان پر مال کی تعریف صادق آتی ہے، اور ان کا معنوی وجود بھی ہوتا ہے، نیز وہ فروخت کنندہ کے زیر ملکیت بھی ہوتی ہے اور ان کا قبضہ بھی ہوتا ہے، اس لیے شرعا انکی بیع درست ہے۔

شامی میں لکھا ہے:

إِذْ مِنْ شَرْطِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ: أَنْ يَكُونَ مَوْجُودًا مَالًا مُتَقَوِّمًا مَمْلُوكًا فِي نَفْسِهِ، وَأَنْ يَكُونَ مِلْكَ الْبَائِعِ فِيمَا يَبِيعُهُ لِنَفْسِهِ، وَأَنْ يَكُونَ مَقْدُورَ التَّسْلِيمِ. (كتاب البيوع، باب بيع الفاسد)

"وشرعا مبادلة شيء مرغوب فيه بمثله، خرج غير المرغوب كتراب وميتة ودم على وجه مفيد، قوله: مرغوب فيه أي ما من شأنه أن ترغب إليه النفس وهو المال؛ ولذا احترز به الشارح عن التراب والميتة والدم فإنها ليست بمال، فرجع إلى قول الكنز والملتقى: مبادلة المال بالمال؛ ولذا فسر الشارح كلام الملتقى في شرحه بقوله: أي تمليك شيء مرغوب فيه بشيء مرغوب فيه، فقد تساوى التعريفان فافهم، نعم زاد في الكنز بالتراضي". (فتاوی شامی)

مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

وبالجملة الراجح عندنا والله سبحانه أعلم ان حق الابتكار عندنا، و التأليف حق معتبر شرعا، فلا يجوز لأحد أن يتصرف فی هذا الحق بدون إذن من المبتكر أو المؤلف، وينطبق على ذلک حق برامج الكمبيوتر أيضا۔ (فقه البيوع ۲/۲۸۶)

د۔ بعض پھلوں میں بیع کی یہ شکل بھی مروج ہے کہ فی الوقت جتنے پھل موجود ہیں اور جتنے پھل متوقع ہیں، دونوں کی بیع کی جاتی ہے، کیا اس طرح پھلوں کی بیع درست ہے جو ابھی آئے نہیں ہیں، بلکہ متوقع ہیں؟

اکثر مقالہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ظاہر الروایہ کے مطابق یہ بیع درست نہیں ہے، اس لیے کہ بقول علامہ سرخسی اس میں موجود اور معدوم کو جمع کیا گیا ہے، اور معدوم شئ بیع کو قبول نہیں کرتی ہے، جبکہ احناف میں شمس الائمہ حلوانی اور امام فضلی نے استحسانا اس کو جائز قرار دیا ہے، نیز علامہ ابن نجیم مصری کا بھی یہی فتوی ہے اور علامہ شامی نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے، وجہ استحسان لوگوں کا تعامل، عرف عام اور ضرورت ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

لاَيَخْفَى تَحَقُّقُ الضَّرُورَةِ فِي زَمَانِنَا، وَلاَسِيَمَا فِي مِثْلِ دِمَشْقِ الشَّامِ، كَثِيرَةِ الأَشْجَارِ وَالثِّمَارِ ---- وَلاَ يَخْفَى أَنَّ هَذَا مُسَوِّغٌ لِلْعُدُولِ عَنْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ. (رد المحتار ۵/۵۵-۵۵۶)

اکثر مقالہ نگاروں کا یہی رجحان ہے۔

ڈاکٹر محمد اعظم ندوی کے نزدیک اگر کافی حد تک پھل ظاہر ہو چکے ہوں اور کچھ باقی ہوں اور ایسی صورت میں موجود اور غیر موجود سب پھلوں کی اس طرح بیع کی جائے کہ اصلا تو موجود پھلوں کی بیع مقصود ہو مگر بیع میں غیر موجود پھلوں کو بھی داخل کر لیا جائے، تو ضرورت کی وجہ سے اس طرح بیع کرنا جائز ہے۔

مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی محمد اشرف قاسمی اور مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی کی رائے ہے کہ یہ صورت ناجائز ہے۔

مفتی جمیل احمد نذیری اور محمد اشرف قاسمی کے نزدیک اس کی وجہ غرر ہے، جبکہ مولانا مظاہر حسین احمد قاسمی کے مطابق یہ بیع معدوم ہے اور معدوم کی بیع درست نہیں ہے۔

ہ۔ دکان دار کو سامانوں کا آڈر دیا جاتا ہے، اور قیمت بھی ادا کر دی جاتی ہے، کچھ سامان اس کی دکان پر موجود

ہوتا ہے، اور بڑی تعداد میں سامان مارکیٹ میں تو ہوتا ہے لیکن دکاندار کے پاس نہیں ہوتا ہے، دکان دار سامان کا انتظام کر کے خریدار کو پہونچاتا ہے، بیع کی یہ صورت درست ہوگی یا نہیں؟

اس سلسلے میں اکثر مقالہ نگاروں کی رائے ہے کہ جو سامان موجود ہے اس کی بیع درست ہے، جو سامان موجود نہیں ہے اس کی بیع درست نہیں ہے، البتہ اس کے بارے میں اگر وعدہ بیع کر لیا جائے تو درست ہو جائے گا۔

مولانا اختر امام عادل قاسمی اور مفتی اقبال احمد ٹنکاری لکھتے ہیں کہ اس کی جائز صورت یہ ہے کہ دکاندار دوسری دکان سے سامان بطور قرض یا بطور خرید منگوالے اور خریدار کے حوالے کر دے، یا اس کے گھر پہنچا دے اور جب تک سامان پر قبضہ نہ ہو جائے، اس کو فروخت نہ کرے کہ قبضہ سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

مفتی عبدالرشید قاسمی لکھتے ہیں کہ آج کل یہ صورت عرف میں وعدہ بیع بن چکی ہے، اس لیے عقد کے وقت صراحت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مفتی مصطفی عبدالقدس کی رائے ہے کہ یہ بیع درست ہے، جس طرح غیر موجود متوقع پھلوں کو موجود پھلوں کے تابع کر کے دونوں کی بیع درست ہے، اسی طرح جو سامان موجود ہے غیر موجود کو اس کے تابع کر کے دونوں کی بیع درست ہو جائے گی۔

مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا بدر احمد مجیبی ندوی، مولانا انیس ندوی، مولانا خورشید انور اعظمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی اور مفتی محمد اشرف قاسمی کی رائے ہے کہ یہ صورت بیع سلم کی ہے، اس لیے بیع سلم کی شرطوں کے ساتھ یہ بیع درست ہو جائے گی، مولانا خورشید احمد مدنی کا خیال ہے کہ یہ بیع تعاطی و بیع استجرار کی ہی ایک صورت ہے، جس کا عوام الناس میں روزمرہ کا تعامل ہے۔

مفتی عثمان بستوی لکھتے ہیں: یہ شکل ظاہری اعتبار سے بیع استجرار پر منطبق ہوتی ہے۔ جس میں بیع ابتداء انہیں ہوتی بلکہ سامان ملنے کے وقت طریقہ تعاطی منعقد ہو جاتی ہے، تو طریقہ تعاطی کی ایک شکل ہے جسکو بیع استجرار سے بھی تعبیر کرتے ہیں، درحقیقت ابتداء ایہ معاہدہ بیع ہے اور انتہاء ایبع تعاطی ہے۔ (جدید فقہی مسائل)

مفتی جنید عالم ندوی لکھتے ہیں:

اگر مذکورہ صورت میں دکاندار کے پاس جو سامان نہیں ہے وہ بازار میں موجود ہے اور بائع و مشتری کے درمیان سامان کی پوری نوعیت، جنس، مقدار، سائز، ڈیزائن اور دیگر اوصاف اس طرح واضح کر دیے گئے ہوں کہ کسی طرح کا غرر باقی نہ رہے اور نزاع کا کوئی اندیشہ نہ ہو تو اس طرح کی بیع کی گنجائش ہوگی۔

عرض مسئلہ

بیع معدوم اور اس کی جدید شکلیں

مفتی راشد حسین ندوی
(مہتمم مدرسہ ضیاء العلوم، رائے بریلی)

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم أما بعد!

مجلس تحقیقاتِ شرعیہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے چھٹے فقہی سیمینار کا ایک موضوع ہے: ''بیع معدوم کی چند جدید صورتیں''، اس کے عرض مسئلہ کا حکم راقم کو دیا گیا ہے، اس موضوع پر کل ۳۱ حضرات کے مقالے راقم کو بھیجے گئے ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مقالہ نگاروں کی آراء پیش کرنے سے پہلے ان کے اسماء گرامی درج کر دیے جائیں:

(۱) مولانا محمد صابر حسین ندوی
(۲) مولانا اختر امام عادل قاسمی
(۳) مفتی اشرف قاسمی
(۴) مولانا محمد انیس ندوی
(۵) مفتی محمد اقبال احمد ٹنکاروی
(۶) مفتی حبیب اللہ قاسمی
(۷) مفتی محمد شاہجہاں ندوی
(۸) مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی
(۹) مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی
(۱۰) مفتی محمد ذاکر نعمانی صاحب
(۱۱) مفتی مظاہر حسین عماد قاسمی
(۱۲) مفتی عبد الرشید قاسمی
(۱۳) ڈاکٹر مفتی محمد مصطفی عبد القدوس ندوی
(۱۴) حافظ کلیم اللہ عمری
(۱۵) مفتی جمیل احمد نذیری
(۱۶) مولانا خورشید انور اعظمی بنارس
(۱۷) مولانا ابو سعد نور القاسمی
(۱۸) مولانا خورشید احمد اعظمی
(۱۹) مفتی عبید اللہ ندوی
(۲۰) مولانا عبد التواب اناوی
(۲۱) مفتی تنظیم عالم قاسمی
(۲۲) مولانا فیاض احمد محمود برمارے
(۲۳) مولانا جنید احمد قاسمی
(۲۴) مولانا ابرار خاں ندوی

(۲۵) مولانا محمد صدر عالم نیپالی (۲۶) مفتی امانت علی قاسمی
(۲۷) مفتی محمد عثمان بستوی (۲۸) مفتی اکرام احمد ندوی
(۲۹) مولانا بدر احمد مجیبی ندوی (۳۰) مولانا جنید عالم ندوی قاسمی
اور راقم الحروف راشد حسین ندوی۔

اس موضوع کا پہلا سوال یہ تھا کہ فقہاء کے نزدیک بیع معدوم کا مفہوم کیا ہے نیز اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے اکثر مقالہ نگاروں نے ذکر کیا ہے کہ معدوم "**عدم یعدم**" (**باب سمع** سے) اسم مفعول کا صیغہ ہے اور اس کے اصطلاحی معنی قریب قریب وہی ہیں جو لغوی معنی ہیں، یعنی معدوم موجود کی ضد ہے اور معدوم مطلق وہ ہے جس کا کسی بھی طرح ثبوت نہ ہو، لیکن فقہاء اس معدوم سے بحث نہیں کرتے، ان کی بحث تو اس معدوم سے متعلق ہوتی ہے جو اپنی صفت اور نام کے ساتھ ذہن میں موجود ہو، لیکن محسوس حقیقت میں اس کا وجود نہ ہو۔ (دستور العلماء: ۳/۲۵۱)

جہاں تک معدوم کی قسموں کا تعلق ہے، تو کئی حضرات نے "**رد المحتار**" اور "**بیع المعدوم وتطبیقاته المعاصرة**" کے حوالے سے اس کی تین قسمیں قرار دی ہیں:

(۱) حقیقی معدوم جس کا خارج میں کوئی وجود نہ ہو۔

(۲) حکمی معدوم یعنی جس کی اگرچہ خارج میں کوئی صورت اور وجود ہو، لیکن شریعت نے اس سے فائدہ اٹھانے کو حلال نہ قرار دیا ہو۔

(۳) بعض فقہاء احناف حقیقی معدوم میں اس کو بھی شمار کرتے ہیں جس کو عرفی طور پر معدوم قرار دیا گیا ہو، یعنی وہ چیز جو قدرتی طور پر دوسرے سے متصل ہو جیسے جانور کے تھن میں موجود دودھ۔

کئی حضرات نے علامہ ابن القیم وغیرہ کے حوالے سے اس کی تین صورتیں اس طرح بیان کی ہیں کہ ایک معدوم وہ ہے جس کی صفت ومدت معلوم ہو، یعنی بیع سلم، دوسری وہ ہے جس کا حاصل ہونا یا نہ ہونا موہوم ہو جیسے حبل الحبلہ، تیسرا معدوم وہ ہے جس کے معدوم سے زیادہ موجود کا وجود ہو، ظاہر ہے یہ اقوال الگ الگ اعتبارات سے ہیں، لہٰذا ان میں سے کسی کو راجح اور مرجوح نہیں کہا جا سکتا، اپنی جگہ سب اقسام صحیح ہیں۔ واللہ أعلم!

اور سوال ۲ یہ تھا کہ بیع معدوم کے سلسلہ میں فقہاء کی آراء اور دلائل کیا ہیں؟ اور راجح مسلک کیا ہے؟

اکثر مقالہ نگاروں نے لکھا ہے کہ بیع معدوم کے بارے میں فقہاء کی دو آراء ہیں:

پہلی رائے ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کی ہے کہ بیع معدوم باطل اور ناجائز ہے۔

اور دوسری رائے علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن القیم کی ہے کہ معدوم کی ممانعت علی الاطلاق نہیں ہے، بلکہ معدوم

اگر ایسی چیز ہو جس کا مستقبل میں وجود یقینی ہو تو اس معدوم کی بیع درست ہے۔

جمہور کے دلائل:

(۱) حدیث "لاتبع ما لیس عندک"

(۲) نهی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عن بیع الحصاة وعن بیع الغرر۔

(۳) نهی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عن المحاقلة والمزابنة والمعاومة۔ الحدیث

(۴) لیس علی رجل بیع فی ما لا یملک۔ الحدیث

(۵) نهی عن بیع المضامین والملاقیح وحبل الحبلة۔ الحدیث

کچھ اور بھی احادیث ذکر کی گئی ہیں جن کو طوالت کے خوف سے یہاں نقل نہیں کیا جا رہا ہے۔

جہاں تک علامہ ابن تیمیہ اور ابن القیم کا تعلق ہے تو ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ کتاب وسنت میں بیع معدوم کی ممانعت کی صراحت نہیں ہے، نہ ہی اس کے بارے میں واضح طور پر صحابہ کا کوئی قول ملتا ہے، جہاں بعض مخصوص معدوم اشیاء کی ممانعت منقول ہے وہ غرر کے سبب ہے۔

دوسری بات یہ کہ شریعت نے خود بعض موقعوں پر معدوم اشیاء کی بیع کی اجازت دی ہے، جیسے بدوِ صلاح کے بعد پھلوں کی بیع جائز ہے، حالانکہ اس کے بعد بھی پھل بڑھتے ہیں:

"ومعلوم أن العقد إنما ورد علیٰ الموجود والمعدوم الذی لم یخلق بعد۔" (أعلام الموقعین: ۲/۷)

تقریباً تمام ہی مقالہ نگاروں نے جمہور کی رائے کو راجح قرار دیا ہے، لیکن مفتی جنید عالم، مفتی امانت علی قاسمی، راقم الحروف اور کئی حضرات نے مختلف تعبیرات سے مندرجہ ذیل شرطیں بھی لگائی ہیں:

(۱) پہلی شرط یہ کہ مبیع اعیان میں سے ہو، کیونکہ معدوم منافع کی بیع جائز ہے، بلکہ اجارہ میں معدوم منافع ہی کی فروخت ہوتی ہے۔

(۲) دوسری یہ کہ مبیع میں سلم یا استصناع کی شرائط نہ پائی جا رہی ہوں، اس لیے کہ ان میں اگرچہ معدوم کی بیع ہوتی ہے لیکن وہ شرعاً جائز ہے۔

(۳) یہ کہ معدوم موجود کے تابع نہ ہو۔

(۴) یہ کہ معدوم غرر فاحش پر مشتمل ہو اور اس میں مفضی الیٰ النزاع جہالت پائی جاتی ہو، یا حوالگی پر قدرت نہ ہو، یا وہ بائع کی ملکیت میں نہ ہو۔

ظاہر ہے جن مقالہ نگاروں نے ان شرائط کا ذکر نہیں کیا ہے، ان کے پیش نظر بھی یہ شرائط ہیں، اگرچہ انہوں نے

ان کا ذکر نہیں کیا ہے، اسی طرح کئی حضرات نے صرف جمہور کا مسلک نقل کیا ہے اور حافظ ابن تیمیہ اور ابن القیم کا مسلک نقل نہیں کیا ہے۔

البتہ کچھ حضرات نے عصر حاضر کے تقاضوں کے پیش نظر علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن القیم کی رائے کو ترجیح دی ہے۔ (مولانا صابر حسین ندوی)

مولانا محمد سعد نور قاسمی اور مولانا عبدالرشید صاحب نے اختلاف کو لفظی قرار دیا ہے، اس لیے کہ ابن تیمیہ اور ابن قیم کے نزدیک بھی بیع معدوم کی وہ صورتیں ناجائز ہیں، جہاں غرر یا کوئی اور شرعی مانع پایا جاتا ہو اور جمہور نے اگرچہ مطلقاً بیع معدوم کو ناجائز قرار دیا ہے، لیکن بیع سلم استصناع وغیرہ کو انہوں نے بھی جائز کہا ہے، لہٰذا جمہور کے یہاں بھی جن صورتوں میں مبیع کے مستقبل میں پائے جانے کا غالب گمان ہو اور نزاع کا اندیشہ نہ رہے ان کو بھی سلم اور استصناع میں شامل کیا جاسکتا ہے۔

بہرحال دلائل کے اعتبار سے جمہور کا موقف راجح ہے، یہ بات ان دلائل ہی سے واضح ہے جو جمہور نے پیش کیے ہیں، البتہ یہ بات بھی صحیح ہے کہ بہت سے مقامات پر اختلاف محض لفظی ہے۔ واللہ اعلم!

اور سوال ۳ یہ تھا کہ بیع معدوم سے ممانعت کی علت اور حکمت کیا ہے؟ مبیع کا موجود نہ ہونا، یا غرر کا پایا جانا، یا کوئی اور وجہ؟

اس کے جواب میں اکثر مقالہ نگاروں نے ممانعت کی علت غرر کو قرار دیا ہے۔ اور مولانا خورشید انور اعظمی نے لکھا ہے کہ اس کی علت مبیع کا موجود نہ ہونا ہے، یہی رائے راقم راشد حسین ندوی، محمد صدر عالم نیپالی اور مفتی امانت علی قاسمی کی ہے۔

حافظ کلیم اللہ عمری صاحب نے غرر کے ساتھ ساتھ مبیع کے موجود نہ ہونے کو اس کی علت قرار دیا ہے۔

مفتی عبدالرشید قاسمی اور مولانا محمد سعد نور قاسمی نے چار چیزوں کو علت قرار دیا ہے:

(۱) غرر (۲) عدم قدرت علی التسلیم (۳) نزاع بین المتعاقدین (۴) معدوم کا مال نہ ہونا۔

مفتی شاہجہاں صاحب نے اس کی سات علتیں لکھی ہیں:

(۱) مبیع کا موجود نہ ہونا (۲) غرر کا پایا جانا (۳) مملوک نہ ہونا (۴) مقدور التسلیم نہ ہونا (۵) قبضہ میں نہ ہونا (۶) معلوم نہ ہونا (۷) قابل ضمانت نہ ہونا۔

مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی نے تین علتیں بیان کی ہیں:

(۱) غرر کا احتمال (۲) ربح مالم یضمن کا احتمال (۳) ربا النسیئہ کا احتمال۔

مفتی اشرف قاسمی نے تین علتیں لکھیں ہیں:

(۱) مبیع کا موجود نہ ہونا (۲) غرر ہونا (۳) غیر مقدور التسلیم ہونا۔ یہی رائے مولانا اختر امام عادل قاسمی کی ہے۔

مولانا عبید اللہ ندوی کے نزدیک غرر جہالت اور حوالگی پر عدم قدرت علت ہے۔

بیع معدوم کی علت چونکہ منصوص نہیں ہے، اس لیے علت کی تعیین میں اس طرح اختلاف ہوجانا فطری ہے۔ راقم نے اپنے مقالے میں علت غیر موجودگی کو قرار دے کر غرر کو اس کی حکمت قرار دیا ہے، لیکن مفتی تنظیم علی قاسمی نے غرر کو علت قرار دے کر اس کی جو توجیہ کی ہے وہ غور کرنے کے لائق ہے، موصوف نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام روایات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ممانعت کا تعلق عدم سے نہیں بلکہ غرر سے ہے، چونکہ مقصد یہ ہے کہ یقینی طور سے باہمی رضامندی سے انتقال ملکیت ہوجائے، اب اگر غرر کی تعریف یہ کی جائے کہ "**ما کان الغالب فیه تعذر التسلیم**" یا "**الغرر ماله عاقبة مستورة**" تو اس میں معدوم بھی شامل ہوجائے گا اور بہت سی وہ شکلیں بھی جن میں غرر ہو، اس تفصیل کے اعتبار سے بیع معدوم بیع غرر کی شکلوں میں سے ایک شکل ہوگی۔ واللہ اعلم!

اور سوال ۴ یہ تھا کہ کیا بیع معدوم کو عقد استصناع پر قیاس کیا جاسکتا ہے؟ اگر کیا جاسکتا ہے تو کہاں کہاں کیا جاسکتا ہے؟ اس کی شرطیں کیا ہوں گی؟

اس کے سلسلہ میں مقالہ نگاروں کا دو آراء پر اختلاف ہے:

پہلی رائے یہ ہے کہ جن معدوم اشیاء کی اس طرح تعیین ممکن ہو کہ ادائیگی کے وقت نزاع کا کوئی اندیشہ نہ رہے، ان کی بیع جائز ہوگی اور جن میں ممکن نہ ہو ان میں ناجائز ہوگی۔

دوسری رائے یہ ہے کہ عقد سلم اور استصناع وغیرہ کو قیاس کے خلاف لوگوں کی ضرورت اور ان کے عرف کی وجہ سے جائز قرار دیا گیا ہے، ورنہ اصل یہی ہے کہ معدوم کی بیع ناجائز ہو، لہٰذا جن عقود میں سلم اور استصناع کی شرائط نہیں پائی جاتیں ان کو جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ظاہری طور پر ان دونوں آراء میں اختلاف نظر آتا ہے، لیکن اصلاً دونوں آراء الگ الگ نہیں ہیں، اس طرح تمام مقالہ نگار اس پر متفق ہیں کہ اگر بیع سلم یا استصناع کی کسی بھی چیز میں شرائط پائی جائیں تو اس کی بیع سلم یا استصناع کے طور پر جائز ہوگی اور جہاں یہ شرائط مفقود ہوں وہاں معدوم کی بیع ناجائز ہوگی۔ واللہ اعلم!

پانچواں سوال یہ تھا کہ آج کل بیع کا یہ طریقہ بھی رائج ہے کہ مبیع کے وجود میں آنے یا اس پر قبضہ ہونے سے پہلے اس کے اوصاف بتا کر بہت سی چیزیں بیچی اور خریدی جاتی ہیں، معاملہ کی یہ شکل جائز ہے یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں بعض حضرات نے فرمایا کہ جب تک مبیع وجود میں نہ آجائے اور اس پر قبضہ نہ ہوجائے بیع درست نہیں ہوگی، اس لیے کہ حدیث شریف میں صراحت کے ساتھ اس سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

”من ابتاع طعاماً فلا یبعه حتی یقبضه۔“(مسلم) و کذا روی عنه أنه ”نهی عن ربح ما لم یقبض۔“

الحدیث

لیکن اکثر مقالہ نگاروں کی رائے ہے کہ بیع معدوم اصلاً ناجائز ہے، لیکن اگر بیع سلم یا استصناع کی شرائط پوری ہورہی ہوں تو اس کی بیع جائز ہوگی، بظاہر دونوں آراء میں تضاد لگ رہا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ پہلی رائے کے قائلین کے نزدیک بھی اگر بیع سلم یا استصناع کی شرائط پائی جائیں تو وہ بھی اس کی بیع کو جائز قرار دیں گے اور دوسری رائے کے قائلین کے نزدیک بھی اگر یہ شرائط مفقود ہوں تو بیع ناجائز ہوگی، اس طرح دونوں آراء میں اصلاً کوئی اختلاف نہیں ہے۔ واللہ أعلم!

اور چھٹا سوال یہ تھا کہ بسا اوقات یہ معاملہ تاجروں کے درمیان ہوتا ہے، ایک تاجر دوسرے تاجر سے اس کی بیع کردیتا ہے اور دوسرا تاجر تیسرے شخص سے اس کی بیع کردیتا ہے اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے، اس طرح کی بیع جائز ہے یا ناجائز؟

اس شکل کو اکثر مقالہ نگاروں نے ناجائز قرار دیا ہے، جس میں مبیع ادھار ہوتی ہے اور مبیع پر قبضہ کے بغیر ایک تاجر دوسرے تاجر سے فروخت کرتا ہے اور محض قیمت کے تفاوت سے فائدہ اٹھاتا ہے:

”لأن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم قد نهی عن ربح ما لم یضمن، و قال الخراج بالضمان و نهی عن بیع الطعام حتی یقبض۔“

اور ”فقہ البیوع“ میں ہے:

”و من أسلم فی شئ فلا یجوز له أن یبیعه قبل أن یتسلمه من المسلم إلیه، و کذلک من استصنع من أخر شیئا فلا یجوز له أن یبیعه قبل أن یقبضه من الصانع لأنه اما معدوم و اما غیر مملوک للبائع۔“

یعنی خواہ بیع سلم ہو یا بیع استصناع، جب تک مشتری کا ان پر قبضہ نہ ہوجائے وہ مبیع پر کسی طرح کا تصرف نہیں کرسکتا، ہاں مسلم الیہ اور صانع استصناع اور سلم متوازی کرسکتا ہے۔

البتہ مفتی حبیب اللہ قاسمی اور مولانا جنید احمد قاسمی نے اس انداز سے بیع کرنے کو مطلقاً جائز قرار دیا ہے اور مفتی اشرف قاسمی نے غیر منقولہ میں جائز قرار دے کر منقولہ میں ناجائز قرار دیتے ہوئے متعلقہ عبارات سے استدلال کیا ہے، لیکن ظاہر ہے اس سوال کا سیاق وسباق واضح طور پر سلم اور استصناع جیسی عقود کے متعلق ہے اور فقہاء نے صراحت سے قبضہ میں آنے سے پہلے سلم اور استصناع میں مبیع میں تصرفات سے منع کیا ہے، جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔ واللہ أعلم!

اور آٹھواں سوال یہ تھا کہ عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ وہ کون کون سی صورتیں ہوسکتی ہیں جن میں بیع معدوم

جائز اور درست قرار دی جاسکتی ہے؟ چند کی نشان دہی فرمائیں۔

اس کے جواب میں مقالہ نگاروں نے کئی عقود کا ذکر کیا ہے جن میں معقود علیہ معدوم ہوتا ہے، لیکن شرعاً ان کی بیع جائز ہے:

۱۔عقد اجارہ کی مختلف صورتیں، ان میں منافع ہی معقود علیہ ہوتا ہے اور وہ معدوم ہوتا ہے، اس کے باوجود اجارہ بالاتفاق جائز ہے۔(ہدایہ:۸/ ۳۔۴۔۵)

۲۔دوسری چیز بیع استجرار ہے، فقہی اصطلاح میں بیع استجرار یہ ہے کہ کسی دوکان دار کے پاس پیسے جمع کردے، یا جمع نہ کرے اور سامان اس کے پاس سے لے کر جاتا رہے، پھر بعد میں حساب اس وقت کرے جب کہ وہ سامان استعمال کیے جاچکے ہوں، ظاہر ہے کہ یہ بیع معدوم ہے، لیکن اس کو جائز قرار دیا گیا ہے:

"مایستجرہ الإنسان من البیاع۔۔الخ"(شامی:۱۳/۴)

۳۔ماہانہ، سہ ماہی، ہفتہ واری پرچوں کی قیمت یک مشت ایڈوانس جمع کی جاتی ہے، یہ بھی بیع معدوم اور بیع استجرار سے مشابہ ایک قسم ہے۔(فتاویٰ عثمانی:۳/ ۱۱۳)

۴۔اسی طرح امرود اور ناشپاتی جیسے پھلوں کا کوئی ایسا درخت خریدا، جس کے کچھ پھل آگئے تھے، کچھ نہیں آئے تھے، تو جو نہیں آئے تھے وہ معدوم ہیں، لیکن بعض فقہاء نے دونوں کی بیع کو جائز قرار دیا ہے:**"ولو برز بعضھا دون بعض۔۔الخ"**(شامی:۴۳/۴)(اسلام اور جدید معاشی مسائل:۴/ ۱۱۳)

۵۔متعدد حضرات نے عقد مساقات اور مزارعت کا ذکر کیا ہے اور بعض نے ساتھ ہی مضاربت کا بھی ذکر کیا ہے۔

۶۔کئی حضرات نے بیع الدین ممن علیہ الدین کا بھی ذکر کیا ہے کہ اس میں بھی دین اگر غلہ کی شکل میں ہو اور ثمن نقود سے طے کی جائے تو یہ بھی معدوم کی بیع ہے۔

۷۔کئی حضرات نے مہر کی فروخت کا ذکر کیا ہے۔

لیکن مفتی شاہجہاں ندوی، مولانا خورشید احمد اعظمی ندوی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا جمیل احمد نذیری، مفتی ذاکر نعمانی اور مفتی حبیب اللہ قاسمی کی رائے ہے کہ سلم اور استصناع کے علاوہ کسی معدوم کی بیع جائز نہیں ہے، بیع استجرار یا اس جیسی جن عقود کو بیع معدوم قرار دیا گیا ہے، مفتی شاہجہاں صاحب نے سب کو موجود کی بیع قرار دیا ہے۔

ان حضرات کی رائے وقیع ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے، لیکن جن حضرات نے ان عقود کو معدوم کی بیع قرار دیا ہے، ان کا استدلال بھی فقہاء کی عبارتوں سے ہے۔

اور نواں سوال یہ تھا کہ آج کل مختلف شعبہ ہائے زندگی سے متعلق بہت سے مالی معاملات ایسے رائج ہیں جن میں

مبیع حقیقتاً یا ظاہراً معدوم ہوتی ہے، چند مثالیں پیش ہیں، ان شکلوں کے شرعی حکم کی تعیین فرمائیں پھر (الف) (ب) (ج) (د) اور (ہ) کر کے کل پانچ شکلوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے (الف) میں ہے کہ:

''بلڈرس زمین خرید کر فلیٹ بیچنا شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ ابھی تعمیر کا کام شروع نہیں ہوا ہے، بسا اوقات تعمیر کا کام شروع تو ہو گیا ہوتا ہے، مگر فلیٹ مکمل تیار نہیں ہوتا، ایسی صورتوں میں نقشہ کی بنیاد پر مکان کی خرید وفروخت کرنا کیسا ہے؟ اس صورت میں کبھی بلڈرس کے پاس زمین ہوتی ہے اور کبھی زمین بھی نہیں ہوتی ہے، کیا اس سے مذکورہ مسئلہ پر فرق پڑے گا؟''

اس کے متعلق مقالہ نگاروں کی کئی آراء ہیں:

۱- ایک رائے یہ ہے کہ جو مکان یا دوکان فروخت کی جارہی ہو اس کا کچھ نہ کچھ بنیادی ڈھانچہ بن چکا ہو، تو اس کا سودا کیا جاسکتا ہے، ورنہ جائز نہیں ہوگا:

''منها أن يكون موجوداً فلا ينعقد بيع المعدوم۔'' (بدائع) (مولانا جنید احمد قاسمی)

۲- دوسری رائے یہ ہے کہ اس میں غرر کثیر ہے، لہٰذا یہ ناجائز ہے۔ (مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی)

۳- تیسری رائے یہ ہے کہ یہ معاملہ عرف ورواج کی وجہ سے استصناع میں داخل ہو کر جائز ہوگا، خواہ بلڈر کے پاس زمین ہو یا نہ ہو بشرطیکہ فریقین کے درمیان معاہدہ اور تفصیلی معلومات فراہم ہوں جس میں کسی نزاع کا اندیشہ نہ ہو۔ یہ رائے اکثر مقالہ نگاروں کی ہے۔

دلائل:

(۱) يجب أن يعلم بأن الاستصناع جائز في كل ما جرى التعامل فيه۔ (فتاوی تاتارخانية)

نیز اس مفہوم کی دوسری روایات۔

۴- چوتھی رائے یہ ہے کہ اگر بلڈر کے پاس زمین موجود ہو تو استصناع قرار دے کر معاملہ جائز ہوگا، ورنہ غرر کی وجہ سے جائز نہیں ہوگا۔ یہ رائے بھی مقالہ نگاروں کی ایک بڑی تعداد کی ہے۔

اس بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ تقریباً تمام مقالہ نگاروں نے اس شکل کو عقد استصناع قرار دے کر جائز قرار دیا ہے، لیکن ان میں سے بہت سے حضرات نے غرر کے اندیشے سے جب بلڈر کے پاس زمین نہ ہو تو اس کو ناجائز قرار دیا ہے، لیکن متعدد حضرات نے اس کو اگرچہ مشروط نہیں کیا ہے، لیکن ان حضرات نے بھی اس بات کو ضروری قرار دیا ہے کہ اس صورت میں عقد استصناع کی تمام شرائط پائی جانی چاہیے، ظاہر ہے اسی میں سے زمین کی تعیین کا مسئلہ بھی ہوگا، اس لیے کہ ہر جگہ کی زمین کی ایک قیمت نہیں ہوتی اور تعیین اکثر حالات میں اسی وقت ہوگی جب پہلے سے بلڈر کے پاس زمین کی ملکیت ہو، ہاں اگر کوئی ایسی شکل ہو کہ ملکیت کے بغیر زمین کی تعیین ممکن ہو تو اس صورت میں اس کے

جواز کا حکم لگایا جاسکتا ہے، ورنہ زمین کے بغیر معاملہ کرنے میں فراڈ کا اندیشہ رہے گا۔ واللہ اعلم!

اور سوال ۹ کا جزء (ب) یہ تھا کہ

''مالک زمین اور بلڈر کے درمیان یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ بلڈر اس زمین پر فلیٹ بنائے گا جس میں مالک کو چند فلیٹ یا اس کی قیمت دی جائے گی اور باقی بلڈر کا ہوگا، کیا یہ صورت درست ہے؟''

پہلی رائے: اکثر مقالہ نگاروں کی یہ ہے کہ یہ عین کا عین سے تبادلہ ہے، لہٰذا جب بدلین میں کوئی جہالت نہ ہو، تو یہ شکل جائز ہوگی۔

دلائل:

(۱) ''البيع في حق البدلين ينقسم أربعة أقسام: بيع العين بالعين وهو بيع السلع بالسلع ويسمى بيع المقايضة۔'' (بدائع)

(۲) ومنها أن يكون المبيع معلوماً والثمن معلوماً۔ (هندية)

جائز قرار دینے والے حضرات میں سے مولانا بدر احمد مجیبی، مفتی مصطفی عبد القدوس ندوی، مولانا جنید احمد ندوی قاسمی نے ''فقہ البیوع'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ میٹریل بلڈر کی طرف سے ہو تو یہ شکل استصناع کی ہوگی، زمین کے مالک کی طرف سے ہو تو یہ اجارہ کی شکل ہوگی۔

دوسری رائے: ابتداءً یہ شکل معاہدہ کی ہے اور انتہاءً یہ معاہدہ بیع میں تبدیل ہوجائے گا۔ (مفتی عثمان بستوی، مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی، مظاہر حسین عماد قاسمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی)

تیسری رائے: اگر کسی نے اس طرح کا معاہدہ کیا تو تمام فلیٹس مالک زمین کے ہوں گے اور بلڈر تعمیرات پر خرچ ہونے والی رقم اور اجرت مثل کا حق دار ہوگا اور اگر اس کی لاگت بقیہ زمین وفلیٹ کے برابر ہو تو باہمی رضامندی سے بلڈر کو فلیٹ بھی دیے جاسکتے ہیں۔ (مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی تنظیم عالم قاسمی، مفتی اقبال ٹنکاروی، مولانا جنید احمد قاسمی)

دلیل: ''دفع إليه أرضاً أن يبني كذا وكذا بيتاً وسمى طولها وعرضها وكذا وكذا حجرة على أن ما بنى فهو بينهما، فبناها كما شرط فهو فاسد وكله لرب الأرض وعليه للباني قيمة ما بنى يوم بنى وأجر مثل ما عمل۔'' (جامع الفصولين)

چوتھی رائے: یہ شرکت عنان کی قسم ہے اور جائز ہے۔ (مولانا ابو محمد محمد سعد نور قاسمی، مفتی عبد الرشید قاسمی)

پانچویں رائے: یہ معاملہ مساقات اور مزارعت پر قیاس کر کے جائز ہوگا۔ (مولانا صابر حسین ندوی)

ان آراء میں سے پہلی رائے کہ یہ مقایضہ کے طور پر بیع استصناع ہے، زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے، اس کو اجارہ

اس لیے قرار نہیں دے سکتے کیونکہ میٹریل مالک زمین کی طرف سے دینے کا عرف نہیں ہے، شرکت عنان یا مساقات وغیرہ اس لیے قرار نہیں دے سکتے، کیونکہ شرکت عنان اور مزارعت ومساقات وغیرہ سے یہ بالکل الگ معاملہ ہے، البتہ جن حضرات نے اس کو فاسد عقد قرار دیا ہے اور جامع الفصولین کی عبارت پیش کی ہے، اس سے اس کا جواز محل نظر معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ اس عبارت میں بعینہٖ یہی شکل ہے، الا یہ کہ اس عبارت کو اس زمانہ پر محمول کیا جائے جب استصناع کی مثالوں میں اس کی شرائط پوری نہ ہونے کی وجہ سے عمارتوں کا ذکر نہیں کیا جاتا تھا۔ واللہ اعلم!

اور سوال ۹ کے جزء (ج) میں تھا کہ: ''آج کل بہت سے کمپیوٹر ایپلی کیشن اور سوفٹ ویئر پروگراموں کی آن لائن فروخت ہوتی ہے، جن کا بظاہر کوئی محسوس وجود نہیں ہوتا، ان کو صرف موبائل یا کمپیوٹر پر دیکھا یا سنا جاسکتا ہے، کیا ان پر بیع معدوم کا اطلاق ہوسکتا ہے؟ کیا ان کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کن شرطوں کے ساتھ۔''

اس بیع کو تمام مقالہ نگاروں نے جائز قرار دیا ہے، بشرطیکہ وہ جائز مقاصد کے لیے استعمال کیے جاتے ہوں اور ذی روح کے فوٹو جیسے محرمات سے خالی ہوں اور دلیل یہ دی ہے کہ اگرچہ وہ غیر محسوس اور معنوی چیز ہے لیکن مال کی تعریف اس پر صادق آتی ہے، لہٰذا یہ معدوم کی بیع نہیں ہے، اس لیے کہ مال کی تعریف فقہاء نے مندرجہ ذیل کی ہے:

(۱) المراد بالمال مایمیل إلیه الطبع ویمکن ادخاره لوقت الحاجة۔ (شامی)

(۲) المال اسم لغیر الآدمي خلق لمصالح الآدمي وأمکن احرازه والتصرف فیه علیٰ وجه الإختیار۔ (شامی)

اور اگر اس کو مال نہ قرار دے کر حق قرار دیا جائے تب بھی بعض حقوق مال ہوتے ہیں، اسی لیے فقہ البیوع میں اس کو حق قرار دینے کے باوجود مال کے احکام دیے گئے ہیں، لکھتے ہیں:

''وبالجملة فالراجع عندنا واللّٰہ سبحانه أعلم أن حق الإبتکار والتألیف حق معتبر شرعاً فلا یجوز لأحد أن یتصرف فی هذا الحق بدون إذن من المبتکر أو المؤلف وینطبق ذلک علیٰ حق برامج الکمبیوتر أیضاً۔'' (فقه البیوع: ۲/۲۵۰)

اوپر بیان کردہ شرائط کے علاوہ مختلف مقالہ نگاروں نے مندرجہ ذیل شرائط بھی جواز کی لکھی ہیں:

(۱) ڈیجیٹل طور پر ان کی تعیین ہوجائے۔

(۲) ہر طرح کے فراڈ اور غرر سے عقد مامون ہو۔

(۳) اس پر عرفی قبضہ ہوچکا ہو۔

(۴) ڈیجیٹل طور پر بیع کی جملہ شرائط پوری ہورہی ہوں۔

(۵) قانونی طور پر حکومت کے یہاں رجسٹرڈ ہوں۔

خلاصہ یہ کہ سافٹ ویر پروگرام اور کمپیوٹر ایپلی کیشن کی بیع تمام مقالہ نگاروں کے نزدیک جائز ہے اور مقالہ نگاروں نے جن شرائط کا ذکر کیا ہے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کی بیع اسی وقت جائز ہے جب عقد بیع کی شرائط پوری ہورہی ہوں۔ واللہ أعلم!

اور سوال ۹ کے جزء (د) میں تھا کہ:

''بعض پھلوں میں بیع کی یہ شکل بھی مروج ہے کہ فی الوقت جتنے پھل موجود ہیں اور جتنے پھل متوقع ہیں دونوں کی بیع کی جاتی ہے، کیا اس طرح پھلوں کی بیع درست ہے جو ابھی آئے نہیں ہیں بلکہ متوقع ہیں؟''

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگار حضرات کے درمیان تین آراء پر اختلاف ہوگیا ہے:

پہلی رائے: (۱) ایک موسم میں جتنے پھل آئیں ہیں اور جتنے متوقع ہیں ان کی بیع کی جواز میں بڑا اختلاف ہے، لیکن مفتی بہ قول اس کے جواز کا ہے۔ اس طور پر کہ موجود کو اصل مان کر متوقع کو ان کے تابع قرار دیا جائے، جیسا کہ شمس الائمہ حلوانی اور امام فضلی کی رائے ہے، یہ رائے اکثر مقالہ نگاروں کی ہے۔

(۱) ''وإن بيعت جميع أثمار الشجر أو البستان في حين ظهر بعضها ولم يظهر بعضها ففيه خلاف (إلىٰ) جاز البيع في الجميع۔۔الخ'' (فقه البيوع: ۱/۳۲۷)

(۲) (وأفتى الحلواني بالجواز لو الخارج أكثر)

(قوله لو الخارج أكثر) ذكر في البحر عن الفتح أن ما نقله شمس الأئمة عن الإمام الفضلي لم يقيده عنه بكون الموجود وقت العقد أكثر۔۔الخ (شامي)

(۳) وإذا اشترى ثمار بستان علىٰ ما هو العرف وبعض الثمار خرج وبعضها لم يخرج (إلىٰ) أنه كان يفتي بجواز هذا البيع۔ (المحيط البرهاني)

دوسری رائے: اگر صورت یہ ہو کہ بدوِ صلاح کے بعد سائز کچھ بڑھنے کا امکان ہے اور متوقع سے یہی مراد ہے تو اس کی بیع تبعاً درست ہوگی اور اگر متوقع سے مراد یہ ہو کہ ابھی کچھ پھلوں کا وجود ہی نہیں ہوا ہے تو اس شکل میں متوقع پھل کی بیع معدوم ہونے کی وجہ سے درست نہیں ہے:

''لعدم القدرة علىٰ تسليم المبيع كله۔'' (الفقه الإسلامي وأدلته)

اور اس میں جہالت بھی ہے اور غرر بھی ہے، پتہ نہیں پھل آئیں گے یا نہیں اور کتنے آئیں گے۔ (مفتی تنظیم عالم قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی، مفتی مظاہر حسین عماد قاسمی)

تیسری رائے: یہ ہے کہ اس صورت میں غرر ہے، اس لیے جائز نہیں ہے، البتہ غیر موجود کو عقد سلم کے مطابق کرلیا جائے مثلاً: ابھی پچاس کونٹل ہیں، اختتام میں سو کونٹل ہوجائیں گے تو جائز ہوگا، اگر پھل زائد آئے تو ان کا حق دار باغ

کا مالک ہوگا اور کم آئے تو کمی کی مقدار میں روپیہ کم ہوگا۔ (مفتی محمد اشرف قاسمی)

ان آراء میں سے عدم جواز کی رائے اگرچہ احناف کے یہاں ظاہر الروایہ سے ثابت ہے اور یہی رائے امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کی ہے، لیکن حاجت وضرورت اور لوگوں کے عرف کے پیش نظر اس مسئلہ میں جواز والی پہلی رائے ہی عصر حاضر کے فقہاء نے اختیار کی ہے، یہی امام مالک اور احناف کے دو جلیل القدر ائمہ کی رائے بھی ہے، اسی لیے اکثر مقالہ نگاروں نے اسی کو اختیار کیا ہے اور فتویٰ کے لیے وہی مناسب رائے معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم!

اور سوال ۹ کا جزء (ہ) یہ تھا کہ:

''دوکان داروں کو سامانوں کا آرڈر دیا جاتا ہے اور قیمت بھی ادا کر دی جاتی ہے، کچھ سامان اس کی دوکان پر موجود ہوتا ہے اور بڑی تعداد میں سامان مارکیٹ میں تو ہوتا ہے لیکن دوکان دار کے پاس نہیں ہوتا، دوکان دار سامان کا انتظام کر کے خریدار کو پہنچاتا ہے، بیع کی یہ صورت درست ہوگی یا نہیں؟''

اس پر تقریباً تمام مقالہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ اس طرح عقد کرنا صحیح ہے۔ لیکن اس کی تکییف میں ان کے درمیان چار آراء پر اختلاف ہو گیا ہے:

(۱) پہلی رائے یہ ہے کہ: یہ معاملہ بیع کے طور پر جائز نہیں ہے، لیکن وعدہ بیع کے طور پر یا بروکری کے انداز میں اس کے جواز کی شکل ہو سکتی ہے۔ یہ رائے اکثر مقالہ نگاروں کی ہے۔

دلائل:

(۱) **عن حكيم بن حزام قال: نهاني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أبيع ما ليس عندي۔ (الترمذی)**

(۲) **وأما شرائط المعقود عليه فأن يكون موجوداً۔ (البحر الرائق)**

ان میں سے بعض مقالہ نگاروں نے لکھا ہے کہ چونکہ اس کا عرف ہو چکا ہے اور متعاقدین اس سے واقف ہوتے ہیں، لہٰذا اگر وعدہ بیع کی صراحت نہ کی جائے تب بھی جائز ہوگا اور بہر حال یہ عقد بیع کے بجائے وعدہ بیع ہوگا۔ (مفتی عبد الرشید قاسمی)

(۲) دوسری رائے یہ ہے کہ بیع سلم سے مربوط کر کے یہ بیع جائز ہوگی۔ (مفتی محمد اشرف قاسمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا محمد انیس ندوی، مولانا ابرار خاں ندوی، مولانا جنید عالم ندوی قاسمی، مفتی فیاض احمد محمود برمارے)

(۳) تیسری رائے یہ کہ: یہ بیع تعاطی و بیع استجرار کی ایک صورت ہے اور جائز ہے۔ (مولانا خورشید احمد اعظمی مدنی، مولانا محمد صدر عالم نیپالی، مولانا بدر احمد مجیبی ندوی، مولانا اکرام احمد ندوی، مفتی عثمان بستوی)

(۴) چوتھی رائے یہ کہ: جس طرح پھلوں میں ہے، اسی طرح یہاں بھی غیر موجود سامان کو موجود کے تابع بنا کر عقد کو جائز قرار دیا جائے گا۔ (مفتی عبد القدوس ندوی)

مقالہ نگاروں کی آراء کا جائزہ لینے کے بعد راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس عقد کا چونکہ عام عرف ہے، لہٰذا اس کو جائز قرار دیا جائے، پھر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگر عقد میں سلم یا استصناع کی شرائط موجود ہوں تو عقد کو سلم یا استصناع قرار دیا جائے اور اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو وعدہ بیع قرار دیا جائے، پھر مکمل عقد اس وقت مانا جائے، جب بائع سامان مشتری کو فراہم کر دے اور مشتری رضامندی کے ساتھ اس پر قبضہ کر لے۔ واللہ أعلم!

باب دوم
تفصیلی مقالات

بیع معدوم کی چند جدید صورتیں

مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی

جواب نمبر: (۱) بیع معدوم کا مفہوم اور اس کی قسمیں:

لغوی تعریف: معدوم فعل عدم سے ہے، عین، دال اور میم ایک ایسا مادہ ہے جو کسی چیز کے فقدان اور غائب ہوجانے کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اسی سے "عدمت فلاناً أعدمه" (میں نے اسے کھودیا، فوت کردیا) ہے، اور معدوم مفقود اور غیر موجود چیز کو کہتے ہیں۔

(لسان العرب: ۱۲/۳۹۲، ط: دار صادر، بیروت، المعجم الوسیط: ۲/۵۸۸، ط: دار الدعوۃ، القاموس المحیط: ص: ۱۴۶۶، ط: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اصطلاحی تعریف: معدوم موجود کے مقابلے میں آتا ہے، اور مطلق معدوم اسے کہا جاتا ہے جس کا کسی بھی طرح یعنی ذہنی وخارجی اعتبار سے کوئی ثبوت نہ ہو۔

فقہاء مطلق معدوم کے بارے میں بحث نہیں کرتے ہیں جس کا عقلی وحسی اعتبار سے وجود نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ وہ بحث کرتے ہیں اس چیز کے بارے میں جو عقل میں مع اسم ووصف موجود ہو، لیکن حقیقت میں اس کا وجود نہ ہو۔

(بیع المعدوم وتطبیقاتہ المعاصرۃ في مجال الدیون: ص: ۵، الدکتور جمال أحمد زید الکیلاني)

بیع معدوم کی دو قسمیں ہیں:

۱- معدوم حقیقی: یہ وہ چیز ہے جس کی خارج میں کوئی شکل وصورت یا وجود نہ ہو۔

۲- معدوم حکمی: یہ وہ چیز ہے جسے شریعت نے غیر موجود (معدوم) قرار دیا ہو، کیونکہ اس سے فائدہ اٹھانا ممکن نہیں ہے، چاہے خارج میں اس کی کوئی شکل وصورت اور وجود ہو۔ لہذا اس سے فائدہ اٹھانا معدومِ حسی کی طرح شرعاً حرام ہے۔

(الموسوعۃ الفقہیۃ المیسرۃ لقلعجی: ص: ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ط: دار النفائس، بیروت)

بعض حنفی فقہاء نے معدوم کے ساتھ معدوم حقیقی عرفی کو بھی شامل کیا ہے، اور معدوم حقیقی عرفی کہتے ہیں جو پیدائشی وخلقی طور پر کسی اور چیز سے جڑا ہوا ہوتا ہے، جیسے تھن میں دودھ وغیرہ، لہذا ان چیزوں کی بیع اس غیر (جانور)

کے ساتھ جڑے ہوئے ہونے کی حالت (یعنی تھنوں) میں باطل ہے، کیونکہ یہ معلوم نہیں ہے کہ تھن دودھ کی وجہ سے پھولا ہوا ہے یا ہوا اور خون کی وجہ سے، خاص طور پر جب کہ دودھ تھوڑا تھوڑا کر کے حاصل ہوتا ہو، اگر اس کو جائز قرار دیتے ہیں تو بائع ومشتری کی ملک میں اختلاط پیدا ہوجاتا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔

علي حيدر خواجہ امين آفندي فرماتے ہیں:

(المادة ۲۰۵): بيع المعدوم باطل فيبطل بيع ثمرة لم تبرز أصلا.

المعدوم إما أن يكون معدوما حقيقة أو معدوما عرفا، والمعدوم عرفا هو المتصل اتصالا خلقيا بغيره وبيع المعدوم سواء أكان حقيقة أم عرفا باطل. (درر الحكام في شرح مجلة الأحكام: ۱۸۱/۱، ط: دار الجيل)

ويضيف بعض فقهاء الحنفية إلى المعدوم حقيقة المعدوم عرفاً، وهو المتصل اتصالاً خلقياً بغيره، كاللبن في الضرع ونحوه، فبيع هذه الأشياء حال اتصالها باطل؛ لأنه لا يعلم هل انتفاخ الضرع لوجود لبن فيه أو ريح أو دم، ولا سيما أن اللبن يحصل شيئاً فشيئاً بالتتابع، فلو جاز البيع فيه لاختلط ملك البائع بملك المشتري. (درر الحكام في شرح مجلة الأحكام: ۱/ ۱۸۱، بيع المعدوم وتطبيقاته المعاصرة في مجال الديون: ص: ٦، الدكتور جمال أحمد زيد الكيلاني)

فتاویٰ شامی میں ہے:

قال: في الفتح وأورد المطالبة بالفرق بين ما إذا باع حب قطن في قطن بعينه، أو نوى تمر في تمر بعينه أي باع ما في هذا القطن من الحب، أو ما في هذا التمر من النوى فإنه لا يجوز من نوى وحب ولبن؛ لأنه معدوم عرفا. (شامي: كتاب البيوع، ۹۲/۷، ط: زكريا، ديوبند)

مذکورہ بالا وضاحت کے مطابق بیع معدوم کا مفہوم یہ ہوا کہ ایسی چیز بیچنا جو حقیقت میں موجود نہ ہو یا مجلسِ عقد سے غائب ہو اور ذمہ میں شمار کیا گیا ہو۔

وعلى هذا يمكن تعريف بيع المعدوم بأنه: بيع ما كان غير موجود في الواقع أو كان غائبا عن مجلس العقد وموصوفا في الذمة. (بدائع الصنائع: ۱۳۸/۵)

نیز ابن قیم جوزی رحمہ اللہ نے بھی معدوم کی قسمیں بیان فرمائی ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ معدوم کی تین قسمیں ہیں:

۱- وہ معدوم جو ذمہ میں موصوف ہو۔ اس کی بیع بالاتفاق جائز ہے۔ اور امام ابوحنیفہ نے شرط کی ہے کہ عقد کے وقت وہ چیز موجود ہونا چاہیے اور اس کا نام بیع سلم ہے۔

۲۔ وہ معدوم جو موجود کے تابع ہو، اس کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم متفق علیہ ہے اور ایک قسم مختلف فیہ ہے، متفق علیہ پھلوں کی بیع جب ان کی صلاحیت ظاہر ہو جائے، دوسری قسم جس میں اختلاف ہے وہ باورچی کا کھانے کو پکانے سے قبل بیچنا ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔

۳۔ وہ معدوم جس کے بارے میں یہی معلوم نہیں ہے کہ وہ حاصل ہو سکتی ہے یا نہیں، اس کی بیع سے شارع علیہ السلام نے منع فرمایا ہے۔

(زاد المعاد في هدي خير العباد: فصول في هديه ﷺ في أقضيته وأحكامه، ذكر أحكامه ﷺ في البيوع، حكم رسول الله ﷺ في منع الرجل من بيع ما ليس عنده، ۶/۴۹۷، ط: دار ابن حزم، بيروت)

جواب نمبر: (۲) بیع معدوم کے حکم کے سلسلہ میں فقہاء کی آراء اور قول راجح:

بیع معدوم کے حکم کے بارے میں فقہاء کی دو آرا ہیں:

پہلی رائے: حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی مکاتب فکر کے جمہور فقہاء کا موقف یہ ہے کہ معدوم کی خرید و فروخت ناجائز و باطل ہے۔

جیسا کہ الموسوعة الفقهية الكويتية میں ہے:

فلا يصح بيع المعدوم، وذلك باتفاق الفقهاء. وهذا شرط انعقاد عند الحنفية. (شروط المبيع: ۹/ ۱۴)

اسی طرح دکتور وہبہ الزحیلی فرماتے ہیں:

اتفق أئمة المذاهب على أنه لا ينعقد بيع المعدوم وما له خطر العدم، كبيع نتاج النتاج. (الفقه الاسلامي وأدلته: عقد البيع، البيع الباطل والبيع الفاسد، بيع المعدوم، ۴/۱۸۹، ط: الهدي انٹرنیشنل، دیوبند)

اس سلسلے میں ان کے چند اقوال کا ذکر کرنا مناسب ہوگا:

حنفی نقطۂ نظر: علامہ کاسانی فرماتے ہیں: معدوم اور جس کے معدوم ہونے کا خطرہ ہو اس کی بیع منعقد نہیں ہوتی ہے، مثلاً: جانور کے پیٹ میں موجود حمل اور اسی طرح اس کے مادہ ہونے کی صورت میں اس کے پیٹ میں آنے والے حمل کی فروختگی ناجائز ہے، اسی بات کو ابن نجیم مصری نے بھی بیان کیا ہے کہ معدوم اور جس کے معدوم ہونے کا خطرہ ہو اس کی بیع منعقد نہیں ہوتی ہے، جیسے: اونٹنی کے بچے کا بچہ، حمل اور تھنوں میں دودھ کی فروختگی ناجائز ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے:

وأما الذي يرجع إلى المعقود عليه فأنواع (منها): أن يكون موجودا فلا ينعقد بيع المعدوم، وماله خطر العدم كبيع نتاج النتاج، بأن قال: بعت ولد ولد هذه الناقة وكذا بيع الحمل؛ لأنه إن باع الولد فهو بيع المعدوم الخ. (بدائع الصنائع: كتاب البيوع، فصل في الشرط الذي يرجع إلى المعقود عليه، ٥/ ٣٢٦، ط: زكريا، ديوبند، البحر الرائق: كتاب البيع، شرط العقد، ٥/ ٢٧٩، ط: دار المعرفة، بيروت)

مالکی نقطۂ نظر: جہاں تک مالکی فقہاء کا تعلق ہے تو انہوں نے معقود علیہ یعنی مبیع کے موجود ہونے کی شرط لگائی ہے، کیونکہ عدم وجود دھوکہ میں پڑنے کا باعث بنتا ہے، اور اسی بات کی تصدیق ابن رشد نے کی ہے کہ کسی چیز سے غرر اسی وقت منتفی ہوتا ہے جبکہ اس کا وجود، صفت اور مقدار معلوم ہو، نیز مقدور التسلیم ہو اور اگر بیع مؤجل ہو تو مدت بھی معلوم ہو۔

والغرر ينتفي عن الشيء بأن يكون معلوم الوجود، معلوم الصفة، معلوم القدر، مقدورا على تسليمه، وذلك في الطرفين الثمن والمثمون، معلوم الأجل أيضا إن كان بيعا مؤجلا. (بيع المعدوم وتطبيقاته المعاصرة: ص: ٦، بداية المجتهد ونهاية المقاصد - إبن رشد: كتاب البيوع، الباب الثاني في المعقود عليه، ٣/ ١٨٩، ط: دار الحديث - القاهرة)

شافعی نقطۂ نظر: ان کے نزدیک عقد بیع میں معقود علیہ کی موجودگی ضروری ہے، لہٰذا انہوں نے معدوم کو بیچنے کی اجازت نہیں دی؛ کیونکہ اس میں دھوکہ ہے۔ امام نووی کہتے ہیں: بیع معدوم جائز نہیں ہے، جیسا کہ پھل جو پیدا نہ ہوا ہو۔ اور انہوں نے بیع معدوم کے بطلان پر اجماع نقل کرتے ہوئے فرمایا: مسئلہ کا حکم: معدوم کی بیع بالاجماع باطل ہے، جیسا کہ ابن المنذر نے دو سال اور اس طرح کے پھلوں کی فروخت کے باطل ہونے پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے۔

أما حكم المسألة فبيع المعدوم باطل بالإجماع ونقل ابن المنذر وغيره إجماع المسلمين على بطلان بيع الثمرة سنتين ونحو ذلك. (المجموع: ٩/ ٢٥٨، ط: إدارة الطباعة المنيرية، مطبعة التضامن الأخوي - القاهرة، المهذب: كتاب البيوع، باب ما نهى عنه من بيع الغرر وغيره، ٢/ ١٢، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

حنبلی نقطۂ نظر: اسی طرح فقہ حنبلی میں مبیع کے موجود ہونے کی شرط رکھی ہے اور صراحت کی ہے کہ جو چیز دستیاب نہیں ہے اسے بیچنا جائز نہیں۔ ابن قدامہ نے کہا: کھیرے، ککڑی، بینگن وغیرہ بیچنا جائز نہیں، مگر پختگی کا ایک مرحلہ گزرنے کے بعد، اگر کوئی ان سبزیوں میں سے کسی کو بیچے تو صرف وہی بیچنا جائز ہے جو موجود ہو معدوم نہ ہو۔

ولا يجوز بيع القثاء، والخيار، والباذنجان، وما أشبهه، إلا لقطة لقطة، وجملة ذلك، أنه إذا باع ثمرة

شيء من هذه البقول لم يجز إلا بيع الموجود منها، دون المعدوم. (المغني لابن قدامة : كتاب البيوع، باب بيع الأصول والثمار، ٦/٢٦٠، ط: دار عالم الكتب للطباعة والنشر والتوزيع، الرياض - المملكة العربية السعودية)

اسی طرح شیخ رحیبانی نے کہا: کھیرے اور تربوز کی بیع کرنا بینگن اور بھنڈی کی طرح جائز نہیں سوائے موجودہ کٹے ہوئے کے، کیونکہ جو چیز پیدا نہیں ہوئی اسے بیچنا جائز نہیں ہے۔

وقال الرحيباني: ولا يصح بيع نحو قثاء وبطيخ كباذنجان وباميا إلا لقطة لقطة موجودة؛ لأن ما لم يخلق لا يجوز بيعه. (مطالب أولي النهي في شرح غاية المنتهى: ٣/ ٢٠، ط: المكتب الاسلامي، دمشق)

پہلی رائے والوں کے دلائل:

١- "نهى رسول الله ﷺ عن بيع الحصاة وعن بيع الغرر." (مسلم: كتاب البيوع، باب بطلان بيع الحصاة والبيع الذي فيه غرر، رقم الحديث: ١٥١٣)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے کنکری کی بیع اور غرر کی بیع سے منع فرمایا ہے۔

علامہ نووی فرماتے ہیں: جہاں تک بیع غرر کی ممانعت کا تعلق ہے، تو یہ کتاب البیوع کے اصولوں میں ایک بہت بڑا اصول ہے، اور اسی لیے امام مسلم نے اسے پہلے بیان کیا ہے اور اس میں بے شمار مسائل شامل ہیں، مثلاً: بھگوڑے غلام کی بیع، معدوم ومجہول اشیاء کی بیع، غیر مقدور التسلیم اور جس پر بائع کی ملک تام نہ ہو اس کی بیع، اور ماء کثیر میں مچھلیوں کی بیع، تھنوں میں دودھ کی بیع، پیٹ میں حمل کی بیع، مبہم ڈھیر کی بیع، کپڑوں میں سے کسی ایک کپڑے کی بیع، بکریوں میں سے کسی ایک بکری کی بیع اور اس سے ملتی جلتی چیزیں، ان تمام کی بیع باطل ہے، کیونکہ اس میں بلا ضرورت دھوکہ اور غرر ہے۔

(المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج: ١٠/٣٩٦، ط: دار المعرفة، بيروت)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ جب شریعت مطہرہ نے مجہول اور غیر مقدور التسلیم اشیاء میں غرر پائے جانے کی وجہ سے اس کی بیع سے منع فرمایا تو بیع معدوم میں بدرجہ اولیٰ غرر پایا جاتا ہے، کیونکہ مجہول موجود تو ہوتا ہے البتہ اس کا انجام مخفی ہوتا ہے، اس کے برخلاف معدوم تو سرے سے ہی مفقود ہوتا ہے تو اس کا تو انجام کے اعتبار سے کوئی وجود ہی نہیں ہوگا، لہذا شریعت نے اس کی بیع کرنے سے منع فرمایا۔

٢- "عن حكيم بن حزام، قال: يا رسول الله، ياتيني الرجل فيريد مني البيع ليس عندي افابتاعه له من السوق. فقال: لا تبع ما ليس عندك". (أبو داود: كتاب الإجارة، باب فِي الرَّجُلِ يَبِيعُ مَا لَيْسَ عِنْدَهُ،

رقم الحدیث: ۳۵۰۳)

ترجمہ: حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آدمی آتا ہے اور مجھ سے اس چیز کی بیع کرنا چاہتا ہے جو میرے پاس موجود نہیں ہوتی، تو کیا میں اس سے سودا کرلوں، اور بازار سے لاکر اسے وہ چیز دے دوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو چیز تمہارے پاس موجود نہ ہو اسے نہ بیچو۔

۳- "عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع حَبَلِ الحَبَلَةِ، وكان بيعا يتبايعه أهل الجاهلية، وكان الرجل يبتاع الجَزُورَ إلى أن تُنتِجَ الناقة، ثم تُنتِج التي في بطنها." (صحيح بخاري: كتاب البيوع، باب بيع الغرر وحبل الحبلة، رقم الحديث: ۲۰۳٦)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حمل کے حمل کی بیع سے منع فرمایا۔ اس بیع کا طریقہ جاہلیت میں رائج تھا۔ ایک شخص ایک اونٹ یا اونٹنی خریدتا اور قیمت دینے کی میعاد یہ مقرر کرتا کہ ایک اونٹنی جنے پھر اس کے پیٹ کی اونٹنی بڑی ہوکر جنے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: اکثر ماہرین لسانیات اور امام ترمذی کا اس کے بارے میں یقین ہے کہ یہ جانور کے پیدا کردہ بچے کی خرید وفروخت ہے، اور اس میں ممانعت اس بنا پر ہے کہ یہ معدوم اور نامعلوم ومجہول کی فروخت ہے اور اس کی سپردگی ممکن نہیں ہے، لہذا یہ دھوکے کی فروخت (بیع غرر) میں شامل ہے جس سے شریعت نے منع کیا ہے۔

٤- "عن عمرو بن شعيب، عن ابيه، عن جده، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: ليس على رجل بيع فيما لا يملك". (سنن نسائي: كتاب البيوع، باب بيع ماليس عندك، رقم الحديث: ٤٦١٢)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس چیز کا بیچنا آدمی کے لیے جائز نہیں جس کا وہ مالک نہ ہو۔

٥- "عن إبن عباس رضي الله عنهما، أن النبي صلى الله عليه وآله وسلم نهى عن بيع المضامين والملاقيح وحبل الحبلة". (المعجم الكبير للطبراني: رقم الحديث: ۱۱۵۸۱، ۱۱/۲۳۰، ط: مكتبة ابن تيمية - القاهرة)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مضامین (جو آئندہ نر کے نطفہ سے وجود میں آئے گا)، ملاقیح (پیٹ کے جنین) اور حبل الحبلہ کی بیع سے منع فرمایا ہے۔

ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ ان تمام کی بیع باطل ہے، کیونکہ ایسی چیزوں کی بیع ہے جو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئی ہے، لہذا اس میں جہالت، غرر اور باطل کے ذریعہ مال کو کھانا ہے، اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام بیوعات کو حرام قرار دیا ہے۔

(التمهيد: ۸/۴۰۹، ط: مؤسسة الفرقان للتراث الإسلامي - لندن)

٦- عن جابر بن عبد الله، قال: "نهى ﷺ عن المحاقلة، والمزابنة، والمعاومة، والمخابرة، قال احدهما: بيع السنين هي: المعاومة، وعن الثنيا، ورخص في العرايا". (مسلم: كتاب البيوع، باب النهي عن المحاقلة والمزابنة وعن المخابر....، رقم الحديث: ١٥٣٦)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مزابنہ، محاقلہ، مخابرہ اور رنگ تبدیل ہونے (اشقاح) سے پہلے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا۔ (سلیم بن حیان نے) کہا: میں نے سعید سے پوچھا: اشقاح سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا: ان میں سرخی اور زردی پیدا ہو جائے اور اس میں سے کھایا جا سکے۔

علامہ نووی فرماتے ہیں: بیع معاومہ یعنی بیع سنین بالاجماع باطل ہے، ابن منذر وغیرہ نے ان احادیث کی بناء پر اجماع نقل کیا ہے، اس لئے کہ یہ بیع غرر ہے اور سبب غرر مبیع کا معدوم ومجہول ہونا، غیر مقدور التسلیم ہونا اور غیر مملوک ہونا ہے۔

(المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج: ۱۰/۴۳٤، ط: دار المعرفة، بيروت)

دوسری رائے: متاخرین حنابلہ میں سے ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن القیم کا خیال تھا کہ غیر موجود اشیاء کو بیچنا جائز ہے، اور وجہ یہ ہے کہ شریعت نے جن بیوعاتِ معدومہ سے منع کیا ہے وہ دھوکہ دہی کی وجہ سے ہے، عدم موجودگی کی وجہ سے نہیں، اور غرر ان دونوں حضرات کے نزدیک یہ ہے کہ مبیع غیر مقدور التسلیم ہو۔ ابن تیمیہ کہتے ہیں: نہ کتاب اللہ میں، نہ سنت رسول اللہ ﷺ میں، نہ کسی صحابی کی سند میں اس بات کا ذکر ہے کہ غیر موجود چیز کو بیچنا جائز نہیں ہے، نہ ہی عام الفاظ میں اور نہ ہی عام معنی میں؛ بلکہ اس میں بعض ایسی چیزوں کو بیچنے کی ممانعت ہے جو کہ معدوم ہیں، بلکہ اس میں بعض موجود چیزوں کو بیچنے کی ممانعت بھی شامل ہے، اور اس کی ممانعت کی وجہ نہ تو وجود ہے اور نہ ہی عدم، بلکہ وہ وجہ ہے جو صحیحین میں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے بیع غرر سے منع فرمایا، اور غرر یہ ہے کہ وہ اس کی سپردگی پر قادر نہ ہو، چاہے وہ موجود ہو یا نہ ہو، جیسے: بھگوڑا غلام، بھٹکا ہوا اونٹ، اور اس طرح کی دوسری چیزیں جن کی فراہمی ممکن نہیں، بلکہ ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی ہو سکتی اور یہ غرر ہے اور ان کا بیچنا جائز نہیں ہے، اگرچہ وہ موجود ہوں اور اسی طرح معدوم چیز جس میں غرر ہے، جس کی بیع سے روکا گیا ہے، یہ دھوکہ دہی کی وجہ سے منع کیا گیا ہے نہ کہ معدوم ہونے کی وجہ سے۔

دوسری رائے رکھنے والوں کا ثبوت:

ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن القیم نے اپنے دلائل کو درج ذیل امور پر مبنی کیا ہے:

اول: قرآن وسنت میں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ معدوم چیزوں کو بیچنا جائز نہیں ہے؛ بلکہ اس بات کا ثبوت ہے کہ کچھ معدوم چیزوں کو بیچنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ بعض موجودہ چیزوں کو بیچنا بھی جائز نہیں ہے، اوران تمام چیزوں کے جائز نہ ہونے کی وجہ دھوکہ (غرر) ہے، نہ کہ عدم۔

دوم: نص سے ثابت ہے کہ بعض غیر موجود اشیاء کا تبادلہ کرنا جائز ہے، جیسے پھل کے اچھی طرح ظاہر ہونے کے بعد بیچنا، اتمام صلاح تک باقی رکھنے کی شرط کے ساتھ۔

استدل ابن تيمية وتلميذه ابن القيم لما ذهبا إليه بما يلي:

أولاً: لا يوجد دليل في القرآن أو السنة يدل على عدم جواز بيع المعدوم، وإنما هناك أدلة على عدم جواز بيع بعض الأشياء المعدومة، كما توجد أدلة على عدم جواز بيع بعض الأشياء الموجودة أيضاً، والعلة في عدم الجواز في كل هذه الأشياء هي الغرر وليس العدم.

ثانياً: ثبت بالنص جواز المعاوضة على بعض المعدومات كبيع الثمرة بعد بدو صلاحها بشرط الإبقاء إلى تمام الصلاح.

(حوالہ سابقہ)

چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أن رسول الله ﷺ نهى عن بيع الثمار حتى يبدو صلاحها، نهى البائع والمبتاع.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے پختہ ہونے سے پہلے پھلوں کو بیچنے سے منع کیا تھا۔ آپ ﷺ کی ممانعت بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کو تھی۔

(مسلم: كتاب البيوع، باب بيع الثمار قبل أن يبدو صلاحها، رقم الحديث: ۲۹۸۲)

قول راجح: راجح قول پہلی جماعت کا ہے، دونوں آراء پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ بیع معدوم چند شرطوں کی وجہ سے باطل ہے، وہ یہ ہیں:

۱- مبیع اعیان میں سے ہو، کیونکہ منافع کی بیع جو معدوم ہوتے ہیں جائز ہے، بلکہ اس کی بیع اسی طرح مکمل ہوتی ہے جیسا کہ اجاروں میں ہوتا ہے۔

۲- اس میں سلم اور استصناع کے شرائط نہ پائے جاتے ہوں، پھر اگر شرائط پائے جائیں تو یہ بیع سلم اور استصناع کے بناء پر جائز ہوگی؛ اگرچہ عقد معدوم پر ہوتا ہے، لیکن مستقبل میں ممکن الوجود ہوتا ہے۔

۳- بیع معدوم غرر فاحش پر مشتمل ہوتی ہے بایں طور کہ جہالت مفضی الی النزاع ہوتی ہے، مبیع غیر مقدور التسلیم ہوتی ہے اور مملوک بھی نہیں ہوتی ہے۔

٤ - معدوم شئ اصلا منفرد وتنہا ہوتی ہے اور موجود کے تابع نہیں ہوتی ہے، جیسے پھلوں کی بیع جو ابھی تک پیدا نہ ہوئے ہوں۔

یہ ہم نے چاروں مکاتب فکر کے فقہاء کے اقوال سے اخذ کیا ہے کہ اگر بیع معدوم کے باطل ہونے کی یہ شرائط پوری طرح پائی جائیں تو وہ باطل ہے۔

بعد النظر في الرأيين السابقين فالذي نميل إليه هو أن بيع المعدوم باطل بشروط۔(بيع المعدوم وتطبيقاته المعاصرة: ص: ١٠-٩)

جواب نمبر:(۳) بیع معدوم سے ممانعت کی علت وحکمت:

فقہاء عظام وعلماء کرام کی عبارات پر غور کرنے سے بیع معدوم بالفاظ دیگر بیع قبل القبض کی ممانعت پر تین علتیں ہمیں ملتی ہیں۔ یہ علتیں ایسی ہیں جن کا وجود ہمیں کتب احادیث سے بھی آسانی سے مل جاتا ہے، ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱- غرر کا احتمال، ۲- ربح مالم یضمن کا احتمال، ۳- ربا النسیہ کا احتمال۔

۱- غرر کا احتمال: بیع مالم یقبض (بیع معدوم) میں اس علت کا احتمال اس انداز سے ہوتا ہے کہ کیونکہ قبضہ سے پہلے بیع کرنے کی صورت میں اس بات کا خطرہ رہتا ہے کہ شاید مبیع پر قبضہ سے پہلے ہی مبیع ہلاک ہوجائے اور عقد کو فسخ وتنسخ کرنے کی ضرورت پیش آجائے، اس لئے کہ مشتری کو خود علم ہی نہیں ہوتا کہ قبضہ کرنے تک مبیع باقی رہے گی یا پھر ہلاک ہوجائے گی اور اس احتمال کے باوجود وہ مبیع کی بیع کر رہا ہے تو لازماً یہ صورت غرر وخطرہ کی ہے اور غرر وخطرہ کے حرام ہونے پر بکثرت احادیث وآثارِ صحابہ موجود ہیں، جن میں غرر وخطرہ کی ممانعت کو بیان کیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ کیونکہ بیع قبل القبض (بیع معدوم) میں غرر کا احتمال ہوتا ہے جس کی ممانعت منصوص من الشارع ہے تو اسی وجہ سے یہ ممنوع ہے۔

اس حوالہ سے ڈاکٹر وہبہ الزحیلی فرماتے ہیں:

قال الحنفية: لا يجوز التصرف في المبيع المنقول قبل القبض؛ لأن النبي ﷺ نهى عن بيع ما لم يقبض، والنهي يوجب فساد المنهي عنه، ولأنه بيع فيه غرر الانفساخ بهلاك المعقود عليه، أي أنه يحتمل الهلاك فلا يدري المشتري هل يبقى المبيع أو يهلك قبل القبض، فيبطل البيع الأول وينفسخ الثاني، وقد نهى رسول الله ﷺ عن بيع فيه غرر.

والخلاصة: أن العلة عند الحنفية في عدم جواز بيع الشيء قبل قبضه هي الغرر. (الفقه الاسلامي وأدلته: عقد البيع: المبحث الرابع - البيع الباطل والبيع الفاسد، بيع الشيء المملوك قبل قبضه من

مالك آخر، ٤/٢٤٤، ط: الهدي انٹرنیشنل، دیوبند)

اس علت کا اہتمام فقہائے احناف خاص طور پر کرتے ہیں شاید یہی وجہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے ہاں اشیائے غیر منقولہ جائیداد وغیرہ کی بیع قبل القبض جائز نہیں ہے، کیونکہ مبیع کی ہلاکت کا اندیشہ یہاں نہیں ہے اگر اس میں بھی احتمال ہو تو پھر اس کا حکم بھی وہی ہوگا، احناف کے علاوہ شوافع اور حنابلہ نے بھی اس علت کو اختیار کیا ہے۔

۲- ربح مالم یضمن کا احتمال: بیع قبل القبض یعنی بیع معدوم کے ممنوع ہونے کی دوسری وجہ یا علت ربح مالم یضمن ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بیع کرنے سے مقصود ربح (نفع) کا حصول ہے اور نفع تب حاصل ہوسکتا ہے جب وہ نقصان کا بھی مالک ہو۔ اگر ایک چیز ابھی اس کے قبضہ میں نہیں آئی تو اس کے ہلاک ہوجانے کی صورت میں اس پر ضمان یا نقصان بھی تو لازم نہیں آئے گا۔ شرعی اصول یہ ہے کہ ایسی شے سے نفع حاصل کرنا درست نہیں ہے جو ابھی اس کے ضمان میں نہ آئی ہو جیسا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث ہے جس کو مصنف عبدالرزاق نے نقل کیا ہے:

عن عمرو بن شعيب، عن أبيه قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن سلف وبيع، وعن شرطين في بيع واحد، وعن بيع ما ليس عندك، وعن ربح ما لم تضمن. (المصنف: كتاب البيوع، باب النهي عن بيع الطعام حتى يستوفي، ٨/٣٨، ط: المجلس العلمي- الهند، توزيع المكتب الإسلامي- بيروت)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سلف، غیر موجود شے اور ربح مالم یضمن سے منع فرمایا۔

بیع قبل القبض سے ربح مالم یضمن کا احتمال پیدا ہوتا ہے اسی وجہ سے جب تک مبیع مشتری کی ضمان میں نہ آجائے تو اس وقت تک اس کی بیع ممنوع ہوگی۔ اس علت کو امام ابو یوسف اور امام محمد اختیار کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ صاحبین کے ہاں اشیاء غیر منقولہ کی بیع قبل القبض ممنوع ہے؛ کیونکہ اس میں ربح مالم یضمن کی علت کا احتمال ہے، اس وجہ سے یہ بیع ممنوع ہے۔

الموسوعة الفقهية الكويتية میں ہے:

وقد ذهب الفقهاء مذاهب في بيع المبيع قبل قبضه. فمذهب الشافعية، وهو قول أبي يوسف الأول، وقول محمد، وهو أيضا رواية عن الإمام أحمد: أنه لا يصح بيع المبيع قبل قبضه، سواء أكان منقولا أم عقارا، وإن أذن البائع، وقبض الثمن. وذلك لحديث حكيم بن حزام، قال: قلت: يا رسول الله: إني أشتري بيوعا، فما يحل لي منها، وما يحرم علي؟ قال: إذا اشتريت بيعا فلا تبعه حتى تقبضه، وحديث ابن عمرو أن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: لا يحل سلف وبيع، ولا شرطان في بيع، ولا ربح ما لم يضمن، ولا بيع ما ليس عندك.

ومعنى ربح ما لم يضمن ربح ما بيع قبل القبض. مثل: أن يشتري متاعا، ويبيعه إلى آخر قبل قبضه من

البائع، فهذا البيع باطل، وربحه لا يجوز؛ لأن المبيع في ضمان البائع الأول، وليس في ضمان المشتري منه، لعدم القبض. (بيع مالم يقبض: ۹/۱۲۳، ۱۲۴)

۳- ربا النسیہ کا احتمال: بیع مالم یقبض (بیع معدوم) کے ممنوع ہونے کی تیسری وجہ یا علت ربا النسیہ ہے، جس کو صرف فقہائے مالکیہ نے اختیار کیا ہے۔ یہاں اس بات کو پیش نظر ضرور رکھیں کہ اس علت کو بھی فقہائے مالکیہ نے سدِّ ذرائع کے طور پر لیا ہے اور اس کی ممانعت ذکر کی ہے۔

والعلة في منع بيع الطعام قبل قبضه عند المالكية: هي أنه قد يتخذ البيع ذريعة للتوصل إلى ربا النسيئة، فهو شبيه ببيع الطعام بالطعام نساء، فيحرم سدا للذرائع. (الفقه الاسلامي وأدلته: ٤/٢٤٥)

اس کی مثال اس طرح ہے کہ ایک شخص نے سو روپے کا اناج خریدا، اس اناج پر قبضہ کیے بغیر مشتری نے دوسرے کے ہاتھوں ایک سو بیس روپے کا فروخت کر دیا، گویا اس نے سو روپے کے عوض سو روپے دے دیے اور بیس روپے بطور ربا دیے ہیں، اسی وجہ سے یہ ممنوع ہے؛ اس لئے مشتری نے تو کچھ کیا نہیں، وہ کس چیز کے عوض میں روپے لے رہا ہے۔

امام مالک کے نزدیک یہ علت صرف کھانے پینے کی چیزوں میں ہوگی وہ بھی اس وقت جب کیل و وزن کے ساتھ اس کی بیع ہوگی اگر اس کے بغیر ہو تو ارتفاع علت کی وجہ سے یہ ممانعت بھی نہیں ہوگی، بلکہ ایسی صورت میں بیع قبل القبض جائز ہو جائے گی۔

(الفقه الاسلامي وأدلته: ٤/٢٤٥)

اس تمام مبحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ بیع قبل القبض (بیع معدوم) کی ممانعت پر ائمہ اربعہ متفق ہیں، اگرچہ علتوں میں اختلاف ہے۔

جواب نمبر: (٤) بیع معدوم کو استصناع پر قیاس کرنا:

بیع معدوم کو عقد استصناع پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے، استصناع کا مطلب ہے آرڈر پر کوئی چیز بنوانا، یہاں معاملہ کرتے وقت مبیع معدوم ہوتی ہے۔ چونکہ یہ مسائل خلاف قیاس نص سے ثابت ہیں، اس لیے ان پر کسی اور مسئلہ کو قیاس نہیں کیا جا سکتا، بلکہ دوسری جگہ مبیع کا موجود ہونا ضروری ہوگا۔

چنانچہ فقہی قواعد میں ایک مشہور قاعدہ بیان کیا جاتا ہے کہ:

ما ثبت على خلاف القياس فغيره لا يقاس عليه. (قواعد الفقه - البركتي: القاعدة: ۲۸۸، ص: ۲۸۸، ط: الصدف ببلشرز، كراتشي)

ترجمہ: جو چیز قیاس کے خلاف ثابت ہو اس کا موازنہ کسی اور چیز سے نہیں کیا جا سکتا۔

قاعدہ کا مفہوم: شریعت کے منصوصی مسائل میں ایک خاص علت ہوتی ہے، جس کی بنا پر دوسرے غیر منصوصی مسائل کا حکم معلوم کیا جاتا ہے، لیکن کبھی کبھی قرآن یا حدیث یا اجماع سے ایسا مسئلہ ثابت ہوتا ہے جو قیاس کے خلاف ہوتا ہے۔ یعنی اگر اس خاص مسئلہ کا دوسرے مصنوصی مسائل کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو دونوں میں علت مشترکہ ہونے کے باوجود اس خاص مسئلہ کے لیے نص (قرآن، حدیث، اجماع) میں الگ اور مختلف حکم مذکور ہوتا ہے۔ اس طرح کے خلاف قیاس مسائل پر دوسرے غیر منصوصی مسائل کو قیاس کرنا درست نہیں ہے، بلکہ غیر منصوصی مسائل کو شریعت کے دیگر ایسے عام مسائل پر قیاس کیا جائے گا جو خود قیاس کے مخالف نہ ہوں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جو خاص مسئلہ خلاف قیاس ہوتا ہے، اس میں شریعت نے کسی خاص وجہ (لوگوں کی ضرورت وحاجت وغیرہ) کو ملحوظ رکھا ہوتا ہے، لہذا ہر جگہ اس مسئلہ کو لاگو نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ ہر جگہ اس وجہ کا پایا جانا یقینی نہیں ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب کوئی مسئلہ خلاف قیاس ہوتا ہے تو گویا کہ خود قیاس اس حکم کو رد کر رہا ہے، اس لیے قیاس کے ذریعے اس حکم کو دوسری جگہ ثابت نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ جو چیز خود اس حکم کی نفی اور اس کو رد کر رہی ہو، اس چیز کے ذریعے اس حکم کو دوسری جگہ کیسے ثابت کیا جاسکتا ہے؟

علامہ کمال الدین ابن الہمام لکھتے ہیں:

فإن المقصود من حكم الأصل إثبات ذلك الحكم في الفرع بالقياس على الأصل، ومتى كان ثبوته على خلاف القياس كان القياس ردا لذلك الحكم ودفعا له، فلم يمكن إثباته به، إذ لا يمكن إثبات الشيء بما يقتضي عدم ثبوته. (التقرير والتحبير علي تحرير الكمال بن الهمام: المقالة الثانية في أحوال الموضوع، الباب الخامس في القياس في الشروط، ۱/ ۱۲۶، ط:دار الكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: اصل (مقیس علیہ) کے حکم سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہی حکم قیاس کے ذریعے فرع میں بھی ثابت کیا جاسکے، اور جب اصل کا ثبوت ہی خلاف قیاس ہو تو قیاس اِس حکم کو رد کرے گا اور قیاس کے ذریعے ایسا حکم ثابت کرنا ممکن نہ رہے گا، کیونکہ کسی چیز کو ایسی شئی سے ثابت نہیں کیا جاسکتا جو اس چیز کے عدم ثبوت کا تقاضا کرے۔

اسی طرح شیخ احمد بن شیخ محمد زرقا فرماتے ہیں:

قیاس کے برخلاف بہت سے احکام ایسے ثابت ہوئے ہیں جو استنباط سے بالاتر ہیں، جنہیں مورد نص تک محدود رکھا جائے، اس پر دوسری کسی چیز کو قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے، اس کے بعد شیخ مصطفی متعدد چیزوں کو شمار کراتے

ہیں جو خلاف قیاس ہے، اسی میں استصناع کا بھی ذکر کیا ہے کہ وہ خلاف قیاس ثابت ہے، اس لیے اس پر دوسری کسی چیز کو قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح محمد مصطفیٰ الزحیلی فرماتے ہیں:

السلم والاستصناع، فهما على خلاف القياس في بيع المعدوم عند العقد، فلا يقاس عليهما.

(القواعد الفقهية وتطبيقاتها في المذاهب الأربعة: القاعدة: ٨٤، ١/ ٥٠٥، ط: دار الفكر، دمشق)

نیز یہی بات حضرت مولانا فتح محمد تائب صاحب رحمۃ اللہ علیہ استصناع کے شرائط بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ عقد استصناع خلاف قیاس جائز ہے جو چیز خلاف قیاس جائز ہو وہ موضع ثبوت پر مقید رہتی ہے اس پر قیاس کر کے دوسری جگہ حکم نہیں لگا سکتے۔ (عطرِ ہدایہ: ۲/ ۲۳۹، ط: مکتبہ نعیمیہ، مردان، فقہ المعاملات یعنی جدید معاملات کے شرعی احکام: ۱/ ۱۲٤، ط: دار الاشاعت، کراچی)

اس مختصر توضیح سے معلوم ہوا کہ اولاً بیع معدوم میں استصناع کی شرائط پوری نہیں پائی جاتی، ثانیاً عقد استصناع خلاف قیاس ثابت ہے اس لئے دوسری چیز کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے۔

جواب نمبر: (۵ اور ٦) مبیع کے وجود میں آنے یا اس پر قبضہ سے پہلے اوصاف بتا کر آگے بیچنا:

آج کل معاملات میں ایک قباحت یہ پائی جاتی ہے کہ چیز خریدنے کے بعد اس پر قبضہ کرنے سے پہلے ہی اسے آگے فروخت کر دیا جاتا ہے، حالانکہ شریعت میں کوئی منقولی چیز (movable) خرید کر اسے آگے فروخت کرنے کے لیے یہ شرط ہے کہ آگے فروخت کرنے والا اس پر اس طور سے قبضہ کر چکا ہو کہ اس چیز کا ضمان (risk) اس کی طرف منتقل ہو گیا ہو۔ ایسے قبضہ کے بغیر چیز کو آگے فروخت کرنا شرعاً ناجائز ہے۔

تاہم یہاں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ قبضہ کی شرعی اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

۱۔ حسی قبضہ: حسی قبضے کا مطلب یہ ہے کہ خریدی ہوئی چیز عملاً اور حساً خریدار کے قبضہ میں آجائے۔

۲۔ حکمی قبضہ: حکمی قبضے کے مکمل ہونے کے لیے دو باتوں کا پایا جانا ضروری ہیں:

الف۔ خریدا گیا سامان فروخت کنندہ (seller) کے دیگر سامان سے الگ اور متعین ہو جائے۔

ب۔ خریدار کو سامان اپنے استعمال میں لانے کی مکمل قدرت حاصل ہو اور اس کے ضمان میں آجائے۔ اگر درج بالا دونوں صورتوں میں سے کسی ایک صورت کا قبضہ بھی پایا جائے تو خریدی ہوئی چیز کو آگے فروخت کرنا جائز ہے، ورنہ نہیں۔

(قرارات وتوصيات مجمع الفقه الإسلامي الدولي: ص: ۱۰۰، قرار: ۵۳، ٦/٤)

بدائع الصنائع میں ہے:

ولا يشترط القبض بالبراجم؛ لأن معنى القبض هو التمكن والتخلّي، وارتفاع الموانع عرفًا وعادةً حقيقةً. (كتاب البيوع: فصل في الشرط الذي يرجع إلى المعقود عليه، ۳/۴۲، ط: زكريا، ديوبند)

جواب نمبر: (۷) شئ معدوم کو وصف، جنس، اور نوع وغیرہ بیان کر کے منضبط کیا جا سکتا ہے؟

شئ معدوم کے اوصاف، نوع، جنس وغیرہ بیان کر کے بالفاظ دیگر اشتہارات، اور تصاویر دکھلا کر خرید وفروخت کرنا اصولی اعتبار سے تو ناجائز ہے؛ کیوں کہ وہ بائع کے قبضہ میں نہیں ہے، چنانچہ یہ بیع قبل القبض ہے جو ناجائز ہے۔

بہر حال خرید وفروخت کے معاملات میں شریعت نے جن اُمور کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیا ہے اُن میں سے ایک 'قبضہ علیٰ المبیع' یعنی فروخت کردہ شے کے قبضے (Possession) کا معاملہ ہے۔ اس کا سادہ سا مفہوم یہ ہے کہ بائع (فروخت کنندہ/ بیچنے والا) جس سامان کو بیچ رہا ہے بائع کے پاس اُس سامان کو بیچنے کا اختیار ہوتا کہ خرید و فروخت مکمل ہونے پر سامان مُشتری (خریدنے والے) کے حوالہ کر دیا جائے۔ اصولی طور پر تمام فقہائے کرام اور ائمہ اربعہ اس امر پر متفق ہیں کہ 'بیع قبل القبض' یعنی قبضہ سے پہلے یا قبضہ کے بغیر کسی شے کی خرید وفروخت کرنا جائز نہیں، مگر اس معاملے کی تفصیلات اور جزئیات میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

فقہائے احناف کے نزدیک قبضہ کا مفہوم یہ ہے کہ مَبیع (بیچا جانے والے سامان) پر مُشتری (خریدار) کو اس طرح اختیار سونپ دیا جائے کہ مُشتری کو قبضہ کرنے، استعمال کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی قدرت و اختیار حاصل ہو جائے اور بائع کی طرف سے کوئی مانع اور حائل نہ رہے۔ خریدار کو حاصل ہونے والا یہ قبضہ کبھی تو حقیقی وحسّی (Physically) ہوتا ہے اور کبھی دوسرے معنوی وحکمی (Virtually) ہوتا ہے۔ مختلف چیزوں کا قبضہ ان کے حسب حال ہوتا ہے۔ شریعت نے قبضہ کی کسی خاص صورت کو مخصوص نہیں کیا، بلکہ قبضہ کی ہر اُس صورت کو جائز قرار دیا ہے جسے عُرف میں قبضہ سمجھا جاتا ہے اور معاشرے کے لوگ اُسے قبول کرتے ہیں۔ گویا مالی لین دین میں قدرت و اختیار کی ہر وہ شکل جسے معاشرے میں قبولیت حاصل ہو اُس کو شرعاً قبضہ کا مصداق سمجھا جائے گا۔ اِسی طرح قبضہ کی قدرت اور موقعہ دیدینا بھی قبضہ کے قائم مقام اور اس کی ہی ایک شکل ہے۔ احناف کے نزدیک شے کا حسی قبضہ ضروری نہیں ہے، بلکہ مبیع کا تخلیہ (تمام رکاوٹوں کو ہٹا کے دوسرے کو تصرف واستعمال کا حق دینا) بھی کافی ہے۔ مروجہ تجارتی شکلوں میں تخلیہ کا معنی ومصداق یہ ہوگا کہ فروخت کردہ شے کا حکمی قبضہ (Virtual possession) ثابت ہو جائے۔ انٹرنیٹ اور ای کامرس کے ذریعہ ہونے والی مروجہ تجارتی شکلوں میں قبضہ کا مطلب یہ ہے کہ ضروری کارروائی عمل میں لے آئی جائے اس طور پر کہ فروخت کردہ شے کی ذمہ داری اور حقِ تصرف بائع سے مُشتری کی طرف منتقل ہو جائے اور سامان کی ذمہ داریاں (Liabilities) اور فوائد (Profits) کا وہ حق دار بن جائے۔

موجودہ ترقی یافتہ دور میں آن لائن اس طرح خرید وفروخت بکثرت پائی جاتی ہے، اس لئے اولا ایسی صورت

میں بیع کا معاملہ نہ کیا جائے؛ بلکہ بیع کا وعدہ کرلیا جائے۔(فقہ البیوع:۱/۷۶)

اب اس کے بعد انٹرنیٹ پر اس طرح کی خرید وفروخت کرتے ہوئے درج ذیل امور کا اگر خیال رکھا جائے تو مذکورہ معاملہ کی شرعاً گنجائش ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔

(أ) مبیع اور ثمن کی مکمل تفصیل بتائی جائے، جس سے ہر قسم کی جہالت مرتفع ہوجائے۔

(ب) کوئی بھی شرط فاسد نہ لگائی گئی ہو۔

(ج) صرف تصویر دیکھنے سے یا اوصاف بیان کرنے سے خیارِ رویت ساقط نہ ہوگا، لہٰذا اگر مبیع تصویر کے مطابق یا بیان کردہ اوصاف کے مطابق نہ ہو تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا۔

(د) اگر ویب سائٹ پر خریدی گئی چیز اس طرح نہیں جیسا کہ اس کی صفات میں بیان کیا گیا تھا تو مشتری کو خیارِ رؤیت حاصل ہوگا، نیز اگر اس شئ میں کوئی ایسا عیب ہو جس کا مشتری کو علم نہیں تھا تو پھر مشتری کو خیارِ عیب حاصل ہوگا، اگر وہ چاہے تو پوری قیمت پر اسے لے لے، اگر چاہے تو واپس کردے، لیکن اسے یہ حق نہیں کہ وہ مبیع رکھ کر نقصان کی قیمت لے۔ بائع کو خیارِ رؤیت تو مطلقاً حاصل نہیں ہوگا، البتہ ثمن میں کھوٹ ہو تو اسے تبدیلی کا حق ہوگا، مگر سودے کو منسوخ کرنے کا حق اسے پھر بھی نہ ہوگا۔

الحاصل: آن لائن خرید وفروخت بکثرت وجود پذیر ہے اور عوام الناس اس طرح کی بیع وشراء میں عام طور پر مبتلا ہیں اس لئے مذکورہ تمام تر تفصیلات اور شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے اگر معاملات کئے جائیں تو ان تفصیلات وتشریحات کی روشنی میں بیع وشراء میں ایجاب وقبول اور مبیع پر قبضہ (خواہ وہ کسی بھی صورت میں ہو رہا ہو) بھی پایا جارہا ہے اس لئے مذکورہ بیع کی گنجائش ہے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

شراء ما لم يره جائز كذا في الحاوي، وصورة المسألة أن يقول الرجل لغيره: بعت منك هذا الثوب الذي في كمي هذا، وصفته كذا والدرة التي في كفي هذه وصفتها كذا، أو لم يذكر الصفة، أو يقول: بعت منك هذه الجارية المنتقبة.... وإن أجازه قبل الرؤية لم يجز وخياره باق على حاله فإذا رآه إن شاء أخذ وإن شاء رده هكذا في المضمرات. (الفتاوى الهندية: كتاب البيوع، الباب السابع في خيار الرؤية وفيه ثلاثة فصول، الفصل الأول في كيفية ثبوت الخيار وأحكامه، ۳/ ۵۷، ۵۸، ط: المطبعة الكبرى الأميرية ببولاق، مصر)

خيار العيب يثبت من غير شرط كذا في السراج الوهاج وإذا اشترى شيئا لم يعلم بالعيب وقت الشراء ولا علمه قبله والعيب يسير أو فاحش، فله الخيار إن شاء رضي بجميع الثمن وإن شاء رده،

كذا في شرح الطحاوي وهذا إذا لم يتمكن من إزالته بلا مشقة، فإن تمكن فلا كإحرام الجارية.
(حواله سابقه: كتاب البيوع، الباب الثامن في خيار العيب وفيه سبعة فصول، الفصل الأول في ثبوت الخيار وحكمه وشرائطه ومعرفة العيب وتفصيله، ٦٦/٣)

بہر حال مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ مبیع کے اوصاف انواع وغیرہ ذکر کر کے اسے منضبط کیا جا سکتا ہے، اور آج کل اس طرح کی خرید وفروخت کا رواج عروج پر ہے اس لئے شرائط کو مدنظر رکھتے ہوئے گنجائش دی جا سکتی ہے۔

الموسوعة الفقهية الكويتية میں ہے:

لا بد لمعرفة المبيع من أن يكون معلوما بالنسبة للمشتري بالجنس والنوع والمقدار، فالجنس كالقمح مثلا، والنوع كأن يكون من إنتاج بلد معروف، والمقدار بالكيل أو الوزن أو نحوهما...إذا كان المبيع غائبا عن المجلس، ولم تتم معرفة المبيع برؤيته أو الإشارة إليه على ما سبق، فإنها تتم بالوصف الذي يميزه عن غيره، مع بيان مقداره. (البيع: المبيع وأحكامه وأحواله، ١٦/٩)

جواب نمبر: (۸) عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ بیع معدوم کے جواز کی صورتیں:

سلم اور عقد استصناع کے علاوہ بیع معدوم کے جواز کی صورتیں بالفاظ دیگر متبادل صورتیں درج ذیل ہیں:

۱- وعدۂ بیع، ۲- وکالت، ۳- بروکری، دلالی۔

۱- پہلی صورت تو وہی ہے جسے شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم العالی نے بیان کیا کہ ایسی صورت میں بیع کا معاملہ نہ کیا جائے؛ بلکہ بیع کا وعدہ کر لیا جائے اور ایک معاہدہ وعدۂ بیع agreement to sale کے نام سے تیار کر لیا جائے فروخت کنندہ یہ وعدہ کر لے کہ وہ مال خرید کر اسے بیچے گا اور مشتری یہ وعدہ کرے کہ اس کی مطلوبہ صفات کے مطابق سامان آیا تو وہ اسے خرید لے گا، پھر جب عملاً مال آجائے تو باقاعدہ معاملہ کر کے اسے فروخت کیا جائے۔

سبق ما أن البيع إنما ينعقد بصيغة تدل على إنشاء العقد في الحال، ولذلك لا ينعقد البيع بصيغة تتمحض للاستقبال، مثل قولنا "سوف أبيعك كذا" أو "سوف أشترى منك كذا" وإنما تبنئ هذه الصيغة عن الوعد بإنجاز البيع في المستقبل، وليس بيعاً. (فقه البيوع: حكم الوعد أو المواعدة في البيع، ٧٦/١، ط: نعيمية، ديوبند)

۲- دوسرا طریقہ وکالت کا ہے، یعنی جو اشیاء اپنی ملکیت وقبضہ میں نہیں اس کے حوالے سے اپنے آپ کو مالک ظاہر نہ کرے، بلکہ بطورِ وکیل بن کر ان اشیاء کو فروخت کیا جائے۔

الموسوعة الفقهية الكويتية میں ہے:

لأن تصرف الوكيل كتصرف المؤكل. (الموسوعة الفقهية الكويتية: ٤١/٢٤٤)

محیط برہانی میں ہے:

أن الوكيل بالقبض يقبض بحكم الآمر. (كتاب الصرف، الفصل الثانی عشر، ٧/ ٢٠١، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

۳۔ تیسرا طریقہ بروکری یعنی کہ کمیشن پر معاملہ کرنے کا ہے، یعنی سائل کسٹمر سے آرڈر لے اور مطلوبہ چیز کسی دوسرے سے لے کر کسٹمر تک پہنچائے اور اس عمل کی اجرت مقرر کر کے لے تو یہ بھی جائز ہے، یعنی بجائے اشیاء کی خرید وفروخت کے بروکری کی اجرت مقرر کر کے یہ معاملہ کرے۔

فتاوی شامی میں ہے:

قال في التتارخانية: وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل، وما تواضعوا عليه أن في كل عشرة دنانير كذا فذاك حرام عليهم. وفي الحاوي: سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار، فقال: أرجو أنه لا بأس به وإن كان في الأصل فاسدا لكثرة التعامل وكثير من هذا غير جائز، فجوزوه لحاجة الناس إليه كدخول الحمام. (شامي: كتاب الإجارة، مطلب في أجرة الدلال، ٦/ ٦٣، ط: دار الفكر، بيروت)

جواب نمبر: (۹) (الف) فلیٹس کا نقشہ بتا کر خرید وفروخت کرنا:

محض نقشہ وغیرہ دیکھ کر فلیٹ کی خریداری کا معاملہ کرنا "بیع استصناع" کے حکم میں ہو کر جائز ہونا چاہئے۔

الاستصناع جائز في كل ما جرى التعامل فيه كالقلنسوة والخف والأواني المتخذة من الصفر والنحاس وما أشبه ذلك. (الفتاوى التاتارخانية: ٩/ ٤٠٠، ط: زكريا، ديوبند)

اس کے جواز کے لئے معقود علیہ (مبیع) کی جنس، نوع، صفت، مقدار کا معلوم ہونا اور اس پر لوگوں کا تعامل ہونا شرط ہے، لہذا صورت مسئولہ میں قبل از تعمیر یا زیر تعمیر بلڈنگ میں نقشہ دیکھ کر دوکان/ فلیٹ کی بکنگ کرنا عقد استصناع کے طور پر جائز ہونا چاہئے؛ چنانچہ اگر نقشہ دیکھ کر اس طور پر دوکان/ فلیٹ کی تعیین کی جائے کہ بعد میں کسی قسم کے جھگڑے اور تنازع کا سبب نہ بنے، مثلا: دوکان/ فلیٹ نمبر، منزل، مربع فٹ، کمروں کی تعداد، محل وقوع وغیرہ معلوم ہو جائے، تو ایسی صورت میں دوکان/ فلیٹ کی بکنگ کروانا جائز ہے۔

نیز زمین کا بلڈرس کے پاس ہونا ضروری ہے ورنہ یہ شئ معدوم کی بیع ہوگی جو مفضی الی النزاع ہے، اس لئے بغیر زمین کے اس طرح نقشہ بتا کر خرید وفروخت درست نہ ہوگی، کیونکہ موجودہ ترقی یافتہ دور میں صورت حال یہاں تک دیکھنے کو ملتی ہے کہ پراپرٹی ڈیلر نے جس سوسائٹی یا پلاٹ کی خرید وفروخت کا اہتمام کیا ہوا ہے اس میں ابھی تک

پلاننگ صرف کاغذوں میں ہی ہوئی ہوتی ہے؛ بلکہ اس سے بڑھ کر بھی ہوتا ہے کہ جس زمین پر سوسائٹی کا قیام عمل میں لایا جارہا ہے ابھی تک اس کی ملکیت میں ہی نہیں آئی ہوتی، جب کہ لوگوں سے اس کی اقساط کی وصولی بھی شروع کردی جاتی ہے، اس طرح غرر اور بیع قبل القبض کی صورتوں کا امکان تقریباً سو فیصد نہیں تو نوے فیصد ضرور ہوتا ہے، اس لئے بغیر ملکیت زمین کے اس طرح نقشہ کے ذریعے فلیٹ کی خرید وفروخت درست نہ ہوگی۔

ردالمحتار میں ہے:

وفي البدائع من شروطه بيان جنس المصنوع ونوعه وقدره وصفته وأن يكون مما فيه تعامل.

(رد المحتار: كتاب البيوع، مطلب في الاستصناع، ٥/٢٢٣، ط: دار الفكر، بيروت)

(ب) مالک زمین اور بلڈرس کے معاہدے کی ایک شکل:

مالک زمین اور بلڈرس کا یہ معاہدہ کرنا کہ میں آپ کی زمین پر چند فلیٹ تعمیر کروں گا اس میں سے چند فلیٹ یا قیمت آپ کو دی جائے گی اور بقیہ فلیٹ میرے رہیں گے تو یہ شرعاً فاسد معاہدہ ہے، اگر کسی نے اس طرح معاہدہ کیا تو اس صورت میں تمام فلیٹ مالک زمین کی ملکیت میں ہوں گے، اور بلڈرس کو تعمیرات کا خرچہ اجرت مثلی کی شکل میں دے دیا جائے گا۔ البتہ تعمیراتی خرچہ کی لاگت فلیٹ کے برابر ہو تو باہمی رضامندی سے بلڈرس کو فلیٹ دیے جاسکتے ہیں۔

جامع الفصولین میں ہے:

دفع إليه أرضا على أن يبني فيها كذا كذا بيتا، وسمى طولها وعرضها، وكذا كذا حجرة على أن ما بنى فهو بينهما وعلى أن أصل الدار بينهما نصفان فبناها كما شرط فهو فاسد وكله لرب الأرض وعليه للباني قيمة ما بنى يوم بنى وأجر مثل فيما عمل. (الفصل الرابع والثلاثون في الأحكامات، أحكام العمارة في ملك الغير، ص:١٦١، ط: إسلامي كتب خانه، كراچي، مجمع الضمانات: غانم محمد الحنفي: باب في المتفرقات، ص:٤٥٣، ط: دار الكتاب الاسلامي)

فتاویٰ شامی میں ہے:

(قوله: ومن بنى) أي بغير تراب تلك الأرض وإلا فالبناء لرب الأرض، لأنه لو أمر بنقضه يصير ترابا كما كان در منتقى في (قوله بغير إذنه) فلو بإذنه فالبناء لرب الدار، ويرجع عليه بما أنفق جامع الفصولين من أحكام العمارة في ملك الغير. (حاشية رد المحتار على الدر المختار: شرح تنوير الأبصار: كتاب الغصب، مطلب في رد المغصوب وفيما لو أبى المالك قبوله، ٦/١٩٤، ط: دار الفكر، بيروت)

(ج) کمپیوٹر ایپلیکیشن اور سافٹ ویئر پروگراموں کی آن لائن خرید وفروخت:

مختلف ایپلیکیشین اور سافٹ ویئرز جو جائز مقاصد میں استعمال ہوتے ہوں، ان کی خرید وفروخت جائز ہے؛ اس لیے کہ اصطلاحِ شرع میں بیع کہا جاتا ہے، مرغوب شے کو مرغوب چیز کے عوض میں دینا، نیز یہ اشیاء مبیع بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں، کیوں کہ مبیع کا مال متقوم ہونا، فروخت کنندہ کی ملکیت میں ہونا، اور اس کا وجود شرعًا ضروری ہوتا ہے، لہذا وجود کے لیے وجودِ حسی ضروری نہیں، وجودِ معنوی ہونا بھی کافی ہے؛ البتہ جاندار کی تصاویر اور ویڈیوز کی خرید و فروخت شرعًا متقوم نہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

معلوم ہوا کہ ان پروگراموں سمیت دیگر کسی بھی پروگرام کی فروختگی کہ جسے حلال یا حرام دونوں طریقوں سے استعمال کیا جانا ممکن ہو تو اس میں بنیادی طور پر اصول ہے کہ اس کی تجارت کرنا جائز ہے، تاہم اگر پتہ چل جائے یا غالب گمان یہ ہو کہ خریدار اسے حرام طریقے سے ہی استعمال کرے گا تو پھر اسے فروخت کرنا جائز نہیں ہونا چاہئے۔

لیکن اگر خریدار کی صورت حال معلوم نہ ہو، یا تردد پایا جائے کہ کیا وہ اسے حلال طریقے سے استعمال کرے گا یا حرام؟ تو پھر بھی اسے فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، چنانچہ اگر خریدار اسے حرام طریقے سے استعمال کرے تو پھر اس کا گناہ صرف اسی پر ہوگا، واضح رہے کہ جاندار کی تصاویر اور جاندار کی تصاویر پر مشتمل ویڈیوز کو ڈاؤن لوڈ کرنا اور اسے دیکھنا شرعًا جائز نہیں۔ بقیہ شرائط وہی ہے جسے ماقبل (جواب نمبر: ۷) میں بیان کر دیا گیا ہے۔

فتاویٰ شامی میں ہے:

شرعا: (مبادلة شيء مرغوب فيه بمثله) خرج غير المرغوب كتراب وميتة ودم على وجه مفيد. (قوله: مرغوب فيه) أي ما من شأنه أن ترغب إليه النفس وهو المال؛ ولذا احترز به الشارح عن التراب والميتة والدم فإنها ليست بمال، فرجع إلى قول الكنز والملتقى: مبادلة المال بالمال؛ ولذا فسر الشارح كلام الملتقى في شرحه بقوله: أي تمليك شيء مرغوب فيه بشيء مرغوب فيه، فقد تساوى التعريفان فافهم، نعم زاد في الكنز بالتراضي. (كتاب البيوع، ۴/ ۵۰۲، ط: دار الفكر، بيروت)

(د) درخت پر موجود وغیر موجود پھلوں کی بیع کرنا:

صورت مسئولہ میں اگر کافی حد تک پھل ظاہر ہو چکے ہوں اور کچھ باقی ہوں اور ایسی صورت میں موجود اور غیر موجود سب پھلوں کی اس طرح بیع کی جائے کہ اصلاً تو موجود پھلوں کی بیع مقصود ہو مگر بیع میں غیر موجود پھلوں کو بھی داخل کر لیا جائے، اس صورت کا حکم یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے اس طرح بیع کرنا جائز ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم العالی نے اس پر بڑی اچھی تفصیلی گفتگو فرمائی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

بیع الثمرۃ قبل بدو الصلاح کی تین صورتیں ممکن ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ بیع میں یہ شرط لگائی جائے کہ مشتری پھل کو فوراً کاٹ لے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ یہ شرط لگائی جائے کہ بیع کے بعد پھل پکنے تک درخت پر لگا رہے گا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ ان میں سے کوئی شرط نہ لگائی جائے۔

امام ابن ابی لیلی اور سفیان ثوری رحمہ اللہ کے نزدیک تینوں صورتیں نا جائز ہیں، کیونکہ حدیث میں مطلقا ممانعت ہے، جبکہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ پہلی صورت کے جواز اور دوسری صورت کے عدم جواز پر اتفاق کرتے ہیں، تیسری صورت میں اختلاف ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ صورت بھی نا جائز ہے، احناف کے نزدیک یہ صورت جائز ہے، لیکن مشتری پر لازم ہوگا کہ فوراً پھل کاٹ لے الا یہ کہ بائع اپنے طور پر پھل کو درختوں پر چھوڑنے کی اجازت دے دے۔

خلاصہ یہ ہے کہ پھل لگنے سے پہلے باغات فروخت کرنا کسی حال میں جائز نہیں، چاہے لوگوں میں اس کا تعامل ہو چکا ہو یا نہ ہو، البتہ اگر بعض پھل ظاہر ہو چکے ہو اور بعض ظاہر ہونا باقی ہو، تو ایسی صورت میں درخت پر چھوڑنے کی شرط کے بغیر فروخت کرے اس میں مشائخ احناف میں اختلاف ہے، ظاہر مذہب عدم جواز کا ہے، لیکن شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ نے فرمایا اگر اکثر پھل ظاہر ہو چکے ہوں تو تبعاً سب کی بیع جائز ہوگی۔ چنانچہ خاتمۃ المحققین علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں عموم بلوی کی وجہ سے اس کو بیع سلم کے ساتھ لاحق کر کے جائز قرار دینا مناسب ہے، البتہ بعض فقہاء نے پہلی صورت یعنی پھل لگنے سے پہلے باغ فروخت کرنے کو ضرورت اور عموم بلوی کی وجہ سے جائز قرار دینے کی کوشش کی ہے، تاہم مولانا دامت برکاتہم فرماتے ہیں: اس کو جائز قرار دینے کی گنجائش معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ اس کی ایسی ضرورت متحقق نہیں ہوئی جتنی کہ دوسری صورت کی ہوئی، دوسری بات یہ ہے کہ کسی حرام کو حلال قرار دینے کے لیے مطلقاً ضرورت کا تحقق کافی نہیں؛ بلکہ کسی اصل شرعی کے تحت اس کا داخل ہونا ضروری ہے، اصل شرعی بعض پھل کے ظاہر ہونے کی صورت میں یہ ہے کہ جو پھل ظاہر ہو چکا ہے اس میں اصلا بیع منعقد ہوگی اور جو معدوم ہے ان میں تبعا، پہلی صورت میں چونکہ سب معدوم ہے اور بیع معدوم حرام ہے، لہذا پھل لگنے سے پہلے باغ فروخت کرنا حرام ہے۔

(هذا ملخص ما في تكملة فتح الملهم: كتاب البيوع، باب النهي عن بيع الثمار قبل بدو الصلاح بغير

شرط القطع، ٧/٣٧٠-٣٧٩، ط: اشرفية، ديوبند)

بہرحال سوال نامہ میں ذکر کردہ صورت میں پھلوں کی بیع کرنا جائز ہونا چاہئے۔

(ہ) دوکان دار کا موجود وغیر موجود اشیاء کا بیچنا:

صورت مسئولہ میں جو سامان اس کے پاس موجود ہے اسے تو بیچ سکتا ہے، لیکن جو سامان موجود نہیں ہے اس کا بیچنا حدیث حکیم بن حزام کی وجہ سے ممنوع ہے؛ البتہ اگر دوکان داریوں نہیں کہتا کہ میں نے یہ چیز بیچ دی، بلکہ کسی اور دوکان سے مطلوبہ چیز لاکر پھر گاہک سے سودا کرتا ہے، پہلے سے سودا نہیں کرتا، جیسا کہ آج کل رائج ہے تو یہ صورت بلا قباحت جائز ہے؛ اس لیے کہ اس میں دوکان دار دوسرے دوکان دار سے مطلوبہ چیز خرید کر پھر بیچ رہا ہے یا بائع اس شخص یا کمپنی سے جس کے پاس مطلوبہ سامان ہے، پہلے سے معاملہ کرلیتا ہے کہ میں آپ کا سامان بیچوں گا اس میں میرا اتنا کمیشن ہے تو یہ صورت بھی جائز ہے، دلائل ماقبل میں گزر چکے۔

خلاصہ

١- بیع معدوم یعنی ایسی چیز بیچنا جو حقیقت میں موجود نہ ہو یا مجلسِ عقد سے غائب ہو اور ذمہ میں شمار کیا گیا ہو۔ بیع معدوم کی دو قسمیں ہیں: ٢- معدوم حقیقی، ٢- معدوم حکمی، اور بعض حنفیہ کے نزدیک ایک اور قسم معدوم عرف حقیقی بھی ہے۔

٢- بیع معدوم کے جائز و ناجائز ہونے کے بارے میں علماء کی دو رائے ہیں:

(١) ائمہ اربعہ کے نزدیک بیع معدوم باطل ہے۔ (٢) متاخرین حنابلہ میں سے ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم جوزی کے نزدیک جائز ہے۔ اور قول راجح پہلا ہے۔

٣- بیع معدوم کی ممانعت کی علت وحکمت: ١- غرر کا احتمال، ٢- ربح مالم یضمن کا احتمال، ٣- ربا النسیہ کا احتمال۔

٤- بیع معدوم کو استصناع پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔

٥-٦ قبل القبض آگے بیچنے کا یہ طریقۂ کار جائز نہیں ہے۔

٧- چند شرائط کے ساتھ گنجائش دی جاسکتی ہے۔

٨- ١- وعدۂ بیع، ٢- وکالت، اور ٣- بروکری، دلالی۔

٩- (الف): اگر زمین بلڈرس کی ہے تو فلیٹ کا نقشہ بتا کر مکان کی خرید وفروخت درست ہے، اور اگر بلڈرس کے پاس زمین نہیں ہے تو معاملہ مبہم ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔

(ب): شرعاً ایسا معاملہ کرنا فاسد ہے۔

(ج): جائز ہے، بشرطیکہ جاندار کی تصاویر اور ویڈیوز نہ ہو۔

(د): درست ہے۔

(ہ): موجود اشیاء کی درست ہے، غیر موجود اشیاء کی درست نہیں ہے، البتہ جواز کے لئے ماقبل میں بیان کردہ صورتیں اختیار کی جاسکتی ہے۔

بیع معدوم سے متعلق شرعی احکام

محمد جنید عالم ندوی قاسمی
صدر مفتی دارالافتاء پھلواری شریف، پٹنہ

مجلس تحقیقاتِ شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کی طرف سے چھٹے سیمینار میں زیر بحث آنے والے تین موضوعات میں سے ایک اہم موضوع ''بیع معدوم سے متعلق شرعی احکام'' ہے، اس موضوع کا پہلا سوال یہ ہے:

۱۔فقہاء کے نزدیک بیع معدوم کا مفہوم کیا ہے؟ نیز اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

بیع معدوم کا مفہوم سمجھنے سے پہلے معدوم کی لغوی اور اصطلاحی تعریف پیش خدمت ہے۔

معدوم کی لغوی تعریف

معدوم، عَدِمَ یَعْدَمُ باب سمع یسمع کا اسم مفعول ہے۔اس کا معنی ہے کسی چیز کا ختم ہوجانا، ضائع ہونا، عَدِمَ الْمَالُ اس وقت بولتے ہیں جب کہ مال نہ رہے، گم ہوجائے، ضائع ہوجائے اور کوئی شخص مفلس وکنگال ہوجائے، القاموس الوحید میں ہے: عَدِمَ الْمَالُ ــ عَدَمًا و عُدْمًا: کسی کے پاس مال نہ رہنا، گم ہونا، ضائع ہونا، مفلس ہونا، عَدِمَ الشَّیْئَ. کسی چیز سے تہی دست ہونا، گم کرنا، کہتے ہیں: عَدِمْتُ کُلَّ مَا کَسَبْتُ میں نے جو کمایا وہ کھودیا، کہتے ہیں: مَایَعْدَمُنی ھٰذا الأمْرُ یہ معاملہ مجھ سے الگ نہیں ہوتا۔(القاموس الوحید:۱۰۵۶) تو گویا کہ معدوم کا لغوی معنی ہوا: غیر موجود، گم شدہ۔

معدوم کی اصطلاحی تعریف

اصطلاح شرع میں معدوم سے مراد وہ چیز ہے جس کا خارج میں کوئی وجود نہ ہو، جیسے ''مضامین''، یعنی وہ بچہ جو نر کے صلب میں ہو، یا ''ملاقیح''، یعنی وہ بچہ جو مادہ کے پیٹ میں ہو، اسی طرح ہر وہ چیز جو ابھی تک وجود میں نہیں آئی ہے، مثلاً پھل یا فصل وغیرہ وجود میں آنے سے قبل معدوم ہیں، یا حمل کے حمل کی بیع۔

درمختار میں ہے:

بطل بیع ما لیس بمال...والمعدوم کبیع حق التعلی..والمضامین ما فی ظھور الآباء من المنی والملاقیح جمع ملقوحۃ: ما فی البطن من الجنین.(الدر المختار علی ھامش رد المحتار، باب بیع

الفاسد:۷/۲۳۵_۲۳۸)

فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب مدظلہ العالی اپنی معروف ومشہور کتاب ''قاموس الفقہ'' میں رقم طراز ہیں:

معدوم سے ایسی چیز مراد ہے جو عالم واقعہ میں موجود نہ ہو، جیسے ''مضامین'' اور ''ملاقیح''، مضامین سے مراد وہ بچہ ہے جو نر کے صلب میں ہو اور ملاقیح سے مراد وہ بچہ ہے جو مادہ کے صلب میں ہو''۔ (قاموس الفقہ: ۵/۱۲۹)

معدوم کی ایک تعریف یوں بھی کی جاسکتی ہے:

معدوم وہ شے ہے جس کا وجود خارج میں ہو لیکن وہ نگاہ سے اوجھل اور غائب ہو، جیسے وہ تمام چیزیں جن کی جڑیں زمین کے اندر ہوتی ہیں جیسے گاجر، مولی اور پیاز وغیرہ۔

درمختار میں ہے:

ومنه بيع ماأصله غائب كجزر و فجل. (درمختار)و فی رد المحتار قوله:(ومنه)أی من بيع المعدوم.(رد المحتار، باب البيع الفاسد:۷/۲۳۷)

تو اب معدوم کی تعریف اس طرح کی جاسکتی ہے کہ معدوم وہ شے ہے جس کا وجود خارج میں نہ ہو، یا خارج میں ہو لیکن وہ مجلس سے غائب ہو۔

معدوم کی قسمیں

اس طرح معدوم کی دو قسمیں ہوتی ہیں (۱) معدوم حقیقی (۲) معدوم حکمی۔

معدوم حقیقی یہ ہے کہ اس کا کوئی وجود نہ ہو نہ خارج میں اور نہ ہی ذہن میں اور معدوم حکمی یہ ہے کہ انتفاع ممکن نہ ہونے کی وجہ سے شریعت نے اس پر معدوم کا حکم لگایا ہو۔

بیع معدوم کا مفہوم

معدوم کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کے بعد بیع معدوم کا مفہوم واضح ہو گیا کہ ایسی چیز کی بیع مراد ہے جو ابھی وجود میں نہیں ہے، جیسا کہ پھلوں اور فصلوں کی بیع ان کے وجود میں آنے سے پہلے یا مضامین اور ملاقیح کی بیع یعنی نر یا مادہ کے صلب میں رہنے والے بچے کی بیع، یا حمل کے حمل کی بیع یا تعمیر سے پہلے مکان کی بیع یہ سب بیع معدوم کی مثالیں ہیں۔

بدائع الصنائع میں ہے:

ان قال بعت ولد ولد هذه الناقة وكذا بيع الحمل لانه ان باع الولد فهو بيع المعدوم.....وكذا بيع الثمر والزرع قبل ظهوره لانهما معدوم.(بدائع الصنائع:۶/۴۸۱)

۲۔دوسرا سوال یہ ہے کہ بیع معدوم کے سلسلہ میں فقہاء کی آراء اور ان کے دلائل کیا ہیں؟اس سلسلہ میں راجح مسلک کیا ہے؟

بیع معدوم کے سلسلے میں فقہاء کے اقوال:

معدوم کی بیع جائز ہے یا نہیں؟اس سلسلہ میں بنیادی طور پر فقہاء کی دو رائیں ملتی ہیں:

پہلی رائے:

ایک رائے جمہور فقہاء خصوصا حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کی ہے کہ معدوم کی بیع جائز نہیں ہے، ان حضرات کے نزدیک بیع کی صحت کے لیے مبیع کا موجود ہونا ضروری ہے امام احمد بن حنبل کی رائے کے سلسلہ میں عبارتیں مختلف نظر آتی ہیں بعض کتابوں کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک صحتِ بیع کے لئے مبیع کا موجود ہونا شرط نہیں ہے، لہذا معدوم کی بیع میں اگر غرر نہ ہو تو جائز ہے لیکن حنابلہ کی کتابوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی معدوم کی بیع جائز نہیں ہے۔

الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے:

وذهب الفقهاء الى عدم صحة بيع المعدوم وانه لا ينعقد بيع المعدوم وما له خطر العدم واشترط الفقهاء أن يكون المعقود عليه موجودا حين العقد. (الموسوعة الفقهيه، ماده معدوم: ۳۸/۲۰۱)

فقہ حنفی کی معروف ومشہور کتاب ''بدائع الصنائع'' میں ہے:

وأما الذى يرجع الى المعقود عليه فأنواع: منها: أن يكون موجودا فلا ينعقد بيع المعدوم. (بدائع الصنائع، كتاب البيوع، فصل فيما يرجع الى المعقود عليه: ۶/۴۸۱، نیز دیکھئے الدر المختار على هامش رد المحتار باب بيع الفاسد: ۷/۲۳۵۔۲۳۶)

فقہ شافعی کی کتاب ''المہذب'' میں ہے:

ولا يجوز بيع المعدوم كالثمرة التى لم تخلق. (المهذب فى الفقه الشافعى، باب مانهى عنه من بيع الغرر وغيره: ۲/۱۷۰)

فقہ مالکی کی کتاب ''الکافی فی فقہ اہل المدینۃ المالکی'' میں ہے:

ولا يجوز بيع لحم الشاة وهى حية ولا بيع بعض لحمها، لانه مغيب لا يرى ما هو وكذلك بيع ما يخرج من زيت الزيتون وما كان مثله. (الكافى فى فقه أهل المدينه المالكى، باب بيع الغائب: ۴۰۰)

فقہ حنبلی کی شہرۂ آفاق کتاب ''المغنی لابن قدامہ'' میں ہے:

وجملة ذلك أنه اذا باع ثمرة شيء من هذه البقول لم يجز الا بيع الموجود منها دون المعدوم. (المغنى لابن قدامه: ۶/۱۶۰)

دوسری رائے:

دوسری رائے علامہ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد رشید علامہ ابن القیم کی ہے، ان حضرات کے نزدیک مبیع کا موجود ہونا صحت بیع کے لئے شرط نہیں ہے، معدوم کی بیع بھی جائز ہے جبکہ صحت بیع کی شرطیں پائی جائیں، خاص طور سے اس میں غرر نہ ہو۔

پہلی رائے کے دلائل:

جمہور فقہاء خصوصا ائمہ اربعہ جو بیع معدوم کے عدم جواز کے قائل ہیں ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ بیع معدوم میں اصل شیء اپنے پاس موجود نہیں ہوتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس غیر موجود کی بیع سے منع فرمایا چنانچہ ابوداؤد شریف میں حکیم بن حزام کی روایت ہے کہ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میرے پاس کوئی شخص آکر ایسی چیز خریدنا چاہتا ہے جو میرے پاس نہیں ہوتی ہے تو کیا میں اس چیز کو اس سے فروخت کردوں اور بازار سے لاکر دے دوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چیز تمہارے پاس نہ ہو اس کو فروخت نہ کرو۔

عن حكيم بن حزام رضى اللّٰه عنه قال يا رسول اللّٰه! يأتيني الرجل فيريد مني البيع ليس عندي أفأبتاعه له من السوق؟ فقال: لا تبع ما ليس عندك. (سنن أبي داؤد، كتاب البيوع، باب في الرجل يبيع ما ليس عنده: ۴۹۵/۲)

حکیم ابن حزام کی اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت کے ساتھ ایسی چیز فروخت کرنے سے منع فرمادیا جو اپنے پاس نہ ہو۔

اسی طرح نسائی شریف میں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے روایت موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس غیر موجود شیء کی بیع سے منع فرمایا۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يحل سلف و بيع و لا شرطان في بيع و لا بيع ما ليس عندك. (نسائي شريف، كتاب البيوع، باب بيع ما ليس عند البائع: ۱۹۶/۲)

مذکورہ دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ معدوم کی بیع جائز نہیں ہے۔

۲۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ جس بیع میں دھوکہ ہو شرعا ممنوع اور حرام ہے، اسی وجہ سے کنکڑی پھینک کر بیع کرنے سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکڑی پھینک کر بیع کرنے اور دھوکہ کی بیع سے منع فرمایا:

عن أبي هريرة قال: نهى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن بيع الحصاة و عن بيع الغرر. (مسلم

شریف، کتاب البیوع، باب بطلان بیع الحصاد و البیع الذی فیه غرر: ۲/۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس بیع میں دھوکہ ہو یا اس کا انجام معلوم نہ ہو وہ جائز نہیں ہے اور بیع معدوم میں دھوکہ بھی ہے اور اس کا انجام بھی معلوم نہیں ہی لہٰذا معدوم شیء کی بیع جائز نہیں ہوگی۔

۳۔صحت بیع کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ فروخت کرنے والا مبیع کا مالک ہو، جو شخص کسی چیز کا مالک نہ ہو اس کو وہ فروخت نہیں کرسکتا ہے، چوں کہ فروخت کرنے والا ابھی شیء معدوم کا مالک ہی نہیں ہے، لہذا اس کی بیع صحیح نہیں ہوگی۔

البحر الرائق میں ہے:

و أما شرائط المعقود علیه فان یکون موجودا مالا متقوما مملوکا فی نفسه و أن یکون ملک البائع فیما یبیعه لنفسه..فلم ینعقد بیع المعدوم الخ. (البحر الرائق کتاب البیع: ۴۳۳/۵)

۴۔بیع معدوم کے ممنوع ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ عقد کے وقت فروخت کرنے والا مبیع کو خریدار کے حوالہ کرنے پر قادر نہیں ہے، جبکہ صحت بیع کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مبیع مقدور التسلیم ہو، یعنی اس کی حوالگی پر بائع قادر ہو۔

بدائع الصنائع میں ہے:

و منها أن یکون مقدور التسلیم عند العقد، فان کان معجوز التسلیم عنده لا ینعقد، و ان کان مملوکا له. (بدائع الصنائع: کتاب البیوع: ۵۰۵/۶)

اسی شرط کی بنیاد پر فقہاء نے یہ صراحت کی ہے کہ ہوا میں اڑتے ہوئے پرندے کو، بڑے تالاب میں موجود مچھلیوں کو، بھاگے ہوئے غلام کو، بدکتے ہوئے اونٹ اور گھوڑے کو اور غاصب کے قبضہ میں غصب شدہ مال کو فروخت کرنا صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ ان تمام صورتوں میں بائع مبیع کو مشتری کے حوالے کرنے پر قادر نہیں ہے۔

دوسری رائے کے دلائل:

علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن القیم جو بیع معدوم کے جواز کے قائل ہیں ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔قرآن وحدیث یا کسی صحابی کے قول میں یہ نہیں ملتا ہے کہ معدوم کی بیع ناجائز ہے، بلکہ بعض ایسی چیزوں کی بیع سے منع کیا گیا ہے جو معدوم ہوتی ہیں، اسی طرح بعض ایسی چیزوں کی بیع سے بھی منع کیا گیا ہے جو موجود ہوتی ہیں، تو ممانعت کی اصل علت نہ تو معدوم ہونا ہے اور نہ ہی موجود ہونا، بلکہ اصل علت غرر (دھوکہ) ہے، خواہ مبیع موجود ہو یا معدوم۔

غرر یہ ہے کہ جس چیز کی بیع ہو رہی ہے اس کے حصول اور عدم حصول دونوں کا امکان ہو، جس کی وجہ سے اس

کی حوالگی پر قدرت نہ ہو، جیسے بھاگے ہوئے غلام یا بدکے ہوئے اونٹ یا اس جیسی دوسری چیزوں کی بیع ہے جن کے متعلق حصول اور عدم حصول دونوں کا امکان ہے، اور یہ مقامرہ (جوا) اور مخاطرہ ہے جس کی ممانعت نصوص میں موجود ہے۔ اسی طرح معدوم کی بیع میں غرر ہے کیونکہ جو چیز معدوم ہو اس کے حصول اور عدم حصول دونوں کا امکان ہوگا، جیسا کہ کسی جانور کے حمل یا کسی باغیچہ کے پھلوں کی فروختگی ہے کہ ان کے حصول اور عدم حصول دونوں کا امکان رہتا ہے جس کی وجہ سے ان کی حوالگی پر قدرت نہیں ہوگی، جبکہ بیع کا تقاضا یہ ہے کہ مبیع خریدار کے حوالے کی جائی، لہذا معدوم کی بیع غرر کی وجہ سے ممنوع ہوگی نہ کہ معدوم ہونے کی وجہ سے۔

۲۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ شریعت نے بعض معدوم کی بیع کو جائز قرار دیا ہے جیسا کہ بدوصلاح کے بعد پھلوں کی بیع کو کمال صلاح تک صحیح روایات میں جائز قرار دیا گیا ہے، ظاہر سی بات ہے کہ بدوصلاح کے بعد کمال صلاح تک جو اضافہ ہوا اس کی بیع بھی اس میں شامل ہے جو معدوم ہی، اسی طرح غلے میں ٹھوس پن آجانے کے بعد اس کی بیع جائز ہے جبکہ اس کے بعد جو اضافہ ہوگا وہ معدوم ہی، اسی طرح کسی درخت کے کچھ پھل آگئے ہوں اور کچھ نہ آئے ہوں تو موجود اور ان کے ساتھ غیر موجود دونوں پھلوں کو فروخت کرنا صحیح ہے جبکہ جو پھل ابھی تک نہیں آئے ہیں ان کی بیع غیر موجود کی بیع ہے۔

(مجموعة الفتاوی لابن تیمیه: ۲۰/۲۹۶)

قول راجح اور وجہ ترجیح:

راجح قول جمہور کا معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ

(۱) بیع معدوم میں اصل شیء موجود نہیں ہوتی ہے جس کی ممانعت نصوص میں موجود ہے۔

(۲) بیع معدوم میں غرر فاحش ہے اور غرر (دھوکہ) کی بیع سے ممانعت آئی ہے۔

(۳) اس میں جہالت بھی ہے جو مفضی الی النزاع ہے اور جس بیع میں ایسی جہالت ہو جو باعث نزاع ہو وہ ممنوع ہے۔

(۴) دوسری رائے کے قائلین کا بدوصلاح کے بعد بیع کے صحیح ہونے یا کچھ پھلوں کے آجانے کے بعد غیر موجود پھلوں کی بیع سے بیع معدوم کی صحت پر استدلال درست نہیں ہے، اس لیے کہ ان صورتوں میں جو معدوم ہے وہ موجود کے تابع ہے اور اوپر یہ گزر چکا ہے کہ صحت بیع کے لیے بیع کا مال ہونا یا مال سے تعلق رکھنا ضروری ہے جیسا کہ حق تعلّی میں ہوتا ہی اور جس معدوم کی بیع زیر بحث ہے اس میں مبیع نہ تو مال ہے اور نہ ہی مال سے اس کا تعلق ہے۔

(۵) یہ صحیح ہے کہ کتاب وسنت یا کسی صحابی کے اثر میں صراحۃً بیع معدوم کی ممانعت نہیں آئی ہے، لیکن بیع معدوم

کی جوصورت ہے اس میں تو ممانعت کی کئی علتیں پائی جارہی ہیں، مثلاً غرر فاحش، جہالت جو باعث نزاع ہے، مبیع کا غیر مقدور التسلیم ہونا، اور مبیع کا اپنے پاس موجود نہ ہونا اس لیے یہی کہا جائے گا کہ شیء کا معدوم ہونا ہی بیع کی ممانعت کے لیے کافی ہے۔

۳۔ بیع معدوم سے ممانعت کی علت اور حکمت کیا ہے؟ مبیع کا موجود نہ ہونا؟ یا غرر کا پایا جانا؟ یا کوئی اور وجہ؟

بیع معدوم کی ممانعت کی علت وحکمت؟

بیع معدوم کی ممانعت کی علت وحکمت درج ذیل ہے:

مبیع کا غیر موجود ہونا، غرر کا پایا جانا، ایسی جہالت کا ہونا جو نزاع کا باعث ہو، عقد کے وقت مبیع کا مالک نہ ہونا، مبیع کا غیر مقدور التسلیم ہونا لیکن اگر مذکورہ تمام علتوں کی تہہ تک پہنچ کر ان کی حقیقت پر غور کریں تو سب میں غرر والی علت کارفرما نظر آتی ہے، سب میں قدرے مشترک غرر کا عنصر پایا جاتا ہی، اس لیے اگر سب کو سمیٹ کر یہ کہا جائے کہ بیع معدوم سے ممانعت کی اصل علت غرر ہے تو کہنا بجا ہوگا۔

غرر کی دو قسمیں ہیں: غرر فاحش (بہت زیادہ دھوکہ) غرر حقیر (معمولی دھوکہ) اگر غرر فاحش ہو تو بالاتفاق بیع ناجائز اور ممنوع ہوگی اور اگر معمولی غرر ہو نیز ضرورت اس کا تقاضا کرے اور اس غرر سے بچنا مشکل ہو تو اس غرر کا اعتبار نہیں ہوگا اس کی بیع جائز ہوگی۔ چونکہ بیع معدوم میں عموماً غرر فاحش ہوتا ہے اس لیے عام حالات میں اس کے ناجائز اور ممنوع ہونے کا فتوی دیا جائے گا۔ البتہ اگر کسی ذریعے سے غرر بالکلیہ ختم ہوجائے یا معمولی غرر ہو جس سے بچنا مشکل ہو اور ضرورت اس کی داعی بھی ہو تو اس بیع کی اجازت ہوگی، جیسا کہ بیع سلم اور بیع استصناع کو مبیع کے غیر موجود ہونے کے باوجود غرر کے بالکلیہ ختم ہوجانے یا معمولی غرر رہنے کی وجہ سے ضرورت کی بنیاد پر جائز قرار دیا گیا ہے۔

امام نووی نے حدیث رسول (نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الغرر) کے تحت بہت اچھی اور تفصیلی بحث کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

بیع غرر کی ممانعت کتاب البیوع کے اصول میں سے ایک بڑی اصل ہے جس کے تحت بہت سے مسائل آتے ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے، مثلاً بھاگے ہوئے غلام، معدوم، مجہول، غیر مقدور التسلیم اور غیر مملوک کی بیع ہے، بہت زیادہ پانی میں مچھلی اور تھن میں دودھ کی بیع، پیٹ کے حمل کی بیع، مبہم طور پر ڈھیر کے کچھ حصہ کی بیع، غیر متعین طور پر کپڑوں میں سے کسی ایک کپڑے یا بکریوں میں سے کسی ایک بکری کی بیع ہی، اسی طرح ملامسہ، منابذہ اور حمل کے حمل کی بیع ہے کہ ان تمام صورتوں میں غرر بھی ہے، اور ان کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے، اس لیے ان تمام صورتوں میں بیع باطل ہوگی۔

کبھی کسی چیز میں غرر ہوتا ہے لیکن کسی دوسرے کے تابع قرار دے کر ضرورت کی بنیاد پر اس کی بیع کو جائز قرار دیا جاتا ہے، جیسا کہ گھر کی بنیاد کی بیع گھر کے تابع قرار دیکر درست ہے، جب کہ گھر کی بنیاد کا صحیح علم نہیں ہوتا ہے، اس میں غرر ہے، کیونکہ اس کا دیکھنا ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح حاملہ بکری کی بیع اس کے حمل اور تھن میں دودھ کے ساتھ درست ہے، جبکہ حمل اور دودھ میں غرر ہے، اس لیے کہ وہ دونوں بکری کے تابع ہیں۔ اسی طرح جن چیزوں میں معمولی غرر ہو ان کی بیع کے جواز پر مسلمانوں کا اتفاق ہے، مثلاً اس جبہ کی بیع کے جواز پر اتفاق ہے جس میں روئی بھری گئی ہو جبکہ صرف بھری ہوئی روئی کی بیع درست نہیں ہی۔ اسی طرح کوئی مکان یا جانور یا کوئی کپڑا ایک ماہ کے لیے کرایہ پر لینا درست ہے جبکہ عربی مہینہ تیس دن کا بھی ہوتا ہے اور انتیس دن کا بھی۔ اسی طرح اجرت دے کر غسل خانہ میں داخل ہونا اور غسل کرنا درست ہے جبکہ پانی کے استعمال میں مقدار معلوم و متعین نہیں ہے۔ ان تمام صورتوں میں غرر معمولی ہے جس سے بچنا مشکل ہے اور ضرورت بھی اس کی متقاضی ہے، لہذا یہ صورتیں جائز و درست ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر معدوم شیء کی بیع میں کوئی ایسی شکل اختیار کی جائے جس میں غرر معمولی ہو جس سے بچنا مشکل ہو اور ضرورت بھی اس کی متقاضی ہو نیز اس میں ایسی جہالت بھی باقی نہ رہے جو نزاع کا باعث ہو تو اس بیع کی اجازت ہوگی جیسا کہ بیع سلم اور عقد استصناع میں معدوم شئی کی بیع بالاتفاق جائز و درست ہے۔

۴۔ چوتھا سوال یہ ہے کہ کیا بیع معدوم کو عقد استصناع پر قیاس کیا جا سکتا ہے؟ اگر کیا جا سکتا ہے تو کہاں کہاں کیا جا سکتا ہے؟ اسکی شرطیں کیا ہیں؟

بیع معدوم کا قیاس عقد استصناع پر

چونکہ عقد استصناع اور بیع سلم دونوں میں مبیع معدوم ہوتی ہے اور ان دونوں عقدوں کے جواز پر امت کا اتفاق ہے، اس لئے مذکورہ سوال کے جواب سے پہلے میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ عقد استصناع اور بیع سلم دونوں کی حقیقت اور دونوں کے صحیح ہونے کی شرطوں کو ذکر کر دوں، تاکہ معدوم کی بیع کو سمجھنا آسان ہو جائے۔

عقد استصناع کی حقیقت

کسی شخص کا اپنی پسند اور ضرورت کے مطابق سامان تیار کرنے والے کو اس کے اپنے میٹیریل سے متعینہ قیمت پر مخصوص طریقہ سے سامان تیار کرنے کا آرڈر دینا اور سامان تیار کرنے والے کا اس کو قبول کر لینا عقد استصناع کہلاتا ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے:

أما صورة الاستصناع فهي أن يقول انسان لصانع من خفاف أو صفار أو غيرهما: اعمل لي خفا أو آنية

من أديم أو نحاس من عندک بثمن کذا ويبين نوع ما يعمل وقدره وصفته فيقول الصانع نعم. (بدائع الصنائع، کتاب الاستصناع: ۹۵/۶)

علامہ ابن عابدین شامی نے استصناع کی شرعی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

وأما شرعا فهو طلب العمل منه في شيء خاص على وجه مخصوص. (رد المحتار، کتاب البيوع، مطلب في الاستصناع: ۴۷۴/۷)

عقد استصناع کی شرطیں

عقد استصناع کے صحیح ہونے کی درج ذیل شرطیں ہیں:

۱۔ عقد استصناع کے صحیح ہونے کی شرطوں میں سے ایک اہم شرط یہ ہے کہ جس چیز کا آڈر دیا جارہا ہے اس کا جنس، نوع، مقدار اور اس کی صفت اس طرح بیان کردی جائے کہ کوئی ابہام باقی نہ رہے تاکہ نزاع کا باعث نہ ہو۔

بدائع الصنائع میں ہے:

وأما شرائط جوازه: فمنها: بيان جنس المصنوع نوعه وقدره وصفته لأنه لا يصير معلوما بدونه. (بدائع الصنائع، کتاب الاستصناع، فصل في شرائط جوازه: ۹۷/۶)

۲۔ صحت استصناع کی دوسری شرط یہ ہے کہ جس چیز کے بنانے کا آرڈر دیا جارہا ہو وہ ان چیزوں میں سے ہو جن میں لوگوں کے درمیان استصناع کا تعامل جاری ہو؛ جیسے لوہا، پیتل، رانگا اور سیسہ کا برتن، جوتا، چپل، جانوروں کے لئے لوہے کی لگام اور ہتھیار وغیرہ، اور اگر لوگوں کے درمیان تعامل جاری نہ ہو تو استصناع جائز نہیں ہے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

ألاستصناع جائزٌ في كل ما جرى التعامل فيه كالقلنسوة، والخف والأواني المتخذة من الصفر والنحاس وما أشبه ذلک استحسانًا۔۔۔۔ أما فيما لا تعامل فيه كالاستصناع في الثياب، بأن يأمر حائكًا ليحيک له ثوبًا بغزلٍ من عند نفسه لم يجز كذا في الجامع الصغير. (الفتاوى الهنديه، کتاب البيوع: ۱۹۵/۳)

۳۔ تیسری شرط یہ ہے کہ میٹیریل سامان تیار کرنے والے کی طرف سے ہو، اگر میٹیریل آڈر دینے والے کی طرف سے ہو تو یہ اجارہ ہوگا استصناع نہیں ہوگا۔

بدائع الصنائع میں ہے:

فان سلّم إلى حدادٍ حديدًا ليعمل له اناءً معلومًا بأجرٍ معلومٍ، أو جلدًا الى خفاف ليعملَ له خُفًّا معلومًا بأجرٍ معلومٍ، فذلک جائزٌ ولا خيار فيه؛ لأن هذا ليس باستصناع، بل هو استِئجارٌ. (بدائع

الصنائع، فصل فی صفة الاستصناع: ۱۰۰/۶)

۴۔صحتِ استصناع کی چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ چیز قابلِ صنعت ہو، لہذا جانور، پھلوں اور سبزیوں میں استصناع درست نہیں ہے، البتہ اگر پھلوں کا جوس تیار کرنا ہو تو اس میں استصناع درست ہے، اس لیے کہ جوس تیار کرنے میں اپنی کاریگری ہے۔

المبسوط میں ہے:

والأصح أن المعقود علیه المستصنع فیه وذکر الصنعةَ لبیانِ الوصف.

۵۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ دونوں کے درمیان قیمت متعین ہو جائے تاکہ نزاع کا باعث نہ ہو۔

حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب کی شہرۂ آفاق کتاب ''فقہ البیوع'' میں ہے:

یجب أن یکون ثمن الاستصناع معلوما عند ابرام العقد. (فقه البیوع، أحکام عن الاستنصناع: ۶۰۵/۱)

مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ ہر چھوٹی بڑی اور منقول وغیر منقول چیز میں استصناع جائز ہے۔ جب آڈر لینے والا شرائط واوصاف کے مطابق سامان تیار کر دے تو آڈر دینے والے پر اس کو قبول کرنا اور متعینہ قیمت دینا لازم ہوگا۔

بیعِ سلم:

بیعِ سلم میں ثمن پہلے دے دیا جاتا ہے اور مبیع اُدھار رہتی ہے جس کی ادائیگی کی مدت متعین ہوتی ہے، بیع سلم کے صحیح ہونے کی درج ذیل شرطیں ہیں:

۱۔ بیع سلم کے صحیح ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ خریدار پورا رأس المال (ثمن) عقد سلم کی مجلس ہی میں بائع کے حوالہ کر دے، اگر ثمن کا کچھ حصہ مجلس عقد سلم کے بعد بائع کے حوالہ کرے، تو عقد سلم صحیح نہیں ہوگا۔

ولا یصح السلم حتی یقبض راس المال قبل أن یفارقه فیه، أما إذا کان من النقود فلأنه إفتراق عن دین بدین، وقد نهی النبی علیه السلام عن الکائی بالکائی، وإن کان عینا فلأن السلم أخذ عاجل بآجل؛ إذ الإسلام والإسلاف ینبئان عن التعجیل، فلا بد من قبض أحد العوضین لیتحقق معنی الإسم، ولأنه لابد من تسلیم رأس المال، لیتقلب المسلم إلیه فیه فیقدر علی التسلیم. (هدایه، باب السلم: ۱۰۱/۳)

۲۔ بیع سلم کے صحیح ہونے کی دوسری شرط یہ ہے کہ مسلم فیہ (جس مال میں سلم کا معاملہ ہو) عقد سلم سے لیکر اس کی ادائیگی تک بازار میں موجود ہو۔ اگر عقد سلم کے وقت موجود نہ ہو تو اس میں عقد سلم جائز نہیں ہے، گرچہ اس کی ادائیگی کے وقت وہ موجود ہو، البتہ یہ حنفیہ کے نزدیک ہے، اور ائمۂ ثلاثہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے

نزدیک عقد سلم کے وقت مسلم فیہ کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ اس کی ادائیگی کے وقت موجود رہنا عقد سلم کے صحیح ہونے کے لئے کافی ہے۔

۳۔۴۔تیسری شرط یہ ہے کہ مبیع معلوم ومتعین ہو،اور چوتھی شرط یہ ہے کہ مبیع کی ادائیگی کا وقت متعین ہو،اسی وجہ سے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو دیکھا کہ لوگ پھلوں میں ایک سال یا چند سالوں کے لئے بیع سلم کرتے ہیں،جس سے پھل نہ آنے کی صورت میں جھگڑا ہوتا ہے،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:''جو شخص پھلوں میں بیع سلم کرنا چاہتا ہے تو متعین کیل،متعین وزن میں متعین مدت کے لئے کرے''۔

عن ابن عباس قال:قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینة،وھم یسلفون فی الثمر السنة والسنتین والثلاثة،فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:''من أسلف فلیسلف فی کیل معلوم أو وزن معلوم إلی أجل معلوم''.(ابوداؤد شریف،باب فی السلف:۲/۴۹۰)و أن یکون المسلم فیہ مؤجلا بأجل معلوم حتی إن سلم الحال لایجوز.(الفتاوی الھندیہ،باب السلم:۳/۱۷۲)

۵۔عقد سلم کے صحیح ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ کسی متعین کھیت کے غلہ یا متعین باغ اور متعین درخت کے پھلوں میں عقد سلم نہ ہو،اگر کسی متعین باغ یا متعین درخت کے پھلوں میں عقد سلم ہو تو یہ عقد صحیح نہیں ہوگا،حتی کہ اگر کسی متعین گاؤں کے کھیت یا باغ کے غلہ اور پھلوں میں عقد سلم ہو،تو اس کو بھی فقہاء نے صحیح قرار نہیں دیا ہے،اس لئے کہ اس صورت میں یہ امکان ہے کہ کسی آفت کی وجہ سے پھل نہ آئے۔

ہدایہ میں ہے:

ولا فی طعام قریة بعینھا أو ثمرة نخلة بعینھا؛لأنہ قد یعتریہ آفة فلا یقدر علی التسلیم،وإلیہ أشار علیہ السلام حیث قال:أرأیت لو أذھب اللہ تعالی الثمر،بم یستحل أحدکم مال أخیہ۔(ھدایہ،باب السلم:۳/۱۰۰)(أو ثمرة نخلة بعینھا)أو بستان بعینہ..فھذا الحدیث یفید عدم صحة البیع،سواء کان وروده فی السلم أو فی البیع مطلقا.(شرح فتح القدیر:۷/۸۴)

وعلی ھذا إذا کان المسلم فیہ منسوبا إلی موضع معلوم:فإن کان مما یحتمل انقطاعہ بالآفة کحنطة قریة کذا بعینھا أو أرض کذا بعینھا،لایجوز السلم؛لعدم تحقق القدرة علی التسلیم،وھو غرر من غیر حاجة،فمنع صحة العقد.(الفقہ الاسلامی وادلتہ:۴/۳۶۷)

عقد استصناع اور بیع سلم میں فرق

عقد استصناع اور بیع سلم دونوں میں قدرے مشترک یہ ہے کہ دونوں میں معدوم شیء کی بیع ہوتی ہے اور ثمن متعین ہوتا ہے اور مبیع کی ایسی وضاحت کر دی جاتی ہے کہ کوئی ابہام باقی نہیں رہتا ہے،البتہ ان دونوں کے درمیان

کچھ امور میں درج ذیل فرق ہے:

۱۔ بیع سلم میں ثمن کو پیشگی ادا کر کے مجلس عقد میں بائع کا اس پر قبضہ کرنا ضروری ہے، اگر مکمل ثمن یا ثمن کا کچھ حصہ ادھار ہو تو سلم صحیح نہیں ہوتا، اس کے برخلاف عقد استصناع میں مکمل ثمن یا ثمن کا کچھ حصہ ادھار ہو سکتا ہے اور ثمن کی ادائیگی بیک وقت بھی ہو سکتی ہے اور قسطوار بھی۔

۲۔ عقد استصناع صرف ان چیزوں میں ہو سکتا ہے جن میں لوگوں کا تعامل ہو، جن میں تعامل نہ ہو ان میں عقد استصناع نہیں ہو سکتا، اس کے برخلاف عقد سلم دونوں طرح کی چیزوں میں ہو سکتا ہے۔

۳۔ عقد سلم میں ضروری ہے کہ مبیع ذوات الامثال میں سے ہو، ذوات القیم میں عقد سلم درست نہیں ہے، اس کے برخلاف عقد استصناع ہر طرح کی چیزوں میں ہو سکتا ہے، خواہ ذوات الامثال ہو یا ذوات القیم۔

۴۔ عقد سلم میں ضروری ہے کہ مبیع عقد سے لے کر ادائیگی تک بازار میں موجود ہو، اور عقد استصناع میں یہ ضروری نہیں ہے۔

۵۔ عقد سلم عقد کے وقت سے ہی لازم ہو جاتا ہے، اس میں کسی کو خیار حاصل نہیں رہتا، اس کے برخلاف عقد استصناع میں عقد کے بعد عمل سے پہلے اس کو ختم کرنے کا اختیار رہتا ہے۔

مذکورہ بالا بیان سے عقد استصناع اور بیع سلم کی حقیقت، ان دونوں کے صحیح ہونے کی شرطیں اور ان دونوں کے درمیان فرق واضح ہو گیا اور یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ مذکورہ دونوں عقدوں کو شیء کے معدوم ہونے کے باوجود ضرورۃ جائز قرار دیا گیا ہے اور اس جواز پر امت کا اتفاق ہے، لہذا ہر معدوم شیء کی بیع عقد سلم اور عقد استصناع کے تحت ان کی شرطوں کے ساتھ جائز ہو گی اور جس معدوم شیء میں عقد سلم اور عقد استصناع میں سے کسی کی بھی شرط نہ پائی جائے تو اس کی بیع صحیح نہیں ہو گی۔

۵۔۷۔ اوصاف بتا کر شیء کو متعین کر دینے کی صورت میں معدوم کی بیع الا یہ کہ شیء معدوم کے وجود میں آنے سے قبل اس کے وصف، جنس، نوع اور دیگر اوصاف کو اتنی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا جائے کہ اس میں کوئی خفا باقی نہ رہے اور فریقین کے مابین نزاع کا اندیشہ ختم ہو جائے، غرر حقیر ہو اور ضرورت اس کی متقاضی ہو تو اس کی بیع کی شرعاً گنجائش ہو گی۔

۶۔ چھٹا سوال یہ ہے کہ بسا اوقات یہ معاملہ تاجروں کے درمیان ہوتا ہے، کہ ایک تاجر دوسرے تاجر سے اس کی بیع کر دیتا ہے، اور دوسرا تاجر تیسرے شخص سے اس کی بیع کر دیتا ہے، اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے، اس طرح کی بیع جائز ہے یا ناجائز؟

قبضہ سے پہلے ایک تاجر کا دوسرے تاجر سے فروخت کرنا

کسی بھی تاجر کے لیے مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے دوسرے تاجر سے فروخت کرنا صحیح نہیں ہوگا، یہ جو لامتناہی سلسلہ چلتا ہے، شرعا اس کی اجازت نہیں ہے، اس لیے کہ ایک تو یہ کہ بیع قبل القبض ہے جس کی ممانعت نصوص صحیحہ سے ثابت ہے، دوسرے یہ کہ وہ شیء ابھی تک بائع کی ملکیت اور ضمان میں نہیں آئی ہے اور کسی شیء کے ملکیت اور ضمان میں آنے سے قبل اس کی بیع سے منع کیا گیا ہے، تیسرے یہ کہ اس میں غرر فاحش بھی ہے اور بیع غرر سے ممانعت آئی ہے، چوتھے یہ کہ یہ باعث نزاع بھی ہے، اگر مبیع خریدار اول کے پاس نہیں آئی تو وہ دوسرے خریدار سے کیا چیز فروخت کرے گا؟ پھر دونوں کے درمیان نزاع ہوگا۔

۸۔آٹھواں سوال یہ ہے کہ عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ وہ کون کون سی صورتیں ہوسکتی ہیں جن میں بیع معدوم جائز اور درست قرار دی جاسکتی ہے، چند کی نشاندہی فرمائیں۔

عقد سلم اور استصناع کے علاوہ معدوم کے جواز کی صورتیں

اجارہ بھی بیع ہی کی ایک صورت ہے، اس میں منافع کی بیع ہوتی ہے جو معدوم ہے، اور اجارہ کے جواز پر سب کا اتفاق ہی بدو صلاح کے بعد پھلوں کی بیع جائز ہے، جبکہ اس کے بعد جو پھلوں میں اضافہ ہوتا ہے وہ معدوم ہے اور اس معدوم کی بیع بھی موجود کے ساتھ ہوتی ہے، اسی طرح غلہ میں ٹھوس پن آجانے کے بعد اس کی بیع درست ہے جبکہ اس کے بعد جو اضافہ ہوتا ہے وہ معدوم ہے اور اس معدوم کی بیع موجود کے ساتھ ہوتی ہے۔

۹۔نواں سوال یہ ہے کہ بلڈرس زمین خرید کر فلیٹ کا نقشہ بناتے ہیں اور اس نقشہ کے مطابق فلیٹ بیچنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ ابھی تعمیر کا کام شروع نہیں ہوا ہے، بسا اوقات تعمیر کا کام شروع تو ہو گیا ہوتا ہے، مگر فلیٹ مکمل تیار نہیں ہوتا، ایسی صورت میں نقشہ کی بنیاد پر مکان کی خرید وفروخت کرنا کیسا ہے؟ اس صورت میں کبھی بلڈرس کے پاس زمین ہوتی ہے اور کبھی زمین بھی نہیں ہوتی ہے، کیا اس سے مذکورہ مسئلہ پر فرق پڑے گا؟

بلڈرس سے نقشہ کی بنیاد پر فلیٹ کی خریداری

عقد استصناع میں صانع (کاریگر، آرڈر لینے والا)، مستصنع (آرڈر دینے والا) مصنوع (جس چیز کے بنانے کا آرڈر دیا جائے) اور ثمن (مبیع کی قیمت) ہوتا ہے، ان چار چیزوں کے مجموعہ کا نام عقد استصناع ہے۔

اس عقد کی صحت کے لیے کچھ شرطیں بھی ہیں، جن کا ذکر میں نے اوپر کیا، شہ کی بنیاد پر بلڈرس سے فلیٹ خریدنے کی صورت میں مذکورہ چاروں باتیں پائی جاتی ہیں، بلڈرس صانع ہے، فلیٹ خریدنے والا مستصنع ہے، فلیٹ مصنوع ہے، اور طے شدہ قیمت ثمن ہے، نیز مذکورہ صورت میں صحت عقد استصناع کی شرطیں بھی پائی جاتی ہیں اس لیے کہ فلیٹ کی تعمیر قابل صنعت چیزوں میں سے ہے، میٹریل بلڈر کی طرف سے ہوتا ہے، نقشہ کے ذریعے تمام تفصیلات بیان کر دی جاتی ہیں جن کی وجہ سے فلیٹ کی پوری تعیین ہو جاتی ہے اور کسی طرح کا ابہام باقی نہیں رہتا

ہے، نیز معاملہ میں نزاع بھی نہیں ہوتا ہے، پھر یہ کہ اس طرح فلیٹ کی خریداری کے سلسلہ میں لوگوں کے درمیان تعامل بھی جاری ہے، نیز دونوں کے درمیان ثمن بھی متعین ہوجاتا ہے، لہذا مذکورہ صورت عقد استصناع میں داخل ہوکر اپنی تمام شرائط کے ساتھ خواہ مکان کی تعمیر شروع ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اور خواہ بلڈرس کے پاس زمین موجود ہو یا نہ ہو، بہر صورت جائز و درست ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی کی معروف و مشہور کتاب ''فقہ البیوع'' میں ہے:

والصورة الثانية، أن تكون الأرض ملكا للصانع ويطلب منه المستصنع أن يبنى عليها بيتا أو مكتبا أو دكانا، ومنه ما جرى به العمل من أن صاحب الأرض الخالية يعمل خطة لبناء كبير يحتوى على شقق سكنية أو مكاتب أو محلات ثم يدعو الناس للاكتتاب فيدفعون اليه مبالغ، ثم يسلم اليهم الشقق بعد اكتمال فهو مخرج على الاستصناع، فالمكتتبون يعقدون مع صاحب الأرض استصناع الشقة أو المكتب أو محل تجارى بمواصفات معلومة حسب التصميم، فيجوز ذالک بشروط الاستصناع.

(فقه البيوع، الاستصناع فى البنايات: ۱/۶۰۴)

۹۔ب۔سوال یہ ہے کہ مالک زمین اور بلڈر کے درمیان یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ بلڈر اس زمین پر فلیٹ بنائے گا جس میں مالک کو چند فلیٹ یا اس کی قیمت دی جائے گی اور باقی بلڈر کا ہوگا، کیا یہ صورت درست ہے؟

مالک زمین اور بلڈر کے درمیان کچھ فلیٹ یا ان کی قیمت پر معاہدہ اس کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔مٹیریل بھی مالک زمین کی طرف سے ہو، یہ صورت عقد اجارہ کے تحت آئے گی اور اس پر عقد اجارہ کے احکام جاری ہوں گے، اس پر عقد استصناع کا اطلاق نہیں ہوگا۔

۲۔دوسری صورت یہ ہے کہ مٹیریل بلڈر کی طرف سے ہو نہ کہ مالک زمین کی طرف سے یہ عقد استصناع کی صورت ہوئی، صحت عقد استصناع کی شرطوں کے ساتھ اس طرح کا معاملہ شرعاً جائز ہوگا۔

فقہ البیوع میں ہے:

وقد تعورف فى زماننا الاستصناع فى البنايات، وله صورتان: الصورة الاولى۔أن تكون الأرض ملكا للمستصنع ويطلب مالک الارض من المقاول أن يبنى عليها عمارة حسب تصميم معين، كانت المقاولة لعمل البناء فقط والمواد كلها من قبل صاحب الأرض فالعقد ليس استصناعا، وانما هو اجارة تنطبق عليها أحكام اجارة الأشخاص وأما اذا كانت المقاولة تشمل عمل البناء مع توفير المواد من قبل المقاول فهو استصناع. (فقه البيوع، الاستصناع فى البنايات: ۱/۶۰۳، ۶۰۲)

۹۔ج۔آج کل بہت سے کمپیوٹر ایپلیکیشن اور سوفٹ ویر پروگراموں کی آن لائن خرید و فروخت ہوتی ہے،

جن کا بظاہر کوئی محسوس وجود نہیں ہوتا ہے ان کو صرف موبائل کے کمپیوٹر پر دیکھا جاسکتا ہے، کیا ان پر بیع معدوم کا اطلاق ہوسکتا ہے؟ کیا ان کی خرید وفروخت جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کن شرطوں کے ساتھ؟

اس کی پوری حقیقت میرے سامنے پورے طور پر نہیں ہے جس کی وجہ سے میرے لیے جواب دینا مشکل ہے ، ماہرین کی طرف سے وضاحت کے بعد ہی جواب دیا جاسکتا ہے۔

۹۔د۔بعض پھلوں میں بیع کی یہ شکل بھی مروج ہے کہ فی الوقت جتنے پھل موجود ہیں اور جتنے پھل متوقع ہیں دونوں کی بیع کی جاتی ہے کیا اس طرح پھل کی بیع درست ہے جو ابھی آئے نہیں ہیں بلکہ متوقع ہیں؟

درخت پر آئے پھلوں کی بیع جبکہ کچھ پھل آئے اور کچھ نہیں آئے

اس سلسلہ میں شوافع اور حنابلہ عدم جواز کے قائل ہیں ؛اس لئے کہ جو پھل ابھی نہیں آئے ہیں ان کی بیع شیٔ معدوم کی بیع ہے، جو شرعاً ممنوع ہے، حنفیہ کے دونوں قول ہیں: کچھ حضرات عدم جواز کے قائل ہیں، جیسا کہ شوافع اور حنابلہ قائل ہیں، شمس الائمہ سرخسی نے اسی قول کو اصح اور ظاہر المذہب قرار دیا ہے، قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس صورت میں صرف ان پھلوں کی بیع جائز ہو جو ظاہر ہو چکے ہیں اور جو پھل ابھی ظاہر نہیں ہوئے ہیں ان کی بیع جائز نہ ہو، کیوں کہ وہ معدوم کی بیع ہے۔

> شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں کہ اس طرح کی بیع ضرورتاً صحیح قرار دی جاتی ہے، اور یہاں پر کوئی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ اس بیع کے جواز کی صورت نکل سکتی ہے کہ ان پھلوں کو ان کے درختوں کے ساتھ خرید لیا جائے، جب درختوں کی ملکیت ہوجائے گی تو پھر جو بھی پھل اس کے بعد نکلیں گے ان کا مالک خریدار ہوگا۔ یا جو پھل نکل آئے ہیں ان کو خرید لے اور جو ابھی نہیں نکلے ہیں ان کی بیع کو مؤخر کردے، جب وہ نکل آئیں تو ان کو خرید لے، یا پوری قیمت سے ظاہر ہونے والے پھلوں کو خرید لے اور درختوں کا مالک خریدار کو بعد میں ظاہر ہونے والے پھلوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دیدے، لہذا مذکورہ صورت میں ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے معدوم شیٔ کی بیع کو جائز نہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔

حلوانی نے اس کے جواز کا فتوی دیا ہے، ان کا یہ دعوی ہے کہ یہی ہمارے اصحاب سے مروی ہے، انھوں نے امام فضلی سے بھی جواز ہی کا قول نقل کیا ہے، اور یہ استحسانا ہے، اس لئے کہ لوگوں کا تعامل اور عرف یہی ہے، اگر اس کے عدم جواز کا فتوی دیا جائے تو لوگ حرج میں پڑ جائیں گے، **والحرج مدفوع شرعا**، لہذا عرف وعادت اور لوگوں کے تعامل کی وجہ سے استحساناً اس کو جائز قرار دیا جائے گا۔

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ یہ کہنا کہ یہاں کوئی ضرورت نہیں ہے؛ صحیح نہیں ہے، ضرورت کا تحقق تو یہاں بھی ہے، اس لئے کہ جواز کا جو حیلہ بیان کیا گیا ہے، اس پر عمل کرنا ہر ایک کے لئے ممکن نہیں ہے، اور عام طور سے

لوگ اس طرح کی بیع کرتے ہیں، یہ عرف عام ہے، اور یہی پھل بازاروں میں عام طور سے آتے ہیں، اگر اس طرح کی بیع کو ناجائز قرار دیا جائے تو پھر پھلوں کو بازار سے خرید کر کھانا حلال نہیں ہوگا، اور عرف و عادت سے لوگوں کو نکالنے میں حرج ہے، اصول فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے: **ألحرج مدفوع، إذا ضاق الأمر إتسع.** اور اسی طرح کی ضرورت کی بنیاد پر ظاہر مذہب سے عدول جائز ہے، چنانچہ بیع سلم میں اسی ضرورت کی بنیاد پر معدوم شیء کی بیع کو جائز قرار دیا گیا ہے، اسی وجہ سے امام مالک نے مذکورہ صورت میں پھلوں کی بیع کو جائز قرار دیا ہے، اور متأخرین حنفیہ نے اسی قول کو ضرورت کی بنیاد پر اختیار کیا ہے۔ (ردالمحتار، زکریا دیوبند: ۷/۸۷)

فقیہ زماں حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کے بعد ابن قدامہ کی ''المغنی'' کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

> **وجملة ذلك أنه إذا باع ثمرة شيء من هذه البقول، لم يجز إلا بيع الموجود منها، وبهذا قال ابو حنيفة والشافعي: وقال مالك: يجوز بيع الجميع، لأن ذلك يشق تمييزه، فجعل مالم يظهر تبعا لما ظهر، كما أن مالم يبد صلاحه تبع لما بدا.** (فقه البيوع، بيع الثمار قبل ظهورها: ۳۲۹)
>
> خلاصہ یہ کہ اگر کچھ پھل ظاہر ہو چکے ہوں اور کچھ ظاہر نہ ہوئے ہوں تو ان سب کی بیع مالکیہ اور متاخرین حنفیہ کے نزدیک جائز ہے، عرف اور ضرورت کی بنیاد پر اس قول پر عمل درست ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ ایک ہی درخت کے پھلوں کی بیع ہو، یا ایک باغیچہ کے مختلف درخت ہوں، لیکن سب ایک ہی نوع کے پھل ہوں، مثلاً سب آم کے درخت ہوں، یا سب امرود کے، امرود کے بعض پھلوں کا ظاہر ہوجانا آم کے پھلوں کے لئے کافی نہ ہوگا۔

فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم اس قسم کی بیع کی تفصیل بیان کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

> ان تفصیلات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ کچھ پھل نکل آئے ہوں اور باقی ابھی نہیں نکلے ہوں تو ان کو فروخت کرنا درست اور جائز ہوگا، بشرطیکہ ایک ہی پھل کے مختلف درخت ہوں، ایک ہی باغ میں مختلف نوعیت کے پھلوں کے الگ الگ درخت ہوں تو ایک درخت میں پھل آجانا دوسرے پھلوں کی خرید و فروخت کے جائز ہونے کے لئے کافی نہیں ہوگا۔ (قاموس الفقہ، ثمر: ۳/۴۹)

۹۔ھ۔ دوکاندار کو سامانوں کا آڈر دیا جاتا ہے اور قیمت بھی ادا کردی جاتی ہے، کچھ سامان اس کی دکان پر موجود ہوتا ہے اور بڑی تعداد میں سامان مارکیٹ میں تو ہوتا ہے لیکن دوکاندار کے پاس نہیں ہوتا ہے، دوکاندار سامان کا انتظام کرکے خریدار کو پہنچاتا ہے، بیع کی یہ صورت درست ہوئی یا نہیں؟

دوکاندار کے پاس غیر موجود سامان کی بیع موجود سامان کے ساتھ

مذکورہ صورت میں جو سامان دوکاندار کے پاس موجود نہیں ہے اس کی بیع قبضہ سے پہلے اور غیر مملوک کی بیع ہے ،جس کی ممانعت حدیث شریف میں صراحتا موجود ہے، جیسا کہ اس سے قبل ابوداؤد شریف کے حوالے سے حکیم بن حزام کی روایت ذکر کی گئی ہے، جس میں اس طرح کی بیع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکیم بن حزام کو منع فرمادیا لیکن جب ہم غیر مقبوض اور غیر مملوک شیء کی خرید وفروخت کی ممانعت کی علت پر غور وخوض کرتے ہیں تو اس کی اصل علت غرر معلوم ہوتی ہے، جہاں پر غرر (دھوکہ) نہ ہو وہاں پر فقہاء کرام نے غیر مقبوض اور غیر مملوک کی بیع کو جائز قرار دیا ہے، جیسا کہ شیخین (امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف) کے نزدیک غیر منقول اشیاء کی بیع جائز ہے، اس لیے کہ اس کی ہلاکت کا اندیشہ نہیں ہے جس کی وجہ سے اس کی بیع میں غرر نہیں پایا جاتا ہے۔

الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے:

وأما العقار كالأراضي والدور فيجوز بيعه قبل القبض استحسانا استدلالا بعمومات البيع من غير تخصيص ولا يجوز تخصيص عموم الكتاب بخبر الواحد ولا غرر في العقار اذ لا يتوهم هلاك العقار ولا يخاف تغيره غالباً بعد وقوع البيع وقبل القبض، أي ان تلف العقار غير محتمل فلا يتضرر الغرر.

والخلاصة: أن العلة في مذهب الحنفية في عدم جواز بيع الشيء قبل قبضه هي الغرر كما قال الشافعية. (الفقه الاسلامي وأدلته، بيع الشيء المملوك قبل قبضه من آخر: ۴/۷۹)

شوافع اور حنابلہ کے نزدیک بھی بیع قبل القبض کی ممانعت کی اصل علت غرر ہی ہے۔

فالعلة في منع البيع عندهم هي الغرر، كما قال الحنفية. (الفقه الاسلامي وأدلته، بيع الشيء المملوك قبل قبضه من آخر: ۴/۷۸۔۷۹)

لہذا اگر مذکورہ صورت میں دوکاندار کے پاس جو سامان نہیں ہے وہ بازار میں موجود ہے اور بائع ومشتری کے درمیان سامان کی پوری نوعیت، جنس، مقدار، سائز، ڈیزائن اور دیگر اوصاف اس طرح واضح کردیے گئے ہوں کہ کسی طرح کا غرر باقی نہ رہے اور نزاع کا کوئی اندیشہ نہ ہو تو اس طرح کی بیع کی گنجائش ہوگی، البتہ اگر کچھ بھی غرر اور نزاع کا اندیشہ ہو تو چونکہ اس طرح کی بیع کی نہ تو کوئی ضرورت ہے اور نہ ہی کوئی مجبوری ہے وہ سامان دوسری دوکان سے نقد بھی خریدا جاسکتا ہے، یا سامان کی خریداری کے بعد بھی بیع کا معاملہ کیا جاسکتا ہے، اس لئے اس طرح کی بیع سے احتراز ضروری ہے۔

بیع معدوم کی صورتیں

مولانا بدر احمد مجیبی ندوی
استاذ المعہد العالی، پھلواری شریف، پٹنہ

الحمد للہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی سید الانبیاء و المرسلین و علی آلہ و صحبہ اجمعین

بیع معدوم قدیم مسائل میں سے ہے، اس کے احکام فقہاء کرام نے اپنی کتابوں میں تحریر فرمائے ہیں۔ لیکن موجودہ حالات اور زمانے کی تقاضا کے مطابق اس کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے، کیونکہ بہت سے معاملات ایسے ہیں جو بیع معدوم کے تحت آتے ہیں مگر ان کا عام رواج ہے۔ اس لئے مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ نے اپنے فقہی سیمینار کے موضوعات میں بیع معدوم کے موضوع کو بھی شامل کیا ہے۔ چنانچہ بیع معدوم سے متعلق سوالنامہ کا جواب ذیل میں تحریر کیا گیا ہے۔

(۱) بیع معدوم کا مفہوم یہ ہے کہ جو چیز ابھی وجود میں نہیں آئی ہے اس کی بیع کی جائے۔ فقہاء کرام کے نزدیک جس چیز کا ابھی سرے سے وجود ہی نہیں ہے اس کو فروخت کرنا درست نہیں ہے۔ اسی کو بیع معدوم کی ممانعت سے تعبیر کرتے ہیں۔ البتہ ضروت کی بناء پر بعض صورتیں اس سے مستثنی کی گئی ہیں۔

احادیث میں بیع معدوم کی ممانعت صراحت کے ساتھ نہیں ملتی۔ لیکن اس کی مختلف صورتوں کی ممانعت ملتی ہے۔ جن میں مضامین کی بیع، ملاقیح کی بیع، حبل حبلہ کی بیع ہے۔ مضامین سے مراد نر جانور کا نطفہ ہے جو اس کے پشت میں ہو۔ ملاقیح سے مراد مادہ جانور کا حمل ہے۔ حبل حبلہ سے مراد یہ ہے کہ ابھی جانور (اونٹنی) حاملہ ہے، لیکن اس حمل سے ہونے والے بچے کے ہونے والے بچے کو اسی وقت فروخت کر رہے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں ان سب بیوع کا رواج تھا مگر اسلامی شریعت میں ان کی ممانعت ہے۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز ابھی وجود میں نہیں آئی ہے یا اس کے وجود میں احتمال پایا جاتا ہے اس کی بیع جائز نہیں ہے۔ نطفہ یا حمل کی صورت میں بچے کا ابھی وجود ہی نہیں ہے اور بعد میں اس کے وجود میں آنے میں بھی احتمال ہے۔ اسی کو بیع غرر کہا جاتا ہے۔ بیع غرر کی حرمت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

نھی عن بیع حبل الحبلۃ و کان بیعا یتبایعہ اھل الجاھلیۃ، و کان الرجل یتاع الجزور الی ان تنتج

الناقة ثم تنتج التی فی بطنها. (صحیح البخاری، باب بیع الغرر و حبل الحبلة)

اخبرنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر عن الزهری سالته عن الحیوان بالحیوان نسیئة فقال: سئل ابن المسیب عنه فقال: لا ربا فی الحیوان، وقد نهی عن المضامین و الملاقیح و حبل الحبلة. و المضامین مافی اصلاب الابل و الملاقیح مافی بطونها، و حبل الحبلة ولد ولد هذه الناقة. (المصنف لعبد الرزاق، باب بیع الحیوان بالحیوان)

عن ابی هریرة قال: نهی النبی صلی الله علیه و سلم عن بیع الحصاة و عن بیع الغرر. (صحیح مسلم، باب بطلان بیع الحصاة و البیع الغرر)

(۲) فقہاء کرام بیع معدوم کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ مسالک اربعہ کے فقہاء کا اس پر اتفاق ہے۔

و منها ان یکون موجودا فلا ینعقد بیع المعدوم و ماله خطر العدم، کبیع نتاج النتاج بان قال بعت ولد ولد هذه الناقة، و کذا بیع الحمل لانه ان باع الولد فهو بیع المعدوم و ان باع الحمل فله خطر المعدوم.. و بیع عسب الفحل لان عسب الفحل ضرابه و هو عند العقد معدوم. و قد روی ان رسول الله صلی الله علیه و سلم نهی عن عسب الفحل. (بدائع للکاسانی، کتاب البیوع)

فلم ینعقد بیع المعدوم و ماله خطر العدم، کنتاج النتاج و الحمل و اللبن فی الضرع و الثمر و الزرع قبل الظهور. (البحر الرائق ۵/ ۲۵۹، رد المحتار للشامی، کتاب البیوع)

و لایختلف الفقهاء فی بطلان هذه الجملة من البیوع، قال ابن المنذر: وقد اجمعوا علی ان بیع الملاقیح و المضامین غیر جائز. و ذلک لحدیث ابن عباس رضی الله عنهما ان النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن بیع المضامین و الملاقیح و حبل الحبلة.. و لان فی هذا البیع غررا فعسی ان لاتلد الناقة او تموت قبل ذلک فهو بیع معدوم و ماله خطر المعدوم. (الموسوعة الفقهیة ۹/ ۱۴۵)

صرف علامہ ابن تیمیہؒ اور علامہ ابن قیمؒ بیع معدوم کے اس وقت جواز کے قائل نظر آتے ہیں جب مستقبل میں اس کے وجود کی پوری امید ہو۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ بیع معدوم کی ممانعت ثابت نہیں ہے نہ قرآن میں اور نہ سنت میں۔ اسی طرح صحابہ کرام سے بھی اس کی ممانعت مروی نہیں ہے۔ حدیث میں صرف بیع غرر کی ممانعت وارد ہے، غرر سے مراد غیر مقدور التسلیم ہونا ہے، خواہ ابھی موجود ہو یا معدوم ہو۔ جیسے بھاگے ہوئے غلام کی بیع یا بھاگے ہوئے اونٹ کی بیع۔ خود شریعت نے بعض موقع پر بیع معدوم کی اجازت دی ہے، جیسے بدو صلاح کے بعد پھلوں کی بیع۔ بدو صلاح کے بعد پھلوں کی بیع میں عقد کے وقت موجود (پھل کا وہ حصہ جو تیار ہو چکا ہے) اور معدوم (وہ حصہ جو تیار ہونا باقی ہے) دونوں کی بیع ہوتی ہے۔ کیونکہ پھل کو پکنے کے قریب ہونے تک درخت پر باقی رکھنا مقصود ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے

کہ بدوصلاح سے پہلے پھلوں کی بیع ممنوع ہے۔لیکن سب کے نزدیک اسی وقت کاٹنے کی شرط پر بدوصلاح سے پہلے بیع درست ہے۔جیسے حصرم (کچے انگور) کی بیع اسی وقت کاٹنے کی شرط پر بالاتفاق جائز ہے۔اس لئے بدوصلاح سے پہلے پھلوں کی بیع کی ممانعت اس وقت ہے جب اس کو صلاح تک چھوڑے رکھنے کی شرط پر بیع ہو۔اعلام الموقعین اور مجموع فتاوی ابن تیمیہ میں ہے۔

فصل: خطأ من اطلق ان بیع المعدوم لایجوز، واما المقدمة الثانیة وھی ان بیع المعدوم لایجوز فالکلام علیھا من وجھین: احدھما: منع صحة ھذہ المقدمة، اذ لیس فی کتاب اللہ ولا فی سنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا فی کلام احد من الصحابة ان بیع المعدوم لایجوز، لا بلفظ عام ولا بمعنی عام، وانما ورد فی السنة النھی عن بیع بعض الاشیاء التی ھی معدومة کما فیھا النھی عن بیع بعض الاشیاء الموجودة فلیست العلة فی المنع لا العدم ولا الوجود بل الذی وردت بہ السنة النھی عن بیع الغرر وھو مالایقدر علی تسلیمہ سواء کان موجودا او معدوما کبیع العبد الآبق والبعیر الشارد وان کان موجودا، اذ موجب البیع تسلیم المبیع فاذا کان البائع عاجزا عن تسلیمہ فھو غرر ومخاطرة وقمار..

والوجہ الثانی: ان نقول بل الشرع صحح بیع المعدوم فی بعض المواضع، فانہ اجاز بیع الثمر بعد بدو صلاحہ والحب بعد اشتدادہ، ومعلوم ان العقد انما ورد علی الموجود والمعدوم الذی لم یخلق بعد، والنبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن بیعہ قبل بدو صلاحہ، واباحہ بعد بدو الصلاح، ومعلوم انہ اذا اشتراہ قبل الصلاح بشرط القطع کالحصرم جاز، فانما نھی عن بیعہ اذا کان قصدہ البقیة الی الصلاح. (اعلام الموقعین ۲/ ۳۱، ۳۰، وکذا فی مجموع فتاوی ابن تیمیة ۴/ ۳۵۵)

ڈاکٹر وھبہ زحیلی لکھتے ہیں۔

جمہور فقہاء کرام یعنی فقہاء مسالک اربعہ کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں بیع حبل الحبلہ سے ممانعت ہے یا جن میں بیع مضامین اور بیع ملاقیح کی ممانعت ہے۔ یا بیع غرر کی ممانعت ہے کیونکہ بیع معدوم بیع غرر میں داخل ہے۔اسی طرح بیع معدوم کی ایک صورت عسب الفحل کی ممانعت بھی حدیث سے ثابت ہے۔ہم ذیل میں ان دلائل کو پیش کررہے ہیں۔

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنھما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن بیع حبل الحبلة وکان بیعا یتبایعہ اھل الجاھلیة وکان الرجل یبتاع الجزور الی ان تنتج الناقة ثم تنتج التی فی بطنھا. (صحیح البخاری، باب بیع الغرر وحبل الحبلة)

عن نافع عن عبد اللہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ نھی عن بیع حبل الحبلۃ. (صحیح مسلم، باب تحریم بیع حبل الحبلۃ)

عن ابن عمر قال نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن عسب الفحل. (السنن للترمذی، باب ماجاء فی کراھیۃ عسب الفحل)

لان عسب الفحل ضرابہ وھو عند العقد معدوم، وقد روی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن عسب الفحل، ولایمکن حمل النھی علی نفس العسب وھو الضراب لأن ذلک جائز بالاعارۃ فیحمل علی البیع والاجارۃ الا انہ حذف ذلک واضمرہ فیہ کما فی قولہ تعالی واسأل القریۃ وغیر ذلک. (بدائع للکاسانی، کتاب البیوع)

بیع مضامین، بیع ملاقیح، بیع حبل الحبلہ، عسب الفحل یہ سب بیع معدوم کی صورتیں ہیں۔ احادیث میں ان سب کی ممانعت وارد ہے۔ اس لئے فقہاء مذاہب اربعہ کا مسلک کہ بیع معدوم جائز نہیں ہے یہی راجح مسلک ہے۔

(۳) فقہاء کرام کی عبارتوں سے بیع معدوم کی ایک علت تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ مال نہیں ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں۔

فیہ ان بیع مالیس فی ملکہ باطل، کما قدم لانہ بیع المعدوم والمعدوم لیس بمال فینبغی ان یکون بیعہ باطل. (رد المحتار، مطلب فی البیع الفاسد)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع معدوم کی ممانعت اس کے مال نہ ہونے کی وجہ سے ہے اور غیر مال کی بیع درست نہیں ہوتی۔ کیونکہ بیع کی تعریف ہی مبادلۃ المال بالمال ہے۔

صاحب بدائع کی ایک عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیع معدوم کی ممانعت کی وجہ اس کا معدوم ہونا ہے۔ کیونکہ بیع غرر کو اس پر عطف کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ معدوم کی بیع جائز نہیں ہے اور اس چیز کی بیع بھی جائز نہیں ہے جس کے معدوم ہونے کا اندیشہ ہو۔ یہی بیع غرر ہے۔ جب بیع معدوم پر بیع غرر کو عطف کیا گیا ہے اور عطف میں مغائرت ہوتی ہے تو بیع معدوم اور بیع غرر دو علیحدہ چیزیں ہوئیں۔ بدائع میں ہے۔

ومنھا ان یکون موجودا فلا ینعقد بیع المعدوم وماہ خطر، العدم کبیع نتاج النتاج بان قال بعت ولد ولد ھذہ الناقۃ، وکذا بیع الحمل لانہ ان باع الولد فھو بیع المعدوم وان باع الحمل فلہ خطر المعدوم. (بدائع، کتاب البیوع)

لیکن صاحب بدائع خود ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

والسلم عقد جوز بخلاف القیاس لکونہ بیع المعدوم فتجب صیانتہ عن غرر الانقطاع.

(بدائع، بحث السلم)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیع معدوم میں غرر پایا جاتا ہے تو بیع معدوم کی ممانعت کی علت غرر ہوئی۔

امام محمد علیہ الرحمۃ مؤطا میں بیع مضامین، بیع ملاقیح اور بیع حبل الحبلہ کے ذکر کے بعد صراحت فرماتے ہیں کہ ان بیوع کی کراہت وعدم جواز غرر کی وجہ سے ہے۔

قال محمد: وهذه البيوع كلها مكروهة، ولا ينبغي لانها غرر عندنا وقد نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الغرر. (مؤطا امام محمد، باب بيع الغرر)

امام محمد علیہ الرحمۃ کی اس عبارت سے بات واضح ہوجاتی ہے کہ بیع معدوم کی اصل علت اس میں غرر ہونا ہے۔

(۴) بیع معدوم میں عقد استصناع بھی شامل ہے۔ بیع معدوم کو فقہاء کرام ناجائز قرار دیتے ہیں لیکن عقد استصناع سب کے نزدیک جائز ہے۔ اس کو تعامل اور ضروت کی وجہ سے جائز قرار دیا گیا ہے اور یہ بالاجماع جائز ہے۔ اگر بیع معدوم کی کسی صورت میں استصناع کی شرطیں پائی جائیں تو اس کا بھی جواز ہوگا۔

استصناع کی تین شرطیں صاحب بدائع نے تحریر کی ہیں۔ حضرت مولانا تقی عثمانی مدظلہ العالی نے فقہ البیوع میں اس پر ایک شرط کا اضافہ ہے۔

(۱) جس چیز کا آرڈر دیا گیا ہے اس کی صنعت ہو یعنی اس کو بنا کر صانع آرڈر دینے والے کو پیش کرے۔ جیسے میز، کرسی، صوفہ، الماری وغیرہ۔ اگر اس میں کسی قسم کی صنعت نہیں ہے جیسے گندم، چاول یا دوسرے غلے وغیرہ تو اس کا استصناع درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تو عام بیع ہے۔

الشرط الاول: ان يكون المعقود عليه مما يحتاج الى صنعة، فلا يمكن الاستصناع فيما لا صنعة له مثل الحنطة او الشعير او المنتجات الزراعية الاخرى. (فقه البيوع ۱/ ۵۹۳)

(۲) جس چیز کا آرڈر دیا گیا ہے اس کی جنس، نوع، مقدار اور صفت بیان کردی جائے تاکہ وہ پوری طرح معلوم ہوجائے اور اسی کے مطابق صانع اس کو تیار کرکے آرڈر دینے والے کو دے سکے۔

(۳) اس کے بنوانے کا لوگوں میں تعامل ہو۔ یعنی اس کا عام رواج ہو کہ لوگ اس طرح کی چیزیں آرڈر دے کر بنواتے ہیں۔ کیونکہ استصناع میں معدوم کی بیع ہوتی ہے جو جائز نہیں ہے لیکن تعامل کی وجہ سے اس کو فقہاء کرام نے جائز کہا ہے۔ اس لئے تعامل ضروری ہے۔ جیسے چپل، جوتا، خف، لوہے، تانبے اور پیتل کے برتن، ہتھیار، تیر، کمان وغیرہ جن کے استصناع (یعنی آرڈر دے کر بنوانے) کا اس زمانے میں رواج تھا۔ جن چیزوں کے استصناع کا تعامل نہیں ہے ان کو آرڈر دے کر بنوانا درست نہیں ہے۔ جیسے کپڑے کو آرڈر دے کر بنوانے کا تعامل نہیں ہے، اس لئے اس کا استصناع درست نہیں ہے۔

اس کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ موجودہ زمانے میں جن چیزوں کو آرڈر دے کر بنوانے کا تعامل ہوگیا ہے ان کو استصناع میں شامل کیا جائے گا اور جن چیزوں کا پہلے تعامل تھا مگر اب تعامل نہیں رہا ہو وہ استصناع سے خارج ہوجائیں گی۔

(۴) اس عقد میں مدت متعین نہیں کی جائے، یعنی عقد استصناع موجل نہیں ہوتا ہے۔ اگر اس میں مدت متعین کردی جائے کہ اتنے مہینے کے بعد تیار کرکے دیں گے تو وہ عقد استصناع نہیں رہے گا، وہ عقد سلم ہوجائے گا۔ اور اس میں عقد سلم کی تمام شرطیں ضروری ہوجائیں گی۔ یہ امام صاحب کے نزدیک ہے۔ حضرات صاحبین کے نزدیک مدت متعین کرنے کے بعد بھی عقد استصناع درست ہے۔ یعنی ان کے نزدیک دو ہی شرطیں ہیں۔ عقد کے وقت جنس، نوع، مقدار اور صفت کی وضاحت اور اس میں تعامل ہونا۔ بدائع کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

اما شرائط جوازہ (فمنها) بیان جنس المصنوع ونوعه وقدره وصفته لانه لایصیر معلوما بدونه.

(ومنها) ان یکون مما یجری فیه التعامل بین الناس من اوانی الحدید والرصاص والنحاس والزجاج والخفاف والنعال ولجم الحدید للدواب ونصول السیف والسکاکین والقسی والنبل والسلاح کله والطشت والقمقمة ونحو ذلک. ولایجوز فی الثیاب لان القیاس یابی ذلک وانما جوازه استحسانا لتعامل الناس ولاتعامل فی الثیاب.

(ومنها) ان لایکون فیه اجل، فان ضرب للاستصناع اجلا صار سلما حتی یعتبر فیه شرائط السلم وهو قبض البدل فی المجلس، ولاخیار لواحد منهما اذا سلم صانع المصنوع علی الوجه الذی شرط علیه فی السلم، وهذا قول ابی حنیفة رحمه الله، وقال ابو یوسف ومحمد رحمهما الله: هذا لیس بشرط، وهو استصناع علی کل حال، ضرب فیه اجلا او لم یضرب، ولو ضرب للاستصناع فیما لایجوز فیه الاستصناع کالثیاب ونحوها اجلاً ینقلب سلما فی قولهم جمیعاً. (بدائع)

(۵) اصلاً بیع معدوم ہونے کی وجہ سے یا بیع قبل القبض ہونے کی وجہ سے بیع کی یہ شکلیں ناجائز ہوں گی۔ لیکن اگر اس کا تعامل اور عرف عام ہوگیا ہے اور اس میں استصناع کی شرطیں پائی جارہی ہیں تو استصناع کے حکم میں شامل کرکے اس کا جواز ہوسکتا ہے۔

(۶) اگر مبیع کا وجود ہی نہیں ہوا ہے، وہ معدوم ہے اور اس کے وجود سے پہلے ہی تاجر حضرات اس کی بیع ایک دوسرے سے کررہے ہیں تو بیع معدوم ہونے کی وجہ سے یہ بیع درست نہیں ہے۔ بیع معدوم کی دو صورتیں بالاتفاق جائز ہیں، بیع سلم حدیث میں اس کی اجازت ہونے کی وجہ سے اور بیع استصناع تعامل کی وجہ سے، حقیقت میں ان دونوں کی اجازت ضرورت کی بناء پر دی گئی ہے۔

دوسری صورت کہ مبیع کا وجود ہے مگر قبضہ سے پہلے تاجر لوگ اس کی بیع ایک دوسرے سے کرتے رہتے ہیں تو اس میں دیکھا جائے گا کہ قبضہ کی کوئی صورت حسی یا معنوی اس میں پائی جارہی ہے تو اس کا جواز ہوگا ورنہ اس کا جواز نہیں ہوگا۔

(۷) بیع معدوم کی حرمت کی اصل وجہ غرر کا ہونا ہے۔ جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ سے اوپر منقول ہوا ہے۔ اگر ضرورت وحاجت پائی جارہی ہے اور غرر بھی نہیں ہے یا بہت کم ہے تو وصف، جنس، نوع اور قدر کی وضاحت کے ساتھ معدوم کی بیع ہوسکتی ہے۔

وقد یجوز بیع المعدوم للحاجة، اصله بیع المنافع. (تبیین الحقائق ۴/۱۲۴)

والنبی صلی اللہ علیه وسلم انما رخص فی السلم للضرورة مع انه بیع المعدوم، فحیث تحققت الضرورة هنا ایضاً امکن الحاقه بالسلم بطریق الدلالة، فلم یکن مصادما للنص. (رد المحتار)

(۸) ضرورت وحاجت کی وجہ سے فقہاء کرام نے بیع معدوم کی بعض صورتوں کو جائز قرار دیا ہے۔ ان میں سے ایک صورت یہ ہے۔ بائع یا دوکاندار سے غلہ اور سامان بغیر بیع کے لے لیا جائے اور اس کو استعمال کرلیا جائے، بعد میں ان کو خرید کر کے ان کی قیمت ادا کردی جائے۔ اس میں بیع کے وقت وہ چیزیں ختم ہوچکی ہوتی ہیں، لیکن عرف وعادت کی وجہ سے صاحب قنیہ نے اس کو بیع معدوم ہوتے ہوئے بھی جائز قرار دیا ہے۔ علامہ ابن نجیم مصری، علامہ حصکفی اور علامہ شامی نے اس کو ذکر کیا ہے۔ اگر چہ صاحب نہر فائق نے اس کو بیع معدوم نہیں مانا ہے، اس کی دوسری توجیہ کی ہے اور اس کو بیع تعاطی قرار دیا ہے۔

ومما تسامحوا فیه واخرجوه عن هذه القاعدة ما فی القنیة: الاشیاء التی توخذ من البیاع علی وجه الخرج کما هو العادة من غیر بیع، کالعدس والملح والزیت ونحوها ثم اشتراها بعد ما انعدمت صح اه فیجوز بیع المعدوم هنا. (البحر الرائق، کتاب البیع، رد المحتار، کتاب البیوع)

(۹) (الف) بلڈرس زمین خرید کر فلیٹ کا نقشہ بناتے ہیں اور اس نقشہ کے مطابق فلیٹ بیچنا شروع کردیتے ہیں حالانکہ ابھی تعمیر کا کام شروع نہیں ہوا ہے۔ بسا اوقات تعمیر کا کام شروع تو ہوگیا ہوتا ہے مگر فلیٹ مکمل تیار نہیں ہوتا۔ ایسی صورتوں میں نقشہ کی بنیاد پر مکان کی خرید وفروخت کرنا کیسا ہے؟ اس صورت میں کبھی بلڈرس کے پاس زمین ہوتی ہے اور کبھی زمین بھی نہیں ہوتی ہے۔ کیا اس سے مذکورہ مسئلہ پر فرق پڑے گا؟

اپارٹمنٹ بنانا اور اس کے فلیٹ فروخت کرنا یہ استصناع کی ہی صورت ہے۔ کیونکہ جس وقت عقد ہوتا ہے اس وقت عام طور سے صرف زمین اور اپارٹمنٹ کا نقشہ ہوتا ہے، یا کبھی تعمیر کا کام شروع ہوچکا ہوتا ہے اور کبھی بلڈر کے پاس زمین بھی نہیں ہوتی۔ نقشہ کو دیکھ کر خریدار فلیٹ بک کرتا ہے۔ فلیٹ بک کرنا آرڈر دینا

ہے کہ اس اپارٹمنٹ میں اس نقشہ کے مطابق ایک فلیٹ میرا بنادیں یا تعمیر شروع ہوچکی ہے تو اس میں سے ایک فلیٹ مکمل کر کے مجھے دیں۔ اس میں استصناع کی شرطیں بھی پائی جارہی ہیں۔ نقشہ کے مطابق سب چیز کی تعیین ہوجاتی ہے اور اس کا عام تعامل بھی ہوچکا ہے۔ جب یہ عقد استصناع کی ایک صورت ہے تو اس میں عقد کے وقت بلڈر کے پاس زمین کا ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ استصناع بیع معدوم ہے۔ جب کسی کو کرسی یا میز یا صوفہ بنانے کا آرڈر دیتے ہیں تو یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کے پاس لکڑی موجود ہو۔ وہ آرڈر لینے کے بعد لکڑی خرید کر میز یا کرسی یا صوفہ بنا کر دے سکتا ہے۔ اسلامک فقہ اکیڈمی کا ایک فیصلہ میں بھی بلڈنگ بنانے کو عقد استصناع میں شامل کیا گیا ہے۔

''بلڈنگ میں بھی استصناع درست ہے۔ لہذا بلڈر کا کاغذی نقشہ کی بنیاد پر فلیٹ فروخت کرنا اور لوگوں کے لئے خریدنا جائز ہے۔'' (جدید فقہی مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے دوسرا حصہ ص ۳۴)

فقہ البیوع میں ہے۔

والصورة الثانية: ان تكون الارض ملكا للصانع ويطلب منه المستصنع ان يبنى عليها بيتااو مكتباو دكاناو منه ماجرى به العمل من ان صاحب الارض الخالية يعمل خطة لبناء كبير يحتوى على شقق سكنية او مكاتب او محلات ثم يدعو الناس للاكتتاب، فيدفعون اليه مبالغ ثم يسلم اليهم الشقق بعد اكتمالها، فهو مخرج على الاستصناع، فالمكتتبون يعقدون مع صاحب الارض استصناع الشقة او المكتب او مح تجارى بمواصفات معلومة حسب التصميم، فيجوز ذلك بشروط الاستصناع. (فقه البيوع ۱/ ۶۰۴)

(ب) مالک زمین اور بلڈر کے درمیان یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ بلڈر اس زمین پر فلیٹ بنائے گا جس میں مالک کو چند فلیٹ یا اس کی قیمت دی جائے گی اور باقی بلڈر کا ہوگا۔ کیا یہ صورت درست ہے؟

اس معاملہ کو دو طرح کے عقود میں داخل کیا جاسکتا ہے۔ عقد استصناع میں یا عقد اجارہ میں۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔

پہلی صورت یہ ہے کہ اس عقد کو استصناع قرار دیا جائے کہ مالک زمین بلڈر سے معاملہ کرے کہ میری اس زمین پر آپ اپارٹمنٹ بنادیجیے اور تیار شدہ فلیٹس میں سے نصف فلیٹس یا جو طئے ہو وہ آپ کی اجرت ہوں گے۔ بلڈر اپنے سرمایہ سے اپارٹمنٹ بنادیتا ہے اور اس کی اجرت میں سے نصف فلیٹس یا جو طئے ہو لے لیتا ہے۔

فقہ البیوع میں ہے۔

الصورة الاولى: ان تكون الارض ملكا للمستصنع ويطلب مالك الارض من المقاول ان يبنى عليها

عمارة حسب تصميم معين، فان كانت المقاولة لعمل البناء فقط والمواد كلها من قبل صاحب الارض، فالعقد ليس استصناعاً، وانما هو اجارة تنطبق عليها احكام اجارة الاشخاص، واما اذا كانت المقاولة تشتمل عمل البناء مع توفير المواد من قبل المقاول فهو استصناع. (فقه البیوع ۱/ ۶۰۳)

دوسری صورت یہ ہے کہ اس کو عقد اجارہ پر محمول کیا جائے کہ زمین کا مالک بلڈر سے اجارہ کا معاملہ کرتا ہے کہ اس زمین پر اپارٹمنٹ بنا دیجئے اور تیار شدہ فلیٹس میں سے نصف فلیٹس آپ کی اجرت ہوں گے۔ بلڈر اپنے سرمایہ سے اپارٹمنٹ بنا دیتا ہے اور اس کی اجرت میں سے نصف فلیٹس یا جو طئے ہو لے لیتا ہے۔

فان سلم الى حداد حديدا ليعمل له اناء معلوما باجر معلوم او جلدا الى خفاف ليعمل له خفا معلوما باجر معلوم فذلک جائز، ولا خيار فيه لان هذا ليس باستصناع بل هو استئجار فكان جائزا فان عمل كما امر استحق الاجر. (بدائع ۷/ ۷)

لیکن یہاں پر جزء عمل کو اجرت بنانے کا معاملہ پیش آتا ہے۔ یعنی فلیٹ بن کر تیار ہو جائیں تو بلڈر اس میں سے کچھ فلیٹ بطور اجرت لے گا۔ اس میں بوقت عقد اجرت دینے پر وہ قادر نہیں ہے جو قفیز طحان کا معاملہ ہے۔ لیکن اس وقت اس کا عام رواج ہو چکا ہے، اس لئے عرف کی وجہ سے اس کا جواز ہوگا۔ کیونکہ قیاس کے خلاف عرف کا اعتبار ہوتا ہے، نص کے خلاف عرف معتبر نہیں ہے۔

(ج) آج کل بہت سے کمپیوٹر اپلیکیشن اور سوفٹ ویر پروگراموں کی آن لائن خرید وفروخت ہوتی ہے جن کا بظاہر کوئی محسوس وجود نہیں ہوتا ہے، ان کو صرف موبائل یا کمپیوٹر پر دیکھا یا سنا جا سکتا ہے۔ کیا ان پر بیع معدوم کا اطلاق ہو سکتا ہے؟ کیا ان کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کن شرطوں کے ساتھ؟

کمپیوٹر اپلیکیشن اور سوفٹ ویر پروگراموں کا وجود ہے، ان کو معدوم نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ ان سے کمپیوٹر یا موبائل میں کام لیا جاتا ہے۔ ان کے بغیر بہت سے کام رک جاتے ہیں۔ ان کو کمپیوٹر یا موبائل پر دیکھا اور سنا بھی جا سکتا ہے۔ اس لئے ان کو تیار کرنا اور ان کو آن لائن فروخت کرنا درست ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ یہ بظاہر عام بیوع کی طرح ہیں، عقد سلم یا عقد استصناع نہیں ہیں۔ اس لئے عام بیوع کی جو شرطیں ہیں ان میں بھی مطلوب ہوں گی۔

(د) بعض پھلوں میں بیع کی یہ شکل بھی مروج ہے، کہ فی الوقت جتنے پھل موجود ہیں اور جتنے پھل متوقع ہیں، دونوں کی بیع کی جاتی ہے۔ کیا اس طرح پھلوں کی بیع درست ہے جو ابھی نہیں آئے ہیں بلکہ متوقع ہیں؟

جو پھل موجود ہیں ان کی بیع تو درست ہے مگر جن کا ابھی وجود بھی نہیں ہوا ہے، محض پھول کی صورت میں ہیں یا وہ بھی نہیں ان کی بیع جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ بیع معدوم ہے۔ دونوں کو ملا کر ایک ساتھ فروخت کریں تو شمس الائمہ حلوانی

اس کے جواز کے قائل ہیں مگر راجح قول یہی ہے کہ یہ بیع جائز نہیں ہوگی۔امام سرخسی نے اس کے جائز نہ ہونے کی صراحت کی ہے۔لیکن اگر اس کا عرف عام ہوگیا ہے تو ضرورت کی بناء پر شمس الائمہ حلوانی کے قول کے مطابق اس کے جواز کا فتوی دیا جاسکتا ہے۔علامہ شامی نے ضرورت کی بناء پر اس کی اجازت دی ہے۔

و کذا بیع الثمر و الزرع قبل ظهوره لانهما معدوم. (بدائع)

(ومن باع ثمرة بارزة) أما قبل الظهور فلايصح اتفاقا. (ظهر صلاحها او لا صح) فی الاصح (ولو برز بعضها دون بعض لا) يصح. (فی ظاهر المذهب) و صححه السرخسی، و أفتی الحلوانی بالجواز لو الخارج اكثر. زيلعی. (ويقطعها المشتری فی الحال) جبراً عليه. (الدر المختار)

(ھ) دوکاندار کو سامانوں کا آرڈر دیا جاتا ہے اور قیمت بھی ادا کردی جاتی ہے۔کچھ سامان اس کی دوکان پر موجود ہوتا ہے اور بڑی تعداد میں سامان مارکیٹ میں تو ہوتا ہے لیکن دوکاندار کے پاس نہیں ہوتا، دوکاندار سامان کا انتظام کر کے خریدار کو پہنچاتا ہے۔بیع کی یہ صورت درست ہے یا نہیں؟

یہ استصناع نہیں ہے۔یہ عقد بیع ہے۔اس میں جو سامان دوکاندار کے پاس ہے اس کی بیع درست ہوگی اور جو سامان دوکاندار کے پاس نہیں ہے یعنی اس کی ملکیت میں بھی نہیں ہے اور اس کے قبضہ میں بھی نہیں ہے ان اس کی بیع درست نہیں ہوگی۔کیونکہ یہ بیع قبل الملک اور بیع قبل القبض دونوں ہے جو اصلاً درست نہیں ہے۔

و اما شرائط المعقود عليه فان يكون موجوداً مالاً متقوماً مملوكاً فی نفسه و ان يكون ملك البائع فيما يبيعه لنفسه، و ان يكون مقدور التسليم. (البحر الرائق، كتاب البيع)

و لايجوز بيع المنقول قبل القبض ويجوز بيع العقار قبل القبض. (الاختيار للموصلی، كتاب البيوع)

البتہ اگر آرڈر دینے اور قیمت ادا کرنے کے وقت بیع نہ مانی جائے بلکہ اس کو پیشگی قیمت دینا تسلیم کیا جائے اور سامان لاکر دینے کے وقت تعاطی کے ذریعہ بیع مان لی جائے تو یہ بیع درست ہوگی۔کیونکہ اس وقت وہ سامان بائع کی ملکیت میں بھی ہوتا ہے اور بائع کے قبضہ میں بھی ہوتا ہے۔

هذا ما ظهر لی و الله تعالی اعلم و علمه اتم و احكم

بیع معدوم

مولانا محمد عثمان بستوی

استاذ ریاض العلوم چوکیہ، گورینی، جون پور

اللہ تعالی نے بیع کو حلال اور ربا کو حرام قرار دیا ہے اور جو بیع شرعی اصولوں کے مطابق ہو اس کے ذریعے حاصل کیا ہوا مال پاکیزہ ہوتا ہے اور جو بیع شرعی اصولوں کے مطابق نہ ہو وہ مال پاکیزہ نہیں بیع کے اصولوں کی رہنمائی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں فرمائی ہے، انہی اصولوں میں سے ایک اصول یہ بیان فرمایا ہے کہ خرید وفروخت ہمیشہ ایسی چیز کی کی جائے جو موجود ہو اور غیر موجود کی خرید وفروخت سے آپ نے منع فرمایا ہے چنانچہ چند روایات درج ذیل ہیں۔

1۔نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم :عن بیع المضامین والملاقیح وحبل الحبلة.(نیل الاوطار رواہ احمد ومسلم الترمذی)

2۔نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن بیع مالیس عندالانسان ورخص فی السلم.

3۔نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن بیع المعاومة.(اخرجه المسلم 3913 ابو داوود 3475 فقه البیوع ج1 ص 327)

4۔نهی النبی صلی الله علیه وسلم عن شراء ما فی بطون الانعام حتی تضع وعن بیع ما فی ضروعها الا بکیل، وعن شراء العبد وهو آبق وعن شراء المغانم حتی تقسم وعن شراء الصدقات حتی تقبض وعن ضربة الغائص.(رواہ احمد وابن ماجه والترمذی النیل الاوطار ج5 ص148)

5۔قال النبی: لاتبع مالیس عندک.(اخرجه الترمذی، الموسوعة الفقهیه ج5 ص9)

جواب عن السوال الاول

معدوم کے معنی لغت میں کسی چیز کا نہ ہونا ہے، اور عدم کی مضاف الیہ کے اعتبار سے چار قسمیں بنتی ہیں۔

(1) معدوم الوجود حقیقی (2) مالہ خطر العدم (3) معدوم الملک (4) معدوم القبض

جیسا کہ روایت درج بالا سے یہ معلوم ہوا۔

مثال:

1۔بیع معدوم الوجود حقیقی کی ممانعت کی مثال: بیع معاومہ، بیع حبل الحبلہ ، بیع ملاقیح، بیع مضامین وغیرہ ہیں۔

2۔بیع مالہ خطر العدم کی مثال بیع اللبن فی الضرع، بیع مافی بطون الامھات وغیرہ ہیں۔

3۔بیع معدوم الملک کی مثال بیع الماء اور بیع الکلاء، بیع الطیر بیع السمک قبل الاصطیا دوغیرہ ہیں۔

4۔بیع معدوم القبض کی مثال بیع عبدالآبق، بیع الطیر فی الھواء، بیع السمک فی الماء وغیرہ ہیں۔

اوران سب احادیث سے معلوم ہوا کہ بیع معدوم کی تمام صورتیں ممنوع ہیں، معدوم کے مفہوم میں عموم ہے، جو معدوم الموجود، معدوم الملک معدوم القبض اور مالہ خطر العدم سب کوشامل ہے۔

حاصل یہ ہے کہ شرعاً کسی بیع کے صحیح ہونے کے لئے بنیادی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ جس چیز کی بیع کا ارادہ ہے وہ بیچنے والے کے حسی یا معنوی قبضے میں ہو، اس شرط میں تین باتیں پائی جاتی ہیں۔

(1) وہ چیز موجود ہو، لہذا ایسی چیز جو ابھی وجود میں نہیں آئی وہ بیچی نہیں جاسکتی۔

(2) بیچی جانے والی چیز پر بائع کی ملکیت میں آچکی ہو، لہذا جو چیز موجود تو ہے لیکن بائع اس کا مالک نہیں ہے تو وہ اس کی بیع نہیں کرسکتا۔

(3) صرف ملکیت ہی کافی نہیں ہے بلکہ یہ بائع کے قبضے میں ہونی چاہئے۔خواہ یہ قبضہ حسی ہو یا معنوی۔اگر بائع اس چیز کا مالک تو ہے لیکن وہ خود یا اپنے کسی وکیل کے ذریعے اسے اپنے قبضے میں نہیں لایا تو وہ اسے بیچ نہیں سکتا۔

شریعت کے اس عمومی اصول سے صرف دوصورتیں مستثنیٰ ہیں، ایک سلم اور دوسری استصناع دونوں مخصوص نوعیت کی بیع ہیں۔(اسلام جدید معاشی مسائل ج5 ص147)

الشرط الثالث: ان یکون المبیع موجوداً والشرط الرابع: ان یکون المبیع مملوکاً. والشرط الخامس: ان یکون المبیع مقدور التسلیم.

والاصل فی ذلک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن بیع حبل الحبلة، وھو بیع نتاج النتاج وکذلک لایجوز ما کان علی خطر العدم بمعنی انہ یحتمل الوجود والعدم معا، مثل اللبن فی الضرع حیث لا یتیقن وجودہ اذ قد ینتخ الضرع بدون اللبن، وعلی ھذا لا یجوز بیع الثمار قبل ظھورھا.

والاصل فیہ ما روی عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنھما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن بیع المعاومة. الشرط الرابع :یکون المبیع مملوکا . والاصل فی ذلک ما روی عن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یأتینی الرجل یسالنی عن البیع ما لیس عندی ابتاع لہ من السوق ثم ابیعہ قال لا تبع ما لیس عندک. والشرط ان یکون المبیع مقدور التسلیم والاصل فی ذلک الاحادیث التی ورد فیھا النھی عن بیع الغرر، وقد رویت عن ابی ھریرة و

بن عمر و ابن عباس و غیرھم رضی اللہ تعالی عنھم، الغرر مفھوم عام یشمل انواعا کثیرۃ و قد اختلفت عبارات الفقھاء فی تعریف الغرر بعد اتفاقھم علی مضمونھا، و لعل اجمع تعریف للغرر و اوجزہ ما ذکرہ السرخسی بقولہ الغرر مایکون مستور العاقبۃ. (فقہ البیوع ص 326-336-338 ج 1)

و شرط المعقود علیہ ستۃ: کونہ موجودا مالا متقوما مملوکا فی نفسہ، و کون الملک للبایع فیما یبیعہ لنفسہ و کونہ مقدور التسلیم فلم ینعقد بیع المعدوم و مالہ خطر العدم کالحمل و اللبن فی الضرع و الثمر قبل ظھورہ. (الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید ج 4 ص 17)

الجواب عن السوال الثانی

بیع سلم اور استصناع کے علاوہ معدوم کی جتنی شکلیں ہیں، خواہ وہ بیع حبل الحبلہ یا بیع الثمار قبل الظہور یا بیع اللبن فی الضرع یا بیع الماء یا بیع الطیر، بیع السمک قبل الاصطیاد یا بیع العبد الآبق یہ تمام بیوعات باتفاق ائمہ اربعہ شرعاً باطل ہیں۔

بیع المعدوم او مالہ خطر الوجود کبیع المضامین و الملاقیح و حبل الحبلہ باطل لا ینعقد باتفاق ائمۃ المذاھب الاربعۃ للنھی عنہ فی الاحادیث الصحیحۃ. (الفقہ الاسلامی ج 4 ص 504)

الجواب عن السوال الثالث

اور بیع معدوم کی جتنی بھی شکلیں ہیں سب میں ممانعت کی اصل علت غرر ہے، یعنی مبیع کا پایا جانا اور عقد بیع کا تام ہونا یقینی نہیں بلکہ محتمل ہے تمام شکلوں میں اس کا امکان ھے کہ مبیع مشتری کے حوالے ہو کر عقد بیع تام ہو جائے، اور اس کا بھی امکان ہے کہ مبیع مشتری کے سپرد نہ کی جا سکے اور عقد بیع تام نہ ہو سکے۔

اما حدیث النھی عن بیع ما لیس عند الانسان فالسبب فیہ ھو الغرر لعدم القدرۃ علی التسلیم لانہ معدوم. (الفقہ الاسلامی ج 4 ص 175)

بقیہ سوالات کے جوابات سے قبل چند تمہیدی باتیں لکھی جاتی ہیں۔

بیع سلم بیع استصناع، بیع استجرار اور معاہدہ بیع کی چند صورتیں۔ (بیع سلم)

سلم کی تعریف:

سلم ایسی خرید و فروخت کو کہتے ہیں، جس میں قیمت نقد ادا کی جائے اور مبیع اُدھار ہو، شریعت میں ایسی چیز کو فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے، جو ابھی موجود نہ ہو، یا بیچنے والے کی ملکیت میں نہ ہو، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجات الناس کی وجہ سے بیع سلم کو جائز قرار دیا ہے۔ (اسلام اور جدید معاشی مسائل 5 ص 147)

سلم کی شرائط:

سلم کے درست ہونے کے لئے متعدد شرطیں ہیں، فقہ کی کتابوں میں، خاص کر فقہاء حنفیہ کے یہاں تفصیل سے اس کا ذکر آیا ہے، اس میں تین باتیں بنیادی طور پر اہم ہیں:

۱۔ قیمت یعنی رأس المال اسی مجلس میں ادا کر دی جائے، جس میں سلم کا معاملہ طے پائے، یہ جمہور کا نقطہ نظر ہے، مالکیہ کے نزدیک دو یا تین دنوں تک کی تاخیر کی گنجائش ہے۔

۲۔ مبیع یعنی مسلم فیہ اُدھار ہو۔

۳۔ مسلم فیہ کے اوصاف، اس کی ادائیگی کا وقت اور ادائیگی کی جگہ کو اس طرح متعین کر دیا جائے کہ بعد میں فریقین کے درمیان اس کی تشریح وتوضیح میں اختلاف کا امکان نہ رہے۔

۴۔ مسلم فیہ اگرچہ بائع کے پاس موجود نہ ہو، مگر یہ اطمینان ہو کہ وہ شئ ادائیگی کے وقت بازار میں دستیاب ہوگی اور عقد کے وقت سے لیکر ادائیگی کے وقت تک ہمیشہ بازار میں دستیاب رہنا ضروری نہیں۔ (التفصیل فی انعام الباری: ۶/ ۴۲۵)

نوٹ: سلم کی شرائط میں حضرات فقہاء نے بہت سی شرطیں لگائیں ہیں، لیکن جن شرائط پر حضرات فقہاء کا اتفاق ہے، وہ اوپر ذکر کی گئیں۔

واعلم أن للسلم شروطا غير ما اشتمل عليه الحديث، مبسوطة فی كتب الفقه ولا حاجة لنا فی التعرض لما لا دليل عليه، الا أنه وقع الاجماع على اشتراط معرفة صفة الشيء المسلم فيه على وجه يتميز بتلك المعرفة عن غيره. (نيل الاوطار ج5 ص 227)

سلم کا حکم:

سلم کے جواز پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلم کی جو اجازت دی ہے اسکا بنیادی مقصد چھوٹے کاشتکاروں کی ضرورت کو پورا کرنا تھا جنہیں اپنی فصل اُگانے کے لئے اور فصل کی کٹائی تک اپنے بیوی بچوں کے اخراجات پورے کرنے کے لئے رقم کی ضرورت ہوتی تھی۔ ربا کی حرمت کے بعد وہ سودی قرضہ نہیں لے سکتے تھے، اس لئے انہیں اجازت دی گئی کہ وہ اپنی زرعی پیداوار پیشگی قیمت پر فروخت کر دیں۔

اسی طرح عرب تاجر دوسرے علاقوں کی طرف کچھ اشیاء برآمد کرتے تھے اور وہاں سے اپنے علاقے میں کچھ چیزیں درآمد کرتے تھے۔ اس مقصد کے لئے انہیں رقم کی ضرورت ہوتی تھی۔ ربا کی حرمت کے بعد یہ لوگ سودی قرضہ نہیں لے سکتے تھے، اس لئے انہیں اجازت دی گئی کہ وہ پیشگی قیمت پر یہ اشیاء فروخت کر دیں۔ نقد قیمت وصول

کر کے یہ لوگ اپنا مذکورہ بالا کاروبار با آسانی جاری رکھ سکتے تھے۔سلم سے بائع کو بھی فائدہ پہنچتا تھا اس لئے کہ قیمت پیشگی مل جاتی تھی اور خریدار کو بھی فائدہ پہنچتا تھا اس لئے کہ سلم میں قیمت عموماً نقد سودے کی نسبت کم ہوتی تھی۔(اسلام اور جدید معاشی مسائل ج5 ص147)

سلم کے اقسام

سلم کی کل تین قسمیں ہوسکتی ہیں:

1:سلم مطلق

2:سلم متوازی

3:سلم مقسط (بیع استجرار)

سلم متوازی کی تعریف

سلم مطلق کی تعریف گزر چکی ہے اور سلم متوازی یہ ہی کہ رب السلم نے جس چیز کو بطور سلم خریدا ہے اسی جنس کی چیز کو بطور سلم کسی دوسرے سے فروخت کرنے کا معاملہ کرلے یا مسلم الیہ نے جس جنس پر عقد سلم کیا ہے اسی جنس کی چیز کو کسی دوسرے سے بطور سلم خرید لے،لیکن سلم متوازی کے لئے شرط ہے کہ ہر ایک معاملہ اور معاہدہ دوسرے سے الگ اور مستقل ہو کوئی ایک دوسرے پر موقوف اور معلق نہ ہو۔(اسلام جدید معاشی مسائل ج5 ص153)

3:سلم مقسط کی تعریف: مسلم فیہ ایک ساتھ اصول نہ کی جائے بلکہ قسطوار حوالگی اور اصولیابی کی شرط ہو مثلاً پورا رأس المال ایک ساتھ حوالے کردیا جائے اور مسلم فیہ قسطوار اصول کی جائے اسکو سلم مقسط اور بیع استجرار بھی کہتے ہیں۔

استصناع کی تعریف:

استصناع: اصطلاح میں ایسے عقد کو کہتے ہیں جس میں خریدنے والا کسی چیز کے تیار کرنے کا آرڈر دیتا ہے اور بیچنے والا آرڈر کے مطابق اسے تیار کر کے فراہم کردیتا ہے تو ایسے عقد کو استصناع کہتے ہیں۔

استصناع کا حکم: حضرات فقہاء کے یہاں بیع سلم کی طرح سے استصناع بھی جائز ہے۔

استصناع کی شرائط: استصناع کے درست ہونے کے سلسلہ میں کچھ اہم شرائط واحکام یہ ہیں:

(1)عمل بھی صانع کی طرف سے ہو اور بناوٹ کا مٹیریل بھی صانع کی طرف سے ہو، اگر مٹیریل آرڈر دینے والے کی طرف سے ہو تو پھر یہ اجارہ کی شکل ہوجائے گی۔

(2)استصناع ایسی ہی چیزوں میں درست ہے،جس میں انسانی صنعت کا دخل ہو اور ان کو آرڈر پر تیار کرانے کا رواج ہو، جیسے: جوتا،موزہ مشینی آلات یا موجودہ دور میں مقررہ نقشہ کے مطابق بنائے گئے مکانات وغیرہ۔

(3)جس چیز کا آرڈر دیا جارہا ہو، یعنی مبیع ، اس کے اوصاف اس طرح واضح کردیئے جائیں کہ وہ پوری

طرح متعین ہوجائے۔

(4) جس چیز کا آرڈر دیا جارہا ہو، وہ حلال ہو اور حلال شئ سے اس کو بنایا جاتا ہو۔

(5) بیع سلم کی طرح استصناع میں قیمت کا پہلے ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔

(6) راجح قول کے مطابق استصناع عقد بیع ہے اور دونوں فریق پر لازم ہے، صرف وعدہ بیع نہیں ہے۔ (جدید فقہی مسائل ج5 ص394)

نوٹ: استصناع میں آرڈر لینے والے کا خود تیار کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ دوسرے سے تیار کروا کے فراہم کرنا بھی جائز ہے اور اسی طرح پہلے سے تیار شدہ چیز کو بھی فراہم کرنے کی اجازت ہے۔ (فقہ البیوع: ۱/ ۶۰۵)

استصناع اور سلم میں فرق: استصناع کی یہ نوعیت مدنظر رکھتے ہوئے استصناع اور سلم میں متعدد فرق ہیں جو یہاں مختصراً بیان کیے جارہے ہیں:

(1) استصناع ہمیشہ ایسی چیز پر ہوتا ہے جسے تیار کرنے کی ضرورت ہو، جبکہ سلم ہر چیز کی ہوسکتی ہے خواہ اسے تیار کرنے کی ضرورت ہو یا نہ ہو۔ (2) سلم میں یہ ضروری ہے کہ قیمت مکمل طور پر پیشگی ادا کی جائے جبکہ استصناع میں یہ ضروری نہیں ہے۔

(3) سلم کا عقد جب یہ ایک مرتبہ ہوجائے تو اسے یک طرفہ طور پر منسوخ نہیں کیا جاسکتا، جبکہ عقد استصناع کو سامان کی تیاری شروع ہونے سے پہلے منسوخ کیا جاسکتا ہے۔

(4) سپردگی کا وقت سلم میں بیع کا ضروری حصہ ہے، جبکہ استصناع میں سپردگی کا وقت مقرر کرنا ضروری نہیں ہے۔ (اسلام اور جدید معاشی مسائل ج ۵ ص ۱۵۵)

استصناع کے اقسام: سلم کی طرح سے استصناع کی بھی دو قسمیں بنتی ہیں۔

۱۔ استصناع مطلق ۲۔ استصناع متوازی۔

استصناع متوازی یہ ہے کہ آرڈر دینے والا آرڈر دی ہوئی چیز کے مماثل چیز دوسرے کو فراہم کرنے کا معاملہ کرلے، یا آرڈر کو قبول کرنے والا کسی دوسرے کو اس جیسی چیز کا آرڈر دے دے، اور پھر اس سے حاصل کرکے آرڈر دینے والے کو فراہم کردے تو اس کو استصناع متوازی کہتے ہیں، لیکن اس میں بھی شرط ہے کہ ہر معاملہ ایک دوسرے سے علیحدہ اور مستقل ہو، کوئی ایک دوسرے پر موقوف نہ ہو، دونوں کی ذمہ داریاں الگ الگ ہوں تو اس کو استصناع متوازی کہتے ہیں جس طرح سے مطلق استصناع جائز ہے اسی طرح سے استصناع متوازی بھی شرعاً جائز ہے۔ (انعام الباری ج6 ص187/188)

آج کل حکومتوں کا تعمیری کام کے ٹھیکہ لینے والوں سے جو معاملہ ہوتا ہے، وہ زیادہ تر استصناع متوازی پر

مشتمل ہوتا ہے کہ کوئی شخص یا کوئی کمپنی حکومت سے مکان سڑک فیکٹری یا اس طرح کی چیزیں تیار کر کے فراہم کرنے کا معاملہ کرتا ہے اور پھر وہ اسی جیسی چیز کو تیار کرانے کا آرڈر دوسرے کو دیتا ہے اور دوسرا تیسرے کو دیتا ہے تو اس طرح سے جتنے معاہدے کرنے والے ہیں سب اپنا اپنا معاہدہ الگ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو فراہم کرتے ہیں اور نتیجتہً جس نے پہلے معاملہ کیا ہوتا ہے اس کو چیز فراہم ہو جاتی ہے، تو یہ شکل استصناع متوازی کی ہے جو آج کل عرف میں بہت رائج ہے۔

أما إذا لم يكن هناك شرط من المستصنع أن الصانع يصنعه بنفسه، فيجوز له أن يفوض العمل إلى غيره، أو يعقد مع آخر استصناعاً موازياً، ولكن يجب أن لا يكون هناك ربط بين العقدين، وأن تكون الحقوق والالتزامات الناشئة عن الاستصناع الموازى مستقلة عن الاستصناع الأول، بمعنى أن الصانع إن أخل بالتزاماته فى الاستصناع الموازى، فإن الصانع فى الاستصناع الأول لا يتحلل من التزاماته. (فقه البيوع ج1 ص605)، انعام الباری ج6ص/188)

بیع استجرار کی تعریف

رقم پہلے ادا کر دی جائے، مبیع بعد میں حاصل کر کے حساب کر لیا جائے یا پہلے سامان حاصل کر لیا جائے، بعد میں حساب کر کے قیمت چکتا کر دی جائے، تو اس کو اصطلاح میں بیع استجرار کہا جاتا ہے۔

بیع استجرار کی ابتداء دو قسمیں ہیں:

1۔ پہلی قسم مبیع (اشیاء) پہلے حاصل کی جائیں اور ثمن بعد میں ادا کیا جائے اسکی کل تین صورتیں ہیں جسکا خلاصہ درج ذیل ہے۔

1۔ اگر بائع مشتری کو اشیاء کی قیمت اسی وقت بتا دے جب مشتری ان اشیاء پر قبضہ کرے تو اس صورت میں ہر قبضہ کے وقت بیع درست ہو جائے گی، اس کے صحیح ہونے پر ان تمام فقہاء کا اجماع ہے جو بیع تعاطی کے جواز کے قائل ہیں۔ اور حساب کا تصفیہ اس وقت ہوگا جب مشتری تمام مبیع کے مجموعہ پر قبضہ کر لیگا۔

2۔ اگر بائع مشتری کو ہر مرتبہ قبضہ کے وقت مبیع کی قیمت نہ بتائے، لیکن متعاقین کو یہ بات معلوم ہو کہ یہ بیع بازاری قیمت پر ہو رہی ہے، اور بازاری قیمت اس طرح متعین اور معلوم ہو کہ اس میں ردو بدل اور اختلاف کا اندیشہ نہ ہو تو اس صورت میں بھی ہر مرتبہ مبیع پر قبضہ کرتے وقت بیع صحیح ہو جائے گی۔ 3۔ اگر قبضہ کرتے وقت مبیع کی قیمت معلوم نہیں تھی یا عاقدین نے اس بات پر اتفاق کر لیا تھا کہ جو بازاری قیمت ہوگی اس پر بیع منعقد ہوگی، لیکن بازار میں اس چیز کی قیمت میں اتنا فرق پایا جا رہا ہے کہ اس کی قیمت کی تعیین میں اختلاف واقع ہو رہا ہے، تو اس صورت میں قبضہ کے وقت بیع صحیح نہیں ہوگی، بلکہ حساب کے تصفیہ کے وقت بیع صحیح ہو جائے گی اور اس کی صحت کو قبضہ کے وقت کی

طرف منسوب کیا جائے گا۔لہذا اس مبیع میں مشتری کی ملکیت قبضہ کے وقت سے ثابت ہوجائے گی اور ثمن کی ادائیگی کے بعد قبضہ کے وقت سے ہی مشتری کے تمام تصرفات مبیع کے اندر حلال ہوجائیں گے۔

2 ۔دوسری قسم جس میں قیمت پہلے ادا کی جائے اور مبیع بعد میں لی جائے اسکی دو صورتیں ہیں

1۔ثمن کے ادائیگی کے وقت مبیع کی جنس اور اسکا وصف اور اسکی مقدار بیان کردی جائے اور مبیع ان اشیاء کی قبیل سے ہو جس میں شرائطِ سلم اور استصناع کا لحاظ ممکن ہو تو یہ صورت جائز ہے اور یہ صورت سلم اور استصناع پر منطبق ہوگی ،لہٰذا شرائطِ سلم وغیرہ کا لحاظ بھی ضروری ہوگا۔

2۔ثمن جو پہلے دیا کیا جائے وہ بطورِ ثمن ادا نہ کیا گیا ہو بلکہ وہ قرض ہو تو اسکی بھی پہلی قسم کی طرح سے اسکی بھی تین صورتیں بنیں گی۔

ا۔سامان لیتے وقت اسکی قیمت متعین کرکے پیشگی ادا کردہ رقم سے محسوب کرلیا جائے ،تو یہ بیع تعاطی کی شکل ہے۔

2۔قبضہ کے وقت مبیع کی قیمت متعین نہ کی جائے ،لیکن متعاقدین کے درمیان بازاری قیمت پر حساب ہونا پہلے سے طے ہو تو اور مبیع ان اشیاء میں سے ہو جن کی بازاری قیمت میں فرق بہت نادر اور قلیل ہو،تو مبیع پر قبضہ کرتے وقت بیع تعاطی بن کر بیع صحیح ہوجائے گی۔

3۔مبیع پر قبضہ کرتے وقت قیمت معلوم نہ ہو اور بازاری قیمت پر حساب طے ہو،لیکن مبیع ان اشیاء میں سے ہو جن قیمتوں کا بازار میں فرق پایا جاتا ہو تو اس صورت میں حساب کے وقت بیع صحیح ہوجائے گی اور بیع کی نسبت قبضہ کے وقت سے ہوکر مشتری کے تمام تصرفات کھانا پینا حلال ہوجائینگے۔

اس دوسری صورت کے متعلق مفتی تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں۔

ان عبارات سے ظاہر ہوا کہ جس طرح ثمن مؤخر کے ساتھ "استجرار "جائز ہے اسی طرح ثمن مقدم اور پیشگی ادائیگی کے ساتھ بھی بیع الاستجرار جائز ہے، اور یہ رقم بیع ہونے تک بائع کے پاس قرض ہوگی اور پھر بیع کے وقت اس قرض کا مبیع کے ثمن کے ساتھ مقاصہ ہوجائے گا اور یہ پیشگی رقم بائع کے ذمے مضمون ہوگی، اگر ہلاک ہوگئی تو اس کے مال سے ہلاک ہوگی۔لیکن اگر بائع یہ پیشگی رقم اپنے پاس اس طرح رکھے جیسے امانت کے طور پر کوئی چیز رکھی جاتی ہے اور اس رقم میں کوئی تصرف نہ کرے تو اس صورت میں بائع کا اس پیشگی رقم پر قبضہ" قبضہ امانت "شمار ہوگا، اور ہلاک ہونے کی صورت میں اس پر ضمان نہیں آئے گا۔(فقہی مقالات ج3 ص255-256-257-261-262)

ما یستجرہ الانسان من البیا ع اذا حاسبہ علی اثمانھا بعد استھلاکھا جاز استحسانا.(در مختار ج7ص30-31)

معاہدہ بیع:

سلم اور استصناع سے مشابہ ایک شکل معاہدہ بیع کی ہے، یعنی کوئی شخص کسی چیز کو وقت متعینہ پر فراہم کرنے کی ذمہ داری لے لے، جس وقت یہ معاملہ کریں تو اس وقت کوئی بیع اور عقد نہ کیا جائے بلکہ ایک معاہدہ کیا جائے جس کو اپنی زبان میں ٹھیکیداری کہتے ہیں کہ ٹھیکیدار ٹھیکہ لے لے کسی سے کوئی چیز بنا کر کے فراہم کرنے کا یا خرید کر کے فراہم کرنے کا، یا کسی اور طریقے سے حاصل کر کے فراہم کرنے کا ٹھیکہ لے اور عقد بیع نہ کریں، تو ایسی صورت میں جس وقت وہ چیز فراہم کی جائے گی اس وقت یہ عقد بنے گا، ابتداءً عقد نہیں بلکہ معاہدہ ہے، لہٰذا ابتدا میں بیع سلم وغیرہ کی شرائط کا موجود ہونا بھی لازم اور ضروری نہیں بلکہ یہ معاہدہ ہے اب جب وہ چیز حوالے کی جائے گی اس وقت وہ تعاطی کے ذریعہ بیع منعقد ہو جائے گی۔

چنانچہ عطر ہدایہ میں ہے، یعنی فی الحال ایجاب وقبول نہیں ہوا صرف بیع کا وعدہ ہوا کہ خریدار نے اقرار کر لیا کہ میں آپ سے اتنی مقدار میں یہ چیز خریدوں گا اور بائع نے کہا آپکو اتنی مقدار میں فروخت کروں گا، یہ حتمی بیع نہیں جس کے لئے مبیع کا موجود ہونا، مقدار کا معلوم ہونا لازم ہو اور ایجاب وقبول حتمی طور پر ہو جائے، اسی طرح یہ محض ایک وعدہ بھی نہیں کہ بعد میں دونوں آزاد ہوں، چاہے فروخت کرے یا نہ کرے، دوسرا خریدے یا نہ خریدے، بلکہ دونوں کے لئے اس قول وقرار کی پابندی لازمی ہے۔

اس دور جدید میں ایسے معاہدوں کی پابندی کی ضرورت بہت بڑھ گئی ہے، کیونکہ ذاتی کام ہو یا حکومت کا انتظام یا کوئی رفاہی کام، غرض یہ ہے کہ کوئی کام بھی ایسے معاہدوں کے بغیر انجام نہیں پا سکتا ہے، مثلاً زید کو کسی محکمہ کارخانہ یا فوج کے لئے ایسی چیزوں کی ضرورت ہے، جو عام لوگوں کے کار آمد نہیں اس لئے عام طور پر بازاروں میں نہیں ملتیں، اور کس کی فرمائش اور اطمینان کے بغیر نہ کوئی تیار کرتا ہے نہ مہیا کرتا ہے، جیسے گوڈر (یعنی پھٹا پرانا کپڑا) یا ردی مال، ہڈیاں وغیرہ، بہت سی چیزیں جو بے موسم نہیں ملتیں یا موسم میں بھی ہر جگہ دستیاب نہیں ہے، اگر دستیاب ہیں بھی تو مہنگی ہیں، اس لئے ایسے معاہدات کے بغیر نہ یہ چیزیں ہر جگہ ہر وقت دستیاب ہو سکتی ہیں نہ اتنی قیمت میں مل سکتی ہیں نہ ان کی فراہمی اور نگرانی آسان ہے۔

پس ایسی سخت ضرورتیں پوری کرنے کا راستہ یہی ہے کہ زید وبکر میں اس طرح معاہدہ ہو جائے کہ ہم نے اتنا مال، ان اوصاف کا حامل، قسطوں پر اور ان مقامات پر فروخت اور خریدنے کا معاہدہ کر لیا ہے، اب اس میں تمام باتوں کی تصریح ہو جائے، مال کی مقدار، اوصاف، قیمت، قسطیں، اوقات، جگہ وغیرہ، پھر مناسب یہی ہے کہ معاہدہ نامہ کو لکھ لیا جائے جیسا کہ بیع سلم میں لکھ لینا مناسب ہے۔

بیع اور تجارتی معاہدہ میں فرق

بیع اور تجارتی معاہدہ میں فرق یہ ہے:

1۔بیع میں مال خریدار کی ملک میں آ جاتا ہے، قبضہ ہو یا نہ ہو۔

2۔خریدار جب چاہے قبضہ کرنے اور فائدہ حاصل کرنے کا حقدار ہے، بائع حاضر ہو یا غائب ہو، زندہ ہو یا مردہ، راضی ہو یا ناراض۔

:3وہ تمام حقوق جو کسی وجہ سے بائع کے ذات یا مال پر عائد ہوں وہ مبیع سے متعلق نہیں ہوتے۔

:4۔خریدار کی ذمہ داریوں کا اثر مبیع تک پہنچتا ہے، مبیع پر قبضہ ہوا ہو یا نہ ہو۔

:5بائع کے لئے مبیع کو روکنا یا اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں۔

لیکن جہاں بیع کا صرف معاہدہ ہوا ہے، بیع نہیں ہوئی، اس میں مبیع پر نہ خریدار کی ملک ثابت ہوگی، نہ خریدار کا نفع اٹھانا جائز ہے، نہ ہی قبضہ کا حق ہے، نہ یہ کہ بائع ومشتری کے ورثاء ایک دسرے پر دعویٰ کر سکتے ہیں، نہ ان ذمہ داریوں سے مستثنیٰ ہے جو بائع کی ذات یا مال سے متعلق ہوں، البتہ بائع کو مجبور کیا جائے گا کہ معاہدہ کے مطابق وقت مقررہ پر شرائط کے مطابق اشیاء مہیا کرے، مبیع کو مہیا کرنے کے متعلق بائع کا نقصان اور عذر قابل قبول نہ ہوگا، اسی طرح خریدار اس مال کو لینے اور قیمت ادا کرنے پر مجبور ہوگا، اس کو اس مال کی ضرورت رہے یا نہ رہے، معاہدہ کے وقت خریدار کی طرف سے اس مال کے لینے پر جو رضامندی تھی، اس کی اس وقت بھی رضامندی سمجھی جائے گی پس وقوع بیع اور معاہدہ بیع کے درمیان فرق ظاہر ہوگیا۔(عطر ہدایہ ص ۲۳۶)

الجواب عن السوال الرابع

معدوم اشیاء جن کی اس طرح سے تعیین ممکن ہو کہ ادائیگی کیوقت کسی قسم کے نزاع کا اندیشہ نہ ہوں، اس میں بیع سلم کی اجازت ہے۔

اور جن اشیاء کی تعیین ممکن نہ ہو یا وقت متعینہ پر فراہمی محتمل ہو اس میں بیع سلم کی اجازت نہیں ہے۔

الجواب عن السوال الخامس

مبیع کے وجود میں آنے قبضہ ہونے سے پہلے اسکو فروخت کرنا جائز نہیں؛ البتہ اگر بعینہ کسی متعینہ چیز کو فروخت نہ کیا جائے بلکہ بیع کی جو جنس ہے، اس جنس کے اوصاف وغیرہ کی تعیین کر کے الگ سے مستقل عقد سلم کیا جائے تو یہ سلم متوازی کی شکل ہے اور مبیع دستیاب ہونے کے بعد مسلم فیہ کی جگہ پر اس کو حوالے کر دیا جائے تو شرعاً یہ جائز ہے، اس کے عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں؛ لیکن شرط یہ ہے کہ دونوں معاملے مستقل ہوں، کوئی ایک دوسرے پر موقوف نہ ہو، اس کے دستیاب ہونے یا نہ ہونے سے اس معاملہ کا کوئی تعلق نہ ہو، لہذا اگر دوسرا معاملہ اسی پہلی مبیع کے قبضہ میں آنے پر موقوف ہو تو یہ بیع قبل القبض یا بیع قبل الملک کی شکل ہے، جو شرعاً جائز نہیں ہے۔

الجواب عن السوال السادس

اگر کوئی شخص کسی سے کسی چیز کا عقد سلم کرے اور اس عقد سلم کو ملحوظ رکھ کر وہ دوسرے سے کسی چیز کا عقد سلم کرے اور دوسرا تیسرے سے عقد سلم کرے تو یہ صورت سلم متوازی کی ہے، جو شرعا جائز ہے،

البتہ اگر جس چیز کو خریدا ہے دوسرے عقد میں بعینہٖ اسی چیز کو فروخت کرے اور ادائیگی کو اسکے حصول یابی پر معلق کرے تو یہ شرعا جائز نہیں ہے، نیز اگر ایک شخص دوسرے سے کوئی عقد نہ کرے، بلکہ عقد کرنے کا معاہدہ کرے اور وہ دوسرے سے معاہدہ بیع کرے، اور دوسرا تیسرے سے معاہدہ بیع کرے تو شرعاً اسکی بھی اجازت ہے اس لئے کہ یہ معاہدہ ہے جسکی پاسداری لازم ہے لیکن بیع نہیں ہے، لہذا اس میں بیع کے شرائط کی پابندی بھی لازم نہ ہوگی۔

الجواب عن السوال السابع

کسی معدوم شئی کا جو مثلیات عددیات متقاربہ کی قبیل سے ہوں تو جنس، نوع، وصف وغیرہ بیان کر کے منضبط کرنا ممکن ہے اور اس طرح کے انضباط کے بعد بیع سلم کے طریقہ پر اسکو فروخت کرنا شرعا جائز ہے، نیز اگر معاہدہ بیع کیا جائے تو سلم کی شرائط کا متحقق ہونا بھی ضروری نہیں ہے، صرف انضباط کا پالیا جانا کافی ہے۔

الجواب عن السوال الثامن

عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ معدوم چیزوں کی حصول یابی اور فراہمی کے لیے معاہدہ بیع کی شکل اختیار کی جاسکتی ہے۔ نیز بیع استجرار کا طریقہ بھی اختیار کیا جاسکتا ہے، جسکی ایک شکل یہ ہوگی کہ ثمن پیشگی ادا کر دیا جائے اور بیع کی اقساط متعین کر دی جائے اور ہر قسط اپنے متعینہ وقت پر ادا کی جاتی رہے، تو یہ شکل بیع استجرار کے قبیل سے ہوگی، اسکو اصطلاح جدید میں سلم مقسط کہا جاتا ہے۔

الجواب عن السوال التاسع

(الف) جگہ اور مقام کی تعیین کے ساتھ جگہ بلڈنگ کا مجوزہ نقشہ اور اسکی سہولیات کا خاکہ اور فلیٹ کی مکمل معلومات نقشہ کے ذریعہ سے واضح کر کے فلیٹ کی بکنگ کی جائے اور زمین دستیاب ہو چکی ہو تو بلڈنگ اور فلیٹ کی تعمیرات سے پہلے جو بکنگ ہوگی یہ بیع استصناع میں داخل ہوگی، لہٰذا اگر زمین دستیاب ہو چکی ہے تو فلیٹ کے تیار ہونے سے پہلے فلیٹوں کی بکنگ شرعا جائز ہوگی، اور اگر زمین دستیاب نہیں ہوئی ہے تو ایسی صورت میں چونکہ فلیٹ کا لازمی حصہ زمین بھی ہوتی ہے اور زمین غیر مثلیات کی قبیل سے ہے، اس لیے اسکی دستیابی یقینی نہیں، لہٰذا فلیٹوں کی بکنگ ایسی صورت میں استصناع میں داخل نہیں ہوسکتی۔ اس لیے زمین کی دستیابی سے پہلے نقشہ کے مطابق فلیٹ کو فروخت کرنا جائز نہ ہوگا، البتہ اگر سامنے والے کو کسی ابہام اور دھوکہ میں رکھے بغیر معاملے کی پوری نوعیت واضح کرنے کے

بعد معاہدہ بیع کی صورت اختیار کی جائے تو شرعاً یہ طریقہ بھی جائز ہوگا کہ اس صورت میں معاہدہ زمین کی دستیابی پر معلق رہے گا اور معاہدات کی تعلیق میں کوئی حرج نہیں۔

(ب) یہ شکل بیع کی نہیں بلکہ معاہدہ کی ہے، لہذا معاہدہ کی تمام شقوں کو واضح کر کے اگر معاہدہ کیا جائے جس میں نزاع کا کوئی امکان باقی نہ رہے، تو شرعاً ایسا کرنا جائز ہے اور معاہدہ کی پابندی فریقین پر لازم ہوگی اور انتہاء اً یہ معاہدہ بیع میں تبدیل ہو جائے گا، یعنی جب زمین کے مالک کو معاہدے کے مطابق فلیٹ یا اسکی قیمت مل جائے گی تو بلڈر کو زمین پر ملکیت ہو جائے گی، تو حاصل یہ کہ ابتداء یہ شکل معاہدہ کی ہے اور معاہدہ کی تکمیل کے بعد. یہ شکل بیع تعاطی میں تبدیل ہو جائیگی۔

(ج) موبائل اور کمپیوٹر پر دیکھے اور سنے جانے والے سافٹ ویئر اور اپلیکیشن سے بہت سے جائز منافع متعلق ہوتے ہیں اور لوگوں کے لیے پرکشش ہوتے ہیں اور ضروریات کے لیے ان کو محفوظ رکھا جاتا ہے گرچہ ان کے محفوظ کرنے کا ایک خاص طریقہ ہے، لیکن جب اس کو محفوظ کرنا اس سے نفع اٹھانا اور اس کی طرف لوگوں کی رغبت اور میلان کا پایا جانا متحقق ہے تو یہ شرعاً مال ہے، لھذا اسکی خرید وفروخت بھی جائز ہے۔

المال: اسم لغير الآدمي خلق لمصالح الآدمي وأمكن إحرازه والتصرف فيه على وجه الاختيار. (فقه البيوع ج1 ص24)

اور خرید وفروخت کے جائز ہونے کے لیے مالِ متقوم ہونا شرط ہے لہذا اگر سافٹوئیر اور اپلیکیشن معصیت اور گناہ کے مواد پر مشتمل ہوں تو یہ مال متقوم نہیں، لہذا اسکی خرید وفروخت جائز نہ ہوگی، جائز ہونے کے لیے اس سے متعلقہ منافع کا شرعاً مباح اور جائز ہونا شرط ہے، کمپیوٹر اپلیکیشن اور سافٹوئیر کو فتاوی عثمانی میں بھی مال تسلیم کر کے اس کی بیع پر جواز کا حکم لگایا گیا ہے۔ (فتاوی عثمانی ج3 ص249)

(د) ایک سیزن میں جتنے پھل آئیں ہیں اور جتنے متوقع ہیں تو موجود کے ساتھ غیر موجود کو بھی فروخت کر دینا ضرورت اور حاجت الناس کی وجہ سے جائز ہے، خواہ موجود پھل معدوم کے مقابل میں قلیل ہو یا کثیر، فی زمانا یہی حکم انسب ہے، جب کہ متقدمین فقہاء احناف کا مسلک کچھ اس طرح ہے کہ حنفیہ، حنابلہ اور شوافع کے نزدیک جو موجود ہیں ان کی بیع درست ہے، اور جو معدوم ہیں ان کی بیع درست نہیں، اور امام مالک کے نزدیک پورے کی بیع جائز ہے، پھر متاخرین فقہاء احناف میں سے شمس الائمہ حلوانی کے نزدیک اگر اکثر ظاہر ہو گئے ہیں تو پورے کی بیع جائز ہے، لیکن امام فضلی، ابن نجیم، ابن ہمام وغیرہم کے تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ قلت وکثرت کی قید کے بغیر اگر کچھ پھل ظاہر ہو گئے ہوں اور کچھ متوقع ہوں تو موجود کیساتھ متوقع کو تابع بنا کے کر فروخت کر دینا جائز ہے، شامی کی تحریر کے مطابق موجودہ زمانے میں عرف عام کی وجہ سے فتوی اسی پر ہے۔

وإن بيعت جميع أثمار الشجر أو البستان فی حين ظهر بعضها ولم يظهر بعضها، ففيه خلاف، فقال الشافعية والحنابلة إنه لا يجوز البيع إلا فيما ظهر، وهو ظاهر مذهب الحنفية، لأن مالم يخرج معدوم، ولكن أفتى شمس الأئمة الحلوانی رحمه الله تعالى بأنه لو كان الخارج أكثر، جاز البيع فی الجميع، وبه أفتى الإمام الفضلی، بل يظهر من عبارته أنه لا يشترط كون الخارج أكثر، بل يجعل الموجود أصلاً فی البيع، ومايحدث بعد ذلک تبعاً له. وبه أفتى ابن نجيم رحمه الله تعالى فی فتاواه."

(فقه البيوع ج 1ص 327).(الفقه الحنفی فی ثوبه الجديد ج 4ص 90/ 94)(شامی ج7ص85/86)

(ح) دکان دار کو سامان کا جو آڈر دیا جاتا ہے اور قیمت پیشگی ادا کر دی جاتی ہے اور دکان دار اپنی سہولت کے مطابق دکان پر موجود یا غیر موجود سامان رفتہ رفتہ فراہم کرتا رہتا ہے اور آخر میں چل کر حساب کتاب کر کے معاملے کو مکمل کر لیتا ہے، یہ شکل ظاہری اعتبار سے بیع استجرار پر منطبق ہوتی ہے، جس میں بیع ابتداءً نہیں ہوتی بلکہ سامان ملنے کے وقت طریقہ تعاطی منعقد ہو جاتی ہے تو طریقہ تعاطی کی ایک شکل ہے جسکو بیع استجرار سے بھی تعبیر کرتے ہیں، درحقیقت ابتداء یہ معاہدہ بیع ہے اور انتہاء بیع تعاطی ہے۔ (جدید فقہی مسائل ج6 ص سلم مقسط)

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم

بیعِ معدوم کی چند جدید صورتیں

مولانا مفتی جمیل احمد نذیری
مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام مبارک پور

بیعِ معدوم پر بحث کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سے متعلق مروی کچھ احادیث مع مختصر تشریح ذکر کردی جائیں۔

عن حکیم بن حزام قال نهانی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان ابیع ما لیس عندی رواه الترمذی فی روایة له ولابی داؤد والنسائی قال قلت یا رسول الله یأتینی الرجل فیرید منی البیع ولیس عندی فابتاع له من السوق قال لاتبع مالیس عندک. (مشکوٰة المصابیح ۲۴۸/۱)

حکیمؓ بن حزام سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ میں وہ چیز بیچوں جو میرے پاس نہیں ہے۔ ترمذی۔ اور ترمذی ہی کی اور ابوداؤد و نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! ایک شخص میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے بیع کرنا چاہتا ہے، لیکن وہ چیز میرے پاس نہیں ہے، پس میں اس کے لیے اس چیز کو بازار سے خرید کر دے دوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا اس چیز کو مت بیچو جو تمہارے پاس نہیں ہے، (یعنی تمہاری ملکیت میں نہیں ہے)۔

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لا یحل سلف وبیع ولا شرطان فی بیع ولا ربح مالم یضمن ولا بیع مالیس عندک رواه الترمذی وابوداؤد. (۲)

قرض اور بیع (ایک دوسرے سے متعلق کرکے) حلال نہیں، بیع میں دو شرطیں کرنی درست نہیں، اس چیز سے نفع اٹھانا درست نہیں جو ابھی اپنے (ضمان) قبضہ میں نہیں آئی اور اس چیز کو بیچنا جائز نہیں جو تمہارے پاس نہیں ہے۔

الفاظ حدیث **لاتبع مالیس عندک.** (اس چیز کو مت بیچو، جو تمہارے پاس نہیں۔) کے تحت ملا علی قاری لکھتے ہیں:

ای شیئا لیس فی ملکک حال العقد فی شرح السنة، ھذا فی بیوع الاعیان دون بیوع الصفات فلذا قیل السلم فی شیئ موصوف عام الوجود عند المحل المشروط یجوز وان لم یکن فی ملکه حال العقد وفی معنیٰ ما لیس عنده فی الفساد بیع العبد الأبق وبیع المبیع قبل القبض وفی معناه بیع مال غیره بغیر اذنه لانه لا یدریٰ ھل یجیز مالکه أم لا، وبه قال الشافعی رحمه الله قال جماعة یکون العقد موقوفاً علیٰ اجازة المالک وھو قول مالک واصحاب أبی حنیفة وأحمد رحمھم الله. (مرقات المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح ۶/ ۸۱ باب النھی عنھا من البیوع)

یعنی وہ شے جو عقد کے وقت تمہارے ملک میں نہیں، یہ بیوعِ اعیان میں ہے، بیوع صفات میں نہیں، اسی لیے کہا گیا ہے کہ ایسی شے کی بیعِ سلم جس کی صفت بیان کر دی گئی ہو اور جو عام الوجود ہو، محل مشروط کے وقت، جائز ہے، اگرچہ عقد کی حالت میں اس کی ملکیت میں نہ ہو، اور جو اس کے پاس نہ ہونے کے معنی میں، بھاگے ہوئے غلام کی بیع ہے اور قبضہ سے پہلے کی بیع ہے، اسی کے معنی میں، دوسرے کے مال کو اس کی اجازت کے بغیر بیچ دینا ہے، اس لیے کہ معلوم نہیں کہ مالک اجازت دے گا یا نہیں، امام شافعیؒ اسی کے قائل ہیں، ایک جماعت کہتی ہے ایسی بیع مالک کی اجازت پر موقوف ہے، یہی امام مالکؒ، اصحاب امام ابوحنیفہؒ وامام احمدؒ کا قول ہے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں

بیع المعدوم أو ما له خطر الوجود، کبیع المضامین. (امافی اصلاب الذکور) والملاقیح (ای مافی اصلاب الاناث) وحبل الحبلة (نتاج النتاج) باطل لاینعقد باتفاق ائمة المذاھب الاربعة للنھی عنه فی الاحادیث الصحیحة. (الفقه الاسلامی وادلته ۴/ ۵۰۴)

معدوم کی بیع اور اس چیز کی بیع جو ہونے یا نہ ہونے کے درجے میں ہے، جیسے مضامین (یعنی مذکر کے نطفے کی بیع) اور ملاقیح کی بیع (یعنی جو مؤنث کے صلب میں ہے) اور حمل کے حمل کی بیع باطل ہے، بالکل منعقد نہیں، مذاہب اربعہ کے ائمہ کے اتفاق کے ساتھ، اس سلسلے میں احادیثِ صحیحہ کے مروی ہونے کی وجہ سے۔

آگے لکھتے ہیں کہ بیع معجوز التسلم جیسے کسی اڑتے پرندہ کی بیع، پانی میں موجود مچھلی کی بیع بھی باطل ہے، باتفاق مذاہب۔

جس حدیث میں، انسان کے پاس جو چیز نہ ہو، اس کی بیچنے کی ممانعت ہے، اس کا سبب غرر ہے، حوالگی پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے، نہ یہ کہ وہ معدوم ہے۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں

اما حدیث النھی عن بیع مالیس عندالانسان فالسبب فیه ھو الغرر لعدم القدرة علی التسلیم، لا انه

معدوم. (کتاب مذکور ص ۱۷۵)

اور غرر کبھی مبیع کی جہالت کی وجہ سے ہوتا ہے، کبھی مبیع کے ثمن کی جہالت کی وجہ سے ہوتا ہے، کبھی اس کی سلامتی کی جہالت کی وجہ سے ہوتا ہے، اور غرر قلیل وجہلِ یسیر قابل تحمل ہوتا ہے۔

لمعات التنقیح میں ہے

والغرر یکون للجهل بالبیع أو ثمنه او سلامته أو اجله وقد یتحمل غرر قلیل و جهل یسیر. (لمعات التنقیح ۵/ ۵۶۴ شیخ عبدالحق محدث الدهلوی رحمۃ اللہ علیہ)

بیع معدوم کا مطلب یہ ہے کہ مبیع موجود نہ ہو اور اس کی بیع کر دی جائے، جیسے بیع نتاج النتاج (اونٹنی کے بچے کے بچے کی بیع) یا درخت پر پھل آئے نہیں، اور ان کی بیع کر دی۔ اسی طرح جس کے ہونے یا نہ ہونے، دونوں کا امکان ہے، اس کی بیع کر دی، مثلاً تھن کے دودھ کی بیع کر دی، جس میں دودھ ہونے یا نہ ہونے (محض پھولا ہونے) دونوں کا امکان ہے اور کتنا دودھ ہوگا، اس کا بھی کوئی ٹھیک نہیں۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۳۵۷)

بہت سی صورتوں میں بیع کا عدم جواز عدم ملک کی وجہ سے بھی ہوتا ہے اور غیر مقدار التسلیم ہونے کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔ (البحر الرائق ۶/ ۳۷) اور عدمِ جواز، غرر کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔ (ردالمحتار علی الدر المختار ۹/ ۲۵۱)

بیعِ معدوم کا عدم جواز، اِن میں سے کسی بھی شکل میں ہوسکتا ہے، اور یہ سب احادیثِ نبویہ سے مبرہن ہے۔

بیعِ معدوم کی کتنی قسمیں ہوسکتی ہیں، انہیں منضبط نہیں کیا جاسکتا، زمانہ کیا کیا کروٹیں لے گا اور بیعِ معدوم کی کون کون شکلیں وجود میں آئیں گی، انہیں کوئی کیا بتا سکتا ہے، البتہ ان میں سے کسی کے وجود میں آنے پر، اس پر حکم منطبق کیا جاسکتا ہے۔

اگر ایسی چیز کی بیع کا معاملہ ہے جو خارج میں موجود و متعین ہوتی ہو، یعنی اعیانی ہو تو بیع معدوم کی ممانعت کی علت وحکمت بیع کا موجود نہ ہونا بھی ہے، غیر مقدار التسلیم ہونا بھی ہے، ملکیت میں نہ ہونا بھی ہے اور غرر بھی ہے۔

بیعِ معدوم اور عقدِ استصناع

صنعتوں میں زبردست ترقی کے پیش نظر لوگوں کی ضرورتوں اور تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے عقدِ استصناع مشروع ہے۔ چنانچہ بنانے والے کو اپنی ان نئی مصنوعات کو بیچ کر فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا ہے جو بنوانے والے کی طرف سے مقرر کردہ شرائط کے مطابق ہو، اور بنوانے والے کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی طبیعت، بدن اور مال کے مناسب حال اپنی ضرورت پوری کر لیتا ہے، بازار میں موجود تیار شدہ مصنوعات، بسا اوقات انسانی ضرورتوں کو پورا نہیں کرتیں، لہٰذا تجربہ کار اور تخلیق کار کے پاس جانا ضروری ہوتا ہے۔ (الموسوعۃ الفقہیہ ۳/ ۳۲۷)

استصناع کے لیے تعامل، شرط ہے، لیکن یہاں تعامل سے کیا مراد ہے؟ کیا عہدِ صحابہؓ اور عہدِ تابعین سے تعامل ہونا چاہیے، یا تعاملِ حادث کا بھی اعتبار ہے؟ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فقہ البیوع جلد اول میں **المراد من التعامل فی الاستصناع** کے تحت علامہ ابن عابدین شامیؒ کے مجموعہ رسائل ابن عابدین رسالہ نشر العرف ۲/ ۱۲۴ و ۱۲۵ کے حوالہ سے عرفِ خاص، عرفِ عام، استصناع اور عرفِ قدیم وحادث کی گفتگو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ومعنی ذلک ان العرف الحادث معتبر کالعرف القدیم، وعلی ھٰذا جریٰ به عمل العلماء فی کل زمان، لأن ما صرّحوا بجواز الاستصناع فیه بالتعامل مثل أوانی الحدید والرصاص والنحاس والزجاج والنعال ولجم الحدید للدواب ونصول السیف والسکاکین والقسی والنبال والسلاح کله والطشت والقمقمة. (بدائع الصنائع ۴/ ۹) لم یثبت فی کل واحد واحد من ھٰذه الأشیاء التعامل من عهد الصحابة والتابعین وانما جریٰ فیها التعامل شیئا فشیئا وقد حکم العلماء بالصحة فی کل ما جریٰ به التعامل فی عهدهم، ولذلک ذکر أصحاب المجلة الاستصناع فی ما یصنع فی المعامل الجسیمة من المدافع البواخر، وظاھراً انها لم تکن موجودة فی عهد الصحابة والتابعین، وکذلک جری العمل الیوم الحادث بالاستصناع فی المبانی الکبیرة وغیرها من غیر انکار العلماء، فظهر ان التعامل الحادث معتبر فی جواز الاستصناع. (فقه البیوع ۱/ ۵۹۸)

اس کا مطلب یہ ہے کہ قدیم عرف کی طرح نیا عرف بھی معتبر ہے، ہر زمانہ کے علماء کا اس پر عمل رہا ہے، اس لیے جن چیزوں میں تعامل کی وجہ سے علماء نے استصناع کے جواز کی صراحت کی ہے جیسے لوہا، سیسہ، تانبا، شیشہ کے برتن اور جوتا اور چوپائیوں کے لیے لوہے کی لگام، تلوار اور چھری، کمان، نیزہ و تیر کی اَنی اور سارے ہتھیار، اور طشت اور قمقمے، ان میں سے ہر ایک میں الگ الگ عہدِ صحابہؓ وعہدِ تابعین سے تعامل ثابت نہیں ہے، ان میں تعامل تھوڑا تھوڑا کر کے بتدریج جاری ہوا ہے، اور علماء نے، جس کا بھی ان کے عہد میں تعامل جاری ہو گیا، اس کے صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے، اسی لیے **المجلة** کے مصنفین نے ان چیزوں کے استصناع کا تذکرہ کیا ہے جو بڑی بڑی فیکٹریوں میں بنائی جاتی ہیں جیسے توپیں اور بحری جہاز وغیرہ، اور ظاہر ہے کہ عہدِ صحابہؓ اور عہدِ تابعین میں یہ چیزیں موجود نہیں تھیں، اسی طرح آج بڑی بلڈنگوں وغیرہ کی تعمیر میں استصناع کا عمل جاری ہے، اور علماء نے انکار نہیں کیا، اس سے ظاہر ہوا کہ جوازِ استصناع میں تعاملِ حادث (نیا تعامل) بھی معتبر ہے۔

چند صفحات کے بعد لکھتے ہیں

اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ علماء نے تعامل نہ ہونے کی وجہ سے، جن چیزوں میں استصناع کے عدم جواز کی صراحت کی ہے، مثلاً کپڑے، اگر ان میں تعامل جاری ہو جائے تو ان میں استصناع جائز ہوگا، اور یہ چیز ہمارے زمانہ میں پیدا

ہوچکی ہے، خصوصاً تیار شدہ سوتی وریشمی کپڑوں کے تاجر، کارخانوں اور فیکٹریوں میں انہیں بنواتے ہیں، اور کارخانے، اسی کے مطابق کپڑے تیار کرتے ہیں، جیسے انہوں نے تاجروں کے آرڈر قبول کیے ہیں، اس استصناع کا جواز بھی مناسب لگتا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

یہاں مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے علامہ شیخ فتح محمد لکھنوی (تلمیذ مولانا عبدالحئ فرنگی محلی) کے حوالے سے ایک اور پہلو ذکر کیا ہے (عطر ہدایہ ص ۱۱۲) جس کے مطابق استصناع میں عرف وتعامل کی شرط نہیں۔ (فقہ البیوع ۱/ ۶۰۰)

خلاصہ یہ ہے کہ جس کا بھی تعامل ہوجائے، وہ جائز ہے، خواہ وہ بڑی چیز ہو یا چھوٹی چیز، خواہ جوتا بنوائے یا بلڈنگ، ساڑی ہو یا سوٹ، یا برتن، اور کسی چیز کا تعامل تدریجاً ہوتا ہے، شروع میں نہیں، بعد میں اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے استصناع کا تعامل ہوگیا۔

بیعِ معدوم کا عقدِ استصناع پر قیاس

بیعِ سلم، معدوم کی بیع ہوتی ہے، تنقیح اللمعات شرح مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں

(لاتبع ما عندک) وهٰذا فی غیر صورة السلم فانه جائز اجماعاً بالشرائط المعتبرة فیه. (تنقیح اللمعات ۵/ ۱۷۵)

(وہ چیز نہ بیچو جو تمہارے پاس نہیں ہے) یہ سلم کی صورت کے علاوہ میں ہے، اس لیے کہ سلم بالاجماع جائز ہے، سلم کی شرائطِ معتبرہ کے ساتھ۔

اور سلم اور استصناع میں بہت قربت ہے

(وقالا الأول) أی ما فیه تعامل استصناع لأن اللفظ حقیقة للاستصناع فیحافظ علی قضیته ویحمل الأجل علی التعجیل بخلاف مالا تعامل فیه، لأنه استصناع فاسد فیحمل علی السلم الصحیح وله أنه دین یحتمل السلم وجواز السلم بالاجماع لا شبهة فیه، وفی تعاملهم الاستصناع نوع شبهة فکان الحمل علی السلم اولی هدایة. (ردالمحتار علی الدر المختار ۴/ ۲۳۷)

صاحبینؒ نے فرمایا کہ یہ پہلا یعنی جس میں تعامل ہے وہ استصناع ہے، اس لیے کہ لفظ، استصناع کے لیے حقیقت ہے، اس لیے اس کے مقتضیٰ کی حفاظت کی جائے گی اور مدت کی تعیین کو تعجیل پر محمول کیا جائے گا، برخلاف اس صورت کے جس میں تعامل نہ ہو، اس لیے کہ وہ استصناع فاسد ہے، پس اسے سلمِ صحیح پر محمول کیا جائے گا، امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ وہ دین ہے جو سلم کا احتمال رکھتا ہے، اور سلم کا جواز بالاجماع ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں، جبکہ لوگوں کے استصناع کے تعامل میں ایک طرح کا شبہ ہوتا ہے، لہٰذا سلم پر محمول کرنا اولی ہے۔ ہدایہ۔

"الشروط الخاصة للإستصناع" کے عنوان سے الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے

استصناع کی چند شرطیں ہیں جو کہ درج ذیل ہیں

ا۔ جو چیز بنوائی جارہی ہے، وہ معلوم ہو، یعنی اس کی جنس، نوعیت، اور مقدار بیان کردی جائے، اور استصناع میں دو چیزیں لازم ہیں، سامان اور عمل، اور یہ دونوں بنانے والے سے مطلوب ہوتی ہیں۔

ب۔ ایسی چیز بنوائی جائے، جس کے بنوانے کا لوگوں کے درمیان تعامل ہو، اس لیے کہ جس کا تعامل نہیں، اس کے سلسلے میں قیاس سے رجوع کیا جائے گا، پس وہ سلم پر محمول ہوگا اور سلم کے احکام جاری ہوں گے۔

ج۔ وقت کا متعین نہ ہونا، یہ شرط، مختلف فیہ ہے، بعض حنفیہ کی رائے ہے کہ عقدِ استصناع میں شرط ہے کہ وقت کی تعیین نہ ہو، اور اگر استصناع میں وقت کا ذکر ہو تو وہ سلم ہو جائے گا۔ اس میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا اختلاف ہے، ان کے نزدیک استصناع میں وقت مقرر کرنے کا عرف جاری ہے۔ وقت مقررہ جلدی کام کرنے پر آمادہ کرے گا۔ (الموسوعۃ الفقہیہ ۳/ ۳۲۸ بحوالہ المبسوط و بدائع الصنائع وغیرہ)

بیعِ معدوم کو عقدِ استصناع پر وہاں وہاں قیاس کیا جا سکتا ہے جہاں جہاں استصناع کی مذکورہ بالا شرائط پائی جارہی ہوں۔

علاوہ ازیں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے الفاظِ حدیث **لاتبع مالیس عندک** کے تحت لکھا ہے

هٰذا فی بیوع الأعیان دون بیوع الصفات، فلذا قیل السلم فی شیئ موصوف عام الوجود عند المحل المشروط یجوز وان لم یکن فی ملکه حال العقد. (مرقاۃ المفاتیح ۶/ ۸۱)

یہ بیوعِ اعیان میں ہے، نہ کہ بیوعِ صفات میں، اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ ایسی شے کی سلم، جس کی صفت بیان کردی گئی ہو اور جو عام الوجود ہو محلِ مشروط کے وقت، جائز ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بیع کے وجود میں آنے اور قبضہ سے پہلے، اوصاف بتا کر بھی چیزیں، خریدی اور بیچی جا سکتی ہیں، بشرطیکہ وہ عام الوجود ہوں، یہ بیعِ معدوم، بیوع الصفات میں سے ہے، بیوع الأعیان میں سے نہیں ہے۔

ہدایہ میں ہے

والمعدوم قد یعتبر موجوداً حکماً. (ھدایہ ۳/ ۱۰۰)

اور معدوم، کبھی کبھی، حکماً، موجود مان لیا جاتا ہے۔

اس کی شرح میں فتح القدیر میں ہے

وحین لزم جوازه علمنا أن الشارع اعتبر فیها المعدوم موجوداً، وفی الشرع کثیر کذالک، کطهارة المستحاضة وتسمیة الذابح اذا نسیها والرهن بالدین الموعود وقرأة المأموم. (فتح القدیر ۶/ ۲۴۲)

جب اس کا جواز لازم ہو گیا، تو ہم نے جانا کہ شارع نے اس میں، معدوم کو موجود مان لیا ہے، اور شریعت میں ایسی مثالیں بہت ہیں جیسے مستحاضہ کی طہارت، ذابح کا تسمیہ، جب وہ اسے بھول گیا ہو، اور دین موعود کا رہن اور مقتدی

کی قرأت۔

ہدایہ کے حاشیہ میں عینی کے حوالے سے ہے:

قوله والمعدوم هٰذا جواب عما يقال كيف يجوز ان يكون بيعاً، والمعدوم لا يصلح ان يكون بيعاً وتقرير الجواب ان المعدوم قد يعتبر موجوداً حكماً اى من حيث الحكم، كالناسى للتسمية عندالذبح فان التسمية جعلت موجودة بعذر النسيان، فكذلك المستصنع للمعدوم جعل موجوداً حكماً لتعامل الناس. (حاشیہ ھدایہ نمبر ۱۸، ۳/۱۰۰)

کیونکہ معدوم، بیع بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، جواب کی تقریر یہ ہے کہ معدوم کو کبھی کبھی حکماً موجود مان لیا جاتا ہے، یعنی موجود ہونے کا حکم لگا دیا جاتا ہے، جیسے ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جانے والا، اس لیے کہ بسم اللہ کو نسیان کے عذر کی وجہ سے موجود مانا گیا ہے، ایسے ہی معدوم کو بنوانے والا، تعاملِ ناس کی وجہ سے حکماً موجود مانا گیا ہے۔

بلڈنگیں بنانے میں استصناع کی صورتیں

بلڈنگیں بنوانے میں استصناع کی درج ذیل صورتیں پائی جاتی ہیں:

۱۔ زمین مستصنع کی ہو اور مالکِ زمین، ٹھیکدار سے کہے کہ وہ متعین نقشہ کے مطابق اس زمین پر عمارت بنا دے، اور تعمیرات کا سارا ساز وسامان مالکِ زمین کا ہو، ٹھیکدار صرف بنانے کا کام کرے تو یہ اجارہ ہے، استصناع نہیں، اور اگر ٹھیکدار تعمیرات کے سارے ساز وسامان کا اپنی طرف سے انتظام کرے تو یہ استصناع ہے۔

زمین، بنانے والے کی ہو، اس سے بنوانے والا مطالبہ کرے کہ اس پر کوئی گھر، یا آفس، یا دکان تعمیر کر دے، اور اسی میں سے یہ ہے کہ خالی زمین والا، اس زمین پر ایک بڑی عمارت کی تعمیر کا نقشہ بنوائے جس میں رہائشی فلیٹ بھی ہوں، دفاتر بھی ہوں، مارکیٹ وغیرہ بھی ہوں، پھر وہ لوگوں کو ان جگہوں کے لیے اپنا اپنا نام رجسٹرڈ کرانے کی دعوت دے، لوگ رقم ادا کریں، پھر وہ عمارت کے مکمل ہونے کے بعد خریداروں کو فلیٹ حوالہ کر دے، اس کی تخریج بھی استصناع کے طریقہ پر ہی ہے، پس رجسٹرڈ کرانے والے زمین والے کے ساتھ فلیٹ بنوانے کا معاہدہ کرتے ہیں، ڈیزائن اور اسکیم کے مطابق، مطلوبہ معلوم اوصاف وشرائط کے ساتھ، لہٰذا یہ استصناع کی شرائط کے ساتھ جائز ہے، لیکن بعض لوگ جو یہ کرتے ہیں کہ فلیٹ یا آفس کو اس کی تعمیر مکمل ہونے اور سپرد کیے جانے سے پہلے، کسی اور کو فروخت کر دیتے ہیں، یہ جائز نہیں ہے، اُس دلیل کی وجہ سے جو ہم ذکر کر چکے ہیں کہ مصنوع، حوالگی سے پہلے، مستصنع کی ملکیت نہیں ہے، (بلکہ صانع کی ملکیت ہے) لہٰذا یہ اس چیز کی بیع ہوگئی جس کا انسان مالک نہیں، اور وہ نصِ حدیث سے ممنوع ہے۔ (فقہ البیوع ۱/۶۰۴)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"حوالگی سے پہلے مصنوع کا ضامن، صانع ہوگا، لہٰذا مصنوع کی حفاظت وصیانت اسی کی ذمہ داری ہوگی، اگر حوالگی سے پہلے مصنوع، ضائع یا ہلاک ہوگیا تو صانع کا نقصان قرار پائے گا، مستصنع کا نہیں، اور جب قبضہ سے پہلے مصنوع، صانع کی ملکیت ہے، مستصنع کی نہیں، تو مستصنع کے لیے جائز نہیں کہ وہ شے مصنوع، اپنے پاس حوالہ کیے جانے سے پہلے، کسی اور کو فروخت کردے، مزید یہ کہ جونہی صانع، مصنوع کو مستصنع کے سپرد کردے یا تخلیہ کے ذریعہ شے مصنوع پر قبضہ کرنے پر قادر بنادے، یا مستصنع کے وکیل کے حوالہ کردے، تو صانع کی ذمہ داری ختم، اب جو نقصان ہوگا، وہ مستصنع کا ہوگا، اور مستصنع کو اس کو بیچنے کا بھی حق مل جائے گا۔"
(فقہ البیوع ۱/ ۶۰۱)

دوسری جگہ **بیع محل الاستصناع قبل التسلیم** کے عنوان سے لکھتے ہیں:

جس نے کسی چیز میں "سلم" کیا تو اس کے لیے جائز نہیں کہ اس شے کو مسلم الیہ سے وصول کرنے سے پہلے، کسی اور کو بیچ دے، ایسے ہی جس نے کسی سے کوئی چیز بنوائی تو اسے بھی شے مصنوع پر، صانع کے ذریعہ قبضہ دلائے جانے سے پہلے، کسی اور کو بیچنا جائز نہیں، اس لیے کہ وہ یا تو معدوم ہے یا بائع کی غیر مملوک ہے، اسی طرح جس نے کسی مجوزہ امارت کے کسی فلیٹ کا رجسٹریشن کرایا، جس کا نقشہ بن چکا ہے مگر ابھی عمارت نہیں بنی ہے، یہ بھی استصناع کے حکم میں ہے، لہٰذا مستصنع کے لیے جائز نہیں کہ وہ یہ فلیٹ، کسی تیسرے کو بیچ دے، جب تک صانع کی طرف سے قبضہ حاصل نہ کرلے، اس لیے کہ اگر صانع نے بنانا شروع نہیں کیا تو وہ معدوم کی بیع ہے، اور اگر بنانا شروع کردیا ہے تو خریدا ہوا فلیٹ، صانع کی طرف سے حوالگی سے پہلے، مستصنع کا مملوک نہیں ہوا، اور معدوم کی بیع بھی جائز نہیں، اور جس کا انسان مالک نہ ہو، اس کی بیع بھی جائز نہیں۔
(کتاب مذکور ۱/ ۳۳۳)

ساری بحث کا خلاصہ راقم سطور کی نظر میں یہ ہے کہ آدمی اس چیز کو بیچنے کا حق رکھتا ہے، جو اس کی مضمون علیہ ہو، یعنی جس کے نفع ونقصان کا وہ ضامن بن چکا ہو، اور جس کے نفع ونقصان کا ضامن نہ ہو، وہ اس کو فروخت نہیں کرسکتا، کیونکہ وہ یا تو معدوم کی بیع ہوگی، یا غیر مقدار التسلیم ہوگی، دونوں صورتوں میں بیع درست نہ ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ معدوم کی بیع، اوصاف وغیرہ بتا کر دو ہی صورتوں میں جائز ہوسکتی ہے، ایک یہ کہ بیعِ سلم ہو، اور اس میں بیعِ سلم کی ساری شرائط کا لحاظ رکھا گیا ہو، دوسری یہ کہ استصناع ہو اور استصناع کی شرائط کا لحاظ رکھا گیا ہو۔

سوال نمبر پانچ کا جواب: بیع کا یہ طریقہ کہ بیع کے وجود میں آنے یا اس پر قبضہ ہونے سے پہلے اوصاف بتا کر جو چیزیں بیچی اور خریدی جاتی ہوں، اگر استصناع کی شرائط پر پوری اترتی ہوں تو بیع جائز ہے، ورنہ نہیں۔

اور بیعِ سلم تو اس میں ہو نہیں سکتی، کیونکہ مسلم فیہ کا موجود ہونا **من حین العقد الی حین المحل** (ہدایہ

۳/ ۹۳ باب السلم) ضروری ہے، اور یہاں مسلم فیہ معدوم ہے، البتہ موجود ہو مگر قبضہ نہ ہو، تو بیعِ سلم کی بھی گنجائش ہے، بیعِ سلم کی شرائط کے ساتھ۔

سوال نمبر ۶ کا جواب: بیع کے معدوم ہونے یا بیع پر قبضہ سے پہلے تاجروں کے درمیان اس طرح معاملہ ہونا کہ ایک تاجر دوسرے تاجر سے اس کی بیع کر دے، دوسرا تاجر تیسرے شخص سے اس کی بیع کر دے اور یہ سلسلہ چلتا رہے، اس طرح کی بیع جائز نہیں ہے، کیونکہ پہلا تاجر، دوسرے تاجر کو بیعِ معدوم بیچ رہا ہے (اگر وہ بیع معدوم ہے) یا پھر ایسی چیز بیچ رہا ہے جو ابھی اس کی ملکیت اور ضمان میں آئی نہیں (اگر بیع موجود ہو مگر اس پر قبضہ نہ ہوا ہو تو)

لہٰذا جب پہلے تاجر کا، دوسرے تاجر کے ہاتھ فروخت کرنا ہی ناجائز ہو گیا، تو دوسرے کا تیسرے کو اور تیسرے کا، کسی اور کو، اور اسی طرح بیع وشراء کا سلسلہ چلتا رہنا کہاں سے جائز ہو جائے گا۔

سوال نمبر ۷ کا جواب: شے معدوم کو وصف، جنس اور نوع وغیرہ بیان کر کے منضبط کیا جا سکتا ہے، اگر چہ مبیع وجود میں نہ آئی ہو، اگر اس طرح انضباط ہو جائے اور فریقین میں نزاع کا اندیشہ ختم ہو جائے تو شرعاً ایسی بیعِ استصناع کی صورت میں ہو سکتی ہے۔ ہدایہ جلد ثانی ص ۱۰۰ و فتح القدیر جلد سادس ص ۲۴۲ وغیرہ کی عبارتیں گزر چکی ہیں۔

سوال نمبر ۸ کا جواب: عقدِ سلم اور عقدِ استصناع کے علاوہ، دیگر صورتیں جن میں بیع معدوم جائز ہو، اور ان کی بیع درست قرار دی جا سکتی ہو، فی الحال احقر کے علم میں نہیں۔

بلڈر کا فلیٹ کا نقشہ بنا کر فلیٹ فروخت کرنا

الف۔ اگر بلڈر زمین خرید کر نقشہ بنا کر، نقشہ کے مطابق فلیٹ بیچنا شروع کر دے، حالانکہ ابھی تعمیر کا کام شروع نہیں ہوا ہے، یا کام شروع ہو گیا ہے، مگر فلیٹ مکمل نہیں، ایسی صورتوں میں نقشہ کی بنیاد پر مکان (فلیٹ) کی خرید وفروخت استصناعاً جائز ہے، یعنی ان بیوع پر عقد استصناع کے احکام جاری ہوں گے۔ (فقہ البیوع جلد اول ص ۶۰۴ کی عبارت گزر چکی ہے۔)

لیکن اگر زمین، بلڈر کی نہیں ہے، تو محض نقشہ کی بنیاد پر فلیٹ کی خرید وفروخت جائز نہیں، کیونکہ اس میں غرر ہے، جس زمین پر فلیٹ بنانے کے منصوبے کا وہ نقشہ دکھا رہا ہے، پتہ نہیں، وہ اس کی ملکیت میں آ پائے گی یا نہیں، اسی طرح فروختگی کے وقت، اس کا غیر مقدور التسلیم ہونا بھی بالکل ظاہر ہے۔

ب۔ مالکِ زمین اور بلڈر کے درمیان یہ معاہدہ کہ بلڈر، مالکِ زمین کی زمین پر فلیٹ بنائے گا، جس میں سے مالکِ زمین کو چند فلیٹ یا اس کی قیمت دے دے گا، اور باقی بلڈر کا ہو گا۔

یہ صورت درست ہے، اس صورت میں بلڈر، مالکِ زمین کو جو فلیٹ اپنے خرچ پر بنا کر دے گا، یا قیمت دے گا، وہ زمین کا معاوضہ ہو گیا، گویا قیمت دے کر زمین خرید لی، لہٰذا یہ صورت جائز ہو گی۔

ج۔جن کمپیوٹر اپلیکیشن اور سوفٹ ویئر پروگراموں کی آن لائن خرید وفروخت ہوتی ہے، جن کا بظاہر کوئی محسوس وجود نہیں ہوتا، صرف موبائل یا کمپیوٹر پر دیکھا اور سنا جا سکتا ہے، ان پر بیعِ معدوم کا اطلاق نہیں ہوگا، اور ان کی خرید و فروخت جائز ہوگی۔

محسوس وجود ہونا ضروری نہیں، سلم اور استصناع میں، عقد سلم اور عقدِ استصناع کرتے وقت "مسلم فیہ" اور "شے مصنوع" کا محسوس وجود نہیں ہوتا، لہٰذا اگر بیچنے والا اس سافٹ ویئر اور کمپیوٹر اپلیکیشن کا مضمون علیہ ہے، یعنی اس کے نفع ونقصان کا ضامن ہے تو وہ اسے بیچ سکتا ہے اور مشتری خرید کر سکتا ہے۔

کمپیوٹر اپلیکیشن اور سوفٹ ویئر میں مبیع کے موجود ہونے کا جو مقام ہے، وہاں بائع دکھا دیتا ہے، مگر سلم اور استصناع میں مبیع کو کسی جگہ عقد کے وقت نہیں دکھایا جا سکتا، لہٰذا جب سلم اور استصناع جائز ہوا تو یہ بیع بھی جائز ہوئی۔

بیعِ سلم اور استصناع میں مسلم فیہ اور شے مصنوع کا وجود صرف صانع اور مستصنع اور رب السلم اور مسلم الیہ کے ذہنوں میں بھی پایا جاتا ہے، وہ بھی موہوم سا تصور۔

ہر وہ چیز جو حقیقۃً یا عرفاً معدوم ہو، اُس کی خرید وفروخت درست نہیں۔ (فقہی ضوابط ۲/ ۲۹ مطبوعہ مکتبہ حجاز دیوبند)

یہاں کمپیوٹر اپلیکیشن اور سوفٹ ویئر عرفاً موبائل میں موجود ہیں۔

د۔کسی بھی پھل کی اس طرح بیع کرنا کہ فی الوقت جتنے پھل موجود ہیں اور جتنے پھل متوقع ہیں، دونوں کی بیع کر دی جائے، جائز نہیں، موجود پھلوں کی بیع درست ہے، متوقع پھلوں کی بیع درست نہیں۔

متوقع پھلوں کی بیع، غیر مقدور التسلیم بھی ہے، غیر مملوک بھی ہے، اور اس میں جہالت بھی ہے اور غرر بھی ہے، پتہ نہیں پھل آئیں گے یا نہیں اور کتنے آئیں گے۔

الغرر ھو الشک فی وجودہ۔ (ردالمحتار ۹/ ۲۵۱)

غرر کی ایک شکل بیع کا مجہول ہونا بھی ہے۔ (لمعات التنقیح ۵/ ۵۶۴)

اور بیوع کا عدمِ جواز عدم ملک کی وجہ سے بھی ہوتا ہے، غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے بھی ہوتا ہے، اور غرر کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔ (البحر الرائق ۶/ ۳۷ وردالمحتار ۹/ ۲۵۱)

ہ۔ جن صورتوں میں دکان دار کو سامان کا آرڈر دے کر قیمت ادا کر دی جاتی ہے، کچھ سامان اس کی دکان میں موجود ہوتا ہے، اور بڑی تعداد میں سامان مارکیٹ میں تو ہوتا ہے، دکان دار کے پاس نہیں ہوتا، دکان دار سامان کا انتظام کر کے خریدار کے حوالے کر دیتا ہے۔

بیع کی یہ صورت جائز ہے، اور بیع سلم میں آتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

بیع معدوم کی چند جدید شکلیں

مولانا اختر امام عادل قاسمی

جامعہ ربانی منورواشریف، سمستی پور بہار

آج نئے وسائل وآلات کے دور میں عقود ومعاملات کی بعض ایسی صورتیں رائج ہوگئی ہیں ،جن میں ایسی چیزوں کی بھی بیع ہوجاتی ہے جو موجود ہی نہیں ہیں، اس ضمن میں مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ کے سوالات کے جواب پیش خدمت ہیں:

سوال نمبر ۱:۔فقہاء کے نزدیک بیع معدوم کا مفہوم کیا ہے؟ نیز اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

سوال نمبر ۲:۔بیع معدوم کے سلسلے میں فقہاء کی آراء اوران کے دلائل کیا ہیں؟ اس سلسلے میں راجح مسلک کیا ہے؟

سوال نمبر ۳:۔بیع معدوم سے ممانعت کی علت اور حکمت کیا ہے؟ مبیع کا موجود نہ ہونا یا غرر کا پایا جانا؟ یا کوئی اور وجہ؟

سوال نمبر ۴ :۔کیا بیع معدوم کو عقد استصناع پر قیاس کیا جاسکتا ہے؟ اگر کیا جاسکتا ہے تو کہاں کہاں کیا جاسکتا ہے؟ اس کی شرطیں کیا ہوں گی؟

سوال نمبر ۸ :۔عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ وہ کون کون سی صورتیں ہوسکتی ہیں ،جن میں بیع معدوم جائز اور درست قرار دی جاسکتی ہے، چند کی نشاندہی فرمائیں۔

بیع معدوم کا حکم

جواب:۔جواز بیع کے لئے بنیادی شرط یہ ہے کہ معقود علیہ (جس چیز کا عقد کیا جارہا ہے) عاقد کے پاس موجود ہو، کسی معدوم چیز کی بیع باتفاق فقہاء درست نہیں۔

(الموسوعة الفقهية الكويتية ج9 ص 14 صادر عن: وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية—الكويت

★الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ)

خودحدیث پاک میں بیع معدوم کی صریح ممانعت آئی ہے:

عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَأْتِينِي الرَّجُلُ يَسْأَلُنِي مِنْ الْبَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدِي أَبْتَاعُ لَهُ مِنْ السُّوقِ ثُمَّ أَبِيعُهُ قَالَ لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ) الجامع الصحيح سنن الترمذي ج3 ص534 حدیث نمبر:1232)

ترجمہ: حضرت حکیم بن حزامؓ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ لوگ مجھ سے ایسی چیز مانگتے ہیں جو میرے پاس نہیں ہوتی تو میں اس کو بازار سے خرید کر فروخت کرتا ہوں، سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا، جو چیز تمہارے پاس نہ ہو اس کی بیع نہ کرو۔

معدوم سے مراد معدوم سے مراد ایسی چیز ہے جو بائع کی ملکیت واختیار میں نہ ہو، خواہ وہ مارکیٹ میں موجود ہو، مثلاً، دوسرے شخص کی زمین ، اور طباعت سے قبل کتاب کی بیع بھی اسی زمرہ میں آئے گی وغیرہ :

وَالْمُرَادُ بِالنَّهْيِ عن بَيْعِ ما لَيْسَ عِنْدَ الْإِنْسَانِ ما لَيْسَ في مِلْكِهِ بِدَلِيلِ قِصَّةِ الحديث فإن { حَكِيمَ بن حِزَامٍ قال يا رَسُولَ اللهِ إنَّ الرَّجُلَ يَطْلُبُ مِنِّي سِلْعَةً لَيْسَتْ عِنْدِي فَأَبِيعُهَا منه ثُمَّ أَذْخُلُ السُّوقَ فَأَسْتَجِيدُهَا فَأَشْتَرِيهَا فَأُسَلِّمُهَا إلَيْهِ فقال عليه السَّلَامُ لَا تَبِعْ ماليس عِنْدَكَ وَأَجْمَعْنَا على أَنَّهُ لو بَاعَ عَيْنًا حَاضِرَةً غير مَمْلُوكَةٍ له لَا يَجُوزُ , وَإِنْ مَلَكَهَا فِيمَا بَعْدُ وَلَوْ كان كما زَعَمَلَ جَازَ۔ (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ج 4 ص 25 فخر الدين عثمان بن علي الزيلعي الحنفي. الناشر دار الكتب الإسلامي. سنة النشر 1313هـ. مكان النشر القاهرة)

☆ جو چیزیں موہوم ہوں مثلاً جانور کے نطفہ یا بیضۂ انثی سے پیدا ہونے والا بچہ، یا حمل کا حمل، یا موجود ہوں لیکن معدوم ہونے کا اندیشہ ہو، مثلاً حمل، تھن کا دودھ وسیپ میں موتی یا پھل اور غلہ قابل استعمال ہونے سے قبل وغیرہ، یہ سب بھی معدوم ہی کے درجہ میں ہیں، اور ان کی بیع جائز نہیں، متعدد روایات میں ان کی ممانعت کا ذکر ہے، مثلاً: ایک حدیث میں حمل کے حمل کی فروخت سے منع کیا گیا ہے جس کا رواج عہد جاہلیت میں تھا:

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع حبل الحبلة وكان بيعا يتبايعه أهل الجاهلية كان الرجل يبتاع الجزور إلى أن تنتج الناقة ثم تنتج التي في بطنها۔ (الجامع الصحيح ج2 ص752 حدیث نمبر:2033)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں مضامین (نطفۂ نر)، ملاقیح (بیضۂ مادہ)، تھن کا دودھ اور پھلوں کو قابل استعمال ہونے سے قبل بیچنے کی ممانعت آئی ہے:

عن ابن عباس : أن رسول الله صلى الله عليه و سلم نهى عن بيع المضامين و الملاقيح و حبل الحبلة۔

(المعجم الکبیر ج 11 ص 230)

عن ابن عباس قال : نهى رسول الله صلى الله عليه و سلم أن تباع الثمرة حتى تبين صلاحها أو يباع صوف على ظهر أو لبن في ضرع أو سمن في لبن۔ (سنن الدار قطني ج 3 ص 14)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں بھی پھلوں کو قابل استعمال ہونے سے قبل بیع کرنے سے منع کیا گیا ہے:

عن أبي البختري : سألت ابن عمر رضي الله عنهما عن السلم في النخل فقال نهى النبي صلى الله عليه و سلم عن بيع الثمر حتى يصلح (الجامع الصحیح ج 2 ص 783 حدیث نمبر : 2132)

بیع معدوم کے سلسلے میں فقہاء کی آراء

اس طرح کی متعدد روایات میں مختلف ممنوعہ بیوع کا ذکر آیا ہے، اسی لئے بنیادی طور پر بیع معدوم کے عدم جواز پر جمہور فقہاء کا اتفاق ہے، اگرچہ کہ اس کی بعض جزئیات میں ان کے درمیان اختلاف بھی ہے، مثلاً:

حضرت امام مالکؒ نے نومولود بچے کو دودھ پلانے کی غرض سے چند ایام کے لئے مختلف بکریوں کے تھنوں کا دودھ خریدنے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ سب بکریوں کا دودھ ایک ہی طرح کا ہو، اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ بچوں کے پینے کے لئے عام طور پر لوگ تسامح اور چشم پوشی سے کام لیتے ہیں، اور یہ ایک عام بات ہے، بعض لوگ ایک ایک ماہ تک اپنی گائے کا دودھ دوستوں اور رشتہ داروں میں مفت تقسیم کرتے ہیں، یعنی لوگوں کے تسامح اور تعامل کی وجہ سے اس کی اجازت دی گئی ہے، گوکہ عام حالات میں اصلاً بیع معدوم ناجائز ہے۔

(بداية المجتهد: 2 ص 147، 157، الميزان: 2 ص 67، مغني المحتاج: 2 ص 30، المهذب: 1 ص 262، المغني: 4 ص 208 و مابعدها، سبل السلام: 3 ص 32 و مابعدها، القوانين الفقهية: ص 256، المحلى: 8 ص 458)

☆ البتہ فقہاء حنابلہ میں علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم کی رائے یہ ہے کہ بیع معدوم اصلاً ناجائز نہیں ہے، بلکہ غرر کی بنا پر اس سے روکا گیا ہے، اسی لئے اگر کسی شے معدوم کے وقت مقرر پر وجود میں آنے کا یقین ہو اور کسی غرر کا اندیشہ نہ ہو تو اس کی بیع ان کے نزدیک جائز ہے:

رأي بعض الحنابلة في بيع المعدوم: أجاز ابن القيم و أستاذه ابن تيمية بيع المعدوم عند العقد إذا كان محقق الوجود في المستقبل بحسب العادة، لأنه لم يثبت النهي عن بيع المعدوم لا في الكتاب و لا في السنة و لا في كلام الصحابة، وإنما ورد في السنة النهي عن بيع الغرر، وهو ما لا يقدر على تسليمه،

سواء أكان موجوداً أم معدوماً كبيع الفرس النافر والجمل الشارد، فليست العلة في المنع لا العدم ولا الوجود. بل إن الشرع صحح بيع المعدوم في بعض المواضع، فنره أجاز بيع الثمر بعد بدء صلاحه، والحب بعد اشتداده، ومعلوم أن العقد إنما ورد على الموجود والمعدوم الذي لم يخلق بعد. وعلى هذا فبيع المعدوم إذا كان مجهول الوجود في المستقبل باطل للغرر لا للعدم، فالأصل إذن هو الغرر (الفِقْهُ الإسلاميُ وأدلَّتُهُ)

بیع معدوم کے حکم عام سے بعض مستثنیٰ عقود مذکورہ تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیع معدوم کے عدم جواز پر تو جمہور فقہاء کا اتفاق ہے، لیکن مختلف وجوہات کے تحت اس میں بعض جزئیات کا استثناء بھی کیا گیا ہے، مثلاً بیع سلم اور بیع استصناع کے جواز پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے جب کہ یہ دونوں بیع معدوم کی قسمیں ہیں، ان کے علاوہ اور بھی کئی استثناءات کا ذکر کتب فقہ میں ملتا ہے، مثلاً:

☆ بیع استجرار کی فقہاء نے اجازت دی ہے، جبکہ یہ بھی بیع معدوم ہی ہے، بیع استجرار کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دکاندار سے کوئی معاملہ طے کئے بغیر مثلاً دال چاول وغیرہ لیتا رہے اور جو واجبی قیمت ہو حساب ہونے کے بعد ادا کردے، اس میں بوقت عقد مبیع معدوم ہوتا ہے، اور قیمت بھی معلوم نہیں ہوتی، لیکن لوگوں کی حاجات کے پیش نظر اس کو عام قاعدہ سے مستثنیٰ کردیا گیا۔

☆ مقروض کے ہاتھ دین کی بیع کو بھی فقہاء نے درست کہا ہے، اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص کا کسی کے ذمہ مثلاً پچاس کلو گیہوں دین ہے، پھر قرض خواہ نے مقروض سے پچاس کلو گیہوں کے عوض پانچ سو (۵۰۰) روپے نقد وصول کر لئے، اس طرح اس نے گیہوں کے دین کو مدیون کے ہاتھ پانچ سو روپے میں فروخت کردیا، یہاں بھی مبیع بظاہر موجود نہیں ہے، لیکن اس طرح کے معاملات میں لوگوں کی سہولت کے لئے فقہاء نے توسع سے کام لیا ہے، درر الحکام میں ہے:

وَيُسْتَثْنَى مِنْ قَاعِدَةِ بَيْعِ الْمَعْدُومِ مَسْأَلَتَانِ: الْأُولَى: الْبَيْعُ بِالِاسْتِجْرَارِ فَقَدْ جُوِّزَ اسْتِحْسَانًا مَعَ أَنَّهُ بَيْعُ مَعْدُومٍ وَالْبَيْعُ بِالِاسْتِجْرَارِ يَكُونُ بِغَيْرِ مُسَاوَمَةٍ بَيْنَ الْمُتَابِعَيْنِ وَبِغَيْرِ بَيَانِ الثَّمَنِ كَشِرَاءِ السَّمْنِ وَالْأُرْزِ وَالْحِمَّصِ وَالْمِلْحِ وَغَيْرِهِ مِنْ الْبِدَالِ الْبَقَّالُ فَهَذَا الْبَيْعُ صَحِيحٌ وَعَلَى الْمُشْتَرِي أَنْ يَدْفَعَ قِيمَةَ الْمَالِ الَّذِي أَخَذَهُ سَوَاءٌ أَكَانَ قِيمِيًّا أَوْ مِثْلِيًّا (رَدُّ الْمُحْتَارِ) وَلَوْ كَانَ ذَلِكَ إلَيْهِ غَيْرَ صَحِيحٍ وَبَاطِلًا لَوَجَبَ بِاسْتِهْلَاكِ الْمَالِ مِثْلُ ضَمَانِ الْمَالِ، إنْ كَانَ مِثْلِيًّا وَضَمَانِ قِيمَتِهِ إنْ كَانَ قِيمِيًّا الثَّانِيَةُ: بَيْعُ الدَّيْنِ مِنْ الْمَدِينِ, وَمِثَالُهُ إذَا كَانَ لِرَجُلٍ فِي ذِمَّةِ آخَرَ خَمْسُونَ كَيْلَةً حِنْطَةً فَأَخَذَ الدَّائِنُ مِنْ الْمَدِينِ خَمْسِينَ رِيَالًا بَدَلًا مِنْ الْخَمْسِينَ كَيْلَةً، فَذَلِكَ صَحِيحٌ (بَهْجَةٌ) إلَّا أَنَّهُ يُشْتَرَطُ قَبْضُ الْبَدَلِ فِي الْمَجْلِسِ عَيْنِهِ وَإِلَّا

فَالْعَقْدُ بَاطِلٌ۔(درر الحكام شرح مجلة الأحكام ج 1 ص 157 علي حيدر تحقيق تعريب: المحامي فهمي الحسيني الناشر دار الكتب العلمية مكان النشر لبنان/بيروت عدد الأجزاء 4×16)

بیع معدوم سے ممانعت کی وجوہ دراصل بیع معدوم کی ممانعت کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں:

(۱) جمہور علماء کا خیال یہ ہے کہ عقد بیع میں اصل الاصیل مبیع ہے، اور وہی مقصود ومطلوب ہوتا ہے، ثمن اصل اور مقصود نہیں ہے بلکہ تابع ہے، اسی لئے ثمن کے بغیر بھی عقد درست ہوجاتا ہے، لیکن مبیع کے بغیر عقد وجود میں نہیں آسکتا ہے کہ مدار عقد وہی ہے، اس بات کا ذکر ہماری اکثر کتب فقہ میں ملتا ہے۔

علامہ ابن ہمامؒ لکھتے ہیں:

ثُمَّ الْفَرْقُ ظَاهِرٌ وَهُوَ أَنَّ الْمَبِيعَ هُوَ الْمَقْصُودُ مِنْ الْبَيْعِ وَ الْمَحِلِّ لِوُرُودِهِ فَانْعِدَامُهُ يُوجِبُ انْعِدَامَ الْبَيْعِ، بِخِلَافِ الثَّمَنِ فَإِنَّهُ وَصْفٌ يَثْبُتُ فِي الذِّمَّةِ مَعَ صِحَّةِ الْبَيْعِ، فَقَدْ تَحَقَّقَ الْبَيْعُ شَرْعًا مَعَ عَدَمِ وُجُودِ الثَّمَنِ لِأَنَّ الْمَوْجُودَ فِي الذِّمَّةِ وَصْفٌ يُطَابِقُهُ الثَّمَنُ لَا عَيْنُ الثَّمَنِ (شرح فتح القدير ج 7 ص 72)

درر الحکام میں ہے:

وَلَمَّا كَانَ الْمَبِيعُ هُوَ الْمَقْصُودُ الْأَصْلِيُّ مِنْ الْبَيْعِ فَقَدْ اُشْتُرِطَ فِيهِ كَمَا وَرَدَ فِي الْمَوَادِّ (194 و 197 و 198) أَنْ يَكُونَ مَوْجُودًا وَ مَقْدُورَ التَّسْلِيمِ وَيَنْفَسِخُ الْبَيْعُ بِتَلَفِهِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ. أَمَّا الثَّمَنُ فَهُوَ لَيْسَ كَذَلِكَ وَهُوَ لَا يَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ فِي الْعَقْدِ (اُنْظُرْ الْمَادَّةَ 243) درر الحكام شرح مجلة الأحكام ج 1 ص 106

لیکن سوال یہ ہے کہ اگر یہ توجیہ اپنے حقیقی معنیٰ میں درست ہے اور مبیع کی عدم موجودگی میں عقد کا وجود میں آنا فی الواقع ممکن ہی نہیں ہے، تو پھر بیع سلم، عقد استصناع اور دیگر مستثنیات کے جواز کی بنیاد کیا ہے؟ ایسی صورت میں تو کسی بھی عقد کو کسی بھی حال میں جائز نہیں ہونا چاہئے۔

جمہور فقہاء نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ موجود کی دو قسمیں ہیں، موجود حقیقی اور موجود حکمی، موجود حقیقی تو واضح ہے، موجود حکمی کا مطلب یہ ہے کہ بعض احوال میں بعض اعذار ومصالح کی بنیاد پر کسی شئے کو موجود نہ ہونے کے باوجود حکماً موجود مان لیا جائے، بیع سلم اور استصناع وغیرہ میں یہی معاملہ ہے، ان میں مبیع گو کہ حقیقتاً موجود نہیں ہے، لیکن لوگوں کی حاجات وضروریات اور عام رواج کی وجہ سے حکماً موجود مان لیا گیا ہے، جیسا کہ مستحاضہ عورت کو پاک نہ ہونے کے باوجود مجبوری کی بنا پر شریعت نے حکماً پاک مان لیا ہے:

وَالْمَعْدُومُ قَدْ يُعْتَبَرُ مَوْجُودًا حُكْمًا لِلْحَاجَةِ كَطَهَارَةِ الْمُسْتَحَاضَةِ. (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ج 4 ص 124 فخر الدين عثمان بن علي الزيلعي الحنفي. الناشر دار الكتب الإسلامي. سنة النشر

1313هـ. مكان النشر القاهرة.)

وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا يَصِحَّ لِأَنَّهُ بَيْعُ الْمَعْدُومِ، وَبِهِ قَالَ زُفَرُ وَالْأَئِمَّةُ الثَّلَاثَةُ، وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّ الْمُسْتَصْنَعَ فِيهِ الْمَعْدُومَ يُجْعَلُ مَوْجُودًا حُكْمًا كَطَهَارَةِ الْمَغْدُورِ. (مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر ج 5 ص 423 المؤلف: عبد الرحمن محمد، المعروف بشيخي زاده المتوفى: 1078هـ)

لِأَنَّ جَوَازَ السَّلَمِ بِخِلَافِ الْقِيَاسِ فَإِنَّهُ بَيْعُ الْمَعْدُومِ، وَإِنَّمَا جُعِلَ الْمُسْلَمُ فِيهِ كَالْمَوْجُودِ حُكْمًا لِحَاجَةِ الْمُسْلَمِ إِلَيْهِ. (المبسوط للسرخسي ج 21 ص 180

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جمہور کے اصول پر بھی بعض حالات ایسے ممکن ہیں جن میں گو کہ مبیع فی الواقع موجود نہ ہو لیکن لوگوں کی ضرورتیں اس سے وابستہ ہوں تو حکماً مبیع کو موجود مان کر اس کی اجازت دی جاسکتی ہے، بشرطیکہ اس کا تعامل پایا جاتا ہو، اور اس میں صرف بیع سلم اور عقد استصناع ہی کی تخصیص نہیں ہے، بلکہ کتب فقہ میں ان کے علاوہ بھی کئی صورتیں ان سے قریب تر موجود ہیں، جن کی فقہاء نے اجازت دی ہے (ان کا ذکر پیچھے آچکا ہے)

(در ر الحكام شرح مجلة الأحكام ج 1 ص 157 علي حيدر تحقيق تعريب: المحامي فهمي الحسيني الناشر دار الكتب العلمية مكان النشر لبنان/بيروت عدد الأجزاء 4×16)

اور کئی دیگر معاملات کی محض اس لئے اجازت نہیں دی کہ ان میں لوگوں کا تعامل موجود نہیں ہے، اس بنا پر نہیں کہ سلم واستصناع کے علاوہ بیع معدوم کی کوئی شکل جائز ہی نہیں ہے، درر الحکام میں ہے:

هي الأحكام التي ثبتت مشروعيتها بناء على الأعذار مع قيام الدليل المحرم توسعا في الضيق. مثال: أن بيع السلم بيع معدوم وبما أن بيع المعدوم باطل كما جاء في المادة. (205) فكان من الواجب عدم تجويز هذا البيع، إلا أن احتياج الناس قبل الحصول على محصولاتهم للنقود قد جوز هذا العقد تيسيرا وتسهيلا لهم، كذلك للتيسير والتسهيل قد منح للمشتري خيار الغبن والتغرير وجوز سماع شهادة النساء في الأشياء التي لا يمكن اطلاع الرجال عليها. (درر الحكام شرح مجلة الأحكام ج 1 ص 31)

علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں :

ولو استأجر البائع الشجرة ليترك الثمر عليها إلى وقت الجذاذ، لم تجز هذه الإجارة؛ لأن جواز الإجارة مع أن القياس يأباها لكونها بيع المعدوم لتعامل الناس، والناس ما تعاملوا هذا النوع من الإجارة (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ج 11 ص 499)

(۲) بعض فقہاء نے غرر وجہالت کو اس ممانعت کی اصل علت قرار دیا ہے، اس لئے کہ جو چیز موجود نہ ہو وہ

وجود میں آئے گی یا نہیں، اور اگر وجود پذیر ہو بھی جائے تو خریدار کے لئے قابل قبول ہوگی یا نہیں؟ یہ معلوم نہیں ہے، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع غرر سے منع فرمایا ہے:

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الغرر. (أخرجه مسلم 3/1153 ط الحلبي)

فقہاء حنابلہ میں علامہ ابن تیمیہؒ اور علامہ ابن قیمؒ کی یہی رائے ہے۔ (الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ) حنفیہ نے بھی اس کو نظر انداز نہیں کیا ہے، بلکہ غرر اور خطر کو دوسری بڑی بنیاد قرار دیا ہے جیسا کہ دنبے کی پشت پر اون یا سیپ کے اندر موتی کی فروخت وغیرہ کے مسئلے پر ان کے مباحث سے ظاہر ہوتا ہے:

وكذا بيع الصوف على ظهر الغنم لا يجوز؛ لأن فيه غرراً؛ لأنه يحدث ساعة فساعة، وما يحدث ملك البائع، فيختلط المبيع بغير المبيع على وجه يتعذر التمييز ولا يدري قدر ما دخل تحت العقد، فيصير المعقود مجهولاً (المحيط البرهاني ج6 ص396)

(۳) فقہاء حنفیہ کے یہاں ایک اور وجہ غیر مقدور التسلیم کی بھی ملتی ہے، یعنی معدوم چیز کو حوالہ کرنے پر بائع قادر نہیں ہوتا جو غرر کا باعث بنتا ہے:

وأن يكون مقدور التسليم فلم ينعقد بيع المعدوم. (البحر الرائق شرح كنز الدقائق ج5 ص279)

اس کا مطلب ہے کہ اگر کوئی ایسی شکل ممکن ہو جس میں سامان کا حصول یقینی ہو، غرر کا اندیشہ نہ ہو اور اس کی تمام ضروری تفصیلات کا تعین بھی قبل از وقت ممکن ہو تو ضرورت اور تعامل کی صورت میں اس عقد کی اجازت دی جائے گی، جانور کی پشت پر اون کی فروخت وغیرہ کے مسئلے میں حضرت امام ابو یوسفؒ کے اختلاف کا محمل یہی ہے، یہ اصلاً اختلاف برہان پر نہیں بلکہ اختلاف زمان یا اختلاف احوال پر مبنی ہے، گو کہ کتب فقہ میں اس کو ایک علمی اختلاف کے طور پر پیش کیا گیا ہے:

وبيع السمك والطير قبل صيدهما، والآبق والحمل والنتاج، واللبن في الضرع، والصوف على الظهر، واللحم في الشاة، وجذع في سقف، وثوب من ثوبين فاسد. أما السمك والطير فلعدم الملك، ولو كان السمك مجتمعا فيه أجمة إن اجتمع بغير صنعه لا يجوز لعدم الملك، وإن اجتمع بصنعه إن قدر على أخذه من غير اصطياد جاز لأنه ملكه ويقدر على تسليمه، وللمشتري خيار الرؤية، وإن لم يقدر عليه إلا الاصطياد لا يجوز وأما الآبق فلأنه لا يقدر على تسليمه حتى لو عاد الآبق جاز البيع. وعن أبي يوسف أنه يجوز قياسا على شجر الخلاف. (الاختيار لتعليل المختار ج2 ص24)

بیع معدوم مخصوص شرائط کے ساتھ جائز ہے

(۴) اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیع معدوم کا مسئلہ حقیقتاً ایک قیاسی مسئلہ ہے جو علت و اسباب کے ساتھ

مربوط ہے، اور اس میں صرف سلم واستصناع کی تخصیص نہیں ہے، گو کہ سلم واستصناع کی بحث میں فقہاء کی گفتگو سے یہ مسئلہ بظاہر غیر قیاسی لگتا ہے، اور استحسان کی بنیاد پر سلم واستصناع کی اجازت دی گئی، (پیچھے اس مضمون کی کئی فقہی عبارتیں آچکی ہیں) مگر وہ استحسان بھی بالآخر قیاس خفی پر ہی منتہی ہوتا ہے، اس لئے کہ اس استحسان کی بنیاد لوگوں کی ضرورت اور عرف وتعامل پر ہے، اس سے یہ مسئلہ سلم واستصناع کے ساتھ خاص نہ رہ کر ضرورت وعرف کے ساتھ متعلق ہوجاتا ہے، اور اس نوع کے دیگر معاملات میں بھی اس حکم کو متعدی کرنے کی گنجائش پیدا ہوجاتی ہے، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ فقہاء کے یہاں سلم واستصناع کے علاوہ بھی کچھ نہ کچھ مستثنیات اور جواز کی صورتیں موجود ہیں (جن کا ذکر پیچھے آچکا ہے) چنانچہ علامہ ابن قیمؒ نے اسی بنیاد پر بیع سلم کے مسئلہ کو خلاف قیاس ماننے سے انکار کیا ہے، اور اس کو موافق قیاس ثابت کیا ہے:

السلم يوافق القياس، وأما السلم فمن ظن أنه على خلاف القياس توهم دخوله تحت قول النبي صلى الله عليه وسلم: "لا تبع ما ليس عندك" فإنه بيع معدوم والقياس يمنع منه، والصواب أنه على وفق القياس فإنه بيع مضمون في الذمة موصوف مقدور على تسليمه غالبا، وهو كالمعارضة على المنافع في الإجارة، وقد تقدم أنه على وفق القياس وقياس السلم على بيع العين المعدومة التي لا يدري أيقدر على تحصيلها أم لا، والبائع والمشتري منها على غرر من أفسد القياس صورة ومعنى، وقد فطر الله العقلاء على الفرق بين بيع الإنسان مالا يملكه ولا هو مقدور له، وبين السلم إليه في مال مضمون في ذمته مقدور في العادة على تسليمه، فالجمع بينهما كالجمع بين الميتة والمذكى والربا والبيع.

إعلام الموقعين عن رب العالمين ج2 ص20

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ سلم واستصناع پر دیگر معاملات کو بھی ضروری شرائط وتفصیلات کے ساتھ قیاس کیا جاسکتا ہے، اس تناظر میں بیع معدوم کی ہر وہ صورت درست قرار دی جائے گی جس میں وجوہ ممانعت موجود نہ ہوں اور مبیع موجود نہ ہونے کے باوجود استصناع وسلم کی طرح اس کی جملہ ضروری تفصیلات کی تعیین ممکن ہو اور وقت مقرر پر اس کو پیش کرنا بائع کی قدرت واختیار میں ہو، نیز عام لوگوں کو اس کی ضرورت ہو اور اس کا عرف وتعامل بھی پایا جاتا ہو۔

"منها" أن يكون ما للناس فيه تعامل كالقلنسوة والخف والآنية ونحوها فلا يجوز فيما لا تعامل لهم فيه كما إذا أمر حائكا أن يحيك له ثوبا بغزل نفسه ونحو ذلك مما لم تجر عادات الناس بالتعامل فيه؛ لأن جوازه مع أن القياس يأباه ثبت بتعامل الناس فيختص بما لهم فيه تعامل، ويبقى الأمر فيها وراء ذلك موكولا إلى القياس. (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ج12 ص119)

ہدایہ میں ہے:

ولا يجوز فيما لا تعامل فيه للناس (الهداية شرح بداية المبتدي ج3 ص78)

إنما رخص في السلم للضرورة، مع أنه بيع المعدوم فحيث تحققت الضرورة هنا أيضا أمكن إلحاقه بالسلم بطريق الدلالة، فلم يكن مصادما للنص، فلذا جعلوه من الاستحسان لأن القياس عدم الجواز وظاهر كلام الفتح الميل إلى الجواز، ولذا أورد له الرواية عن محمد بل تقدم أن الحلواني رواه عن أصحابنا وما ضاق الأمر إلا اتسع ولا يخفى أن هذا مسوغ للعدول عن ظاهر الرواية كما يعلم من رسالتنا المسماة نشر العرف في بناء بعض الأحكام على العرف فراجعها. (حاشية رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار فقه أبو حنيفة ابن عابدين. ج4 ص556)

شئے معدوم کو اوصاف کے تعین کے ساتھ فروخت کرنا

سوال نمبر ۵:- آج کل بیع کا یہ طریقہ بھی ہے مبیع کے وجود میں آنے یا اس پر قبضہ ہونے سے پہلے اس کے اوصاف بتا کر بہت سی چیزیں بیچی اور خریدی جاتی ہیں، معاملہ کی یہ شکل جائز ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۷:- کیا شئے معدوم کو وصف، جنس اور نوع وغیرہ بیان کر کے منضبط کیا جا سکتا ہے؟ حالانکہ ابھی مبیع وجود میں نہیں آئی ہے، اگر اس طرح انضباط ہو جائے اور فریقین میں نزاع کا اندیشہ ختم ہو جائے تو کیا شرعاً یہ بیع درست ہوگی؟

جواب: اگر وہ چیز ایسی ہو جس کے اوصاف وحدود کی ایسی تعیین ممکن ہو جس سے فریقین میں اندیشۂ نزاع باقی نہ رہے، اور نہ آئندہ کسی قسم کے غرر کا اندیشہ ہو، نیز وقت مقرر پر خریدار کے لئے اس کا حصول یقینی ہو، اور تاجروں کے عرف میں ایسا تعامل جاری ہو تو ان کی خرید وفروخت ان کے اوصاف بتا کر وجود میں آنے یا قبضہ سے پیشتر بھی درست ہے خواہ ان کا تعلق منقولات سے ہو یا غیر منقولات سے۔

علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

وأما شرائط جوازه فمنها أن يكون فيما يجري فيه التعامل بين الناس..... ومن شروط الاستصناع بيان جنس المصنوع ونوعه وقدره وصفته. (بدائع الصنائع ج ۱۱ ص ۲)

ترجمہ: استصناع کے جواز کی شرط یہ ہے کہ اس کا رواج ہو... نیز مصنوع کی جنس، نوع، قدر اور صفات کی پوری وضاحت کی جائے۔

علامہ موصلی رقمطراز ہیں:

ويكتفي في الاستصناع بصفة معروفة تحتمل الادراك. (الاختيار لتعليل المختار ج ۲ ص ۴۰ ط

دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۵ء)

ترجمہ: استصناع میں ان صفات کا بیان کافی ہے جو معروف ہوں اور جن سے مطلوبہ چیز کی حقیقت کا ادراک ہوجائے۔

تاجروں کے درمیان شئے معدوم کی سلسلہ وار فروخت

سوال نمبر ۶ :- بسا اوقات یہ معاملہ تاجروں کے درمیان ہوتا ہے، ایک تاجر دوسرے تاجر سے اس کی بیع کردیتا ہے، اور دوسرا تاجر تیسرے شخص سے اس کی بیع کردیتا ہے، اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے، اس طرح کی بیع جائز ہے یا ناجائز؟

جواب :- بیع معدوم کی یہ طویل سلسلہ وار صورت جائز نہیں ہے، اس لئے اس کے جواز کی بنیاد لوگوں کی حاجات پر ہے، جب کہ اس سلسلۂ دراز کی کوئی حاجت نہیں، نیز عام حالات میں اس کا تعامل بھی نہیں ہے، دراصل تجارتی اداروں نے استعمار کی غرض سے یہ الگ ایک قسم نکالی ہے۔

کیوں کہ اس طرح کے اکثر عقود کا مدار یا مقیس علیہ عقد استصناع ہے، اور استصناع میں اصل یہ ہے کہ اس کو ضرورت کے دائروں تک محدود رکھا جائے، اور بلا ضرورت اس سے خروج نہ کیا جائے، البتہ صنعت کار اور خریدار کے درمیان کبھی واسطہ کی ضرورت پڑتی ہے کبھی خریدار کو اصل صنعتکاروں کا پتہ نہیں ہوتا یا اچھے اور برے کی تمیز ان کو نہیں ہوتی، یا یہ کہ خود معاملہ کرنے میں ان کو کسی نقصان یا فریب کا اندیشہ ہوتا ہے، ایسی صورتوں میں کسی درمیانی فرد یا ادارہ کی ضرورت پڑتی ہے جو اس کی صحیح رہنمائی کرسکے، ہر فن کے کچھ ماہرین ہوتے ہیں، اور ہر ایک کا اپنا میدان کار ہوتا ہے، اور کاروبار حیات اسی طرح ایک دوسرے کے تعاون سے چلتا ہے۔ اس طرح درمیان میں زیادہ سے زیادہ ایک واسطہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، جس کو استصناع موازی کہتے ہیں۔ لیکن سلسلہ وار درمیانی کئی واسطوں کا جواز فہم سے بالاتر ہے کہ یہ محض تمویل واستثمار کے لئے دائرۂ ضرورت سے خروج ہے... اور اگر جواز کا حیلہ نکل بھی آئے تب بھی سد اًللباب اس سے اجتناب بہتر ہے۔

محض نقشہ کی بنیاد پر فلیٹوں کی خرید وفروخت

سوال نمبر ۹:- آج کل مختلف شعبہ ہائے زندگی سے متعلق بہت سے مالی معاملات ایسے رائج ہیں، جن میں مبیع حقیقتاً یا ظاہراً معدوم ہوتی ہے، چند مثالیں پیش ہیں، ان شکلوں کے شرعی حکم کی تعیین فرمائیں:

الف :- بلڈرس زمین خرید کر فلیٹ کا نقشہ بناتے ہیں، اور اس نقشہ کے مطابق فلیٹ بیچنا شروع کردیتے ہیں، حالانکہ ابھی تعمیر کا کام شروع نہیں ہوا ہے، بسا اوقات تعمیر کا کام شروع تو ہوگیا ہوتا ہے مگر فلیٹ مکمل تیار نہیں ہوتا، ایسی

صورتوں میں نقشہ کی بنیاد پر مکان کی خرید وفروخت کرنا کیسا ہے؟ اس صورت میں کبھی بلڈرس کے پاس زمین ہوتی ہے، اور کبھی زمین بھی نہیں ہوتی ہے، کیا اس سے مذکورہ مسئلہ پر فرق پڑے گا؟

جواب:- یہ عقد استصناع کی شکل ہے اور جائز ہے، عقد استصناع منقولات اور غیر منقولات دونوں میں درست ہے بشرطیکہ معقود علیہ (مبیع) کی جنس، نوع، صفت، مقدار معلوم ہو اور اس پر لوگوں کا تعامل بھی ہو لہذا مذکورہ بالا صورت میں قبل از تعمیر یا زیر تعمیر بلڈنگ میں نقشہ دیکھ کر دکان/ فلیٹ کی بکنگ کرنا عقد استصناع کے طور پر جائز ہے چنانچہ اگر نقشہ دیکھ کر اس طور پر دوکان/ فلیٹ کی تعیین کی جائے کہ بعد میں کسی قسم کے جھگڑے اور تنازع کا سبب نہ بنے، مثلا: دکان/ فلیٹ نمبر، منزل، مربع فٹ، کمروں کی تعداد، محل وقوع وغیرہ ضروری تفصیلات معلوم ہو جائیں، تو ایسی صورت میں دکان/ فلیٹ کی بکنگ کروانا جائز ہے۔ بلڈرس کے پاس زمین ہو یا نہ ہو دونوں صورتیں جائز ہیں، بشرطیکہ محل عقد معلوم ہو اور مبیع کے حصول میں کسی قسم کے غرر کا اندیشہ نہ ہو:

هُوَ عَقْدٌ عَلَى مَبِيعٍ فِي الذِّمَّةِ ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : هُوَ عَقْدٌ عَلَى مَبِيعٍ فِي الذِّمَّةِ شُرِطَ فِيهِ الْعَمَلُ. (بدائع الصنائع ج ۱۱ ص ۲)

بَيَانُ جِنْسِ الْمَصْنُوعِ ، وَنَوْعِهِ وَقَدْرِهِ وَصِفَتِهِ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَصِيرُ مَعْلُومًا بِدُونِهِ . (وَمِنْهَا) : أَنْ يَكُونَ مِمَّا يَجْرِي فِيهِ التَّعَامُلُ بَيْنَ النَّاسِ - مِنْ أَوَانِي الْحَدِيدِ وَالرَّصَاصِ ، وَالنُّحَاسِ وَالزُّجَاجِ ، وَالْخِفَافِ وَالنِّعَالِ ، وَلُجُمِ الْحَدِيدِ لِلدَّوَابِّ ، وَنُصُولِ السُّيُوفِ ، وَالسَّكَاكِينِ وَالْقِسِيِّ ، وَالنَّبْلِ وَالسِّلَاحِ كُلِّهِ ، وَالطَّشْتِ وَالْقُمْقُمَةِ ، وَنَحْوِ ذَلِكَ. (بدائع الصنائع ج ۱۱ ص ۴)

بأن الاستصناع جائز في كل ما جرى التعامل فيه كالقلنسوة والخف والأواني المتخذة من الصفر و النحاس وما أشبه ذلك استحسانًا. (الفتاوى التاتارخانيه: ۹/۴۰۰)

بعض علماء نے اس کو بیع کے بجائے وعدۂ بیع کی شکل میں کرنے کی تجویز دی ہے، یعنی یہ محض وعدہ ہو کہ فلیٹ مکمل ہونے کے بعد تم کو فروخت کروں گا، اور بعض حالات میں وعدوں کی تکمیل لازم ہوتی ہے، اس لئے اس میں غرر کا اندیشہ نہیں ہے:

ثُمَّ ذَكَرَا الشَّرْطَ عَلَى الْوَجْهِ الْمُعْتَادِ جَازَ الْبَيْعُ وَيُلْزَمُهُ الْوَفَاءُ بِالْمِيعَادِ ؛ لِأَنَّ الْمَوَاعِيدَ قَدْ تَكُونُ لَازِمَةً ، قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ { الْعِدَةُ دَيْنٌ } فَيُجْعَلُ هَذَا الْمِيعَادُ لَازِمًا لِحَاجَةِ النَّاسِ إلَيْهِ (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ج 5 ص 184)

لیکن میرے خیال میں یہ محض طول لاطائل ہے اس کی ضرورت نہیں، جب استصناع منقول اور غیر منقول دونوں میں درست ہے، تو اس کو بآسانی عقد استصناع قرار دے کر گنجائش دی جاسکتی ہے، اور قول راجح کے مطابق

استصناع میں فریقین میں سے کسی کو عقد سے انحراف کی اجازت نہیں ہے۔

بلڈر کو اپنی زمین دے کر چند فلیٹ حاصل کرنا

سوال نمبر ۹ (ب):- مالک زمین اور بلڈر کے درمیان یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ بلڈر اس زمین پر فلیٹ بنائے گا، جس میں مالک کو چند فلیٹ یا اس کی قیمت دی جائے گی، اور باقی بلڈر کا ہوگا، کیا یہ صورت درست ہے؟

جواب:- عام فقہی ضابطہ کے مطابق قفیز الطحان کے اصول پر یہ معاملہ فاسد ہونا چاہئے، اس لئے کہ اس میں عامل کو اس کے اپنے ہی عمل کے ایک حصہ کو اجرت بنایا گیا ہے اور وہ مجہول ہے، اسی بنا پر ہماری کتب فقہ میں اس کو عقد فاسد قرار دیا گیا ہے، اور بتایا گیا ہے کہ بلڈنگ پوری زمین والے کی ملک ہوگی اور بلڈر صرف اپنی معروف اجرت مثل کا مستحق ہوگا، بلڈر کسی فلیٹ کا مالک قرار نہیں پائے گا، اور نہ اس کو فروخت کر سکے گا، جیسا کہ المبسوط میں ہے:

وإذادفع إلى رجل أرضا بيضاء على أن يبني فيها كذا كذا بيتا وسمى طولها وعرضها وكذا كذا حجرة على أن ما بنى من ذلك فهو بينهما نصفان، وعلى أن أصل الدار بينهما نصفان فبنى فيها كما شرط فهو فاسد، لأنه أمر بأن يجعل أرضه مساكن بآلات نفسه فيكون مشتريا بالآلات وهي مجهولة وقد جعل العوض نصف ما يعمل لنفسه من المساكن وذلك فاسد، وقد قررنا في الإجارات أن هذا المعنى في الأرض يدفعها إليه ليغرسها أشجارا على أن تكون الأرض والشجر بينهما نصفين، فهو في البناء كذلك ثم جميع ذلك لرب الأرض وعليه للثاني قيمة ما بنى لأنه يصير قابضا له بحكم العقد الفاسد ،فإن بناء الغير له بأمره كبنائه بنفسه فعليه ضمان القيمة لما تعذر رد العين باعتبار أنه صار وصفا من أوصاف ملكه وللعامل أجر مثله فيما عمل لأنه أقام العمل له، وقد ابتغى من عمله عوضا فإذا لم ينل ذلك استوجب أجر المثل. (المبسوط للسرخسي ج 22 ص 61)

لیکن یہ صورت معاملہ اتنی کثرت کے ساتھ شہروں میں رائج ہے کہ یہ لوگوں کی ضرورت بن گئی ہے، اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ زمین کا مالک خود بلڈنگ بنانے کا متحمل نہیں ہوتا، اور نہ اس کے پاس اتنی رقم ہوتی ہے کہ مروجہ معیار پر کوئی عمارت تیار کرا سکے، اس وقت اسے کسی بلڈر کی مدد کی ضرورت پڑتی ہے اور عام طور پر یہی شکل اختیار کرنی پڑتی ہے، جس میں زمین ایک شخص کی ہوتی ہے اور تعمیری میٹیریل اور اجرت بلڈر کی طرف سے، اور دونوں اپنی اپنی چیز کو دوسرے کی چیز کا بدل قرار دیتے ہیں، اور یہ معاملہ اتنی قطعیت اور شفافیت کے ساتھ طے پاتا ہے کہ اس میں عام طور پر غرر یا ضرر کا اندیشہ نہیں رہتا، اور نہ کسی قسم کا نزاع پیدا ہوتا ہے، اس لئے کثرت تعامل، لوگوں کی ضرورت اور باعث نزاع نہ ہونے کی بنا پر اس عقد کی گنجائش ہونی چاہئے، جس طرح کہ فقہاء نے دلال کو اپنی محنت کا کمیشن لینے کی اجازت دی ہے، جب کہ وہ بھی اس کے عمل ہی کا حصہ ہوتا ہے، اور اسی تناسب سے مجہول بھی ہے، لیکن تعامل

اورلوگوں کی ضرورت کی بناپراس کی اجازت دی گئی ہے گوکہ اصولاً یہ بھی عقد فاسداورناجائز ہے،اس طرح کے کئی عقود ومعاملات کا ذکر کتب فقہ میں موجود ہے،تفصیل کی حاجت نہیں:

مطلب في أجرة الدلال تتمة. قال في التاترخانية وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل وما تواضعوا عليه أن في كل عشرة دنانير، كذا فذاك حرام عليهم وفي الحاوي سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار فقال أرجو أنه لا بأس به وإن كان في الأصل فاسدا لكثرة التعامل، وكثير من هذا غير جائز فجوزوه لحاجة الناس إليه كدخول الحمام. (حاشية رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار فقه أبو حنيفة ج6 ص63)

کمپیوٹر اپلی کیشن اور سوفٹ ویر پروگراموں کی آن لائن خرید وفروخت

سوال نمبر ۹ (ج):-آج کل بہت سے کمپیوٹر اپلیکیشن اور سوفٹ ویر پروگراموں کی آن لائن خرید وفروخت ہوتی ہے،جن کا بظاہر کوئی محسوس وجود نہیں ہوتا،ان کو صرف موبائل یا کمپیوٹر پر دیکھا یا سنا جاسکتا ہے،کیا ان پر بیع معدوم کا اطلاق ہوسکتا ہے؟ کیا ان کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کن شرطوں کے ساتھ؟

جواب:-مختلف کمپیوٹر اپلیکیشین اور سافٹ ویئرز یا سافٹ کاپیز مثلاً پی ڈی ایف فائل یا پروگرام وغیرہ جو جائز مقاصد میں استعمال ہوتے ہوں،ان کی خرید وفروخت جائز ہے،یہ بیع معدوم نہیں ہے،یہ اشیاء مبیع بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں،ان پر مال کی تعریف صادق آتی ہے،یہ تمام چیزیں شے مرغوب کے دائرے میں آتی ہیں،اوران کا اپنا مسلمہ وجود ہے،کسی شے کے وجود کے لیے وجودِ حسی ہونا ضروری نہیں،وجودِ معنوی بھی کافی ہے،ہر شئے کا وجود اس کے اپنے معیار سے ہوتا ہے،اس لئے ان کی خرید وفروخت میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں،بشرطیکہ وہ چیز فروخت کنندہ کی ملکیت میں ہو،ناجائز امور پر مشتمل نہ ہواور نہ غلط مقاصد کے لئے استعمال ہوتا ہو۔

البتہ سیلولر کمپنیاں اپنے صارفین کو جو سہولیات فراہم کرتی ہیں،جیسے فون کرنے،میسج بھیجنے،انٹرنیٹ استعمال کرنے کی سہولت،جس کے عوض وہ صارف سے متعین رقم وصول کرتی ہیں،یہ بیع نہیں ہے،بلکہ کمپنی کی جانب سے فراہم کردہ سہولت کی فیس ہوتی ہے،یہ بیع صرف بھی نہیں ہے،اس لیے کہ بیع صرف میں عوضین کا ثمن خلقی (سونا، چاندی)،یا ثمنِ عرفی (روپیہ،ڈالر،ریال وغیرہ) ہونا ضروری ہوتا ہے،جب کہ سیلولر کمپنیاں نقد کے عوض سہولیات فراہم کرتی ہیں،جو نہ ثمن خلقی کے قبیل سے ہیں،اور نہ ثمنِ عرفی کے قبیل سے۔

وشرعا: (مبادلة شيء مرغوب فيه بمثله) خرج غير المرغوب كتراب وميتة ودم على وجه) مفيد.....(قوله: مرغوب فيه) أي ما من شأنه أن ترغب إليه النفس وهو المال؛ ولذا احترز به الشارح عن التراب والميتة والدم فإنها ليست بمال، فرجع إلى قول الكنز والملتقى: مبادلة المال بالمال؛

ولذا فسر الشارح كلام الملتقى في شرحه بقوله: أي تمليك شيء مرغوب فيه بشيء مرغوب فيه، فقد تساوى التعريفان فافهم، نعم زاد في الكنز بالتراضي) رد المحتار علي الدر المختار كتاب البيوع، ٤/٥٠٢، ط: دار الفكر)

إذ من شرط المعقود عليه: أن يكون موجوداً مالاً متقوماً مملوكاً في نفسه، وأن يكون ملك البائع فيما يبيعه لنفسه، وأن يكون مقدور التسليم، منح." (رد المحتار على الدر المختار كتاب البيوع، ٥/٥٨، ٥٩، ط: دار الفكر)

المراد بالمال ما يميل إليه الطبع ويمكن ادخاره لوقت الحاجة، والمالية تثبت بتمول الناس كافة أو بعضهم، والتقوم يثبت بها وبإباحة الانتفاع به شرعا؛ فما يباح بلا تمول لا يكون مالا كحبة حنطة وما يتمول بلا إباحة انتفاع لا يكون متقوما كالخمر، وإذا عدم الأمران لم يثبت واحد منهما كالدم بحر ملخصا عن الكشف الكبير. (رد المحتار علي الدر المختار كتاب البيوع، ٤/ ٥٠١، ط: دار الفكر)

درختوں پر موجود اور متوقع پھلوں کی ایک ساتھ خرید وفروخت

سوال نمبر ۹ (د): ۔بعض پھلوں میں بیع کی یہ شکل بھی مروج ہے کہ فی الوقت جتنے پھل موجود ہیں اور جتنے پھل متوقع ہیں، دونوں کی بیع کی جاتی ہے، کیا اس طرح پھلوں کی بیع درست ہے جو ابھی آئے نہیں بلکہ متوقع ہیں؟

جواب: ظاہر الروایۃ کے مطابق موجود اور متوقع دونوں طرح کے پھلوں کی ایک ساتھ فروخت جائز نہیں ہے، البتہ شمس الائمہ حلوانی اور شیخ ابوبکر بن الفضل نے جواز کا فتویٰ دیا ہے، بایں طور کہ اصل معاملہ تو موجود پھلوں کا ہو اور بعد میں پیدا ہونے پھلوں کو ان کے تابع قرار دیا جائے، علامہ شامی اور متعدد علماء کا رجحان بھی اسی طرف نظر آتا ہے، اس لئے کہ درختوں پر تمام پھل ایک ساتھ نہیں نکلتے ہیں، اور نہ ایک ساتھ قابل استعمال ہوتے ہیں، اور معاملہ کے بعد وقفہ وقفہ سے نکلنے والے پھلوں کا حساب رکھنا بہت مشکل ہے، اس سے لوگوں کے لئے بہت زحمت پیدا ہو جائے گی، اور مارکیٹ میں فروخت ہونے والے اکثر پھلوں کو ناجائز قرار دینا پڑے گا۔

ولو برز بعضها دون بعض لا يصح في ظاهر المذهب؛ وصححه السرخسي، وأفتى الحلواني بالجواز لو الخارج أكثر، ويجعل المعدوم تبعا للموجود استحسانا لتعامل الناس للضرورة. (زيلعي اللباب في شرح الكتاب ج 1 ص 113)

وثالثها أن يخرج بعضها دون بعض فإنه لا يجوز في ظاهر المذهب وقيل يجوز إذا كان الخارج أكثر، ويجعل المعدوم تبعا للموجود استحسانا لتعامل الناس وللضرورة، وكان شمس الأئمة الحلواني وأبو بكر بن الفضل يفتيان به وقال شمس الأئمة السرخسي والأصح أنه لا يجوز وفي البحر وهو

ظاهر المذهب لكن في الفتح فإن الناس تعاملوا بيع ثمار الكرم بهذه الصفة، ولهم في ذلك عادة ظاهرة وفي نزع الناس عن عادتهم حرج، وقد رأيت في هذا رواية عن محمد، وهو في بيع الورد على الأشجار فإن الورد لا يخرج جملة ولكن يتلاحق البعض البعض ثم جوز البيع في الكل بهذا الطريق وهو قول مالك (مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر ج3 ص29)

دکاندار کا خریداروں کو دوسری دکانوں سے سامان منگوا کر دینا

سوال نمبر ۹ (ہ):- دکاندار کو سامانوں کا آرڈر اور قیمت بھی ادا کر دی جاتی ہے، کچھ سامان اس کی دکان پر موجود ہوتا ہے اور بڑی تعداد میں سامان مارکیٹ میں تو ہوتا ہے، لیکن دکاندار کے پاس نہیں ہوتا، دکاندار سامان کا انتظام کر کے خریدار کو پہونچاتا ہے، بیع کی یہ صورت درست ہوگی یا نہیں؟

جواب:- دکاندار کے پاس سامان نہ ہونے کی صورت میں مطالبہ پر دوسری دکان سے سامان کا انتظام کر کے خریدار کے حوالے کرنا یا اس کے گھر پہونچانا جائز ہے، دکانداروں کے درمیان باہم اس طرح کے معاملات ہوتے رہتے ہیں، اور ان کے عرف میں یہ ایک تجارتی تعاون ہے، جس کی ضرورت کسی نہ کسی مرحلے میں سب کو پڑتی ہے۔

اس کی جائز صورت یہ ہے کہ دکاندار دوسری دکان سے سامان بطور قرض یا بطور خرید منگوا لے، اور خریدار کے حوالے کر دے یا اس کے گھر پہونچوا دے، اور جب تک سامان پر قبضہ نہ ہو جائے اس کو فروخت نہ کرے، اس لئے کہ مال منقول کو قبضہ سے قبل فروخت کرنا جائز نہیں ہے، البتہ قیمت معلوم ہو تو اس کا تعین کر سکتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وعدۂ بیع کے طور پر معاملہ کرے کہ میں یہ سامان اتنی قیمت میں آپ کو دوں گا، اور چونکہ مالی معاملات میں وعدہ کی تکمیل لازم ہوتی ہے اس لئے خریدار دھوکہ سے محفوظ رہے گا، اور دکاندار کا اعتماد بھی برقرار رہے گا۔

بیع معدوم کی چند جدید صورتیں

مفتی عبدالرزاق قاسمی
(استاذ دارالعلوم دیوبند)

آج کل تجارت سے وابستہ افراد اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لیے نئے نئے طریقے ایجاد کرتے رہتے ہیں، ان میں ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ مبیع کے وجود میں آنے سے پہلے ہی اس کی بیع کر دیتے ہیں، بیع معدوم میں عقد استصناع کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اور عقد سلم کی بھی رخصت دی گئی ہے، ان دو صورتوں کے علاوہ کئی ایسی شکلیں ہیں جو بیع معدوم کے دائرہ میں آتی ہیں، اس پس منظر میں درج ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں:

بیع معدوم کا مفہوم اور اقسام

فقہاء کے نزدیک بیع معدوم کا مفہوم کیا ہے؟ نیز اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

معدوم کے لغوی معنی مفقود اور غیر موجود کے ہیں، اور اصطلاح میں بیع معدوم کہتے ہیں:

بیع ما کان غیر موجود في الواقع أو کان غائبا عن مجلس العقد وموصوفا في الذمة. (بدائع الصنائع ۵/۱۳۸)

معدوم کی دو قسمیں ہیں:

معدوم حقیقۃ: وہ چیز جس کا خارج میں کوئی وجود اور صورت نہ ہو۔

معدوم حکما: وہ چیز جس سے انتفاع کے حلال نہ ہونے کی وجہ سے شریعت نے اسے معدوم قرار دیا ہو، اگرچہ خارج میں اس وجود اور صورت ہو، پس شریعت میں جو منفعت حرام ہے وہ شرعا معدوم ہی ہے۔ احناف نے عرفا معدوم کو بھی حقیقۃ معدوم کے درجہ میں رکھا ہے۔ جیسے جانور کے تھنوں میں موجود دودھ کی بیع۔

بیع معدوم کے حکم کے بارے میں فقہاء کی آراء

بیع معدوم کے سلسلے میں فقہا کی آراء اور ان کے دلائل کیا ہیں؟ اس سلسلے میں راجح مسلک کیا ہے؟

حضرات علماء کے معدوم اور غیر موجود کی بیع کے حکم میں دو قول ہیں:

پہلا قول: حضرات ائمہ اربعہ کا ہے کہ یہ بیع ناجائز ہے۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں: ایسی چیز کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے جس کا وجود نہ ہو اور جس کے نہ ہونے کا خطرہ ہو۔ جیسا کہ پیداوار کی پیداوار کو یہ کہہ کر بیچنا: میں نے اس اونٹنی کی اولاد بیچ دی (بدائع 5/138)

علامہ ابن نجیم نے بھی اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ: بیع معدوم منعقد نہیں ہوتی ہے۔ جیسے حمل، اور تھن میں دودھ کی بیع (البحر الرائق 5/279)

امام نووی کہتے ہیں: غیر موجود کو بیچنا بالاجماع جائز نہیں ہے، جیسا کہ پھل جو پیدا نہ ہوا ہو، علامہ ابن المنذر نے دو سال اور اس طرح کی مدت تک پھلوں کی فروخت کے باطل ہونے پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے۔ (المجموع 9/245)

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: کہ جو چیز دستیاب نہیں ہے اسے بیچنا جائز نہیں۔ کھیرے، ککڑی، بینگن وغیرہ کو وجود میں آنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں، اگر کوئی ان میں سے کسی پھل کو بیچے تو صرف وہی بیچنا جائز ہے جو ان میں سے دستیاب ہے، نہ کہ غائب (المغني 4/77)

دوسرا قول: ابن تیمیہ اور ابن القیم کا خیال بیع معدوم جائز ہے۔

پہلی رائے کے دلائل:

1: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ، وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکر پھینک کر بیع کرنے اور دھوکے والی بیع سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر (1513)

2: عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! يَأْتِينِي الرَّجُلُ فَيُرِيدُ مِنِّي الْبَيْعَ، لَيْسَ عِنْدِي، أَفَأَبْتَاعُهُ لَهُ مِنَ السُّوقِ؟ فَقَالَ: لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ.

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ایک آدمی میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے ایسی چیز خریدنی چاہتا ہے جو میرے پاس نہیں ہوتی، تو کیا میں اس کے لیے بازار سے خرید لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو تیرے پاس نہیں ہے وہ مت بیچ۔ (سنن ابوداود حدیث نمبر 3503)

3: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ وَكَانَ بَيْعًا يَتَبَايَعُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الْجَزُورَ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ ثُمَّ تُنْتَجُ الَّتِي فِي بَطْنِهَا.

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمل کے حمل کی بیع سے منع فرمایا۔ اس بیع کا طریقہ جاہلیت میں رائج تھا۔ ایک شخص ایک اونٹ یا اونٹنی خریدتا اور قیمت دینے کی میعاد یہ مقرر کرتا کہ ایک

اونٹنی جنے پھر اس کے پیٹ کی اونٹنی بڑی ہوکر جنے۔(صحیح بخاري حدیث نمبر 2043)

4: عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ وَالْمُخَابَرَةِ، وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ، وَلَا يُبَاعُ إِلَّا بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ، إِلَّا الْعَرَايَا.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ، مزابنہ، مخابرہ اور (پکنے کی) صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا اور (حکم دیا کہ) عرایا (کی بیع) کے سوا (پھل یا کھیتی کو) صرف دینار اور درہم کے عوض ہی فروخت کیا جائے۔(صحیح مسلم حدیث نمبر 3909)

امام نووی فرماتے ہیں:

وأما النهي عن بيع المعاومة وهو بيع السنين فمعناه أن يبيع ثمر الشجرة عامين أو ثلاثة أو أكثر فيسمى بيع المعاومة وبيع السنين وهو باطل بالإجماع نقل الإجماع فيه بن المنذر وغيره لهذه الأحاديث ولأنه بيع غرر لأنه بيع معدوم ومجهول غير مقدور على تسليمه وغير مملوك للعاقد والله أعلم«. شرح النووي على مسلم (193/10)

ان تمام روایات کا مفاد یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو معدوم ہو یا اس میں وجود وعدم کا خطرہ ہو اس میں غرر پایا جاتا ہے جو باہمی نزاع اور جھگڑے کا سبب بنتا ہے، اس لئے اس کی بیع جائز نہیں ہے۔

امام نووی کہتے ہیں کہ تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ بہت سی چیزیں ان کا بیچنا جائز ہے باوجودیکہ ان میں غرر ہے، مگر وہ غرر حقیر ویسیر ہے، تھوڑا غرر ہے اور اس کی ضرورت بھی ہے، اس کے بغیر لوگوں کو چارہ کار نہیں ہے اور اس سے احتراز میں دشواری ہے تو یہ تھوڑا سا غرر قابل برداشت ہے، غسل خانہ میں اجرت کے ساتھ نہانا جائز ہے، پانی کے استعمال کی مقدار معلوم نہیں، ایک مہینہ کے لئے کرایہ پر کسی چیز کا لینا جائز ہے جبکہ مہینہ کبھی ۲۹ کا ہوتا ہے کبھی ۳۰ کا ہوتا ہے۔ ہاں جو غرر کثیر ہو اور اس سے بچنا بھی ممکن ہے، وہ بالاتفاق صحت عقد سے مانع ہے۔ بعض مسائل میں علماء کا اختلاف ہے، بعض لوگوں نے جائز قرار دیا، بعض نے ناجائز قرار دیا۔ جس نے اس میں غرر یسیر وحقیر سمجھا اس نے جائز قرار دیا اور جس نے غرر کثیر سمجھا اس نے ناجائز قرار دیا۔ مثلاً زمین میں پوشیدہ شی پیاز لہن وغیرہ، یا بے دیکھی ہوئی چیز کو خریدنا، امام شافعی کے نزدیک ناجائز ہے اور حنفیہ کے نزدیک جائز ہے۔(نعمۃ المنعم ص/۲۱)

البتہ علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ نے بیع معدوم کی ممانعت کی علت شيء معدوم کا مال نہ ہونا قرار دیا ہے، ارشاد فرماتے ہیں:

بيع ما ليس في ملكه باطل كما تقدم، لأنه بيع المعدوم، والمعدوم ليس بمال فينبغي أن يكون بيعه

باطلاً.

یعنی: جو چیز اس کی ملکیت میں نہ ہو، اس کی بیع باطل ہے، جیسا کہ گزرا، کیونکہ یہ معدوم کی بیع ہے اور معدوم مال نہیں ہے، پس چاہیئے کہ اس کی بیع باطل ہو۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب البیوع، جلد 7، صفحہ 248)

بیع معدوم کو عقد استصناع پر قیاس کرنا

کیا بیع معدوم کو عقد استصناع پر قیاس کیا جا سکتا ہے؟ اگر کیا جا سکتا ہے تو کہاں کہاں کیا جا سکتا ہے؟ اس کی شرطیں کیا ہوں گی؟

۵۔ آج کل بیع کا یہ طریقہ بھی رائج ہے کہ مبیع کے وجود میں آنے یا اس پر قبضہ ہونے سے پہلے اس کے اوصاف بتا کر بہت سی چیزیں بیچی اور خریدی جاتی ہیں، معاملہ کی یہ شکل جائز ہے یا نہیں؟

شرعی اصول یہ ہے کہ منقولی اشیاء پر قبضہ کرنے سے پہلے آگے فروخت کرنا جائز نہیں، خریدنے کے بعد اگر خریدار یا اس کے کسی وکیل نے مال پر قبضہ نہ کیا ہو تو ایسی صورت میں اس مال کی آگے خرید فروخت جائز نہیں، البتہ وعدۂ بیع کر سکتے ہیں کہ اس کو الٹی کا اتنا مال اس قیمت پر آپ کو فروخت کریں گے، پھر جب مال قبضے میں آجائے تو سودا کر لیا جائے۔ بیع کے مکمل ہونے کے بعد جب خریدار کے قبضے میں مال آجائے تو اس کو آگے بیچنا جائز ہے اگرچہ خریدار نے ابھی تک بیچنے والے کو مکمل قیمت ادا نہ کی ہو، لہذا خریدار جب مال پر قابض ہو جائے تو اس کے لیے اس مال کو نقد یا ادھار فرخت کرنا جائز ہے۔

حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ بیع قبل القبض کی صورت میں مبیع سے بائع کا علاقہ اور تعلق ختم نہیں ہوا ہے، جس وقت بائع مشتری کو اس سے نفع اٹھاتے ہوئے دیکھے گا طرح طرح کے بہانے کر کے بیع کو فسخ کرنے کی کوشش کرے گا اور جھگڑا پیدا ہوگا، اس لئے مشتری کو مبیع پر قبضہ سے پہلے تصرف سے روک دیا گیا ہے، نیز مبیع میں قبل القبض بیع کی اجازت دینے میں مبیع کو صارفین تک پہونچنے میں واسطے بڑھتے چلے جائیں گے، جتنے واسطے بڑھیں گے مبیع کی قیمت بھی بڑھتی جائے گی اور صارفین کیلئے پریشانی کا سبب ہوگی، ہندوستان کی آزادی سے پہلے ہندوستان میں قحط پڑا، ایک مہاجن نے ایک جہاز غلہ خرید کر ہندوستان روانہ کیا، راستہ میں اس مہاجن سے دوسرے مہاجن نے، اس سے تیسرے نے خریدا، اس طرح ہندوستان آتے آتے دسیوں مرتبہ خریدا اور بیچا گیا، جس کی وجہ سے اسکی قیمت عام لوگوں کی قوت خرید سے باہر ہوگئی اور ہزارہا آدمی بھوکوں مر گئے۔ (نعمۃ المنعم)

فتاوی شامی میں ہے:

(بیع عقار لا یخشی هلاکه قبل قبضه لا بیع منقول) قبل قبضه ولو من بائعه. (فصل فی التصرف فی المبیع، ص:147، ج:5، ط:سعید)

فتاوی شامی میں ہے:

(وإذا وجدا لزم البيع) بلا خيار إلا لعيب أو رؤية خلافا للشافعي۔ (كتاب البيوع، ص:528، ج:4، ط:سعيد)

فتاوی عالمگیری میں ہے:

وأما حكمه فثبوت الملك في المبيع للمشتري وفي الثمن للبائع إذا كان البيع باتا۔ (كتاب البيوع، ص:2،3، ج:3، ط:رشيديه)

تاجروں کے درمیان پائے جانے والی مروجہ بیع قبل القبض کا حکم

6- بسا اوقات یہ معاملہ تاجروں کے درمیان ہوتا ہے، ایک تاجر دوسرے تاجر سے اس کی بیع کر دیتا ہے اور دوسرا تاجر تیسرے شخص سے اس کی بیع کر دیتا ہے، اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے؟ اس طرح کی بیع جائز ہے یا ناجائز؟۔

خرید وفروخت کے معاملات میں شریعت نے جن اُمور کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیا ہے اُن میں سے ایک 'قبضہ علی المبیع' یعنی فروخت کردہ شے کے قبضے (Possession) کا معاملہ ہے۔ اس کا سادہ سا مفہوم یہ ہے کہ بائع (فروخت کنندہ/ بیچنے والا) جس سامان کو بیچ رہا ہے بائع کے پاس اُس سامان کو بیچنے کا اختیار ہوتا کہ خرید وفروخت مکمل ہونے پر سامان مُشتری (خریدنے والے) کے حوالہ کر دیا جائے۔ لہٰذا قبضہ کے بغیر کسی شے کی خرید وفروخت کرنا جائز نہیں۔

اور فقہائے احناف کے نزدیک قبضہ کا مفہوم یہ ہے کہ مَبیع (بیچا جانے والے سامان) پر مُشتری (خریدار) کو اس طرح اختیار سونپ دیا جائے کہ مُشتری کو قبضہ کرنے، استعمال کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی قدرت واختیار حاصل ہوجائے اور بائع کی طرف سے کوئی مانع اور حائل نہ رہے۔ خریدار کو حاصل ہونے والا یہ قبضہ کبھی تو حقیقی وحسّی (Physically) ہوتا ہے اور کبھی دوسرے معنوی وحکمی (Virtually) ہوتا ہے۔ مختلف چیزوں کا قبضہ ان کے حسب حال ہوتا ہے۔ شریعت نے قبضہ کی کسی خاص صورت کو مخصوص نہیں کیا بلکہ قبضہ کی ہر اُس صورت کو جائز قرار دیا ہے جسے عُرف میں قبضہ سمجھا جاتا ہے اور معاشرے کے لوگ اُسے قبول کرتے ہیں۔ گویا مالی لین دین میں قدرت و اختیار کی ہر وہ شکل جسے معاشرے میں قبولیت حاصل ہو اُس کو شرعاً قبضہ کا مصداق سمجھا جائے گا۔ اِسی طرح قبضہ کی قدرت اور موقع دیدینا بھی قبضہ کے قائمقام اور اس کی ہی ایک شکل ہے۔ احناف کے نزدیک شے کا حسی قبضہ ضروری نہیں ہے، بلکہ مبیع کا تخلیہ (تمام رکاوٹوں کو ہٹا کے دوسرے کو تصرف واستعمال کا حق دینا) بھی کافی ہے۔ مروجہ تجارتی شکلوں میں تخلیہ کا معنی ومصداق یہ ہوگا کہ فروخت کردہ شے کا حکمی قبضہ (Virtual possession) ثابت ہوجائے۔

انٹرنیٹ اور ای کامرس کے ذریعہ ہونے والی مروجہ تجارتی شکلوں میں قبضہ کا مطلب یہ ہے کہ ضروری کارروائی عمل میں لے آئی جائے اس طور پر کہ فروخت کردہ شے کی ذمہ داری اور حقِ تصرف بائع سے مُشتری کی طرف منتقل ہوجائے اور سامان کی ذمہ داریاں (Liabilities) اور فوائد (Profits) کا وہ حق دار بن جائے۔

اس سے واضح ہوا کہ ایسی شے کی بیع جائز نہیں جس پر بیچنے والے کو حسّی یا حکمی طور پر قبضہ حاصل نہ ہو، ایسی شے کو نہ تو فروخت کرنا جائز ہے اور نہ ہی اُس کی قیمت وصول کرنا درست ہے، کیونکہ اس صورت میں خریدنے والے کو حقِ تصرف منتقل نہیں کیا جاسکتا۔

شئ معدوم کو وصف، جنس اور نوع وغیرہ بیان کر کے منضبط کرنے کا حکم

7- کیا شی معدوم کو وصف، جنس اور نوع وغیرہ بیان کر کے منضبط کیا جا سکتا ہے؟ حالانکہ مبیع ابھی وجود میں نہیں آئی ہے، اگر اس طرح انضباط ہوجائے اور فریقین میں نزاع کا اندیشہ ختم ہوجائے تو کیا شرعاً یہ بیع درست ہوگی؟

اگر مبیع کے اوصاف کو بیان بھی کر دیا جائے تب بھی بیع قبل القبض جائز نہ ہوگی، کیونکہ شریعتِ اسلامیہ نے عقودِ بیع میں ایسے اُمور کو ناجائز قرار دیا ہے جن کی وجہ سے فریقین کے درمیان نزاع ومخاصمت، لڑائی جھگڑے یا دھوکہ دہی کا امکان پایا جاتا ہو، اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے ''مبیع کے اوصاف کو بیان کر دینے کے بعد بھی فریقین کے درمیان نزاع ہوجاتا ہے۔

البتہ تجارت کی ایک جدید شکل: ڈراپ شپنگ کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، ڈراپ شپنگ میں کوئی شخص کسی مینوفیکچرنگ کمپنی کی ویب سائٹ یا کسی بڑے ای سٹور مثلاً ایمازون، والمارٹ، دراز اور علی بابا وغیرہ پر بکنے والی کسی پراڈکٹ کی تشہیر کرتا ہے اور کسٹمرز کو خریداری کی آفر کرتا ہے اور آرڈر ملنے پر مطلوبہ شے مینوفیکچرنگ کمپنی یا ای سٹور سے خرید کر کسٹمر تک پہنچاتا ہے اور کسٹمر شے کی وصولی پر قیمت ادا کرتا ہے۔ ڈراپ شپنگ جائز ہے مگر اس میں چند شرائط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

پہلی شرط یہ ہے کہ شے کی جنس، نوع، صفت، مقدار، وصولی کی تاریخ، قیمت، قیمت کی ادائیگی کا طریقہ کار اور حمل ونقل کے مصارف کا واضح اور غیر مبہم تعین کیا جائے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ ڈراپ شپّر اپنی ویب سائٹ یا جس میسجنگ سروس کے ذریعے پراڈکٹس کی تشہیر کر رہا ہے وہاں کسٹمرز سے خرید وفروخت کا معاہدہ نہ کرے بلکہ کسٹمرز سے آرڈر موصول ہونے پر مطلوبہ شے کا بندوبست کر کے کسٹمرز کو فراہم کرنے کا وعدہ کرے، اِس وعدے کے عوض کل قیمت کا کچھ حصہ پیشگی طور پر وصول کرنا چاہے تو اس میں بھی حرج نہیں۔

تیسری شرط یہ ہے کہ کسٹمر نے جس شے کا آرڈر دیا ہے ڈراپ شپّر مینوفیکچرنگ کمپنی یا ای سٹور سے اُس شے کو

خودخریدے، یا خریداری کا معاہدہ کر کے خود قیمت ادا کرے، اِس سے ڈراپ شپر کا قبضہ حقیقی یا حکمی طور پر ثابت ہو جائے گا، اس کے بعد اس ای سٹور یا کمپنی کو کہہ دے کہ مطلوبہ شے فلاں آدمی کو بھیج دیں۔ ان شرائط کے ساتھ ڈراپ شپنگ جائز ہے۔

قبل از تعمیر بلڈنگ میں فلیٹ بک کروانے اور فروخت کرنے کا حکم

۹۔ آج کل مختلف شعبہ ہائے زندگی سے متعلق بہت سے مالی معاملات ایسے رائج ہیں جن میں مبیع حقیقت یا ظاہرا معدوم ہوتی ہے، چند مثالیں پیش ہیں، ان شکلوں کے شرعی حکم کی تعیین فرمائیں:

الف۔ بلڈرس زمین خرید کر فلیٹ کا نقشہ بناتے ہیں، اور اس نقشہ کے مطابق فلیٹ بیچنا شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ ابھی تعمیر کا کام شروع نہیں ہوا ہے، بسا اوقات تعمیر کا کام شروع تو ہو گیا ہوتا ہے مگر فلیٹ مکمل تیار نہیں ہوتا، ایسی صورتوں میں نقشہ کی بنیاد پر مکان کی خرید وفروخت کرنا کیسا ہے؟ اس صورت میں کبھی بلڈرس کے پاس زمین ہوتی ہے اور کبھی زمین بھی نہیں ہوتی ہے، کیا اس سے مذکورہ مسئلہ پر فرق پڑے گا؟

شریعت مطہرہ کی رو سے معدوم چیز کی بیع ممنوع ہے تاہم عقد استصناع جائز ہے، اس کے جواز کے لئے معقود علیہ (مبیع) کی جنس، نوع، صفت، مقدار کا معلوم ہونا اور اس پر لوگوں کا تعامل ہونا شرط ہے، لہذا صورت مسئولہ میں قبل از تعمیر یا زیر تعمیر بلڈنگ میں نقشہ دیکھ کر فلیٹ کی بکنگ کرنا عقد استصناع کے طور پر جائز ہے، چنانچہ اگر نقشہ دیکھ کر اس طور پر فلیٹ کی تعیین کی جائے کہ بعد میں کسی قسم کے جھگڑے اور تنازع کا سبب نہ بنے، مثلا: دوکان/فلیٹ نمبر، منزل، مربع فٹ، کمروں کی تعداد، محل وقوع وغیرہ معلوم ہو جائے، تو ایسی صورت میں فلیٹ کی بکنگ کروانا جائز ہے۔

فلیٹ بک کروانا شرعا عقد استصناع ہے اور عقد استصناع میں جب تک وہ چیز مستصنع (آرڈر دینے والے) کے قبضہ میں نہ آجائے اس میں اس کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی اس لئے قبضہ سے پہلے وہ چیز فروخت کرنا شرعا جائز نہیں لہذا جب تک فلیٹ بنانے والا (بلڈر) فلیٹ بک کرانے والے کے قبضہ میں نہ دے دے اس وقت تک بک کرانے والے کے لئے فلیٹ کو آگے بیچنا جائز نہیں چاہے قسطیں مکمل ادا کی ہوں یا نہ کی ہوں۔

چونکہ عقد استصناع میں قبضہ سے پہلے مبیع پر ملکیت ثابت نہیں ہوتی لہذا جب تک فلیٹ کا قبضہ نہ مل جائے اسے کرایہ پر نہیں دیا جا سکتا۔

هو (اي الإستصناع) عقد على مبيع في الذمة شرط فيه العمل،... حكم الاستصناع فهو ثبوت الملك للمستصنع في العين المبيعة في الذمة وثبوت الملك للصانع في الثمن ملكا غير لازم۔ (بدائع الصنائع، فصل واما جوازه، ج5، ص3/2)

وفي البدائع من شروطه بيان جنس المصنوع ونوعه وقدره وصفته وأن يكون مما فيه تعامل۔ (رد

المحتار، مطلب فی الاستصناع، ج5، ص223)

والصورة الثانية: أن تكون الأرض ملكا للصانع، ويطلب منه المستصنع أن يبنى عليها بيتا، أو مكتبا، أو دكانا. ومنه ما جرى به العمل من أن صاحب الأرض الخالية يعمل خطة لبناء كبير يحتوى شقق سكنية، أو مكاتب، أو محلات، ثم يدعو الناس للاكتتاب، فيدفعون إليه مبالغ، ثم يسلم إليهم الشقق بعد اكتمالها، فهو مخرج على الاستصناع... فيجوز ذلك بشروط الاستصناع. (فقه البيوع: 604/1)

بلڈر کا زمیندار سے زمین لینا اور اس کو قیمت میں فلیٹ دینا

ب۔ مالک زمین اور بلڈر کے درمیان یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ بلڈر اس زمین پر فلیٹ بنائے گا، جس میں مالک کو چند فلیٹ یا اس کی قیمت دی جائے گی اور باقی بلڈر کا ہوگا، کیا یہ صورت درست ہے؟

صورت مسئولہ میں زمین کے مالک کا بلڈر سے یہ معاہدہ کرنا کہ بلڈر اپنے خرچہ سے اس زمین پر چند فلیٹ تعمیر کرے گا اور مالکِ زمین بلڈر کو اس کے بدلے میں اسی میں سے ایک دو فلیٹ دیدے گا، شرعًا فاسد معاہدہ ہے، اگر کسی نے اس طرح معاہدہ کیا تو تمام فلیٹ زمین کے مالک کی ملکیت ہوں گے اور بلڈر تعمیرات پر ہونے والے خرچے اور اجرتِ مثل یعنی اس جیسے کام کی مارکیٹ میں جتنی اجرت دینے کا رواج ہے کا حق دار ہوگا۔ البتہ اگر اس (تعمیرات کے خرچے اور اجرت مثل) کی لاگت بلڈر کے حصے کے فلیٹ کے برابر ہو تو اس کے عوض باہمی رضامندی سے بلڈر کو فلیٹ بھی دیے جاسکتے ہیں۔

فتاوی شامی میں ہے:

وفي الحاوي: سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار، فقال: أرجو أنه لا بأس به وإن كان في الأصل فاسداً، لكثرة التعامل، وكثير من هذا غير جائز، فجوزوه لحاجة الناس إليه، كدخول الحمام. (كتاب الإجارة، مطلب في أجرة الدلال، 63/6)

البحر الرائق میں ہے:

صح بيع العقار قبل قبضه. (كتاب البيع، فصل في بيان التصرف في المبيع والثمن قبل قبضه، 6/ 126، ط: دار الكتاب الإسلامي)

شرح المجلہ میں ہے:

البيع مع تأجيل الثمن و تقسيطه صحيح ... يلزم أن تكون المدة معلومةً في البيع بالتأجيل والتقسيط. (166/2، المادة: 245، 246، ط: رشيدية)

جامع الفصولین میں ہے:

دفع إليه أرضا على أن يبني فيها كذا كذا بيتا وسمى طولها وعرضها وكذا كذا حجرة على أن ما بنى فهو بينهما وعلى أن أصل الدار بينهما نصفان فبناها كما شرط فهو فاسد وكله لرب الأرض وعليه للباني قيمة ما بنى يوم بنى وأجر مثل فيما عمل. (الفصل الرابع والثلاثون في الأحكامات، أحكام العمارة في ملك الغير، ص: 161).

کمپیوٹر اپلیکیشن اور سوفٹ ویئر کی خرید وفروخت

ج۔ آج کل بہت سے کمپیوٹر اپلیکیشن اور سوفٹ ویئر پروگراموں کی آن لائن خرید وفروخت ہوتی ہے، جن کا بظاہر کوئی محسوس وجود نہیں ہوتا ہے ان کو صرف موبائل یا کمپیوٹر پر دیکھا یا سنا جا سکتا ہے، کیا ان پر بیع معدوم کا اطلاق ہو سکتا ہے؟ کیا ان کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کن شرطوں کے ساتھ؟

جواب: کمپیوٹر اپلیکیشن اور سوفٹ ویئرز جو جائز مقاصد میں استعمال ہوتے ہوں، ان کی خرید وفروخت جائز ہے، اس لیے کہ اصطلاحِ شرع میں بیع کہا جاتا ہے: مرغوب شے کو مرغوب چیز کے عوض میں دینا، نیز یہ اشیاء مبیع بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں، کیوں کہ مبیع کا مال متقوم ہونا، فروخت کنندہ کی ملکیت میں ہونا، اور اس کا وجود شرعًا ضروری ہوتا ہے، لہذا وجود کے لیے وجودِ حسی ضروری نہیں، وجودِ معنوی ہونا بھی کافی ہے۔

ردالمحتار علی الدر المختار میں ہے:

و شرعًا: (مبادلة شيء مرغوب فيه بمثله) خرج غير المرغوب كتراب وميتة ودم على وجه مفيد. (قوله: مرغوب فيه) أي ما من شأنه أن ترغب إليه النفس وهو المال؛ ولذا احترز به الشارح عن التراب والميتة والدم فإنها ليست بمال، فرجع إلى قول الكنز والملتقى: مبادلة المال بالمال؛ ولذا فسر الشارح كلام الملتقى في شرحه بقوله: أي تمليك شيء مرغوب فيه بشيء مرغوب فيه، فقد تساوى التعريفان فافهم، نعم زاد في الكنز بالتراضي. (كتاب البيوع، ٤/٥٠٢، ط: دار الفكر)

فتاوی شامی میں ہے:

إذ من شرط المعقود عليه: أن يكون موجوداً مالاً متقوماً مملوكاً في نفسه، وأن يكون ملك البائع فيما يبيعه لنفسه، وأن يكون مقدور التسليم، منح. (كتاب البيوع، باب بيع الفاسد، ٥/٥٨-٥٩، ط: دار الفكر)

ردالمحتار میں ہے:

المراد بالمال ما يميل إليه الطبع ويمكن ادخاره لوقت الحاجة، والمالية تثبت بتمول الناس كافة أو

بعضهم، والتقوم يثبت بها وبإباحة الانتفاع به شرعا، فما يباح بلا تمول لا يكون مالا كحبة حنطة وما يتمول بلا إباحة انتفاع لا يكون متقوما كالخمر، وإذا عدم الأمران لم يثبت واحد منهما كالدم بحر ملخصا عن الكشف الكبير. (كتاب البيوع، ٤/٥٠١، ط: دار الفكر)

پھلوں میں بیع کی مروجہ شکل کا حکم

د۔بعض پھلوں میں بیع کی یہ شکل بھی مروج ہے کہ فی الوقت جتنے پھل موجود ہیں اور جتنے پھل متوقع ہیں، دونوں کی بیع کی جاتی ہے، کیا اس طرح پھلوں کی بیع درست ہے جو ابھی آئے نہیں ہیں، بلکہ متوقع ہیں۔

آم اور اس قسم کے دوسرے پھلوں کی بیع پھلوں کے ظاہر ہونے کے اور قابل انتفاع ہونے کے بعد بالاتفاق جائز ہے، اسی طرح بعض پھل ظاہر ہو گئے ہیں اور بعض نہیں تو بھی جائز ہے، اور اگر پھل بالکل ظاہر نہ ہو تو پھر یہ پھلوں کی بیع تو کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہو سکتی، البتہ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ پھولوں کی بیع ہو سکتی ہے، کیونکہ پھول بھی مال متقوم اور منتفع بہ للدواب ہے، اگر فی الحال منتفع بہ نہ بھی ہو تو ثانی الحال منتفع بہ ہے،

كما نقل العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى عن الامام ابن الهمام رحمه الله تعالى في صحة بيع الثمار بعد البروز قبل ان تكون منتفعا بها۔

جامعۃ الرشید کراچی کے مفتیان کرام سے اس مسئلہ کے بارے استفتاء لیا گیا تو انہوں نے یہ جواب دیا: جب درخت پر صرف پھول ظاہر ہوئے تو انکی خرید وفروخت درست ہے، لیکن اس صورت میں پھلوں کی بیع نہیں بلکہ پھولوں کی بیع کرنی چاہئے اور ظاہر ہے کہ اس کی قیمت اس صورت سے کم ہوگی جب باغ میں پھل ظاہر ہونے کے بعد پھلوں کی بیع ہوتی ہے۔

نیز فتاوی عثمانی (صفحہ نمبر 110 جلد نمبر 3) میں یہ عبارت مذکورہ ہے۔البتہ جب ازہار کا ظہور ہو گیا تو ازھار کی بیع من حیث الازھار کی واقعی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

مطلب یہ ہوا ہے کہ پھلوں کی بیع پھول کی صورت میں جائز ہے، لیکن بیع پھول کی ہوگی۔

لیکن اس پر سوال یہ ہے کہ جتنے خریدنے والے یا بیچنے والے ہیں وہ بیع کرتے وقت پھول کی بیع نہیں، بلکہ وہ پھلوں کی بیع کر رہے ہوتے ہیں، کیونکہ آج تک نہ سنا اور نہ دیکھا کہ کوئی پھول کی بیع کر رہا ہو جو بھی کرتا ہے وہ پھل کی بیع کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ اسکی قیمت زیادہ لگاتے ہیں اور جتنی قیمت طے ہوتی ہے اتنی قیمت پھول کی تو ہوتی ہی نہیں، بلکہ وہ پھل کی قیمت ہوتی ہے، تو اگر ان کی اس صورت حال کو دیکھا جائے تو وہ معدوم کی بیع کر رہے ہیں؛ کیونکہ پھل اس وقت موجود ہی نہیں ہوتا۔؟

اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ اس کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت: باغات کی خرید وفروخت کرنے والے بعض حضرات سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ جو تاجر صرف ایک سال کے لیے باغ خریدتے ہیں ان کے درمیان عام طور پر دستور یہ ہے کہ وہ اس وقت باغ کی خرید وفروخت کرتے ہیں جب پھول نکلنے کے ساتھ ساتھ کچھ پھل بھی نکل چکا ہوتا ہے، اگرچہ وہ مقدار میں کم اور جسامت میں چھوٹا ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ باغ کے پھول بالتدریج یعنی آہستہ آہستہ نکلتے ہیں، تو شروع میں کچھ پھول نکلنے پر باغ سے اترنے والے پھل کی مجموعی مقدار کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا، اس لیے جب باغ مکمل پھولوں سے بھر جاتا ہے تو خرید وفروخت ہوتی ہے، جبکہ اس وقت شروع میں نکلنے والے پھولوں کے ساتھ پھل بھی نکل چکا ہوتا ہے۔

اور پھل نکلنے کی صورت میں علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ نے علامہ شمس الائمہ حلوانی اور علامہ فضلی رحمہ اللہ کے حوالے سے خرید وفروخت کے جواز کا قول منقول ہے اور انہوں نے اس صورت کے جواز کی علت بیان کرتے ہوئے موجود پھل کو اصل اور بعد میں پیدا ہونے والے پھلوں کو تابع قرار دیا ہے، امام ابن الہمام رحمہ اللہ کی اس عبارت کو علامہ ابن نجیم اور علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے اور امام ابن الہمام رحمہ اللہ کی طرح ان حضرات کا رجحان بھی جواز کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ **مجلۃ الاحکام العدلیہ** میں بھی کچھ پھل ظاہر ہونے کی صورت میں جواز کا حکم لگایا گیا ہے اور اس کی شرح میں علامہ خالد اتاسی رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ مجلہ الاحکام کی عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ اگرچہ تھوڑی مقدار میں پھل ظاہر ہوں تو بھی شرعاً بیع درست شمار ہوگی۔

دوسری صورت: اگر خرید وفروخت کے وقت بالفرض پھل بالکل ظاہر نہ ہوں، بلکہ صرف پھول ہوں، اگرچہ ایسا بہت کم ہوتا ہے تو ایسی صورت کے بارے میں عرض یہ ہے کہ مبیع یعنی بیچی گئی چیز کی تعیین کے سلسلے میں فقہائے کرام رحمہم اللہ نے دو صورتیں بیان کی ہیں:

پہلی صورت: چیز کے اوصاف بیان کرنے کے ذریعہ تعیین کرنا، یہ عام طور پر اس وقت ہوتا ہے جب چیز خریدار کے سامنے موجود نہ ہو۔

دوسری صورت: اشارہ کے ذریعہ تعیین کرنا، یہ عام طور پر اس وقت ہوتا ہے جب مبیع خرید وفروخت کی مجلس میں موجود ہو۔

مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں مبیع (پھول) معلوم ہونے کی وجہ سے شرعاً خرید وفروخت درست شمار ہوتی ہے، لہذا پھل پیدا نہ ہونے کی صورت میں فریقین کی ذمہ داری ہے کہ مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں سے کسی ایک صورت کے ذریعہ پھولوں کی تعیین اور تصریح کریں، تاکہ فریقین کے علم میں ہو کہ یہ پھولوں کی خرید فروخت ہو رہی ہے۔

اس کے علاوہ پھولوں کی قیمت زیادہ وصول کرنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہ عام پھول نہیں ہوتے، بلکہ یہ خاص اور قیمتی پھول ہوتے ہیں جو مستقبل میں عمدہ پھل پیدا ہونے کا ذریعہ بنتے ہیں، اس لیے ان پھولوں کی قیمت

زیادہ لینا جائز ہے۔ باقی یہ بات بھی قابلِ اشکال نہیں ہے کہ پھولوں کی خرید وفروخت سے پھول نہیں، بلکہ پھل مقصود ہوتا ہے، کیونکہ شریعت میں مقاصد کا اعتبار نہیں ہوتا، بلکہ اس معاملے کی شرائط اور ارکان کو مدِ نظر رکھ کر شرعاً اس کی صحت یا فساد کا فیصلہ کیا جاتا ہے، مثلاً اگر کوئی شخص انگور خریدے اور اس کا مقصد شراب بنانا ہو تو اس مقصد کی وجہ سے معاملہ ناجائز نہیں ہوگا، بلکہ خرید وفروخت کے وقت بیچی گئی چیز اور معاملے کی شرائط کو سامنے رکھ کر اس معاملے کی صحت یا فساد کا حکم لگایا جائے گا۔

(ولو أثمرت بعد القبض يشتركان فيه للاختلاط، والقول قول المشتري في مقداره) مع يمينه (لأنه في يده وكذا في) بيع (الباذنجان والبطيخ) إذا حدث بعد القبض خروج بعضها اشتركا لما ذكرنا. وكان الحلواني يفتي بجوازه في الكل، وزعم أنه مروي عن أصحابنا، وكذا حكي عن الإمام الفضلي وكان يقول: الموجود وقت العقد أصل وما يحدث تبع نقله شمس الأئمة عنه ولم يقيده عنه بكون الموجود وقت العقد يكون أكثر بل قال عنه: اجعل الموجود أصلا في العقد وما يحدث بعد ذلك تبعا وقال: استحسن فيه لتعامل الناس، فإنهم تعاملوا بيع ثمار الكرم بهذه الصفة، ولهم في ذلك عادة ظاهرة وفي نزع الناس من عادتهم حرج، وقد رأيت رواية في نحو هذا عن محمد - رحمه الله - وهو بيع الورد على الأشجار فإن الورد متلاحق، ثم جوز البيع في الكل بهذا الطريق وهو قول مالك رحمه الله. فتح القدير لابن الهمام (6/291).

إذا حدث بعد القبض خروج بعضها اشتركا وكان الحلواني يفتي بجوازه في الكل وزعم أنه مروي عن أصحابنا وهكذا حكي عن الإمام الفضلي وكان يقول الموجود وقت العقد أصل وما يحدث تبع له نقله شمس الأئمة عنه، ولم يقيده عنه بكون الموجود وقت العقد يكون أكثر بل قال عنه اجعل الموجود أصلا في العقد وما يحدث بعد ذلك تبعا، وقال استحسن فيه لتعامل الناس، فإنهم تعاملوا بيع ثمار الكرم بهذه الصفة ولهم في ذلك عادة ظاهرة وفي نزع الناس عن عاداتهم حرج، وقد رأيت في هذا رواية عن محمد وهو في بيع الورد على الأشجار، فإن الورد متلاحق، ثم جوز المبيع في الكل بهذا الطريق وهو قول مالك. البحر الرائق شرح كنز الدقائق (5/325).

ما تتلاحق أفراده يعني أن لا يبرز دفعة واحدة بل شيئا بعد شيء كالفواكه والأزهار والورق والخضراوات إذا كان برز بعضها يصح بيع ما سيبرز مع ما برز تبعا له بصفقة واحدة. مجلة الأحكام العدلية (ص: 42) فصل: فيما يجوز بيعه وما لا يجوز: (المادة 207).

إن بيع الباذنجان والبطيخ وأشباههما له حكم بيع الثمر الذي تتلاحق أفراده يعني أنه صحيح في

الموجود، وفي المعدوم تبعا للموجود، على ماأفتى به شمس الأئمة الحلواني ومشت عليه هذه المجلة، ولفظ الخضروات في هذه المادة يشير إلى ذلك۔ لكن لا يخفى أن المعدوم المنتظر حدوثه من ذلك لا يكون إلا أكثر من الموجود بأضعاف وقدمنا عن جامع الفصولين وغيره أن الأكثر لا يتبع الأقل خلافا لما قدمنا عن البحر تبعا لصاحب الفتح من أن الحلواني لم يقيده بكون الموجود أكثر۔ شرح المجلة للخالد الإتاسي (ج:1ص:99).

(قوله والأعواض المشار إليها) سواء كانت مبيعات كالحبوب والثياب أو أثمانا كالدراهم والدنانير (لا يحتاج إلى معرفة مقدارها في جواز البيع) فإذا قال: بعتك هذه الصبرة من الحنطة أو هذه الكورجة من الأرز والشاشات وهي مجهولة العدد بهذه الدراهم التي في يدك وهي مرئية له فقبل جاز ولزم؛ لأن الباقي جهالة الوصف: يعني القدر وهو لا يضر، إذ لا يمنع من التسليم والتسلم لتعجله كجهالة القيمة لا تمنع الصحة. فتح القدير للكمال ابن الهمام (259/6).

دوسرے دوکاندار سے لاکر سامان بیچنا

دوکان دار کو سامانوں کا آڈر دیا جاتا ہے، اور قیمت بھی ادا کر دی جاتی ہے، کچھ سامان اس کی دوکان پر موجود ہوتا ہے، اور بڑی تعداد میں سامان مارکیٹ میں تو ہوتا ہے لیکن دوکاندار کے پاس نہیں ہوتا ہے، دوکان دار سامان کا انتظام کر کے خریدار کو پہونچاتا ہے، بیع کی یہ صورت درست ہوگی یا نہیں؟

اگر ''مبیع'' بیچنے والے کی ملکیت میں نہیں ہے اور وہ کسی کو وہ سامان فروخت کرتے ہوئے یوں کہے کہ ''فلاں چیز میں نے آپ کو اتنے میں بیچی''، وغیرہ، اور بعد میں وہ سامان کسی اور دکان، اسٹور وغیرہ سے خرید کر دیتا ہو تو یہ صورت بائع کی ملکیت میں ''مبیع'' موجود نہ ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے؛ اس لیے کہ جو چیز فروخت کرنا مقصود ہو وہ بائع کی ملکیت میں ہونا شرعاً ضروری ہوتا ہے۔

البتہ اس کے جواز کی درج ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں:

1۔ سائل وعدہ بیع کرے، یعنی سائل کسٹمر سے یہ کہہ دے کہ یہ سامان میری ملکیت میں نہیں، اگر آپ کو چاہیے تو میں اسے خرید کر آپ کو اتنی قیمت میں فروخت کرسکتا ہوں، اگر کسٹمر راضی ہوجائے، تو اس کے ساتھ ریٹ وغیرہ طے کیا جاسکتا ہے، اس کے بعد سائل اس سامان کو خرید کر اپنے قبضہ میں لے کر باقاعدہ سودا کر کے کسٹمر کو فروخت کرے تو یہ درست ہوگا۔

2۔ سائل کسٹمر سے آرڈر لے اور مطلوبہ چیز کسی دوسرے سے لے کر کسٹمر تک پہنچائے اور اس عمل کی اجرت مقرر کر کے لے تو یہ بھی جائز ہے۔ یعنی بجائے اشیاء کی خرید وفروخت کے بروکری کی اجرت مقرر کر کے یہ معاملہ

کرے۔

حدیث میں ہے:

عن حكيم بن حزام، قال: يا رسول الله، يأتيني الرجل فيريد مني البيع ليس عندي، أفأبتاعه له من السوق؟ فقال: لا تبع ما ليس عندك. (سنن ابی داؤد،باب فی الرجل یبیع مالیس عندہ، ج:۵، ص:۳۶۲)

مرقاۃ المفاتیح میں ہے:

الثاني: أن يبيع منه متاعا لا يملكه ثم يشتريه من مالكه ويدفعه إليه وهذا باطل لأنه با ع ما ليس في ملكه وقت البيع، وهذا معنى قوله: قال (لا تبع ما ليس عندك) أي شيئا ليس في ملكك حال العقد. (باب المنهی عنها من البیوع، ج:۵، ص:۱۹۳۷، دار الفکر)

الجوہرۃ النیرۃ میں ہے:

وأما نهيه عن بيع ما لم يقبض يعني في المنقولات، وأما نهيه عن بيع ما ليس عنده فهو أن يبيع ما ليس في ملكه، ثم ملكه بوجه من الوجوه فإنه لا يجوز إلا في السلم فإنه رخص فيه. (کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، ج: ۱، ص:۲۰۳، المطبعة الخيرية).

بیع معدوم کی چند جدید صورتیں

مفتی امانت علی قاسمی
استاذ ومفتی دارالعلوم وقف دیوبند

تمہید

شریعت نے جس طرح دیگر تمام چیزوں کے شرائط وحدود طے کئے ہیں اسی طرح خرید وفروخت کے بھی حدود وقیود متعین کئے ہیں، بیع میں مختلف اعتبار سے شرطوں کو بیان کیا گیا ہے، یعنی بائع کے شرائط، مشتری کے شرائط، مبیع او رثمن کے شرائط کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اوران تمام وضاحتوں کا حاصل یہ ہے کہ خرید وفروخت میں دھوکہ اورنزاع پیدا نہ ہو، تاکہ کاروباری زندگی پرامن طریقے پرانجام پائے اور ہر کسی کے حقوق کا تحفظ ہوسکے۔ دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ خرید وفروخت یہ عقد اور معاملہ ہے جس طرح نکاح وغیرہ معاملہ ہے لیکن شریعت میں نکاح وغیرہ کے معاملہ میں کسی قسم کی سختی کا مظاہرہ کیا گیا ہے جب کہ خرید وفروخت کے معاملہ میں نرمی اور سہولت رکھی ہے یہی وجہ ہے عقد نکاح میں گواہوں کو ضروری قرار دیا جب کہ خرید وفروخت کے لیے گواہی کو شرط قرار نہیں دیا، اسی طرح عقد نکاح میں عاقدین کی مجلس میں حاضری ضروری ہے جب کہ بیع میں عاقدین کا مجلس نکاح میں حاضر رہنا ضروری نہیں ہے، حتی کہ بیع میں بلا ایجاب وقبول کے تعاطی کے ذریعہ بھی بیع کو درست قرار دیا گیا، خرید وفروخت کے معاملہ میں اسی سہولت کے پیش نظر اکابر علماء دیوبند نے ان معاملات میں جو رائج اور متعارف ہوجائیں مذہب غیر پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے، چناں چہ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت گنگوہی سے سوال کیا تھا کہ اگر کثیر الوقوع معاملات پر دوسرے ائمہ کے مذاہب پر فتوی دیا جائے تو کوئی حرج تو نہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں (ملفوظات حکیم الامت، مولانا اشرف علی تھانوی، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، 1424ء، 6/215)

خرید وفروخت میں مبیع کی شرائط میں سے ایک شرط مبیع کا موجود ہونا ہے اس لیے معدوم کی بیع جمہور علماء کے نزدیک ناجائز ہے لیکن موجودہ زمانے میں بیع المعدوم کا رواج ہوچکا ہے اور یہ متعارف بیوع میں داخل ہوگیا، اس لیے ضرورت ہے کہ بیع معدوم کی مختلف صورتوں کا جائزہ لیا جائے اور معاملات میں سہولت کے ضابطہ کو پیش نظر رکھ کر بیوع کی ان متعارف صورتوں کا شرعی حل تلاش کیا جائے، اسی ضرورت کے پیش نظر مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ کے سوال

نامے کے جوابات کے لیے یہ مقالہ مرتب کیا گیا ہے۔

بیع معدوم کا مفہوم

معدوم عدم سے مشتق ہے جس کے معنی مفقود ہونے اور گم ہونے کے ہیں، یہ موجود کی ضد ہے ابن منظور تحریر فرماتے ہیں:

عدم: العَدَمُ والعُدْمُ والعُدُمُ: فُقدان الشيءِ وَذَهَابُهُ، وغلبَ عَلَى فَقْد الْمَالِ وقِلَّته، عَدِمَه يَعْدَمُه عُدْماً وعَدَماً، فَهُوَ عَدِمٌ، وأَعدَم إِذَا افتقرَ.(ابن منظور افريقى،لسان العرب،(بيروت:دار صادر، 1414ھ)،12/392۔

جو چیز حقیقتاً موجود نہ ہو یا مجلس عقد سے غائب ہو اور ذمہ میں واجب ہو اس کی خرید وفروخت کرنا یہ معدوم کی بیع کرنا کہلاتا ہے۔

بيع المعدوم هو بيع ما كان غير موجود فى الواقع أو كان غائبا عن مجلس العقد و موصوفا فى الذمة.(بيع المعدوم و تطبيقتها المعاصرة ص:11)

بیع معدوم کی قسمیں

معدوم کی عام طور پر تین قسمیں کی جاتی ہیں:

(1) معدوم حقیقی: وہ چیز جس کا خارج میں وجود نہ ہو یعنی بیع کرتے وقت وہ چیز حسی طور پر نہ ہو۔ معجم لغۃ الفقہاء میں معدوم حقیقی کی وضاحت ان الفاظ میں ہے:

المعدوم حقيقة: الذي ليس له صورة في الخارج.(معجم لغة الفقهاء، 1/440)

(2) معدوم حکمی: وہ چیز جس کا خارجی وجود ہو لیکن شریعت نے اس پر معدوم ہونے کا حکم لگایا ہو جیسے: کسی شخص کے پاس وضو کے لیے پانی نہیں ہے لیکن اس کے ساتھی کے پاس پانی ہے اور وہ اس سے خریدنے پر قادر نہیں ہے یا اس کے پاس پانی ہے لیکن وضو کرنے کی صورت میں پانی ختم ہونے اور پیاس سے مرجانے کا اندیشہ ہے تو ایسی صورت میں شریعت پانی کے معدوم ہونے اور اس کے لیے تیمم کے جائز ہونے کا حکم دیا ہے۔

المعدوم حكما: الذي حكم الشرع بعدمه وإن كانت له صورة في الخارج.(معجم لغة الفقهاء، 1/440)

معدوم عرفی: وہ چیز جس کا خارج میں وجود ہو لیکن عرف میں اسے غیر موجود سمجھا جاتا ہو جیسے پھل کے اندر موجود گٹھیلوں کی بیع اس کا وجود ہوتا ہے لیکن عرف میں انہیں معدوم سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ سراج الدین ابن نجیمؒ فرماتے ہیں:

وإنما لا يجوز بيع ما في هذا القطن من الحب وما في هذا الثمر من النوى، لأن كلاً منهما معدوم عرفًا، إذ لا يقال: هذا نوى في ثمرة ولا حب في قطنة.(النهر الفائق شرح كنز الدقائق،سراج الدين بن نجيم، دار الكتب العلمية- بيروت، ط:1422ه-2002م، (361/3).

بیع معدوم کے سلسلے میں فقہاء کی آراء

بیع معدوم کے سلسلے میں دو معروف مذاہب ہیں: پہلا مذہب جمہور علماء کا ہے جس میں ائمہ اربعہ بھی شامل ہیں کہ بیع کے وقت معقود علیہ یعنی مبیع کا موجود ہونا ضروری ہے، لہذا معدوم کی بیع جائز نہیں ہے۔ علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

فلا ينعقد بيع المعدوم، وماله خطر العدم كبيع نتاج النتاج بأن قال: بعت ولد ولد هذه الناقة وكذا بيع الحمل؛ لأنه إن باع الولد فهو بيع المعدوم، وإن باع الحمل فله خطر المعدوم.(كاساني ،بدائع الصنائع، 138/5)فلم ينعقد بيع المعدوم وما له خطر العدم كالحمل واللبن في الضرع والثمر قبل ظهوره.(رد المحتار، 505/4) بَيْعُ الْمَعْدُومِ بَاطِلٌ فَيَبْطُلُ بَيْعُ ثَمَرَةٍ لَمْ تَبْرُزْ أَصْلًا.(مجلة الاحكام العدلية، 42/1)

ابن نجیم لکھتے ہیں:

فلم ينعقد بيع المعدوم وما له خطر العدم، كنتاج النتاج والحمل واللبن في الضرع. (البحر الرائق، 279/5)

فقہ شافعی کے بڑے عالم علامہ نووی نے بھی بیع معدوم کے عدم جواز کو بیان کیا ہے اور ابن منذر کے حوالے سے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

(أما حكم المسألة) فبيع المعدوم باطل بالإجماع، ونقل ابن المنذر وغيره إجماع المسلمين على بطلان بيع الثمرة سنتين ونحو ذلك. (النووی، المجموع شرح المهذب، 310/9)

حنبلی فقہ کی کتاب الکافی فی فقہ الامام احمد میں ہے:

وبيع المعدوم بيع غرر، ولأن تحريم بيع الثمرة قبل بدو صلاحها، تنبيه على تحريم بيعها قبل وجودها، فلا يجوز بيع الثمرة قبل خلقها، ولا بيع الماء العد الذي له مادة، كماء العيون والآبار، لأنه بيع لما يتجدد، وهو في الحال معدوم.(الكافی فی فقه الامام احمد، 8/2)

البیوع المحرمۃ کے مصنف نے ائمہ اربعہ کے یہاں شرائط کا تذکرہ نے کے بعد تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ چاروں کے ائمہ کے یہاں چند شرائط متفق علیہ ہیں ان میں ایک عقد کے وقت مبیع کا موجود ہونا ہے لہذا معدوم کی بیع

جائز نہیں ہے۔

(عبدالناصر بن خضر میلاد، البیوع المحرمۃ المنہی عنہا20)

مفتی تقی عثمانی صاحب فقہ البیوع میں لکھتے ہیں:

یدخل فی البیع الباطل بیع المعدوم و بیع ما لیس متقوم شرعا، و ذکر الفقهاء من البیع الباطل بیع اللبن فی الضرع، لانه لا یعلم انه لبن أو ریح فصار مشکوک الوجود فلا یکون مالا. (فقه البیوع 2/905)

دوسری رائے علامہ ابن تیمیہ اور ابن القیم کی ہے، کہ معدوم کی بیع جائز ہے۔ ابن القیم کہتے ہیں کہ حدیث میں ہے لا بیع ما لیس عندک کہ جو چیز تمہارے پاس نہیں ہے اس کو امت فروخت کرو اس لیے کہ ایک قسم کے غرر اور دھوکہ پر مشتمل ہوتی ہے، کیوں کہ اگر کوئی متعین سامان فروخت کرے جو اس کی ملکیت میں نہیں ہے پھر وہ سامان خریدنے بازار جائے تو ممکن ہے کہ وہ سامان اس کو نہ ملے پس اس کا حصول اور عدم حصول متردد ہے، لہذا یہ غرر ہے جو قمار کے مشابہ ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے۔ ابن القیم یہ بھی کہتے ہیں کہ بعض لوگ حدیث نہی عن بیع المعدوم کو روایت کرتے ہیں حالاں کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، ظاہر ہے کہ اس معنی کی روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ جیسا کہ حکیم بن حزام کی روایت میں ہے لیکن اس سے مبیع کا معدوم ہونا لازم نہیں آتا ہے اور اگر معدوم ہی مراد ہو تو وہ خاص معدوم مراد ہے جیسے حمل کے حمل کی بیع یہ وہ معدوم ہے جو غرر کو شامل ہے۔ علامہ ابن القیم نے زاد المعاد میں معدوم کی تین قسمیں کی ہیں: پہلی قسم وہ معدوم بائع کے ذمہ لازم ہو جیسے بیع سلم میں مسلم فیہ یعنی مبیع بائع کے ذمہ ہوتی ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ معدوم موجود مبیع کے تابع ہو جیسے بعض پھل ظاہر ہو گئے ہوں اور بعض ابھی ظاہر نہ ہوئے سب کی بیع کرنا یہ دونوں صورتیں جائز ہیں اور تیسری صورت یہ ہے کہ معدوم کے حصول میں شک ہو کہ معدوم بائع کو حاصل ہو سکے گا یا نہیں؟ بیع المعدوم کی یہ صورت ناجائز ہے۔ لیکن عدم جواز کی وجہ معدوم ہونا نہیں ہے بلکہ غرر اور غیر یقینی صورت حال ہے۔

(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، 5/718)

جمہور کے دلائل حسب ذیل ہیں:

عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، يَأْتِينِي الرَّجُلُ فَيُرِيدُ مِنِّي الْبَيْعَ لَيْسَ عِنْدِي أَفَأَبْتَاعُهُ لَهُ مِنَ السُّوقِ؟ فَقَالَ: لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ. (سنن ابی داؤد، 3/83، حدیث نمبر: 3503)

سنن ترمذی کی روایت ہے:

لَا يَحِلُّ سَلَفٌ وَبَيْعٌ، وَلَا شَرْطَانِ فِي بَيْعٍ، وَلَا رِبْحُ مَا لَمْ يُضْمَنْ، وَلَا بَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ. (سنن الترمذی، 3/527، حدیث نمبر: 1234)

انَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الحَبَلَةِ، وَكَانَ بَيْعًا يَتَبَايَعُهُ أَهْلُ الجَاهِلِيَّةِ، كَانَ الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الجَزُورَ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ، ثُمَّ تُنْتَجُ الَّتِي فِي بَطْنِهَا.(صحیح البخاری، 70/3، حدیث نمبر:2143)

لَيْسَ عَلَى رَجُلٍ بَيْعٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُ.(سنن النسائی، 228/7، حدیث نمبر:4612)

ان تمام روایات میں اور اس طرح کی دیگر روایات میں بیوع کی مختلف قسموں سے منع کیا گیا ہے لیکن غور کیا جائے تو تمام صورتوں میں یا تو مبیع موجود نہ ہونے کی وجہ سے منع کیا جارہا ہے یا غرر اور دھوکہ دہی اور غیر یقینی صورت حال کی وجہ سے منع کیا جارہا ہے اسی لیے حضرات ائمہ اربعہ نے عموما بیع المعدوم کو ناجائز قرار دیا ہے اگرچہ فقہ مالکی اور فقہ حنبلی میں بیع المعدوم کی بعض صورتیں جائز ہیں۔

ابن تیمیہ اور ابن القیم کے دلائل

ابن القیم کے حوالے سے اوپر بھی بعض باتوں کا تذکرہ ہو چکا ہے، ابن تیمیہ نے بھی اس کے جواز پر کئی دلائل پیش کئے ہیں ان کی پہلی دلیل کا حاصل یہ ہے بیع المعدوم کے عدم جواز پر کوئی صریح نص اور واضح ممانعت موجود نہیں ہے بلکہ روایات میں بعض معدوم چیزوں کے خرید وفروخت سے منع کیا گیا ہے اس سے تمام معدوم کی بیع کے عدم جواز پر استدلال نہیں کیا جاسکتا ہے، نیز جن بعض معدوم کی ممانعت احادیث میں ہے ان میں بھی علت تلاش کی جائے گی مطلقا معدوم ہونے کو علت قرار نہیں دیا جائے گا۔

فَلَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ وَلَا سُنَّةِ رَسُولِهِ، بَلْ وَلَا عَنْ أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ أَنَّ بَيْعَ الْمَعْدُومِ لَا يَجُوزُ لَا لَفْظٌ عَامٌّ وَلَا مَعْنًى عَامٌّ، وَإِنَّمَا فِيهِ النَّهْيُ عَنْ بَيْعِ بَعْضِ الْأَشْيَاءِ الَّتِي هِيَ مَعْدُومَةٌ، كَمَا فِيهِ النَّهْيُ عَنْ بَيْعِ بَعْضِ الْأَشْيَاءِ الَّتِي هِيَ مَوْجُودَةٌ وَلَيْسَتْ الْعِلَّةُ فِي الْمَنْعِ لَا الْوُجُودَ وَلَا الْعَدَمَ.(مجموع الفتاوی، 543/20)

(2) ابن تیمیہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ بعض معدوم اشیاء کی بیع کا جواز نصوص سے ثابت ہے مثلا بیع سلم، وغیرہ جب کہ بعض موجود کی بیع بھی منع ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ ممانعت کی اصل علت عدم یا وجود نہیں ہے بلکہ علت دوسری چیزیں ہیں، جیسے غرر، عدم قدرت اور جہالت وغیرہ

الْوَجْهُ الثَّانِي أَنْ نَقُولَ: بَلْ الشَّارِعُ صَحَّحَ بَيْعَ الْمَعْدُومِ فِي بَعْضِ الْمَوَاضِعِ.(مجموع الفتاوی، 544/20)

راجح مذہب:

حضرات جمہور علماء نے معدوم کی بیع کو ناجائز قرار دیا ہے اور اس سلسلے میں انہوں نے صریح احادیث سے

استدلال کیا ہے اس لیے کہ مطلقا معدوم کی بیع کو جائز قرار دینا درست نہیں ہوگا، ہاں خود روایات میں بعض معدوم کی بیع کو جائز قرار دیا گیا ہے اس کی علت پر غور کر کے اس طرح کی دیگر معدوم کی بیع کے جواز پر گفتگو کی جاسکتی ہے جیسا کہ منصوص بیع المعدوم کے علاوہ بھی حضرات فقہاء نے بعض معدوم کی بیع کو جائز قرار دیا ہے، جیسا کہ بیع الاستجرار کو علامہ شامی نے عرف کی بنا پر اور جہالت کے مفضی الی النزاع نہ ہونے کی بنا پر جائز قرار دیا ہے، اسی طرح بیع سلم پر قیاس کرتے ہوئے علامہ شامی نے دیگر مقامات پر بھی حاجت وضرورت کو پیش نظر رکھ کر بیع المعدوم کے جواز کی رائے دی ہے چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

إنما رخص في السلم للضرورة مع أنه بيع المعدوم، فحيث تحققت الضرورة هنا أيضا أمكن إلحاقه بالسلم بطريق الدلالة، فلم يكن مصادما للنص، فلذا جعلوه من الاستحسان؛ لأن القياس عدم الجواز، وظاهر كلام الفتح الميل إلى الجواز. (رد المحتار، 4/556)

مولانا عصمت اللہ نظامانی استاذ دار العلوم کراچی نے اپنے ایک مقالہ میں اس سلسلے میں لکھا ہے:

فقہائے کرام کی عبارات اور بیع المعدوم کے جواز سے متعلق جزئیات وغیرہ کا مطالعہ کرنے سے بیع المعدوم کے حکم سے متعلق یہ موقف راجح معلوم ہوتا ہے کہ جہاں ضرورت اور حاجت شدیدہ ہو، یا لوگوں کا تعامل جاری ہو، یا معدوم کی بیع تبعاً ہو رہی ہو اور کسی قسم کے نزاع اور جھگڑے وغیرہ کا اندیشہ بھی نہ ہو تو ایسی صورتوں میں بیع المعدوم جائز ہونی چاہیے۔ البتہ احادیث مبارکہ میں جن معدوم اشیاء کی بیع سے ممانعت آئی ہے، جیسے بیع الملاقیح (جنین کی بیع) وغیرہ، وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں کہ اگر ان میں تعامل بھی جاری ہو جائے تو بھی صریح نص موجود ہونے کی وجہ سے انہیں جائز نہیں قرار دیا جاسکتا۔ (ماہ نامہ ندائے دار العلوم وقف، ذی الحجہ 1445ھ)

بیع المعدوم وتطبیقاتہا المعاصرۃ کے مصنف نے مذاہب اور ان کے دلائل کا تجزیہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ بیع معدوم چند شرطوں کے ساتھ باطل ہے، یعنی بیع معدوم میں اگر بیع سلم و استصناع کے شرائط نہ پائے جائیں، اس معدوم کی بیع کی کوئی شدید ضرورت نہ ہو اور وہ معدوم غرر فاحش پر مشتمل ہو یعنی اس میں جہالت مفضی الی النزاع ہو یا مبیع کے حوالے کرنے پر قدرت نہ ہو، ایسے معدوم کی بیع باطل ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر معدوم میں سلم و استصناع کے شرائط پائے جائیں، یا اس معدوم کی بیع کی عرف وعادت کی بنا پر ضرورت ہو یا اس میں غرر فاحش نہ ہو تو ایسے معدوم کی بیع جائز ہے۔ (بیع المعدوم وتطبیقاتہا المعاصرۃ 38)

بیع معدوم کی ممانعت کی علت وحکمت

جمہور علماء نے نص کو سامنے رکھتے ہوئے بیع معدوم کی علت ''عدم'' کو قرار دیا ہے۔ علامہ جصاص بیع معدوم کی

علت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وكذلك إذا أبطلنا بيع المعدوم، لأنه معدوم، لم يلزمنا عليه إبطال الإجارة، وإن كانت المنافع معدومة. (الفصول فی الاصول، 214/4)

علامہ نووی نے بیع المعدوم کو ناجائز قرار دیا ہے اور اس پر استدلال انہوں نے نہی عن بیع الغرر سے کیا ہے اس لیے کہ غرر وہ ہے جس کا معاملہ گڈ مڈ ہو اور انجام مخفی ہو، اسی طرح معدوم کا معاملہ بھی گڈ مڈ ہوتا ہے اور اس کا انجام مخفی ہوتا ہے۔ گویا کہ نووی کے مطابق بیع معدوم ناجائز ہے اس لیے کہ وہ غرر کا ہی ایک حصہ ہے۔ لیکن نووی نے بھی جو تشریح کی ہے اس میں انہوں نے معدوم کی وضاحت کے بجائے غرر کی ہی وضاحت کی ہے، چناں انہوں نے لکھا ہے کہ اگر غرر فاحش ہو اور اس سے بچنا ممکن ہو تو اس کی بیع درست نہیں ہے، لیکن اگر اس کی ضرورت ہو اور اس سے بچنا ممکن نہ ہو تو پھر اس کی بیع درست ہے اسی طرح جن چیزوں میں غرر معمولی ہو یا جہالت مفضی الی النزاع نہ ہو تو اس کی بیع درست ہے، چنانچہ انہوں نے بیوع اور اجارہ کی کئی مثالیں پیش کی ہیں جس میں جہالت اور معمولی غرر ہونے کے باوجود فقہاء نے اس کی بیع کو جائز قرار دیا ہے۔

فأما) ما تدعو إليه الحاجة ولا يمكن الاحتراز عنه، كأساس الدار وشراء الحامل مع احتمال أن اذلحمل واحدأو أكثر وذكر أو أنثى وكامل الأعضاءأو ناقصها وكشراء الشاة في ضرعها لبن ونحو ذلك فهذا يصح بيعه بالإجماع ونقل العلماء الإجماع أيضا في أشياء غررها حقير، (منها) أن الأمة أجمعت على صحة بيع الجبة المحشوة، وإن لم ير حشوها ولو باع حشوها منفردا لم يصح وأجمعوا على جواز إجازة الدار وغيرها شهرا مع أنه قد يكون ثلاثين يوما وقد يكون تسعة وعشرين وأجمعوا على جواز دخول الحمام بأجرة وعلى جواز الشرب من ماء السقاء بعوض مع اختلاف أحوال الناس في استعمال الماء أو مكثهم في الحمام. (المجموع شرح المهذب، 258/9)

ابن تیمیہ وغیرہ عدم کو ممانعت کی علت تسلیم نہیں کرتے ہیں، ان کی رائے ہے کہ ممانعت کی علت غرر او ردھوکہ ہے عدم نہیں، ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

الَّذِي ثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ {عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ} وَالْغَرَرُ مَا لَا يَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيمِهِ سَوَاءٌ كَانَ مَوْجُودًا أَوْ مَعْدُومًا كَالْعَبْدِ الْآبِقِ وَالْبَعِيرِ الشَّارِدِ وَنَحْوِ ذَلِكَ مِمَّا قَدْ لَا يَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيمِهِ بَلْ قَدْ يَحْصُلُ وَقَدْ لَا يَحْصُلُ هُوَ غَرَرٌ لَا يَجُوزُ بَيْعُهُ وَإِنْ كَانَ مَوْجُودًا فَإِنَّ مُوجَبَ الْبَيْعِ تَسْلِيمُ الْمَبِيعِ وَالْبَائِعُ عَاجِزٌ عَنْهُ وَالْمُشْتَرِي إنَّمَا يَشْتَرِيهِ مُخَاطَرَةً وَمُقَامَرَةً فَإِنْ أَمْكَنَهُ أَخْذُهُ كَانَ الْمُشْتَرِي قَدْ قَمَرَ الْبَائِعَ. وَإِنْ لَمْ يُمْكِنْهُ أَخْذُهُ كَانَ الْبَائِعُ قَدْ قَمَرَ الْمُشْتَرِيَ. وَهَكَذَا الْمَعْدُومُ الَّذِي هُوَ غَرَرٌ نَهَى عَنْ

بَيْعِهِ لِكَوْنِهِ غَرَرًا لَا لِكَوْنِهِ مَعْدُومًا. (مجموع الفتاوی، 543/20)

بیع معدوم کو استصناع پر قیاس کرنا

بیع استصناع یہ بھی معدوم کی ہی ایک قسم ہے لیکن شریعت نے ضرورت کے پیش نظر شرائط کے ساتھ اس کی اجازت دی ہے لیکن بیع معدوم کو اس پر قیاس کرنا درست نہیں ہوگا، اس لیے کہ یہ بیع معدوم سے مستثنیٰ ایک صورت ہے اگر اس پر بیع معدوم کو قیاس کیا جائے تو پھر بیع معدوم کی ممانعت کی احادیث بے معنی ہو جائیں گی، اسی طرح فقہاء کی تصریحات میں بیع کی شرائط میں مبیع کا وقت عقد موجود ہونا اس کی کوئی حیثیت نہیں رہ جائے گی، ہاں لیکن جس طرح ضرورت کو پیش نظر رکھ کر شرائط کے ساتھ بیع سلم کی اجازت ہے اسی طرح بیع معدوم کی بعض صورتوں کو ضرورت وحاجت کے پیش نظر جائز قرار دیا جاسکتا ہے، جیسا کہ خود حضرات فقہاء نے بیع معدوم کی بعض صورتوں کو جائز قرار دیا ہے۔ اگر بیع معدوم کی کسی صورت میں استصناع سے مشابہت ہو تو استصناع کی تمام شرطوں کے ساتھ اس کو جائز قرار دیا سکتا ہے۔ مولانا عصمت اللہ نظامانی لکھتے ہیں: اگر فقہائے کرام کی اس سلسلے میں ذکر کردہ اصول وقواعد، اور بیع المعدوم کے جواز کی بیان کردہ جزئیات کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جس طرح بیع المعدوم کو مطلقاً جائز قرار دینا مرجوح ہے، اسی طرح اسے علی الاطلاق باطل قرار دینا بھی مشکل ہے، بلکہ جہاں شدید حاجت اور ضرورت ہو، یا ابتلائے عام اور لوگوں میں تعامل جاری ہو، یا اصالۃً نہیں، بلکہ تبعاً معدوم کی بیع ہو رہی ہو، اور عاقدین کے درمیان نزاع اور جھگڑے کا خدشہ بھی نہ ہو اور احادیث میں اس کی ممانعت کی صراحت بھی موجود نہ ہو تو ایسی صورتوں میں بیع المعدوم کے جواز کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ (مقالہ مولانا عصمت اللہ نظامانی)

نقول جاز بيع المعدوم ضرورة دفع حاجة المفاليس؛ والثابت بالضرورة يتقدر بقدر الضرورة. (بناية، 240/9)

فالقاعدة التي ينبغي السير عليها من بيع المعدوم هي: (أن كل معدوم مجهول الوجود في المستقبل لا يجوز بيعه، وأن كل معدوم محقق الوجود في المستقبل بحسب العادة يجوز بيعه)

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع سلم کی اجازت ضرورت کی وجہ سے دی ہے حالاں کہ وہ معدوم کی بیع ہے پس جہاں ضرورت کا تحقق ہوگا وہاں اس کو بیع سلم کے ساتھ لاحق کرنا درست ہوگا اس صورت میں بیع معدوم کی اجازت یہ نص کے معارض نہیں ہوگی۔

والنبي - صلى الله عليه وسلم - إنما رخص في السلم للضرورة مع أنه بيع المعدوم، فحيث تحققت الضرورة هنا أيضا أمكن إلحاقه بالسلم بطريق الدلالة، فلم يكن مصادما للنص، فلذا جعلوه من الاستحسان. (رد المحتار، 556/4)

لیکن معدوم کی کسی صورت کو استصناع یا سلم پر قیاس کرنے کی صورت میں شرائط سلم کا لحاظ کرنا ضروری ہوگا۔

ولذا لم يجز بيع المعدوم إلا بشروط السلم، بخلاف الثمن، فإنه وصف يثبت في الذمة. (ردالمحتار، 183/5)

مبیع کے وجود میں آنے سے پہلے اس کی خرید وفروخت کرنا

بیع کے شرطوں میں عقد کے وقت مبیع کا موجودہ ہونا ہے اس لیے مبیع کے وجود میں آنے سے پہلے اس کی خرید وفروخت کرنا درست نہیں ہے اس کی علت حضرات فقہاء کے یہاں غرر، دھوکہ اور جہالت وغیرہ ہے جیسا کہ ماقبل میں اس کی وضاحت کی جا چکی ہے لیکن اگر وصف، نوع، جنس وغیرہ بیان کر کے اس کو اس طرح منضبط کر دیا جائے کہ کسی قسم کا نزاع، غرر اور جہالت نہ رہے، تو اشیاء غیر منقولہ کی بیع تو جائز ہے ہی اشیاء منقولہ کو بھی استصناع میں داخل کرنا جائز ہو جائے گا، لیکن ایک مرتبہ بیع ہو جانے کے بعد قبضہ سے پہلے دوسرے کے ہاتھوں فروخت کرنا درست نہیں ہوگا، جیسا کہ تاجروں کے یہاں بعض مرتبہ بلا قبضہ کئے کئی ہاتھ اس کو فروخت کر دیا دیا جاتا ہے یہ درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ یا تو معدوم کی بیع ہے یا غیر مملوک کی بیع ہے، چناں چہ مفتی تقی صاحب لکھتے ہیں:

ومن اسلم فی شئی فلا یجوز له ان یبیعه قبل ان یتسلمه من المسلم الیه و کذالک من استصنع من آخر شئیا فلا یجوز له ان یبیعه قبل ان یقبضه من الصانع لانه اما معدوم و اما غیر مملوک للبائع. (فقه البیوع، 321/1)

فتاویٰ شامی میں ہے:

(لا) يصح ... (بيع منقول) قبل قبضه ولو من بائعه ... والأصل أن كل عوض ملك بعقد ينفسخ بهلاكه قبل قبضه فالتصرف فيه غير جائز ... وفي المواهب: وفسد بيع المنقول قبل قبضه، انتهى. ونفي الصحة يحتملهما ... (قوله: ونفي الصحة) أي الواقع في المتن يحتملهما أي يحتمل البطلان والفساد والظاهر الثاني؛ لأن علة الفساد الغرر كما مر مع وجود ركني البيع، وكثيراً ما يطلق الباطل على الفاسد أفاده ط. (كتاب البيوع، باب المرابحة و التولية، فصل في التصرف في المبيع الخ، ج: ۵/ ۱۴۷، ۱۴۸، ط: سعيد)

بیع معدوم کے جواز کی بعض صورتیں

فقہاء کرام نے بیع معدوم کی بعض صورتوں کو جائز قرار دیا ہے ان میں غور کیا جائے تو معدوم ہونے کے ساتھ یا تو اس طرح کی بیع کا عرف ہے یا اس میں غرر نہیں ہے یا نزاع کا باعث نہیں ہے یا پھر ضرورت حاجت کے پیش نظر معدوم کی بیع کو جائز قرار دیا گیا ہے یہاں پر چند صورتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

بیع الاستجرار میں معدوم کی بیع کا جواز

بیع استجرار یہ ہے کہ کوئی شخص دکان سے اپنی ضرورت کی چیزیں لیتا رہے یا ہوٹل سے ضرورت کے مطابق کھانا کھاتا رہے پھر مہینہ پورا ہونے پر حساب کیا جائے اس میں کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ پہلے رقم جمع کردی جاتی ہے پھر ضرورت کے مطابق سامان لیا جاتا ہے اور کبھی پہلے پیسے ادا نہیں کئے جاتے ہیں اور سامان لینے کے وقت کسی طرح کی بیع نہیں ہوتی ہے بلکہ مہینہ پورا ہونے پر بیع ہوتی ہے (فقہ البیوع، 1/69) یہاں پر گویا جس وقت بیع ہوتی ہے اس وقت مبیع معدوم ہوتی ہے اس لیے بیع استجرار یہ معدوم کی بیع ہے، لیکن حضرات فقہاء نے اس بیع کو جائز قرار دیا ہے اس لیے کہ اس میں ابتلاء عام ہے، اور لوگوں کو اس کی حاجت وضرورت ہوتی ہے، علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

(قَوْلُهُ: مَا يَسْتَجِرُهُ الْإِنْسَانُ إلَخْ) ذَكَرَ فِي الْبَحْرِ أَنَّ مِنْ شَرَائِطِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ أَنْ يَكُونَ مَوْجُودًا، فَلَمْ يَنْعَقِدْ بَيْعُ الْمَعْدُومِ ثُمَّ قَالَ: وَمِمَّا تَسَامَحُوا فِيهِ، وَأَخْرَجُوهُ عَنْ هَذِهِ الْقَاعِدَةِ مَا فِي الْقُنْيَةِ الْأَشْيَاءُ الَّتِي تُؤْخَذُ مِنْ الْبَيَّاعِ عَلَى وَجْهِ الْخَرْجِ كَمَا هُوَ الْعَادَةُ مِنْ غَيْرِ بَيْعٍ كَالْعَدَسِ وَالْمِلْحِ وَالزَّيْتِ وَنَحْوِهَا ثُمَّ اشْتَرَاهَا بَعْدَمَا انْعَدَمَتْ صَحَّ. اهـ. فَيَجُوزُ بَيْعُ الْمَعْدُومِ هُنَا. (رد المحتار، 4/516)

عقدِ اجارہ میں معدوم کی بیع کا جواز

عقدِ اجارہ میں منافع کی بیع ہوتی ہے۔ اور بوقت عقد وہ منافع معدوم ہوتے ہیں، اس لیے بیع المعدوم ہونے کی وجہ سے عقدِ اجارہ بھی ناجائز ہونا چاہیے، لیکن حاجت اور ضرورت کی وجہ سے بیع المعدوم ہونے کے باوجود اسے جائز قرار دیا گیا ہے۔ چناں چہ علامہ کاسانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

جواز الإجارة مع أن القياس يأباها لكونها بيع المعدوم؛ لتعامل الناس. (الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع. (5/166)

علامہ حموی لکھتے ہیں:

الإجارة بيع المعدوم وجوزت على منافاة الدليل للحاجة. (الحموي، غمز عيون البصائر، دار الكتب العلمية- بيروت، ط:1405ھ (1/316)

زمین کے اندر اگنے والی سبزی کی بیع

زمین کے اندر اُگنے والی سبزیاں وغیرہ جیسے گاجر۔ انہیں باہر نکالنے سے قبل فروخت کرنا جائز ہے، حالاں کہ بوقت بیع وہ موجود نہیں ہوتیں، لیکن ضرورت اور تعامل کی وجہ سے معدوم ہونے کے باوجود یہ بیع جائز قرار دی گئی ہے، جیسا کہ علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

ومنه—أي من بيع المعدوم- بيع ما أصله غائب كجزر وفجل، أو بعضه معدوم كورد وياسمين وورق

فرصاد. وجوزه مالك لتعامل الناس، وبه أفتى بعض مشايخنا عملا بالاستحسان. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار. (52/5)

علامہ شامیؒ اس دوسری صورت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهذا إذا كان لم ينبت أو نبت ولم يعلم وجوده وقت البيع. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، (52/5)

مقروض سے قرض کو فروخت کرنا

بیع المعدوم کے جواز کی ایک صورت مقروض کو قرض فروخت کر کے دینا بھی ہے۔ جس کی مثال یہ ہوگی کہ ایک شخص کے دوسرے کے ذمہ پچاس مَن گندم ہے۔ اور پھر قرض خواہ نے مقروض سے ان پچاس مَن گندم کے بدلے پچاس ہزار روپے لیے تو یہ بیع المعدوم ہونے کے باوجود صحیح ہے۔ بیع المعدوم اس طرح ہے کہ جس وقت عقد کیا تھا، اس وقت مبیع یعنی پچاس مَن گندم موجود نہیں تھی، جیسا کہ علامہ آفندی" دررالحکام" میں تحریر فرماتے ہیں:

ويستثنى من قاعدة بيع المعدوم مسألتان: الأولى: البيع بالاستجرار فقد جوز استحسانا مع أنه بيع معدوم. الثانية: بيع الدين من المدين. (أفندي، درر الحكام في شرح مجلة الأحكام دار الجيل- بيروت، ط: 1991م، (182/1)

پل اور سڑک بنانے کا معاملہ

آج کل پل اور سڑک بنانے کے لیے حکومت کی طرف سے ٹینڈر جاری ہوتے ہیں اور جس کمپنی کو ٹینڈر مل جاتا ہے وہ کام کرتی ہے اور اس کا ثمن معدوم ہوتا ہے، یعنی اس طرح طے ہوتا ہے کہ پل یا سڑک پر ٹول ٹیکس مثلاً پانچ سال تک پل بنانے والی کمپنی کا ہوگا پھر مدت ختم ہونے کے بعد کمپنی ٹول ٹیکس سے دست بردار ہو جائے اور حکومت یا تو ٹیکس ختم کر دے گی یا خود وصول کرے گی، یہ معاملہ اگرچہ معدوم کا ہے لیکن عرف کی بنا پر جائز ہے اس طور پر کہ حکومت کی طرف سے گویا یہ عقد استصناع ہے یعنی حکومت نے کمپنی سے پل یا سڑک بنانے کا معاملہ کیا ہے اور اس کا ثمن ایک مدت تک اس پل سے نفع حاصل کرنا ہے جو مدت طرفین کے درمیان آپسی رضامندی سے طے ہو جائے۔ (فقہ البیوع، 1/ 591)

اگر کتبِ فقہ کا تتبع واستقراء کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو معدوم کی بیع کے جواز سے متعلق اور بھی متعدد جزئیات مل جائیں گی۔ اس سے یہ بات بھی مفہوم ہوتی ہے کہ" بیع المعدوم" ایک اجتہادی مسئلہ ہے، اور احادیث مبارکہ میں جن معدوم اشیاء کی ممانعت آئی ہے، وہ محض معدوم ہونے کی وجہ سے نہیں، بلکہ غرر، دھوکہ دہی، جہالت اور دیگر اسباب کی وجہ سے ہے۔ (مقالہ مولانا عصمت اللہ نظامانی)

بلڈر کا مکان تعمیر کرنے سے پہلے فروخت کرنا

آج کل بلڈرز زمین خرید کر فلیٹ کا نقشہ بناتے ہیں اور اس نقشے کے مطابق فلیٹ بیچنا شروع کر دیتے ہیں حالاں کہ ابھی تعمیر کا کام شروع بھی نہیں ہوتا ہے، اور کبھی کام شروع ہو جاتا ہے لیکن ابھی پہلی منزل پر کام چل رہا ہوتا ہے اور دوسری تیسری منزل کے فلیٹ بھی فروخت کر دیے جاتے ہیں، چوں کہ نقشہ میں فلیٹ کے تمام اوصاف کو بیان کر دیا جاتا ہے اس لیے کہ کسی قسم کا نزاع نہیں ہوتا ہے اور اس طرح کے مکانات فروخت کرنے کا رواج ہو چکا ہے اس لیے بیع کی یہ صورت درست ہے کیوں کہ یہ بھی استصناع میں داخل ہے اور استصناع ہر ان چیزوں میں درست ہے جس میں تعامل ہو۔

بأن الاستصناع جائز في كل ما جرى التعامل فيه كالقلنسوة والخف والأواني المتخذة من الصفر والنحاس وما أشبه ذلك استحسانًا (الفتاوى التاتار خانيه: ۹/۴۰۰)هو (اي الإستصناع) عقد على مبيع في الذمة شرط فيه العمل. (بدائع الصنائع، فصل واما جوازه، ج5، ص2)

وفي البدائع من شروطه بيان جنس المصنوع ونوعه وقدره وصفته وأن يكون مما فيه تعامل. (رد المحتار، مطلب في الاستصناع، ج5، ص223)

فقہ البیوع میں مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

كذلك جرى العمل اليوم بالاستصناع في المباني الكبيرة وغيرها من غير انكار العلماء فظهر ان التعامل الحادث معتبر في جواز الاستصناع. فقه البيوع، 583/1

فلیٹ کے بیع میں ضروری ہے کہ استصناع کے تمام شرائط کو ملحوظ رکھا جائے تا کہ کسی قسم کا کوئی نزاع نہ ہو اگر اس کے اوصاف اس طرح بیان نہیں کیے گئے جس میں کسی قسم کا غرر اور جہالت پایا جائے تو فلیٹ کی بیع کی یہ صورت درست نہیں ہوگی۔ اسی طرح جس نے فلیٹ کو تعمیر سے قبل خریدا ہے یہ استصناع کی بنا پر درست ہے، لیکن خریدنے والے شخص کے لیے اس فلیٹ پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا درست نہیں ہے اس لیے کہ یہ معدوم کی بیع ہے۔

والمعدوم كبيع حق التعلي، علو سقط لانه معدوم. (درمختار مع رد المحتار، 52/5)للمبيع شروط هي ان يكون المبيع موجودا حين العقد فلا يصح بيع المعدوم وذلك باتفاق الفقهاء. (الموسوعة الفقهية، 14/9) من اكتتب في شقة في عمارة مقترحة وقع تصميمها ولم تبن بعد، فانه في حكم الاستصناع فلا يجوز للمستصنع أن يبيع هذه الشقة الى ثالث حتى يتسلمها من الصانع لانه ان لم يبدا لصانع في البناء فهو بيع معدوم، وان بدأ لصانع في بنائه فان الشقة المشتراة

ليست مملوكة للمستصنع قبل ان يتسلمها من الصانع. (فقه البيوع، 321/1)

بیع کی یہ صورت اس وقت ہے جب کہ بلڈر کے پاس زمین ہو اگر صورت مذکورہ میں بلڈر کے پاس زمین نہیں ہے اور اس سے نقشہ بنا کر بیچنا شروع کیا ہے تو یہ صورت جائز نہیں ہے، اس لیے کہ بہت ممکن ہے کہ اسے زمین ہی میسر نہ آئے یا زمین ملے تو اس جگہ ملے جہاں پر زمین خریدنے والے کو پسند نہ ہو، کیوں کہ زمین کی قیمت جائے وقوع کے اعتبار سے ہوتی ہے اس لیے کہ بیع کی یہ صورت درست نہیں ہے اس لیے کہ مبیع مقدور التسلیم نہیں ہے۔ اگر مبیع مقدور التسلیم نہ ہو تو بیع درست نہیں ہوتی ہے۔

بلڈر کا مالک زمین سے فلیٹ کے عوض زمین خریدنا

بسا اوقات بلڈر مالک زمین کے ساتھ یہ معاہدہ کرتا ہے کہ اس زمین پر وہ مثلاً سو فلیٹ بنائے گا اور اس میں سے نصف فلیٹ یا فروخت ہونے کی بعد اس کی قیمت دے گا بیع کا یہ معاملہ بھی درست ہے، اس لیے کہ اس میں باہمی رضامندی ہوتی ہے اور اس طرح کے معاملات اب کثرت سے ہو رہے ہیں اور اس طرح فلیٹ کو تعمیر سے قبل خریدنے میں کوئی نزاع نہیں ہے، یہاں پر مالک زمین نے زمین فلیٹس کے بدلہ زمین دی اور بلڈر نے زمین کے بدلہ فلیٹس دئے اور جس طرح روپیہ سے کوئی چیز خریدی جاتی ہے اسی طرح سامان کے بدلے بھی خرید وفروخت ہو سکتی ہے۔ فقہ کی اصطلاح میں اس کو بیع مقایضہ کہتے ہیں ہاں جس وقت مالک زمین نے زمین دی ہے اس وقت ثمن معدوم ہے لیکن بیع کے وقت ثمن کا موجود ہونا ضروری نہیں ہوتا ہے گویا کہ یہاں پر مبیع زمین ہے اور فلیٹس یہ ثمن ہے۔ یعنی زمین کے بدلے فلیٹس کی بیع ہو رہی ہے۔

(وإذا استصنع شيئا جاز استحسانا) اعلم أن القياس يأبى الجواز وهو قول زفر؛ لأنه بيع المعدوم، لكن استحسنا جوازه للتعامل بين الناس من غير نكير. (الاختيار لتعليل المختار، دار الكتب العلمية- بيروت، ط 2005م، (40/2) جواز الاستصناع بخلاف القياس؛ لأنه بيع المعدوم، لتعامل الناس (ابن مازة، المحيط البرهاني في الفقه النعماني، دار الكتب العلمية- بيروت، ط: 2004م، (626/7) بيع المقايضة : ان تباع السلعة بسلعة اخرى لا بنقد. (معجم لغة الفقهاء (114)

المقايضة : بيع العين بالعين أى مبادلة مال بمال غير النقدين وهذا مثل ان يباع ثوب بثوب أو ارض بأرض أو حيوان بحيوان. (فقه البيوع 1137)

کمپیوٹر اپلیکیشن اور سوفٹ ویئر کی بیع

آج کل کمپیوٹر اپلیکیشن اور سوفٹ ویئر کی بیع کی آن لائن خرید وفروخت ہوتی ہے اس کی بیع درست ہے اس

لیے کہ بیع مال کا تبادلہ مال کے ذریعہ ہوتا ہے اور سوفٹ ویئر اور ایپلیشکن بھی مال ہے، بلکہ قیمتی مال ہے اور مال کی تعریف میں فقہاء کا اختلاف پایا جاتا ہے، فقہاء حنفیہ کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ مال کے لیے انسانوں کا اس کو مال سمجھنا اور اس کی طرف رغبت کا پایا جانا کافی ہے، حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب نے لکھا ہے کہ

والواقع لم یرد نص فی القرآن الکریم و السنة النبویة یحدد المال او یعرفه بصفة دقیقة و انما ترکته الشریعة للعرف المتفاهم بین الناس، ولذلک یقول ابن عابدین والمالیة تثبت بتمول الناس کافة او بعضهم. (فقه البیوع، 24/1)

علامہ شامی ایک جگہ بیع کی تعریف شئ مرغوب کا تبادلہ اس کے مثل سے کیا ہے۔

و شرعا: (مبادلة شيء مرغوب فيه بمثله) خرج غير المرغوب كتراب وميتة ودم على وجه) مفيد. (قوله: مرغوب فيه) أي ما من شأنه أن ترغب إليه النفس وهو المال؛ ولذا احترز به الشارح عن التراب والميتة والدم فإنها ليست بمال، فرجع إلى قول الكنز والملتقى: مبادلة المال بالمال؛ ولذا فسر الشارح كلام الملتقى في شرحه بقوله: أي تمليك شيء مرغوب فيه بشيء مرغوب فيه، فقد تساوى التعريفان فافهم، نعم زاد في الكنز بالتراضي. (رد المحتار، كتاب البيوع، ٤/٥٠٢، ط: دار الفكر)

مال کی تعریف میں شروع میں مایمیل الیه الطبع ویمکن ادخاره لوقت الحاجة. (ردالمحتار 10/14) کی گئی یعنی مال وہ چیز ہے کہ جس کی طرف انسانی طبیعت مائل ہو اور اس کا ذخیرہ کرنا ممکن ہو اس تعریف کی بنیاد پر مال کا مادی وجود ضروری قرار دیا گیا اور اسی بنیاد پر یہ سوال پیدا ہوا کہ سافٹ ویئر وغیرہ جس کا خارجی وجود نہیں ہوتا ہے اس پر مال کا اطلاق ہوگا یا نہیں؟ لیکن مال اور پر مال کی تعریف شئ مرغوب فیہ سے کی گئی ہے اسی طرح شیخ مصطفی زرقا نے مال کی تعریف یہ کی ہے

المال هو کل عین ذات قیمة مادیة بین الناس. (الفقه الاسلامی وادلته 345/4)

اس لیے مال کے خارجی وجود ضروری نہیں ہے، بلکہ مال کا مادی وجود جس کی طرف لوگوں کی رغبت ہو کافی ہے اس لیے آج ٹینک کو فروخت کیا جارہا ہے، بہت سی چیزیں ہیں جن کا خارجی وجود نہیں ہے، لیکن لوگوں کے درمیان اس کی قیمت ہے اس لیے کہ اس بیع ہو رہی ہے اور شرعا یہ درست ہے۔ مفتی تقی عثمانی صاحب نے لکھا ہے کہ حضرات فقہاء نے بعض منافع جو اعیان سے متعلق ہوتے ہیں ان کی بیع کو جائز قرار دیا ہے یعنی حضرات فقہاء نے منافع کو بھی اعیان کے ساتھ لاحق کیا ہے اور اس کی بیع کو درست قرار دیا ہے۔

هذا یدل ان للعرف مجالا فی ادراج بعض الحقوق و المنافع فی الاموال ویقول ابن عابدین والمالیة

تثبت بتمول الناس كافة او بعضهم و باباحةالانتفاع به شرعا.(رد المحتار، 9/ 14) فقه البيوع، 1/258)هذامثل القوةالكهربائيةأو الغاز التي لم تكن في الازمان السالفةتعذمن الاموال و الاعيان المتقومة لانهاليست عينا قائمة بذاتها و لم يكن احرازها في الوسعة البشرية و لكنها صارت الا ن من اعز الاموال المتقومة التي لا شبهة في جواز بيعها و شرائها ذلك لنفعها البالغ و لامكان احرازها و لتعارف الناس بماليتها و تقومها.(فقه البيوع، 1/266)

سوفٹ ویر کی بیع میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ سوفٹ ویر کسی جائز امر پر مشتمل ہو اگر وہ سافٹ ویر کسی ناجائز امور پر مشتمل ہو تو اس کی بیع درست نہیں ہوگی، اس لیے کہ بیع کے سلسلے میں یہ ضابطہ ہے کہ جن چیزوں کا استعمال جائز ہے اس کی خرید وفروخت بھی جائز ہے اور جن چیزوں کا استعمال جائز نہیں ہے اس کی خرید وفروخت بھی جائز نہیں ہے۔

وَفِي الصَّحِيحَيْنِ »لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمْ الشُّحُومُ فَجَمَلُوهَا فَبَاعُوهَا فَأَكَلُوا ثَمَنَهَا« وَحَدِيثِ »إنَّ اللَّهَ تَعَالَى إذَا حَرَّمَ شَيْئًا حَرَّمَ ثَمَنَهُ.(فتح القدير، 6/403)

درخت پر پھلوں کی بیع

جب تک درخت پر پھل نہ لگے ہوں اس کی بیع جائز نہیں ہے، اس لیے کہ یہ معدوم کی بیع ہے لیکن اگر بعض پھل ہولگ چکے ہوں اور بعض ابھی نہ لگے ہوں جیسے بعض پھل تھوڑا تھوڑا ہوتا ہے تو ایسی صورت میں معدوم پھلوں کی بیع موجود پھلوں کے تابع کر کے جائز ہے۔

وأفتى الحلواني بالجواز لو الخارج أكثر زيلعي-(قوله: لو الخارج أكثر) ذكر في البحر عن الفتح أن ما نقله شمس الأئمة عن الإمام الفضلي لم يقيده عنه بكون الموجود وقت العقد أكثر بل قال: عنه أجعل الموجود أصلا، و ما يحدث بعد ذلك تبعا.(رد المحتار، 4/556)۔

بعض سامان موجود ہو اور بعض مارکٹ میں

بسا اوقات بعض سامان تو اپنے پاس موجود ہوتا ہے اور بعض سامان اپنے پاس موجود نہیں ہوتا، لیکن مارکٹ میں دستیاب ہوتا ہے اور بائع معاملہ کر لیتا ہے اور بعد میں سامان خرید کر مشتری کے پاس بھیجوا دیتا ہے اس صورت میں جو سامان اس کے پاس موجود ہے اس میں بیع درست ہے اور جو سامان ملکیت میں نہیں ہے اس میں بیع کرنا درست نہیں ہے اس میں بائع کو بیع کا وعدہ کرنا چاہیے اور پھر سامان آنے پر بھیج دے تو یہ تعاطی کی صورت میں درست ہو جائے گا لیکن آڈر لینے یا بیع کا وعدہ کرنے کے بجائے سیدھا بیع کرنا اشیاء منقولہ میں درست نہیں ہے۔

بیع معدوم کی چند جدید صورتیں

مولانا جنید احمد قاسمی
صدر شعبہ تخصص فی الافتاء، جامعہ رحمانی، خانقاہ، مونگیر بہار

بیع معدوم قدیم اصطلاح ہے۔ فقہاء کرام نے اس کی تعریف اور شکلوں پر بحث کی ہے؛ تاہم زمانے کے لحاظ سے اس کی صورتیں مختلف انداز میں سامنے آتی رہتی ہیں۔ مجلس تحقیقات شرعیۃ ندوۃ العلماء، لکھنؤ نے بیڑا اٹھایا ہے کہ بیع معدوم کی چند جدید صورتوں پر اصحاب فقہ وفتاوی اپنی اپنی تحقیقات پیش کریں۔ اور پھر سیمینار کے ذریعے ان تحقیقات کو پختہ ومؤکد کیا جائے اور اہل علم کی طرف سے ترجیح دی گئی آراء کو عام مسلمانوں تک پہنچایا جائے۔ ہم مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ذمہ داروں کے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے ہمیں بھی اظہار خیال کا موقع دیا۔

1: فقہاء کے نزدیک بیع معدوم کا مفہوم:

بيع المعدوم: هو بيع ما كان غير موجود في الواقع، أو كان غائبا عن مجلس العقد و موصوفا في الذمة: ﴿الكاساني. بدائع الصنائع. ج5ص.138 و حيدر. درر الحكام. ج1ص.182-181 و ابن القيم أبي عبد الله شمس الدين محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد الزرعي الدمشقي : إعلام الموقعين عن رب العالمين. ص.440)

وهو ما كانت منفعته غير مباحة شرعا، و ما لغرض محرم لا يصلح لغيره فتلك المنفعة المحرمة شرعا كالمعدومة حسا (الغزالي. الوسيط. ج3ص.20)

2: بیع معدوم کے سلسلے میں فقہاء کی آراء:

تمام ائمہ مجتہدین عظام: حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کا بیع معدوم کے بطلان پر اتفاق ہے۔

احناف کی تصریحات:

چنانچہ حنفیہ میں سے ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ نے البحر الرائق (۵/ ۲۷۹) میں اور علامہ کاسانی حنفی رحمہ اللہ نے بدائع الصنائع (۵/ ۱۳۸) میں اور دیگر فقہاء نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کے بطلان کی تصریح فرمائی ہے۔

مالکیہ کی تصریحات:

اور مالکیہ میں سے: علامہ ابن رشد مالکی رحمہ اللہ نے بدایۃ المجتہد (۲/۱۲۹) میں اور علامہ محمد بن احمد الکلبی معروف بہ ابن جزی نے (القوانین الفقھیہ ص: ۱۶۹) میں اس کی صراحت کی ہے۔

شافعیہ کی تصریحات:

اسی طرح شافعیہ میں سے علامہ نووی رحمہ اللہ اور علامہ شیرازی نے مہذب (۱/۲۶۲) میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔

حنابلہ کی تصریحات:

حنابلہ میں سے علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ نے الكافي في فقه ابن حنبل (۲/۱۰) میں اور علامہ مصطفیٰ سیوطی رحیبانی رحمہ اللہ نے مطالب أولي النهى في شرح غاية المنتهى (۳/۲۰۰) میں اس کے باطل ہونے کی تفصیل کی ہے۔

علامہ ابن رشد مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أما القسم الأول و هو بيع الثمار قبل أن تخلق فجميع العلماء مطبقون على منع ذلك، لأنه من باب النهي عن بيع ما لم يخلق و من باب بيع السنين و المعاومة. (ابن رشد، بداية المجتهد: ۲/۱۱۲)

راجح مسلک:

پیدائش سے پہلے پھلوں کی بیع کے عدم جواز پر تمام علماء متفق ہیں کیونکہ یہ منہی عنہ بیوع کی قبیل سے ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ابن القیم رحمہ اللہ کا اختلاف:

البتہ متاخرین حنابلہ میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ابن القیم رحمہ اللہ اس کے جواز کے قائل ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ: یہ دعویٰ ناقابل تسلیم ہے کہ معدوم کی بیع جائز نہیں؛ کیوں کہ ایسی بات نہ تو قرآن کی کسی آیت سے ملتی ہے نہ کسی حدیث سے نہ ہی کسی صحابی کے قول سے۔ ہاں بیع غرر سے ممانعت احادیث میں وارد ہوئی ہے اور غرر موجود و معدوم دونوں بیع میں ہوسکتا ہے جیسے بھگوڑا غلام اور چھوٹا اونٹ کہ وہ ابھی تک ملکیت میں ہے لیکن غرر کی وجہ سے اس کی بیع جائز نہیں۔ الخ (ابن تیمیہ مجموع الفتاوی: ۲۰/۵۴۲) یہی بات ابن القیم رحمہ اللہ نے اعلام الموقعین (۲/۲۸) میں کہی ہے۔

بیع معدوم کی قسمیں:

بیع معدوم کی مختلف قسمیں حدیث شریف میں وارد ہوئی ہیں جیسے:

بيع غرر، بيع غير مقدور التسليم، بيع معاومه وغيره.

بیع معدوم کے بطلان پر فقہاء کے دلائل:

۱: عن حكيم بن حزام قال: سألتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلَّم فقلتُ: يا رسولَ اللهِ، يأتيني الرجلُ

فيسألني البيعَ ليس عندي أبيعُه منه ثم أبتاعُه له من السوقِ, قال: لا تبعْ ما ليس عندَك.(النسائي (4613) واللفظ له، وأخرجه أبو داود (3503)، والترمذي (1232) باختلاف يسير)

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آدمی آتا ہے اور مجھ سے اس چیز کی بیع کرنا چاہتا ہے جو میرے پاس موجود نہیں ہوتی، تو کیا میں اس سے سودا کرلوں، اور بازار سے لاکر اسے وہ چیز دے دوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو چیز تمہارے پاس موجود نہ ہو اسے نہ بیچو"۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جو چیز انسان کے پاس موجود نہ ہو اس کو بیچنا جائز نہیں ہے اور یہی بیع معدوم کی تعریف ہے۔

بیع کی اس صورت میں ممانعت کی مختلف وجوہات ہیں، معدوم ہونا مجہول ہونا اور غیر مقدور التسلیم ہونا وغیرہ۔ لہٰذا یہ بیع غرر میں داخل ہے۔

والمنع في هذا من جهة أنه بيع معدوم، ومجهول، وغير مقدور على تسليمه، فيدخل في بيوع الغرر. (ابن حجر. فتح الباري. ج 4ص. 358 و المبارکفوري، أبو العلاء محمد عبد الرحمن بن عبد الرحيم تحفة الأحوذي شرح جامع الترمذي. بيروت: دار الكتب العممية. ج4ص. 354)

۲: عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليس على رجل بيع فيما لا يملك. (أخرجه النسائي. كتاب البيوع: باب بيع ما ليس عند البائع. ج 7ص. 288 حديث رقم، 46)

مضامین مضمون کی جمع ہے، مضمون اس پانی اور مادۂ منویہ کو کہتے ہیں جو باپ کے صلب میں ہوتا ہے اس کی بیع اس طرح ہوگی کہ کوئی کہے کہ میں نے اس بچہ کی بیع کی جو اس نر اونٹ سے حاصل ہوگا تو وہ پانی اور منی بیچ رہا ہے جو شرعاً مال نہیں ہے، ملاقیح ملقوح یا ملقوحہ کی جمع ہے، مادہ کے پیٹ میں جو جنین ہوتا ہے اس کو کہتے ہیں، اس کی بیع اس طرح کرے کہ اس مادہ اونٹنی سے جو بچہ حاصل ہوگا وہ میں نے بیچا، تو یہاں بھی پانی اور منی کی بیع کر رہا ہے جو مال نہیں ہے۔

۳: عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ.. وَالْمُعَاوَمَةِ. (سنن ابي داود كتاب البُيوعِ، باب فِي بَيْعِ السِّنِينَ.)

بیع سنین کو بیع معاومہ بھی کہتے ہیں، اس کی صورت یہ ہے کہ آدمی اپنے باغ کو کئی سالوں کے لیے بیچ دے، یہ بیع جائز نہیں ہے؛ کیونکہ یہ معدوم کی بیع کی قبیل سے ہے، اس میں دھوکہ ہے، ممکن ہے کہ درخت میں پھل ہی نہ آئے، یا آئے مگر جتنی قیمت دی ہے اس سے زیادہ پھل آئے۔ ان دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع معدوم باطل ہے، لیکن اس کی کچھ شرائط ہیں، جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

۲: بیع معدوم سے ممانعت کی علت وحکمت:

فقہاء نے اس کی مختلف علتیں حدیث سے مستنبط کی ہیں، سب سے اہم علت غرر یعنی دھوکہ کو قرار دیا ہے محدثین نے بھی اس علت کو اہمیت دی ہے علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رہی بیع غرر سے ممانعت تو یہ کتاب البیوع میں سب سے بڑا اور اہمیت کا حامل اصول ہے اسی لیے امام مسلم رحمہ اللہ نے سب سے پہلے اس کا ذکر فرمایا بیع غرر کے تحت بے شمار مسائل آتے ہیں جیسے: بھگوڑے غلام کی بیع، مجہول کی بیع، معدوم کی بیع، غیر مقدور التسلیم چیز کی بیع، غیر مملوکہ چیز کی بیع، ماء کثیر میں مچھلی کی بیع، تھن میں دودھ کی بیع، اور پیٹ میں موجود حمل کی بیع، اور ڈھیر کا کچھ حصہ بیچنا غیر متعین طریقے پر، اور کچھ کپڑوں کی بیع، اور کچھ بکریوں کی بیع، اور ان جیسی تمام صورتوں میں بیع باطل ہے اس لیے کہ یہ بیع غرر ہے۔

(النووی أبو زکریا یحیی بن شرف بن مری: صحیح مسلم بشرح النووي. الطبعة الثانية. بیروت: دار إحیاء التراث العربي. 1392 ج10 ص.156)

علامہ دسوقی فرماتے ہیں: اس کی ممانعت کی مرکزی علت غرر ہے، اور یہاں غرر سے وہ غرر مراد ہے جو فاحش اور بہت زیادہ ہو۔ یہ بالاجماع ناقابلِ تلافی غرر ہے اور اس کی وجہ سے بیع باطل ہو جایا کرتی ہے۔ جیسے: پانی کے اندر موجود مچھلی کی بیع، اڑتے پرندوں کی بیع اور حضرت شارع علیہ السلام کی ممنوع کردہ بیوع جیسے: منابذہ، ملامسہ، معاومہ، ملاقیح، مضامین وغیرہ۔

(الدسوقي. حاشیة الدسوقي. ج3 ص.60)

الفقهاء متفقون علیٰ ان الغرر الكثير فی المبیعاتِ لا یجوز وان القلیل یجوز.

ترجمہ: فقہائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ مبیع میں پائے جانے والا غرر کثیر ہو تو جائز نہیں اگر قلیل ہو تو جائز ہے۔

(بدایة المجتهد، ج2، ص 127)

غرر کثیر کا ضابطہ:

علامہ دسوقی لکھتے ہیں:

غرر یسیر هو ما شأن الناس التسامح فیه۔

غرر یسیر وہ ہے جس میں عام طور پر لوگ تسامح سے کام لیتے ہیں۔

(الدسوقی حاشیة الدسوقی، علی شرح الکبیر، ج3، ص 60)

4: کیا بیع معدوم کو استصناع پر قیاس کیا جا سکتا ہے؟

جواب یہ ہے کہ قیاس نہیں کیا جا سکتا:

پہلی وجہ: کیونکہ بیع استصناع ضرورت کے طور پر خلاف قیاس جائز قرار دی گئی ہے اور جو چیز خلاف قیاس ہوتی ہے اس پر دوسری چیز کو قیاس نہیں کیا جا سکتا:

مَا ثَبَتَ عَلَى خِلَافِ الْقِيَاسِ فَغَيْرُهُ لَا يُقَاسُ عَلَيْهِ يعني النَّصّ الْوَارِدُ عَلَى خِلَافِ الْقِيَاسِ يَقْتَصِرُ عَلَى مَوْرِدِهِ. (درر الحكام في شرح مجلة الأحكام: 33/1)

دوسری وجہ: یا استحسانا شریعت میں جائز قرار دیا گیا ہے جیسا کہ علامہ کاسانی حنفی رحمہ اللہ نے تصریح فرمائی ہے:

ترجمہ: جہاں تک عقدِ استصناع کے جواز کا تعلق ہے تو قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ بیع جائز نہ ہو؛ کیونکہ ایسی چیز کی بیع ہے، جو انسان کے پاس موجود نہیں ہے اور یہ سلم بھی نہیں ہے، جبکہ رسول اللہ ﷺ ایسی چیز کی بیع کرنے سے منع فرمایا ہے جو کہ انسان کے پاس نہیں؛ البتہ سلم کی اجازت دی گئی ہے وہ بھی استحساناً اجماع کی وجہ سے جو کہ کافی زمانوں سے چلا آرہا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ رب العزت کے ہاں بھی اچھا ہے جس کو وہ برا جانیں اللہ کے ہاں بھی برا ہے۔ اجماع کی وجہ سے قیاس کو ترک کیا گیا ہے، اس لئے قیاس کو ان جیسے بہت سارے معاملات میں ترک کیا گیا ہے، جیسے وقت اور پانی کے استعمال کے بغیر حمام میں ایک متعین اجرت کے بدلے غسل کرنا۔ استصناع کے عقد کرنے کی حجت بھی ہوتی ہے، کیونکہ بعض دفعہ انسان کو مخصوص جنس، مخصوص نوع اور مخصوص صفت کے موزے یا جوتے وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے اس کے مطلوبہ معیار کے مطابق تیار شدہ چیز بہت کم دستیاب ہوتی ہے اور اس مطلوبہ معیار کے مطابق استصناع کرنا پڑتا ہے۔ اگر اس کی اجازت نہ دی گئی تو لوگ تنگی میں پڑ جائیں گے جو عقد دو معاملات پر مشتمل ہو اور وہ جائز بھی ہو تو شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔

الاستصناع شرع لسد حاجات الناس و متطلباتهم، نظر التطور الصناعات تطورا كبيرا. (الموسوعة الفقهية: ۳/۳۲۵)

تیسری وجہ: نیز استصناع میں اگرچہ معدوم چیز کی بیع ہے، لیکن یہ معدوم چیز ایسی چیز ہے جس کا مستقبل میں وقوع یقینی ہے لہٰذا اس عقد میں کوئی غرر نہیں ہے۔ خصوصاً اگر اس رائے کو اختیار کیا جائے جس کے مطابق بیع اگر مطلوبہ صفات کی حامل ہو تو عقد معاوضہ ہے، جس میں غرر نہیں پایا جاتا ہے، لہٰذا اس اعتبار سے قیاس کا تقاضہ بھی یہ ہے کہ یہ عقدِ معاوضہ ہے جس میں غرر نہیں پایا جاتا ہے۔

هو عقد على مبيع في الذمة، شرط فيه العمل؛ فإذا قال شخص لآخر من أهل الصنائع: اصنع لي الشيئ

الفلاني بكذا درهما، و قبل الصانع ذلك انعقد استصناعا. (الموسوعة الفقهية: ۳/۳۲۵)

چوتھی وجہ: بیع استصناع صورتاً معدوم ہے، لیکن حقیقت میں بیع موجود ہے اور یہی بات بیع سلم میں بھی ہے:

يلزم في الاستصناع وصف المصنوع، و تعريفه على الوجه الموافق المطلوب. (مجلة: 56.. اسلامي فقه: 343/2)

پانچویں وجہ: بیع استصناع وسلم ذمے میں لازم ہوجاتی ہے بیع معدوم نہیں:

و ذهب أبو يوسف إلى أنه إن تم صنعه و كان مطابقا للأوصاف المتفق عليها يكون عقدا لازما. (الموسوعة الفقهية: ۳/۳۲۵)

دیگر وجوہات فرق:

"واما شرائط جوازه (فمنها) بيان جنس المصنوع ونوعه وقدره وصفته، لأنه لا يصير معلوما بدونه. (ومنها) أن يكون مما يجرى فيه التعامل بين الناس من أواني الحديد والرصاص والنحاس والزجاج والخفاف والنعال ولجم الحديد للدواب ونصول السيوف والسكاكين والقسي والنبل والسلاح كله والطشت والقمقمة ونحو ذلك ولا يجوز في الثياب لان القياس يأبى جوازه، وإنما جوازه استحسانا لتعامل الناس ولا تعامل في الثياب. (ومنها) أن لا يكون فيه أجل فان ضرب للاستصناع أجلا صار سلما، حتى يعتبر فيه شرائط السلم وهو قبض البدل في المجلس ولا خيار لواحد منهما إذا سلم الصانع المصنوع على الوجه الذي شرط عليه في السلم. (وهذا) قول أبي حنيفة رحمه الله وقال أبو يوسف ومحمد هذا ليس بشرط، وهو استصناع على كل حال ضرب فيه اجلا أو لم يضرب ولو ضرب للاستصناع فيما لا يجوز فيه الاستصناع، كالثياب ونحوها اجلا ينقلب سلما في قولهم جميعا. (بدائع: 94/4)

بیع معدوم کے بطلان کی شرائط:

1: مبیع اعیان میں سے ہو، اس لیے کہ مبیع اگر منافع ہو تو اس کے معدوم ہونے کے باوجود بیع درست ہے، بلکہ اس کی معدومیت کی حالت میں ہی بیع تام ہوتی ہے جیسا کہ بیع اجارہ میں ہوتا ہے۔

2: اس میں بیع سلم اور استصناع کی شرائط نہ پائی جائیں، لہٰذا اگر ان کی شرائط پائی جائیں گی تو بیع سلم ہوجائے گی یا استصناع ہوجائے گی۔ اور یہ دونوں بیع جائز ہیں کیونکہ یہاں عقد شئے کے معدوم ہونے کی حالت میں ہوا ہے لیکن مستقبل میں اس کا وجود یقینی ہے۔

3: یہ معدوم غرر فاحش کا حامل ہو، یعنی اتنی مجہولیت ہو جو نزاع کا باعث بن سکتی ہو، اور نہ وہ مقدور التسلیم ہو اور

نہ ملکیت میں ہو وغیرہ وغیرہ۔

4: اس بیع کی حاجت وضرورت نہ ہو، اگر اس کی حاجت وضرورت ہوگی تو یہ بیع جائز ہو جائے گی۔

5: شئے معدوم مستقل علیحدہ طور پر معدوم ہو کسی کے تابع نہ ہو، جیسے وہ پھل جو معدوم ہوں لیکن درخت پر کچھ پھل آ چکے ہیں لہذا معدوم پھل آنے کا چانس ہے۔

یہ تمام شرائط چاروں مکاتب فقہیہ کی کتب سے ماخوذ ہیں جو بیع معدوم کے بطلان کی شرائط ہیں۔

دیکھیے (ابن عابدين. حاشية ابن عابدين. ج5ص. 183- 88 و ابن رشد. بداية المجتهد. ج2ص. 118. صحيح مسلم بشرح النووي. ج10ص. 193 و ابن القيم. إعلام الموقعين. ج2ص: 23)

5: قبضہ سے پہلے اوصاف بتا کر خرید وفروخت کا حکم:

جی ہاں جائز ہے جیسے ڈراپ شاپنگ یعنی انٹرنیٹ پر اس طرح کی خرید وفروخت کرتے ہوئے درج ذیل امور کا اگر خیال رکھا جائے تو مذکورہ معاملہ کی شرعاً گنجائش ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔

(أ) مبیع اور ثمن کی مکمل تفصیل بتائی جائے، جس سے ہر قسم کی جہالت مرتفع ہو جائے۔

(ب) کوئی بھی شرط فاسد نہ لگائی گئی ہو۔

(ج) صرف تصویر دیکھنے سے خیارِ رویت ساقط نہ ہوگا، لہٰذا اگر مبیع تصویر کے مطابق نہ ہو تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہو۔

(د) اگر ویب سائٹ پر خریدی گئی چیز اس طرح نہیں جیسا کہ اس کی صفات میں بیان کیا گیا تھا تو مشتری کو خیارِ رؤیت حاصل ہوگا، نیز اگر اس شئی میں کوئی ایسا عیب ہو جس کا مشتری کو علم نہیں تھا تو پھر مشتری کو خیارِ عیب حاصل ہوگا، اگر وہ چاہے تو پوری قیمت پر اسے لے لے، اگر چاہے تو واپس کر دے، لیکن اسے یہ حق نہیں کہ وہ مبیع رکھ کر نقصان کی قیمت لے۔ بائع کو خیارِ رؤیت تو مطلقاً حاصل نہیں ہوگا، البتہ ثمن میں کھوٹ ہو تو اسے تبدیلی کا حق ہوگا، مگر سودے کو منسوخ کرنے کا حق اسے پھر بھی نہ ہوگا۔

الحاصل: آن لائن خرید وفروخت بکثرت وجود پذیر ہے اور عوام الناس اس طرح کی بیع وشراء میں عام طور پر مبتلا ہیں، اس لئے مذکورہ تمام تر تفصیلات اور شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے اگر معاملات کئے جائیں تو ان تفصیلات وتشریحات کی روشنی میں بیع وشراء میں ایجاب وقبول اور مبیع پر قبضہ (خواہ وہ کسی بھی صورت میں ہو رہی ہو) بھی پایا جا رہا ہے اس لئے مذکورہ بیع کرنے کی گنجائش ہے۔

"شراء ما لم يره جائز، كذا في الحاوي، وصورة المسألة أن يقول الرجل لغيره: بعت منك هذا

الثوب الذي في كمي هذا، وصفته كذا، والدرة التي في كفي هذه، وصفتها كذا أو لم يذكر الصفة، أو يقول: بعت منك هذه الجارية المنتقب . . . وإن أجازه قبل الرؤية لم يجز وخياره باق على حاله، فإذا رآه إن شاء أخذ وإن شاء رده، هكذا في المضمرات." (جماعة من علماء الهند، الفتاوى الهندية: ج ۲۰، ص: ۲۰۳)

"خيار العيب يثبت من غير شرط، كذا في السراج الوهاج، وإذا اشترى شيئًا لم يعلم بالعيب وقت الشراء ولا علمه قبله والعيب يسير أو فاحش، فله الخيار إن شاء رضي بجميع الثمن وإن شاء رده، كذا في شرح الطحاوي، وهذا إذا لم يتمكن من إزالته بلا مشقة، فإن تمكن فلا كإحرام الجارية." (جماعة من علماء الهند، الفتاوى الهندية: ج ۲۰، ص: ۲۸۸)

6: مشتری کا مبیع پر قبضہ سے پہلے دوسرے شخص کو بیچنا:

جی ہاں اگر یہ استصناع کے طور پر ہو تو گنجائش ہے۔

(فإن جاء) الصانع بمصنوع غيره أو بمصنوعه قبل العقد فأخذه. (صح) (رد المحتار على الدر المختار: مطلب في الاستصناع: 224/5)

7: شئے معدوم کو نوع، وصف اور جنس کے ذریعے منضبط کرنا:

جی ہاں یہ استصناع کی صورت ہے جیسا کہ اس کی تعریف میں گزرا۔

يلزم في الاستصناع وصف المصنوع، و تعريفه على الوجه الموافق المطلوب. (مجلة: 56.. اسلامي فقه: 343/2) للاستصناع شروط هي: أن يكون المستصنع فيه معلوما و ذلك ببيان الجنس و النوع و القدر. (الموسوعة الفقهية: ۳۰۸/۳) و الصحيح الراجح أن الاستصناع بيع للعين المصنوعة. (الموسوعة الفقهية: ۳۰۸/۳)

8: عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ بیع معدوم کی جائز صورتیں:

اس کی مختلف شکلیں ہیں جیسے: (1): استیراد، (2): تصدیر.

استیراد کا مطلب یہ ہے کہ باہر سے سامان منگوائے، اس کی شکل یہ ہے کہ مثلاً کار کا خریدنے والا کار کے شوروم جائے اور وہاں مختلف کار دیکھے پھر اچانک کوئی اشتہار دیکھ لے جس میں ایسی کار نظر آجائے کہ وہ فی الحال شوروم میں موجود نہ ہو، لیکن اس کی خصوصیات پڑھ کر مطمئن ہو اور کار فروش سے عقد بیع کر لے، اور آرڈر دے دے۔ تو اس صورت میں ظاہر میں مبیع موجود نہیں ہے، لیکن سب جانتے ہیں اور اس میں سب تقریباً جانتے ہیں کہ سارے پروڈکٹس ایک جیسے ہوتے ہیں تو اس میں زیادہ غرر نہ ہونے کی وجہ سے یہ بیع معدوم میں داخل نہیں ہوگی۔

استیراد کے لیے دوشرطیں ہیں: (1) سامان فراہم کرنے والے کی ملکیت متحقق الوقوع ہو۔ جیسا کہ حدیث: لا تبع مالیس عندک کا تقاضہ ہے (2) اسے سامان فراہم کرنے پر قدرت بھی حاصل ہو۔ اگر یہ دونوں چیزیں نہیں ہوئیں تو بیع غرر فاحش کی وجہ سے فاسد ہوجائے گی۔ اور تصدیر کا مطلب سامان فراہم کرنا۔

بیع معدوم کی چند رائج شکلیں

اس کی چند شکلیں ہیں:

۱۔ جس پلاٹ پر ابھی تک تعمیر نہ ہوئی ہو، اُس کی دکانیں یا مکانات جو صرف نقشے کی حد تک موجود ہوں، اُس کا باقاعدہ سودا کرنا درست نہیں ہوتا؛ کیوں کہ جو چیز ملکیت میں نہ ہو اور معدوم ہو اس کو فروخت کرنا شرعاً جائز نہیں ہے: بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع میں ہے:

وأما الذي يرجع إلى المعقود عليه فأنواع، (منها): أن يكون موجودا فلا ينعقد بيع المعدوم الخ.

(كتاب البيوع، فصل فی الشرائط الذی یرجع الی المعقود علیه، ج:۵، صفحه: ۱۳۸، ط: سعيد)

۲۔ جواز کی دو صورتیں ہیں:

(۱) ایک صورت یہ ہے کہ جو مکان یا دکان لوگوں کو فروخت کی جارہی ہو اس کا کچھ نہ کچھ اسٹرکچر یعنی بنیادی ڈھانچا بن چکا ہو، ایسی صورت میں اُس کا سودا کیا جاسکتا ہے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ جس دکان یا مکان کا ڈھانچہ بھی نہ بنا ہو مثلاً ابھی ایک منزل بھی نہیں بنی اور تیسری منزل کی دکانیں یا مکانات بیچی جارہی ہوں تو یہ سودا جائز نہیں ہے، اس صورت میں وعدۂ بیع (خریداری کا وعدہ) کیا جاسکتا ہے، یعنی صرف بکنگ کی جاسکتی ہے کہ مثلاً فلاں مکان فلاں کو فروخت کیا جائے گا، اور اس بکنگ کی مد میں اس سے ایڈوانس رقم بھی لینا جائز ہوگا۔

فتاوی شامی میں ہے:

ولو أعطاه الدراهم، وجعل يأخذ منه كل يوم خمسة أمنان ولم يقل في الابتداء اشتريت منك يجوز، وهذا حلال وإن كان نيته وقت الدفع الشراء؛ لأنه بمجرد النية لاينعقد البيع، وإنما ينعقد البيع الآن بالتعاطي والآن المبيع معلوم فينعقد البيع صحيحاً. قلت: ووجهه أن ثمن الخبز معلوم فإذا انعقد بيعاً بالتعاطي وقت الأخذ مع دفع الثمن قبله، فكذا إذا تأخر دفع الثمن بالأولى. (كتاب البيوع، مطلب البيع بالتعاطی، ج:۴، صفحه: ۵۱۶، ط: ایچ، ایم، سعید)

بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع میں ہے:

وأما الذي يرجع إلى المعقود عليه فأنواع (منها): أن يكون موجودا فلا ينعقد بيع المعدوم. (كتاب

البيوع، فصل في الشرائط الذي يرجع الى المعقود عليه، ج:۵، صفحه:۱۳۸، ط:سعيد)

ولو بعده على وجه الميعاد جاز لزم الوفاء به؛ لأنّ المواعيد قد تكون لازمةً لحاجة الناس، وهو الصحيح. (الدر المختار و حاشية ابن عابدين. (رد المحتار) (277/5)

اگر ایک شخص کی زمین ہو اور دوسرا شخص اس پر اپنے سرمایہ سے اس طور پر عمارت تعمیر کرنا چاہے کہ عمارت کا مالک سرمایہ کار ہوگا اور پھر دونوں مل کر اُسے مخصوص مدت تک کرایہ پر دیں گے اور اس سے حاصل ہونے والا کرایہ دونوں آپس میں تقسیم کریں گے تو شرعاً یہ جائز ہے، البتہ عمارت کا مالک چونکہ سرمایہ کار ہے، اس لیے اگر اس میں کسی حادثہ وغیرہ کی وجہ سے کوئی نقصان پیدا ہوجائے تو اس کا تاوان عمارت کا مالک ہی برداشت کرے گا۔ پھر کچھ مدت کے بعد اگر دونوں یا دونوں میں سے کوئی ایک اس معاہدہ کو ختم کرنا چاہیں تو اس کے لیے دو طریقے ممکن ہیں:

1-عمارت کا مالک اپنی عمارت کو ہٹا کر زمین خالی کردے۔

2-طرفین کی رضامندی سے یا مارکیٹ ریٹ کے مطابق قیمت طے ہوجائے اور مالکِ زمین وہ قیمت عمارت کے مالک کو ادا کرکے عمارت کا مالک بن جائے۔

لہذا صورتِ مسئولہ کے مطابق سائل کا اپنی زمین دوسرے کو دے کر معاہدہ کرنا کہ وہ اس پر عمارت تعمیر کرے اور دس، پندرہ سال تک اس سے حاصل ہونے والا کرایہ دونوں کے درمیان مخصوص تناسب سے مشترک ہوگا، شرعاً یہ جائز ہے۔ اس کے بعد جب مالکِ زمین اس عمارت کو خریدنا چاہے تو باہمی رضامندی سے قیمت طے کرکے عقد کرلیں گے۔

(و) تصح إجارة أرض (للبناء والغرس) وسائر الانتفاعات كطبخ آجر وخزف ومقيلا ومراحا حتى تلزم الأجرة بالتسليم أمكن زراعتها أم لا بحر. (فإن مضت المدة قلعهما وسلمها فارغة) لعدم نهايتهما. (إلا أن يغرم له المؤجر قيمته) أي البناء والغرس (مقلوعا) بأن تقوم الأرض بهما وبدونهما فيضمن ما بينهما اختيار (ويتملكه) بالنصب عطفا على "يغرم"؛ لأن فيه نظرا لهما۔ قال في البحر: وهذا الاستثناء من لزوم القلع على المستأجر، فأفاد أنه لا يلزمه القلع لو رضي المؤجر بدفع القيمة لكن إن كانت تنقص بتملكها جبرا على المستأجر وإلا فبرضاه. (أو يرضى) المؤجر عطفا على "يغرم" (بتركه) أي البناء والغرس (فيكون البناء والغرس لهذا والأرض لهذا) وهذا الترك إن بأجر فإجارة وإلا فإعارة، فلهما أن يؤاجراهما لثالث ويقتسما الأجر على قيمة الأرض بلا بناء وعلى قيمة البناء بلا أرض، فيأخذ كل حصته. (الدر المختار، كتاب الإجارة، ج:9، ص:41)

2: بلڈر اور زمین مالک کا معاہدہ:

صورت مسئولہ میں زمین کے مالک کا بلڈر سے یہ معاہدہ کرنا کہ بلڈر اپنے خرچہ سے اس زمین پر چند فلیٹ تعمیر کرے گا اور مالکِ زمین بلڈر کو اس کے بدلے میں اسی میں سے ایک دو فلیٹ دیدے گا، شرعًا فاسد معاہدہ ہے، اگر کسی نے اس طرح معاہدہ کیا تو تمام فلیٹ زمین کے مالک کی ملکیت ہوں گے اور بلڈر تعمیرات پر ہونے والے خرچے اور اجرتِ مثل یعنی اس جیسے کام کی مارکیٹ میں جتنی اجرت دینے کا رواج ہے کا حق دار ہوگا۔

البتہ اگر اس (تعمیرات کے خرچے اور اجرت مثل) کی لاگت بلڈر کے حصے کے فلیٹ کے برابر ہو تو اس کے عوض باہمی رضامندی سے بلڈر کو فلیٹ بھی دیے جاسکتے ہیں۔

جامع الفصولین میں ہے:

دفع إليه أرضا على أن يبني فيها كذا كذا بيتا وسمى طولها وعرضها وكذا كذا حجرة على أن ما بنى فهو بينهما، وعلى أن أصل الدار بينهما نصفان فبناها كما شرط فهو فاسد وكله لرب الأرض وعليه للباني قيمة ما بنى يوم بنى وأجر مثل فيما عمل. (الفصل الرابع والثلاثون في الأحكامات، أحكام العمارة في ملك الغير، ص: 161، ط: إسلامي كتب خانه كراچي)

3: کمپیوٹر اپلیکیشن اور سوفٹویئر پروگرام کی خرید وفروخت:

سافٹ کاپیز مثلاً پی ڈی ایف فائل، مختلف اپلیکیشین اور سافٹ ویئرز جو جائز مقاصد میں استعمال ہوتے ہوں، ان کی خرید وفروخت جائز ہے، اس لیے کہ اصطلاحِ شرع میں بیع کہا جاتا ہے، مرغوب شے کو مرغوب چیز کے عوض میں دینا، نیز یہ اشیاء مبیع بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں، کیوں کہ مبیع کا مال متقوم ہونا، فروخت کنندہ کی ملکیت میں ہونا، اور اس کا وجود شرعًا ضروری ہوتا ہے، لہذا وجود کے لیے وجودِ حسی ضروری نہیں، وجودِ معنوی ہونا بھی کافی ہے، البتہ جاندار کی تصاویر اور ویڈیوز کی خرید وفروخت شرعًا متقوم نہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

سیلولر کمپنیز اپنے صارف کو جو سہولیات فراہم کرتی ہیں، جیسے فون کرنے، میسج بھیجنے، انٹرنیٹ استعمال کرنے کی سہولت، جس کے عوض وہ صارف سے متعین رقم وصول کرتی ہیں، یہ بیع نہیں ہے، بلکہ کمپنی کی جانب سے فراہم کردہ سہولت کی سروس چارج ہوتی ہے، اور نہ ہی یہ بیع صرف ہے، اس لیے کہ بیعِ صرف میں عوضین کا ثمنِ خلقی (سونا، چاندی)، یا ثمنِ عرفی (روپیہ، ڈالر، ریال وغیرہ) ہونا ضروری ہوتا ہے، جب کہ سیلولر کمپنیاں نقدی کے عوض میں سہولیات فراہم کرتی ہیں، جو نہ ہی ثمنِ خلقی کے قبیل سے ہیں، اور نہ ہی ثمنِ عرفی کے قبیل سے ہیں۔ واضح رہے کہ جاندار کی تصاویر اور جاندار کی تصاویر پر مشتمل ویڈیوز کو ڈاؤن لوڈ کرنا اور اسے دیکھنا شرعًا جائز نہیں۔ ردالمحتار علي الدر المختار میں ہے:

(و شرعا: (مبادلة شيء مرغوب فيه بمثله) خرج غير المرغوب كتراب- وميتة ودم على وجه) مفيد.)(قوله: مرغوب فيه) أي ما من شأنه أن ترغب إليه النفس وهو المال، ولذا احترز به الشارح عن التراب والميتة والدم فإنها ليست بمال، فرجع إلى قول الكنز والملتقى: مبادلة المال بالمال؛ ولذا فسر الشارح كلام الملتقى في شرحه بقوله: أي تمليك شيء مرغوب فيه بشيء مرغوب فيه، فقد تساوى التعريفان فافهم، نعم زاد في الكنز بالتراضي. (كتاب البيوع، ٤/٥٠٢، ط: دار الفكر)

فتاوی شامی میں ہے:

إذ من شرط المعقود عليه: أن يكون موجوداً مالاً متقوماً مملوكاً في نفسه، وأن يكون ملك البائع فيما يبيعه لنفسه، وأن يكون مقدور التسليم، منح." (كتاب البيوع، باب بيع الفاسد، ٥/٥٨-٥٩، ط: دار الفكر)

امازون ویب سائٹ پر فروخت ہونے والی جائز اشیاء کی قیمتوں میں سے مخصوص تناسب کے عوض تشہیری اور ترویجی مہم میں حصہ لینا جائز ہے اور اس پر فیصد کے اعتبار سے کمیشن مقرر کر کے کمیشن لینے میں کوئی مضائقہ نہیں، شرعا یہ کام دلالی کے حکم میں ہے، جس کی اجرت لینا جائز ہے۔

البتہ یہ ضروری ہے کہ اس میں شرعًا کوئی ایسا مانع نہ ہو جس کی وجہ سے اصلاً بیع ہی ناجائز ہو جائے جیسے مبیع کا حرام ہونا، لہذا صرف ان ہی مصنوعات کی تشہیر کی جائے جو اسلامی نقطہ نظر سے حلال ہوں، جو چیزیں شرعاً حرام ہیں ان کی تشہیر کر کے پیسہ کمانا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح جس کمپنی کی مصنوعات کی تشہیر کرنا ہو اس کمپنی کی طرف سے مصنوعات کے حقیقی اوصاف، قیمت وغیرہ واضح طور پر درج ہو۔ سامان نہ ملنے یا غبن ہو جانے کی صورت میں مصنوعات خریدنے کے لئے جمع کی گئی رقم کی واپسی کی ضمانت دی گئی ہو۔

مزید یہ کہ آڈر کرنے کے بعد مقررہ تاریخ تک مصنوعات نہ ملنے پر یا زیادہ تاخیر ہونے کی صورت میں کسٹمر کو آڈر کینسل کرنے کا بھی اختیار ہو۔ نیز آن لائن تجارت کرنے والے ایسے ادارے اور افراد بھی ہیں جن کے یہاں مصنوعات موجود نہیں ہوتیں، محض اشتہارات ہوتے ہیں اس لئے اس بات کو بھی یقینی بنایا جائے کہ اس کمپنی کے پاس مصنوعات کا حقیقی وجود ہے۔

الدر المختار میں ہے:

وأما الدلال فإن باع العين بنفسه بإذن ربها فأجرته على البائع وإن سعى بينهما وباع المالك بنفسه يعتبر العرف وتمامه في شرح الوهبانية". وفي الرد :(قوله: فأجرته على البائع) وليس له أخذ شيء من المشتري، لأنه هو العاقد حقيقة شرح الوهبانية وظاهره أنه لا يعتبر العرف هنا، لأنه لا وجه له.

(قوله: يعتبر العرف) فتجب الدلالة على البائع أو المشتري أو عليهما بحسب العرف جامع الفصولين.(حاشیۃ ابن عابدین 560/4، ط:سعید)

مختلف ویب سائیٹس پر جب گاہک اپنی پسندیدہ چیز پر کلک کرتا ہے تو یہ تحریری ایجاب ہوتا ہے، جب یہ ایجاب کمپنی یا فرد کے پاس جاتا ہے تو وہ اسے قبول کرلیتا ہے یوں یہ عقد جانبین سے تحریری صورت میں عمل پذیر ہوتا ہے۔

ایمازون کی ویب سائٹ پر اس طرح خرید وفروخت کرنا درست ہے البتہ اس میں درج ذیل امور کا خیال رکھنا ضروری ہے:

1۔انٹرنیٹ پر سونا چاندی یا کرنسی کی خرید وفروخت ہو تو بیع صرف کے احکام کی رعایت لازم ہوگی، یعنی ہاتھ در ہاتھ اور نقد ہونا ضروری ہے اور یہ صورت آن لائن خریداری میں ممکن ہی نہیں، لہذا سونا، چاندی اور کرنسی کی آن لائن تجارت نہ کی جائے۔

2۔مبیع اور ثمن کی مکمل تفصیل بتائی جائے، جس سے کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہے۔

3۔کوئی شرط فاسد نہ لگائی گئی ہو۔

4۔صرف تصویر دیکھنے سے خریدار کا خیار رؤیت ساقط نہیں ہوگا، لہذا اگر مبیع تصویر کے مطابق نہ یا دیکھنے کے بعد مشتری کو پسند نہ آئے تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا۔

5۔ویب سائٹ پر اپنی پروڈکٹ کی تشہیر کے لئے جان دار کی تصویر نہ لگائی جائیں۔

6۔اگر ویب سائٹ والے آرڈر ملنے پر کسی اور جگہ سے چیز مہیا کرتے ہوں تو صارف کو اس وقت تک نہ بیچیں، جب تک چیز ان کے قبضے میں نہ آجائے، البتہ وہ وکیل بالشراء (خریداری کے وکیل) کے طور پر معاہدہ کرسکتے ہیں یعنی صارف (کسٹمر) ویب سائٹ والے کو خریداری کا وکیل بنادے، ویب سائٹ والا وکیل بن کر اس چیز کو مؤکل (صارف) کیلئے خریدے، نیز ایک صورت یہ بھی درست ہے کہ ویب سائٹ اپنے صارف کیساتھ اس کی مطلوبہ چیز کی بیع کا وعدہ کرے اور جب وہ چیز قبضہ میں آجائے تو صارف سے عقدِ بیع کرکے وہ چیز صارف کو ارسال کرے۔

7۔ویب سائٹ پر اشیاء بیچنے والے کو چاہیے کہ ادائیگی کے لیے کریڈٹ کارڈ کا آپشن دینے کے بجائے صرف ڈیبٹ کارڈ یا ڈیلیوری پر ادائیگی کا آپشن دے؛ کیوں کہ کریڈٹ کارڈ کا استعمال جائز نہیں، اگرچہ وقتِ مقررہ کے اندر ادائیگی کردی جائے اور سود دینے کی نوبت نہ آئے۔نیز اگر اس پروڈکٹ میں کوئی ایسا عیب ہو جس کا مشتری کو علم نہیں تھا تو پھر مشتری کو خیارِ عیب حاصل ہوگا، اگر وہ چاہے تو پوری قیمت پر اسے لے لے، اگر چاہے تو واپس کردے،

لیکن اسے یہ حق نہیں کہ وہ مبیع رکھ کر نقصان کی قیمت لے۔

المحیط البرھانی میں ہے:

يجب أن يعلم أن شراء مالم يره المشتري جائز عندنا، وصورة المسألة: أن يقول الرجل لغيره: بعت منك الثوب الذي في كمي هذا، والصفة كذا، أو الدرة التي في كفي وصفته كذا، أو لم يذكر الصفة، أو يقول: بعت منك هذه الجارية المتبقية.(المحيط البرهاني في الفقه النعماني (6/ 531)دار الكتب العلميه۔)

چھ سامان دکان دار کے پاس ہو اور کچھ بازار میں ہو تو بیع کا حکم؟

5: صورت مسئولہ جائز ہے:

خلاصہ بحث

(۱) بیع معدوم کے ابطال سے مقصود مسلمانوں کو آپسی دھوکہ دہی اور اس کے نتیجے میں ہونے والے نزاع سے بچانا ہے۔

(۲) بیع معدوم کی حرمت کے سلسلے میں تقریباً تمام فقہاء کا اتفاق ہے، ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہا اللہ کا اختلاف ہے۔ ویسے اس مسئلے کو بھی ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے تفردات میں شامل کیا جانا چاہیے۔

(۳) بیع معدوم کی احادیث سے مختلف قسمیں نکلتی ہیں۔ تفصیل مقالے میں دیکھی جائے۔

(۴) بیع معدوم اور عقد استصناع میں فرق ہے۔ بیع معدوم باطل اور عقد استصناع جائز ہے۔

(۵) قبضہ سے پہلے اوصاف وغیرہ بتا کر خرید وفروخت کے تحت تعامل ناس ہے اور انسانی ضرورت وحاجت، وغیرہ بھی اس کے جواز کا تقاضا کرتی ہے؛ اس لئے اس صورت کو کچھ شرطوں کی رعایت کے ساتھ جائز قرار دیا گیا ہے۔

(۶) شئے معدوم کو نوع، وصف اور جنس کے ذریعے منضبط کرنا استصناع کی ایک صورت ہے۔

(۷) عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ بیع معدوم کی جائز صورتوں میں (1): استیراد، (2): تصدیر کا معاملہ بھی داخل ہے۔

(۸) بیع معدوم کی چند رائج شکلوں میں:

(الف) فلیٹ کی خرید وفروخت کا معاملہ ہے۔ اس کی بنیاد فقہاء نے بیع تعاطی وغیرہ پر رکھی ہے اور میری رائے میں اس طرح کا معاملہ درست ہے۔

(ب) دوسری صورت بلڈر اور زمین مالک کے درمیان معاہدے کی ہے یہ صورت اصلاً بیع کی نہیں بلکہ معاہدہ

کی ہے اور یہ معاہدہ بیع میں آپسی رضامندی سے بدل جائے گا۔

(ج) کمپیوٹر اپلیکیشن اور سوفٹویئر پروگرام معنوی ہوتے ہیں اور چوں کہ اب ان کا بہت شیوع ہو چکا ہے لہٰذا حسابی ان کا اعتبار کرلیا گیا ہے۔ بنابریں ان کا حکم بھی مال متقوم کا ہوگا۔

بیع معدوم کی چند جدید صورتیں

ڈاکٹر محمد شاہ جہاں ندوی
جامعہ سید احمد شہیدؒ، ملیح آباد، لکھنؤ

تمہید:

اسلامی شریعت کے رو سے خرید وفروخت کے معاملات بالکل صاف وشفاف اور واضح ہونے چاہئے تا کہ فریقین کے درمیان کسی طرح کی باہمی نزاع پیدا ہونے کا ہر امکان ہی ختم ہو جائے۔ معاملات کی شفافیت صرف اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ شریعت کے طے کردہ اصول وضوابط اور قواعد کی مکمل رعایت کی جائے۔ شریعت کا ایک اساسی اصول یہ ہے کہ ''معدوم'' چیز کی بیع نہ کی جائے، کیونکہ جس چیز کا وجود ہی نہ ہو، وہ انسان کی ضمانت وگارنٹی سے خارج ہے، پھر ایسی چیز کو فروخت کرنا کیونکر روا ہوگا جو انسان کی ضمانت میں ہی نہیں ہے؟ نیز جو چیز ضمانت میں نہ ہو اس سے نفع حاصل کرنا کیسے جائز ہوگا؟

> الغرض 'بیع معدوم' شریعت کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے، نیز اس کی ممانعت نص میں بھی وارد ہے۔ اس لئے کسی حیثیت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ شریعت کی وارد گنجائش: ''سلم اور استصناع'' میں انسانی حاجت کی رعایت کی گئی ہے۔ لہٰذا قیامت تک ان ہی دونوں عقود کے شرائط کے ساتھ کسی ایسی صورت کی گنجائش ہوگی جو معدوم کے دائرہ میں آئے۔ ان دونوں عقود سے باہر کسی جدید صورت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

سوال نمبر (۱) کا جواب:

بیع معدوم کا مفہوم اور قسمیں:

''بیع معدوم'' وہ بیع ہے جس میں فروخت کی جانے والی چیز موجود ہی نہ ہو۔ ابھی اس کا وجود ہی نہیں ہوا ہو۔ خواہ حقیقتاً وجود نہ ہوا ہو یا عرفاً فقہاء نے بھی ''بیع معدوم'' کی یہی تعریف کی ہے کہ جو موجود نہ ہو ایسی چیز کو فروخت کر دینے کا نام ''بیع معدوم'' ہے۔ (دیکھئے: ابن نجیم، البحر الرائق، کتاب البیع ۵/ ۲۷۹)

''قواعد الفقہ'' میں ہے: العدم مایقابل الوجود۔

(برکتی، قواعد الفقہ، ص۔۱۵۱، کراچی)

(عدم وجود کے مقابل کو کہتے ہیں)

اس کا مطلب یہ ہے کہ معدوم وہ ہے جو موجود نہ ہو۔ لہٰذا ''بیع معدوم'' غیر موجود شئے کی خرید وفروخت کو کہیں گے۔ نیز جو چیز وجود وعدم کے درمیان دائر ہو، اس کے فروخت کرنے کو بھی ''بیع معدوم'' کہتے ہیں۔

''بیع معدوم'' کی قسمیں:

بیع معدوم کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) معدوم حقیقی: یہ وہ معدوم ہے جس کا سرے سے وجود نہ ہو۔ اس میں وہ ساری چیزیں آتی ہیں جن کا بالکلیہ وجود نہ ہو جیسے پھل، خربوز، تربوز وغیرہ کو وجود میں آنے سے پہلے بیچ دینا۔

(۲) معدوم عرفی: یہ وہ معدوم ہے جو کسی دوسری چیز کے ساتھ متصل ہونے کی وجہ سے وجود وعدم کے درمیان دائر ہو جیسے: تھن میں دودھ، ممکن ہے کہ موجود ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ بیماری وغیرہ کی وجہ سے پھُلا ہو۔ اسی طرح پیٹ کا جنین ممکن ہے کہ جنین موجود ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ بیماری کی وجہ سے پیٹ پھُلا ہوا ہو۔ ''درالحکام'' میں ہے:

المعدوم امّا ان یکون معدوما حقیقةً و معدوما عرفاً، و المعدوم عرفاً ھو المتصل التصالاً خلقیا بغیرہ، و بیع المعدوم سواء أ کان حقیقة أم عرفاً باطل)۔ (علی حیدر، درالحکام، شرح مجلة الأحکام ۱/۱۵۶ ۷)

''معدوم عرفی'' کو ''مالہ خطر العدم'' أ (جو وجود وعدم کے درمیان دائر ہو) اس سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

سوال نمبر (۲) کا جواب:

بیع معدوم کے سلسلہ فقہاء کی آراء، دلائل اور راجح مسلک

''بیع معدوم'' کے سلسلہ میں تقریباً تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ وہ باطل ہے۔ ''المجموع'' میں ہے:

''بیع المعدوم باطل بلاجماع: و نقل ابن المنذر وغیرہ اجماع المسلمین علی بطلان بیع الثمرة سنتین، و نحو ذلک''۔ (نووی شافعی، المجموع) ۹/۲۴۵، کتاب البیوع، باب ما نھی عنه من بیع الغرر وغیرہ)

(معدوم کی بیع بالاتفاق باطل ہے۔ ابن منذر وغیرہ نے دو سال کے لئے پھل کی بیع اور اس کی مانند دیگر چیزوں کی بیع کے باطل ہونے پر مسلمانوں کا اتفاق نقل کیا ہے۔)

ابن تیمیہ اور ابن القیمؒ کی رائے:

میرے علم کے مطابق سب سے پہلے جس نے اس اتفاق سے ہٹ کر بات کہی وہ ابن تیمیہؒ ہیں، انہوں نے ''بیع معدوم'' کو جائز قرار دیا۔ بعد میں ان کے شاگرد رشید ابن القیمؒ نے بھی ان کی متابعت کی۔

دلیل:

ان کی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ شارع نے ''بیع معدوم'' سے نہیں بلکہ ''بیع غرر'' سے منع فرمایا ہے۔ ''بیع معدوم'' اور ''بیع غرر'' میں نمایاں فرق ہے۔ ''بیع معدوم'' کو لغت یا عرف یا شریعت کے اعتبار سے ''بیع غرر'' نہیں کیا جا سکتا ہے۔ (دیکھئے: ابن القیم، اعلام الموقعین ۱/ ۳۱۲)

مناقشہ:

''غرر'' ایسی چیز کو کہتے ہیں جس کا انجام معلوم نہ ہو کہ وہ وجود میں آئے گی بھی یا نہیں۔ (دیکھئے: جرجانی، التعریفات ص: ۲۰۸)

جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی چیز کو فروخت کرنے سے منع فرمایا جو وجود وعدم کے درمیان دائر ہو، تو پھر ایسی چیز کی فروختگی بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگی جو موجود نہ ہو۔

اس کے جواب میں یہ کہنا کہ ممانعت کی علت یہ ہے کہ ایسی چیز کو فروخت کیا جا رہا ہے، جس کے حوالہ کرنے کی قدرت اسے نہیں ہے۔

ہم کہیں گے کہ یہی علت ''بیع معدوم'' کی صورت میں بھی پائی جاتی ہے، کیونکہ جب فروخت کردہ چیز کا وجود ہی نہیں ہے تو پھر اس کو حوالہ کرنے کی قدرت کیونکر ہوگی؟

اس پر یہ کہنا کہ حوالگی عقد کے بعد بھی ہو سکتی ہے، فوراً ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔

ہم کہیں گے کہ فروخت کردہ شئے مقدور التسلیم ہونا چاہئے۔ یہ تب ہی ممکن ہے جبکہ اس شئے کا وجود ہو، جو چیز موجود ہی نہ ہو، اس کی حوالگی قدرت میں بالکل نہیں ہے۔

ترجیح:

جمہور اہل علم وفقہ کی رائے راجح ہے۔ ابن تیمیہؒ اور ابن القیمؒ کی دلیل مضبوط نہیں ہے۔

جمہور کی رائے راجح ہونے کے ادلہ:

''بیع معدوم'' کے باطل ہونے کے ادلہ انتہائی قوی اور مستحکم ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''بیع غرر'' سے منع فرمایا ہے۔ (دیکھئے: مسلم، کتاب البیوع، باب بطلان بیع الحصاۃ والبیع الذی فیہ غرر، حدیث نمبر ۱۵۱۳، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر ۳۳۷۶، بہ روایت: ابو ہریرہؓ)

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ ''غرر'' اس شئے کو کہتے ہیں جو وجود وعدم کے درمیان دائر ہو۔ جب ایسی شئے کی

خرید وفروخت کے درمیان دائر ہو جب ایسی شئے کی خرید وفروخت ممنوع ہے تو پھر جس چیز کا سرے سے وجود ہی نہ ہو، اس کی خرید وفروخت بدرجہ اولی ممنوع ہوگی۔ جس وصف کی بنیاد پر ''بیع غرر'' کو ممنوع قرار دیا گیا ہے، وہ وصف ''بیع معدوم'' میں بدرجہ اولی موجود ہے۔

(۲) رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیر مملوک شئے کو فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت حکیم بن حزامؓ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں، میں نے نبی اکرمؐ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کوئی شخص میرے پاس آ کر بیع کا معاملہ کرنا چاہتا ہے، حالانکہ وہ چیز میری ملکیت میں نہیں ہوتی ہے۔ کیا میں اسے فروخت کر کے اس کے لئے بازار سے خرید لوں؟ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لاتبع مالیس عندک''

(سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی الرجل یبیع مالیس عندہ، حدیث نمبر ۲۵۰۳، سنن ترمذی، حدیث نمبر ۱۲۳۲، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے)

یہ حدیث واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ غیر مملوکہ چیز کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے، جبکہ یہ بات بالکل عیاں ہے کہ عقد کے وقت جو چیز معدوم ہے، اس کا وجود ہی نہیں ہے، وہ اس کی ملکیت میں نہیں ہے، پھر معدوم کی بیع کیونکر درست ہوگی؟

(۳) عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

''ولا ربح مالم تضمن''

(سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی الرجل ''بیع مالیس عندہ، حدیث نمبر ۳۵۰۴، مسند احمد، حدیث نمبر ۶۶۲۸، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو چیز ابھی انسان کی ضمانت میں نہ آئی ہو اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ اب جو چیز معدوم ہے وہ انسان کی ضمانت میں کیونکر ہو سکتی ہے، پھر اسے بیچ کر نفع حاصل کرنا کیونکر جائز ہوگا؟

(۴) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منقول چیز کو قبضہ میں لینے سے پہلے فروخت کرنے سے منع فرمایا۔

''من ابتاع طعاما فلا یبعہ حتی یقبضہ''

(صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب بیع الطعام قبل أن یقبض، حدیث نمبر ۲۱۳۶، صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض، حدیث نمبر ۱۵۲۶)

ممانعت کی جو علت ہے وہ بیع معدوم کی صورت میں بھی موجود ہے کہ فروخت کردہ چیز وجود میں ہی نہ آئے، تو

پھر معدوم کی بیع کیونکر جائز ہوگی؟

(۵) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درخت کا پھل دو تین سال کے لئے فروخت کرنے سے منع فرمایا۔

"نهى عن المعاومة"

(سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی بیع السنین، حدیث نمبر ۳۳۷۵، مسند احمد، حدیث نمبر ۱۴۳۲۰، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے)۔ (درخت کے پھل کو دو تین یا زائد سال کے لئے فروخت کرنے سے منع فرمایا)

یہ حدیث صراحتاً اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ پھل وغیرہ کو وجود میں آنے سے پہلے فروخت کر دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ وجود میں آنے سے پہلے وہ چیز نہ مملوک ہے، نہ مقدور التسلیم ہے۔ یہ علت ہر "معدوم" کی بیع میں موجود ہے، لہٰذا ہر معدوم شئے کی بیع ناجائز ہے۔ ان دلائل کے پیش نظر جمہور کی رائے راجح ہے۔ یہ عقل عام کے خلاف ہے کہ معدوم اور معدوم میں فرق کیا جائے کہ کچھ معدوم کو جائز قرار دیا جائے اور کچھ معدوم کو ناجائز قرار دیا جائے۔ شریعت باہم مماثل چیز میں تفریق نہیں کرتی ہے۔ یہ شریعت کا وہ امتیاز ہے جو ہر ایک پر عیاں ہے۔

سوال نمبر (۳) کا جواب:

بیع معدوم سے ممانعت کی علت اور حکمت

بیع معدوم سے ممانعت کی علت اور حکمت درج ذیل ہے:

۱۔ مبیع کا موجود نہ ہونا

۲۔ غرر کا پایا جانا

۳۔ مملوک نہ ہونا

۴۔ مقدور التسلیم نہ ہونا

۵۔ قبضہ میں نہ ہونا

۶۔ معلوم نہ ہونا

۷۔ قابل ضمانت نہ ہونا (دیکھئے: الموسوعۃ الفقھیۃ، ۹ ظ ۱۴۶)

"المبسوط" میں ہے:

لأنه بيع المعدوم، و بيع ما هو موجود غير مملوك للعاقد باطل فبيع المعدوم أولى بالبطلان"

(سرخسی، المبسوط، کتاب البیوع، باب السلم ۱۲/۱۰۷)۔

اس سے معلوم ہوا کہ موجود علت ہے۔

سوال نمبر (۴) کا جواب:

بیع معدوم کا عقد استصناع پر قیاس

''بیع معدوم'' کو عقد استصناع پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ خود خلاف قیاس ہے اور خلاف قیاس چیز پر قیاس کرنا جائز نہیں ہے۔

سوال نمبر (۵) کا جواب:

مبیع کے وجود میں آنے یا اس پر قبضہ ہونے سے پہلے اس کے اوصاف بتا کر خرید و فروخت کا حکم

مبیع کے وجود میں آنے یا اس پر قبضہ ہونے سے پہلے محض اس کے اوصاف بتا کر خرید و فروخت جائز نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت حکیم بن حزامؓ سے مروی صریح حدیث گزر چکی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملکیت میں آنے سے پہلے اس نیت پر فروخت کر دینے سے منع فرمایا کہ بازار سے خرید کر حوالہ کر دوں گا۔ (دیکھئے: سنن ابی داؤد، حدیث نمبر ۳۵۰۳)۔

نیز صحیح مسلم کی یہ روایت بھی گزر چکی ہے کہ ''جو غلہ خرید لے وہ اس پر قبضہ کرنے سے پہلے نہ فروخت کرے''۔ (دیکھئے: صحیح مسلم، حدیث نمبر ۱۵۲۹)۔

کسی معدوم کی بیع اسی صورت میں صحیح ہوگی، جبکہ اس میں استصناع کے شرائط پائے جائیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ جو چیز تیار کرائی جائے، اس کی جنس بیان کر دی جائے۔

۲۔ جو چیز تیار کرائی جائے، اس کی نوع بیان کر دی جائے۔

۳۔ اس کی مقدار بیان کر دی جائے۔

۴۔ اس کے اوصاف متعین کر دیئے جائیں۔

۵۔ اس چیز کو تیار کرانے کا لوگوں کے درمیان رواج ہو۔

۶۔ صاحبین کے قول کے مطابق مدت کی تعیین کر لی جائے تاکہ اس مدت میں جلد سے جلد وہ چیز تیار کر لی جائے۔ (کاسانی، بدائع الصنائع ۵/ ۳، بیروت، دار الکتاب العربی، ۱۹۸۲ء)

۷۔ کام اور مٹیریل کاریگر کی طرف سے ہو۔

۸۔ استصناع میں پیشگی رقم دینا لازم نہیں ہے۔ (علی حیدر، درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام ۱/ ۳۵۸، بیروت، العلمیہ)

سوال نمبر (۶) کا جواب:

مبیع کے وجود میں آنے یا اس پر قبضہ ہونے سے پہلے اس کی مسلسل کئی بیع کا شرعی حکم

مبیع کے وجود میں آنے یا اس پر قبضہ ہونے سے پہلے اس کی مسلسل کئی بیع کہ ایک تاجر دوسرے تاجر سے، اور دوسرا تیسرے سے بیع کردے اور یہ سلسلہ چلتا رہے، شرعاً ناجائز ہے کہ جب تک فروخت کردہ چیز پر آدمی کا قبضہ نہ ہو جائے وہ اس کی ضمانت میں نہیں آتی ہے، اور جب تک کوئی چیز کسی کی ضمانت میں نہ ہو، اس سے نفع حاصل کرنا ہی جائز نہیں ہے۔ (دیکھئے: سنن ابی دا۔د، حدیث نمبر ۳۵۰۴، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے)

حتی کہ اس طرح کی بیع ابن تیمیہؒ کے نزدیک بھی ناجائز ہے کہ یہ میسر اور قمار و جوار سے ہے جو کہ باطل طریقہ سے مال کھانا ہے۔

اگر کوئی چیز ''استصناع'' کے طور پر تیار کرائی جائے اور ''استصناع'' کے شرائط کی رعایت کی جائے پھر بھی جب تک خریدار کا سامان تیار ہونے کے بعد اس کی ملکیت متعین نہ ہو جائے اور منقول چیز میں اس کا قبضہ نہ ہو جائے، اس وقت تک دوسرے سے فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

سوال نمبر (۷) کا جواب:

شئے معدوم کو وصف، جنس اور نوع وغیرہ بیان کر کے منضبط کرنے کے سلسلہ میں شرعی حکم

''بیع معدوم'' اصولی اعتبار سے باطل ہے جو مبیع ابھی وجود میں نہیں آئی، آدمی اس کا مالک ہی نہیں ہے تو پھر غیر مملوک چیز کو کیونکر فروخت کرسکتا ہے۔ کسی چیز کی خرید و فروخت کے لئے شرعی اعتبار سے دو چیزیں لازم ہیں:

(۱) شریعت کے مطابق ہو (۲) باہمی رضامندی سے ہو

صرف باہمی رضامندی کافی نہیں ہے کہ فریقین میں نزاع کا اندیشہ ختم ہو جائے تو خرید و فروخت جائز ہو جائے۔ جب صحیح اور صریح حدیث میں غیر مملوک چیز کو فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے، حالانکہ حکیم بن حزامؓ کے خریدار اور ان کے درمیان باہمی رضامندی پائی جاتی تھی، نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ خریدار اوصاف کا تعین کر دیتا ہوگا، اس کے باوجود نبی کریمؐ نے غیر مملوک کو فروخت کر کے بازار سے خرید کر حوالہ کرنے سے منع فرمایا۔ اس نص صریح کے ہونے کے باوجود ''معدوم'' کی بیع کیونکر درست ہوسکتی ہے؟ کیا یہ باطل طریقہ سے مال کھانے میں داخل نہیں ہے جس سے قرآن کریم نے منع کیا ہے۔

حیرت ہوتی ہے کہ امام ابن تیمیہؒ اور علامہ ابن القیمؒ نے مقدار اور اوصاف کے تعین کے ساتھ ''معدوم'' کی بیع

کو جائز کیوں کر قرار دیا۔

سوال نمبر (۸) کا جواب:

عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ کیا ''معدوم'' کی کوئی صورت جائز ہے؟

''عقد سلم'' اور ''عقد استصناع'' کے علاوہ ''معدوم کی بیع'' کی کوئی صورت جائز نہیں ہے۔

بعض فقہاء نے اس کی جو چند صورتیں ذکر کی ہیں، وہ دراصل ''بیع معدوم'' میں داخل نہیں ہیں۔ مثلاً:

(۱) ''بیع استجرار'': یہ وہ بیع ہے جس میں بائع اور مشتری کے درمیان بھاؤ تاؤ نہیں ہوتا ہے، بلکہ روزمرہ کی ضروریات دوکاندار سے روزانہ حاصل کی جاتی ہے، وہ روزانہ کی جو قیمت ہوتی ہے اس کے حساب سے قیمت اپنے رجسٹر میں درج کر لیتا ہے، مہینہ مکمل ہونے پر خریدار ٹوٹل قیمت ادا کر دیتا ہے۔

یہ حقیقت میں معدوم کی بیع نہیں ہے: کیونکہ پہلے ہی دن ماہ بھر کی ضروریات کی بیع نہیں ہوتی ہے، بلکہ یہ روزانہ ''بیع بالتعاطی'' ہوتی ہے۔ چونکہ ثمن بھی معلوم ہے کہ جو روز کی قیمت ہے وہ ادا کی جائے گی، اس لئے یہ بیع درست ہے اور یہ معدوم کی بیع میں داخل نہیں ہے۔

(۲) دین کو خود مدین سے فروخت کر دینا: کسی کے ذمہ کسی شخص کا چالیس کلو چاول ہو اور وہ اسے اس سے ہزار روپے میں مثلاً فروخت کر دے اور ثمن پر اسی مجلس میں قبضہ کر لے تو یہ جائز ہے، حالانکہ مبیع معدوم ہے۔

جواب: یہ بھی درحقیقت معدوم کی بیع نہیں ہے: کیونکہ جب وہ چیز خریدار کے ذمہ میں ہی ہے تو گویا حکماً وہ چیز موجود ہے، لہذا یہ معدوم نہیں بلکہ حکماً موجود چیز کی بیع ہے۔

(۳) کسی شخص کو کسی ادارہ میں دو روٹی ملتی ہو اور وہ روٹی کے ذمہ دار سے روٹی قبضہ میں لینے سے پہلے ہی فروخت کر دے تو یہ جائز ہے، حالانکہ جب اس نے قبضہ نہیں کیا تو روٹی معدوم ہے۔

(دیکھئے: ابن نجیم، البحر الرائق ۵/ ۲۸۰۔ الدر المختار، کتاب البیوع ۴/ ۵۱۷)۔ ابن عابدین، رد المختار ۴/ ۵۱۷)

جواب: جب لازمی طور پر دو روٹی کا استحقاق ہے، اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی ہے اور روز روٹی کا بننا بھی یقینی ہے تو یہ موجود شئے کی بیع ہے، معدوم کی بیع نہیں ہے۔

سوال نمبر (۹) کا جواب:

موجودہ دور میں حقیقتاً یا ظاہراً معدوم کی بیع کی چند شکلیں: شرعی نقطۂ نظر

(الف) نقشہ کی بنیاد پر مکان کی خرید و فروخت موجودہ دور میں مکان وغیرہ بھی آرڈر دے کر بنوانے کا رواج

ہے۔لہٰذا استصناع کی تمام شرطوں کی رعایت کرتے ہوئے نقشہ کی بنیاد پر مکان کی خرید وفروخت جائز ہے۔لیکن اگر استصناع کی تمام شرطوں کی پابندی نہیں کی گئی تو پھر نقشہ کی بنیاد پر مکان کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔(استصناع) کے شرائط گزشتہ سطور میں گزر چکے ہیں لہٰذا دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

نقشہ کی بنیاد پر مکان کی خرید وفروخت میں جب استصناع کی شرطوں کی رعایت کی جائے تو یہ بھی ضروری ہے کہ عقد کے وقت ''شرط جزائی'' بھی طے کر لی جائے۔یعنی مثال کے طور پر کمپنی دس سال میں اگر مکان تیار کر کے نہیں دیتی ہے تو خریدار جس کرایہ کے مکان میں رہتا ہے اس کا کرایہ کمپنی مالک مکان کو دے گی یا اگر کمپنی وقت پر مکان تیار نہ کر پائے تو اسے کوئی ایسی مناسب زمین فراہم کرے گی، جسے بیچ کر خریدار اپنے لوٹائے ہوئے ثمن کے ساتھ مناسب جگہ میں مکان تیار کر سکے۔یہ شرط عائد کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ نقشہ کی بنیاد پر مکان کی خرید وفروخت میں بڑا فراڈ چلتا ہے، بسا اوقات معاملہ عدالت تک پہنچتا ہے۔ عدالت مناسب معاوضہ طے کرتی ہے۔

الغرض نقشہ کی بنیاد پر مکان کی خرید وفروخت میں اگر استصناع کے شرائط اور احکام کی رعایت کی گئی تو وہ جائز ہے، ورنہ جائز نہیں ہے۔خواہ بلڈرس کے پاس عقد کے وقت زمین ہو یا نہ ہو کہ ''عقد استصناع'' میں مٹیریل فراہم کرنا کاریگر کی ذمہ داری ہے۔

(ب) کسی کی زمین پر بلڈر کا فلیٹ بنا کر اسے چند فلیٹ یا اس کی قیمت ادا کرنے اور باقی بلڈر کا ہو جانے کے سلسلہ میں شرعی حکم

یہ صورت جائز ہے کہ مالک زمین اور بلڈر کے درمیان عقد کے وقت معاہدہ ہو جائے کہ اس زمین پر بلڈر مکان بنائے گا اور متعینہ تعداد میں مالک زمین کو فلیٹ دے گا۔اس صورت میں مالک زمین متعینہ فلیٹ کے بدلہ اپنی زمین بلڈر سے فروخت کر دیتا ہے۔سامان کے بدلہ بھی کسی چیز کو فروخت کر دینا جائز ہے۔البتہ ثمن معدوم و متعین ہونا چاہئے۔ثمن میں تردید نہیں ہونی چاہئے۔متعین طور پر ایک چیز کو ہی ثمن متعین کرنا ضروری ہے۔

لہٰذا اس طرح ثمن متعین کرنا درست نہیں ہے کہ مالک کو چند فلیٹ یا اس کی قیمت دی جائے گی۔عقد کے وقت متعینہ تعداد میں فلیٹ کا ثمن کے طور پر ذکر کیا جائے یا صرف روپے کا ذکر کیا جائے۔بعد میں فریقین باہمی رضامندی سے فلیٹ کی قیمت دے لے سکتے ہیں۔نیز روپے کی صورت میں فلیٹ دے لے سکتے ہیں۔الغرض ثمن معلوم و متعین ہونا چاہئے۔اس کی مقدار اور اوصاف بیان کر دیئے جائیں۔متعینہ طور پر ذمہ میں واجب ہونے والے فلیٹ کے اوصاف بیان کئے جائیں، یعنی زمین کی فروختگی ذمہ میں واجب ہونے والے متعین فلیٹ کے بدلہ ہو۔اس زمین میں بننے والے فلیٹ کے بدلہ نہ ہو، تاکہ معدوم کو ثمن بنانا لازم نہ آئے۔

(ج) کمپیوٹر ایپلیکیشن اور سافٹ ویئر پروگراموں کی آن لائن خرید وفروخت کا شرعی حکم

ہماری دنیا اس وقت ڈیجیٹل دنیا ہے۔ جیسے: بہت سی چیزوں کا مادّی ومحسوس وجود ہوتا ہے، اسی طرح موجودہ دور میں بہت سی اشیاء کا غیر مادّی اور غیر حسی وجود ہے۔ چونکہ کمپیوٹر ایپلیکیشن اور سافٹ ویئر پروگرام کا غیر مادی اور غیر حسی وجود ہے، دنیا کے بہت سے کاروبار اس کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ سافٹ ویئر پروگراموں کے ذریعہ ریلوے اور ہوائی ٹکٹ بنتے ہیں، نیز دنیا کے بہت سے کام ہوتے ہیں، لہٰذا ان کا وجود ہے، گو غیر حسی وجود ہے۔ اس لئے ''کمپیوٹر ایپلیکیشن اور سافٹ ویئر پروگرام'' بھی اشیاء میں داخل ہیں۔ وہ مال متقوم بھی ہیں۔ مال اس وجہ سے ہے کہ طبیعت اس کی طرف مائل ہے اور شریعت ایسی چیزوں کے استعمال سے منع بھی نہیں کرتی ہے، لہٰذا مال متقوم بھی ہیں۔ اس لئے ''کمپیوٹر ایپلیکیشن اور سافٹ ویئر پروگراموں کی آن لائن خرید وفروخت جائز ہے۔ ان پر بیع معدوم کا اطلاق نہیں ہو سکتا ہے۔ البتہ درج ذیل شرائط کی پابندی ضروری ہے:

(۱) ان کا ڈیجیٹل طور پر تعین ہو جائے۔

(۲) اس سلسلہ میں ہر طرح کے فراڈ سے احتراز کیا جائے۔

(۳) ان کا ڈیجیٹل قبضہ ہو جائے۔

(۴) بیع کی دیگر شرطوں کی ڈیجیٹل طور پر پابندی کی جائے۔

(د) موجود اور متوقع پھلوں کی خرید وفروخت کا شرعی حکم

فی الوقت جتنے پھل موجود ہیں اور جتنے پھل متوقع ہیں، دونوں کی بیع شرعاً جائز ہے۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) اصولی طور پر معدوم کی بیع جائز نہیں ہے، لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ معدوم کی اصالۃً بیع ہو رہی ہو۔ لیکن اگر تبعاً اس کی بیع ہو رہی ہو اور انسانی حاجت بھی ہو جیسے: ککڑی، کھیرا اور بیگن وغیرہ، کہ اس کے سارے پھل یکبارگی نہیں آتے ہیں، لہٰذا موجود کو اصل قرار دے کر متوقع پھل کی بیع بھی جائز ہے۔ فقہی قاعدہ ہے: ''کم من شئ یثبت تبعا، لا قصداً'' (ابن ہمام، فتح القدیر ۲/ ۲۳۰) (بہت سی چیزیں تبعاً ثابت ہو جاتی ہیں، قصداً ثابت نہیں ہوتی ہیں)

جیسا کہ اشیاء منقولہ کا وقف اصالۃً درست نہیں ہے لیکن تبعاً وضمناً درست ہے۔ اسی طرح معدوم کی اصالتاً بیع درست نہیں ہے لیکن متوقع پھل کو موجود پھل کے تابع قرار دے کر اس کی بیع تبعاً وضمناً درست ہوگی۔

(۲) بعض محققین فقہاء اس کے جواز کے قائل ہیں۔ امام محمد بن الفضل فرماتے ہیں:

''أجعل الموجد أصلاً في العقد، و مایحدث بعد ذالک تبعاً، قال: أستحسن فیه لتعامل الناس، فانهم تعاملوا بیع ثمار الکرم بهذه الصفة، و لهم فی ذالک عادة ظاهرة، و فی نزع الناس عن عادتهم حرج

بین"۔(سرخسی، المبسوط ۱۳/۱۶۸)

بعض نے یہ قید لگائی ہے:

"یجوز اذا کان الخارج أکثر" (زیلعی، تبیین الحقائق ۴/۱۲)

(ہ) دوکاندار سامان کا انتظام کر کے خریدار کو پہنچائے: شرعی حکم

بھاؤ تاؤ کے طور پر ایسا کر سکتا ہے یعنی ابھی صرف وعدہ ہو، بیع نہ کی جائے۔ جب سامان دوکاندار کی ملکیت میں آجائے، اس کی موجودہ قیمت بتا کر خریدار سے فروخت کر دے۔ سامان ملکیت اور ضمانت میں آنے سے پہلے اسے فروخت کر دینا جائز نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح اور صریح حدیث ہے کہ بازار سے خرید کر حوالہ کرنے کی نیت سے غیر مملوکہ چیز کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر ۳۵۰۳)

خلاصۂ بحث:

(۱) جو چیز حقیقتاً یا عُرفاً موجود نہ ہو اسے فروخت کر دینے کا نام "بیع معدوم" ہے۔

بیع معدوم کی بنیادی دو قسمیں ہیں:

(الف) معدوم حقیقی کی بیع

(ب) معدوم عرفی کی بیع

(۲) "بیع معدوم" کے سلسلہ میں تقریباً تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ وہ باطل ہے۔

البتہ امام ابن تیمیہؒ اور علامہ ابن القیمؒ کے نزدیک "معدوم" کی مقدار اور اوصاف بیان کر دیئے جائیں تو معدوم کی بیع جائز ہے۔ جمہور اہل علم وفقہ کی رائے راجح ہے۔

(۳) بیع معدوم سے ممانعت کی علت اور حکمت درج ذیل ہے:

(الف) مبیع کا موجود نہ ہونا۔ (ب) غرر کا پایا جانا

(ج) مملوک نہ ہونا (د) مقدور التسلیم نہ ہونا

(ہ) قبضہ میں نہ ہونا (و) معلوم نہ ہونا

(ز) ضمانت میں نہ ہونا

(۴) "بیع معدوم" کو عقد استصناع پر قیاس نہیں کر سکتے ہیں۔

(۵) مبیع کے وجود میں آنے یا اس پر قبضہ ہونے سے پہلے محض اس کے اوصاف بتا کر خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔

(۶) مبیع کے وجود میں آنے یا اس پر قبضہ ہونے سے پہلے اس کی مسلسل کئی بیع جائز نہیں ہے۔

(۷) معدوم کو وصف، جنس اور نوع وغیرہ بیان کر کے منضبط کرنا، پھر اسے فروخت کر دینا جائز نہیں ہے۔

(۸) عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ ''معدوم کی بیع'' کی کوئی صورت جائز نہیں ہے۔

(۹) (الف) استصناع کے شرائط کی رعایت کے ساتھ نقشہ کی بنیاد پر مکان کی خرید وفروخت جائز ہے۔

(ب) مالک زمین اور بلڈر کا اس طرح معاہدہ کرنا جائز ہے کہ متعینہ تعداد میں بلڈر اسے فلیٹ فراہم کرے گا۔ البتہ ثمن میں تردید نہیں ہونی چاہئے۔ نیز ذمہ میں واجب ہونے والے فلیٹ کے اوصاف بیان کئے جائیں۔ اس زمین میں بننے والے فلیٹ کے بدلہ فروختگی نہ ہوتا کہ معدوم کو ثمن بنانا لازم نہ آجائے۔

(ج) کمپیوٹر ایپلیکیشن اور سافٹ ویئر پروگراموں کی آن لائن خرید وفروخت جائز ہے۔

البتہ درج ذیل شرائط کی پابندی لازم ہے:

(۱) ان کا ڈیجیٹل طور پر تعین ہوجائے۔

(۲) ہر طرح کے فراڈ سے اجتناب کیا جائے۔

(۳) ان پر ڈیجیٹل طور پر قبضہ ہوجائے۔

(۴) ڈیجیٹل طور پر بیع کی دیگر شرطوں کی پابندی کی جائے۔

(د) فی الوقت جتنے پھل موجود ہیں اور جتنے پھل متوقع ہیں، دونوں کی بیع شرعاً جائز ہے۔

(ہ) سامان پر ملکیت سے پہلے اسے فروخت کر دینا جائز نہیں ہے۔ البتہ وعدہ کے طور پر ایسا کیا جاسکتا ہے کہ مطلوبہ سامان کی قیمت لے لے، بعد میں خریدنے کے بعد باضابطہ بیع ہو۔

بیع معدوم کی چند جدید صورتیں

مفتی فیاض احمد محمود برمارے حسینی
جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور

جواب نمبر: (۱) معدوم کا مفہوم:

معدوم کے لغوی معنی غیر موجود کے ہیں اور اصطلاح میں موجود کے مقابل چیز کو معدوم کہا جاتا ہے۔

المعدوم لغة: المفقود، يقال: عدمته عدما من باب تعب: فقدته، والاسم: العدم ـــــ وفي الاصطلاح، قال البركتي: العدم مايقابل الوجود. (الموسوعة الفقهية: 30,29/201)

فقہاء کے نزدیک کسی چیز کے وجود میں آنے سے پہلے کی ہوئی بیع کو بیع معدوم کہتے ہیں۔ اسی طرح باوجود مبیع کے موجود ہونے کے صرف مبیع میں جہالت اور جنس، صفت اور نوع کی عدم تعیین کی وجہ سے یہ مبیع حکما معدوم کے حکم میں ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے معدوم کی دو قسمیں ہوتی ہیں، اور دونوں کا حکم بھی تقریبا یکساں ہی ہے البتہ بعض استثنائی صورتیں بھی ہیں۔

معدوم کی اقسام:

معدوم حقیقی وعرفی: جس کی کوئی شکل یا وجود ظاہر نہ ہو پھلوں کی بیع پھل پیدا ہونے سے پہلے کرنا جیسا کہ دو یا تین سال کے لئے باغ فروخت کرنا چونکہ یہاں اصل بیع پھلوں کی ہو رہی ہے جو کہ ابھی موجود نہیں ہے، اسی طرح بکری یا کسی جانور کے بچے کی بیع کرنا جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوا، اسی طرح جو سینے میں دودھ موجود ہوتا ہے اس کی بیع یا اس طرح کی چیزیں بھی معدوم کے حکم میں داخل ہیں۔

إما المعدوم، كحبل الحبلة، وبيع السنين." (مجموع الفتاوى لابن تيميه 29/15) "بيع المعدوم كالثمرة التي لم تخلق." (المجموع مع المهذب ۲۹۱/۱۰) "بيع المَعْدُومِ، بِأَنْ يَقُولَ: بِعتُك ثَمَرَةَ نَخْلى التي سَتَخْرِجُ عاما، أو اعواما." (البيان 5/58) "فلا يجوز بيع ما هو معدوم كبيع ما ستثمره أشجاره، وما ستحمل به أغنامه. وكذلك ما كان في حكم المعدوم كبيع ما تحمله الأغنام ونحوها، أو مافي الضرع من اللبن ونحوه." (الفقه المنهجي ۱۷/۳)

معدوم حکمی: جس کی کوئی شکل یا وجود ظاہر ہے یا جو مجلس عقد سے غائب ہو اور غیر معین ہو یا معین ہو لیکن اس کی جنس ،نوع ومقدار مجہول ہو، جیسا کہ بائع مطلق کہے میں نے تجھ سے غلام کی بیع کی ، یا اس سامان کی بیع کی جو میرے گھر میں ہے، بائع کہے میں تجھ سے ایسے سامان کی بیع کرتا ہوں جو ابھی میری دکان میں نہیں ہے بلکہ مارکیٹ میں ہے۔

جواب نمبر (۲)

بیع معدوم کا حکم:

تمام فقہاء کے نزدیک بیع معدوم جائز نہیں ہے، بلکہ اس کے باطل ہونے پر اجماع ہے، چاہے مبیع حقیقتا معدوم ہو یا حکما معدوم ہو۔اس لئے کہ بیع معدوم غرر اور دھوکہ پر مبنی ہے۔

دلائل اصلیہ:

(۱) حکیم بن حزامؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اللہ کے رسول: ایک آدمی آتا ہے اور مجھ سے اس چیز کی بیع کرنا چاہتا ہے جو میرے پاس موجود نہیں ہوتی، تو کیا میں اس سے سودا کرلوں، اور بازار سے لاکر اسے وہ چیز دے دوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو چیز تمہارے پاس موجود نہ ہو اسے فروخت مت کرو (سنن ابوداؤد: 3503)

(۲) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیع المعاومہ (کئی سالوں کے لئے درخت کے پھل کی بیع کرنا) سے منع فرمایا۔(مسلم: ۱۵۳۶)

(۳) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اونٹ کے گوشت کی بیع ''حبل الحبلہ''، یعنی اونٹنی مادہ بچہ جنے پھر پیدا ہونے والا بچہ حاملہ ہو تو اس کے یا اس کے گوشت کے بدلہ کرتے تھے تو آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔(مسلم: ۳۸۱۰)

(۴) حضرت ابوہریرۃ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایسی بیع سے منع فرمایا جس میں غرر اور دھوکہ ہو۔(سنن ابن ماجہ: ۲۱۹۴)

دلائل نقلیہ:

(۱) فلا يصح بيع المعدوم، وذلك باتفاق الفقهاء .....ومن أمثلة بيع المعدوم بيع الثمرة قبل أن تخلق، وبيع المضامين وهي ما سيوجد من ماء الفحل، وبيع الملاقيح وهي ما في البطون من الأجنة. (الموسوعة الفقهية ۱٤/۹)

(۲) فلا يجوز بيع أغنامه، وكذلك ما كان في حكم المعدوم كبيع ما تحمله الأغنام ونحوها، أو ما هو معدوم كبيع ما ستثمره أشجاره، وما ستحمل به ما في الضرع من اللبن ونحوه...ودليل ذلك: أن

النبي ﷺ نهى عن بيع ما ليس عند الإنسان، فقد روى أصحاب السنن عن حكيم بن حزام.. فقال: لا تبع ما لَيسَ عندك. (الفقه المنهجي ۱۷/۳)

جواب نمبر (۳)

بیع معدوم کے عدم جواز کی علت:

احادیث کی روشنی میں مذاہب اربعہ کے نزدیک بیع معدوم کے عدم جواز کی بنیادی و مجموعی علت اور وجہ غرر، دھوکہ، اور مبیع پر عدم قدرت ہے، نیز مبیع کے سلسلہ میں جہالت اور عدم معرفت ہے۔

دلائل:

(۱) وأما حديث النهي عن بيع ما ليس عند الإنسان فالسبب فيه: هو الغرر لعدم القدرة على التسليم، لأنه معدوم. (الفقه الاسلامي و ادلته: ۱۷۵/۴)

(۲) ان يكون المبيع موجوداً عند العقد: فلا يجوز بيع ما هو معدوم، كبيع ما ستثمره أشجاره. ودليل ذلك: أن النبي ﷺ نهى عن بيع ما ليس عند الإنسان، ... فإن في هذا النوع من البيع غرراً، لأنه على خطر الوجود وعدمه، ولما فيه من الجهالة، وقد نهى رسول الله عن بيع الغرر. (الفقه المنهجي ۱۷/۳)

جواب نمبر (۴)

بیع معدوم کو عقد استصناع پر قیاس کرنا

حضرات احناف کے علاوہ ائمہ ثلاثہ کے یہاں چوں کہ عقد استصناع استقلالا جائز نہیں ہے، بلکہ بیع سلم یا عقد اجارہ پر قیاس کرتے ہوئے جائز ہے۔ لہذا بیع سلم اور عقد اجارہ تو مطلقا جائز ہے، اور عقد استصناع ضمنا جائز ہے، اس لئے بیع معدوم کی کسی قسم کو عقد استصناع پر قیاس کرنا درست نہیں ہوگا، ہاں اگر سلم کے شرائط پائے جائیں تو اسے بیع سلم پر قیاس کرتے ہوئے جائز قرار دیا جاسکتا ہے، البتہ احناف کے نزدیک چند شرائط کے ساتھ عقد استصناع اصلا واستقلالا جائز ہے، لہذا کسی بھی بیع معدوم میں عقد استصناع کے متعین کردہ شرائط پائی جائیں تو ایسے بیع معدوم کو عقد استصناع پر قیاس کرنا درست ہوگا، متاخرین شوافع بھی عقد استصناع کے سلسلہ میں احناف کے اس فتوی پر عمل کرتے ہوئے لوگوں کی سہولت کی خاطر اس قسم کے تعامل کو جائز قرار دیتے ہیں، اس اعتبار سے بیع معدوم کی کسی شکل کو عقد استصناع کے شرائط کے ساتھ قیاس کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جواب نمبر (۵/۶)

مبیع پر قبضہ سے پہلے صفات بیان کر کے اسے فروخت کرنا

کسی بھی چیز کو خریدنے کے بعد اس پر قبضہ ہونے سے پہلے کسی دوسرے کو فروخت کر دے تو یہ ممنوع اور باطل ہے، حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اناج خریدے قبضہ کرنے تک اسے فروخت نہ کرے (بخاری:) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کا یہی حکم ہے (بخاری، مسلم) لہذا مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے اس میں کسی بھی قسم کا تصرف جائز نہیں ہے، لہذا مبیع کے وجود میں آنے سے پہلے یا قبضہ کرنے سے پہلے تاجروں کے درمیان بیع در بیع درست نہیں ہے، یہاں تک کہ قبل القبض مبیع کو بیع سلم میں راس المال کے طور پر بھی متعین نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ راس المال کا مجلس عقد میں ادا کرنا ضروری ہے، امام نوویؒ فرماتے ہیں

”ولا یصح بیع المبیع قبل قبضه. “(منهاج الطالبین :۲۲۴) والثالث:للشافعیه:وهوانه لایجوز التصرف فی المبیع قبل قبضه بای نوع من انواع التصرفات کالاجارة والکتابة والهبة والرهن والاقراض اوجعله صداقا اواجرة او عوضا فی صلح اوراس مال سلم ونحوهاوذلک لضعف الملک.(الموسوعة الکویتیه:۲۹۸/۳۲)

لیکن چوں کہ بیع سلم میں مبیع کو وقت مقررہ پر طے شدہ صفات کے مطابق مشتری کے حوالہ کرنا بائع کے ذمہ میں ہوتا ہے، لہذا اگر کوئی شخص یا تاجروں کے درمیان قبل القبض مبیع کے اوصاف بیان کر کے عقد سلم کا معاملہ کیا جائے تو اس کی گنجائش ہے، اس لئے کہ بیع سلم کے وقت مسلم فیہ کا وجود ضروری نہیں ہے، بلکہ مسلم فیہ کی ادائیگی کے وقت اس کی سپردگی پر قادر ہونا ضروری ہے،

”ان یکون مقدورا علی تسلیمه من حیث الاجل والنوع بان یغلب علی الظن وجودنوعه عندماحین وقت استحقاقه.(الفقه المنهجی:۶۳/۳)ان یکون المسلم فیه موجودا عندالاستحقاق فی الغالب ای استحقاق تسلیم المسلم فیه.“(قوت الحبیب الغریب:۲۶۹)

اس اعتبار سے اگر مسلم فیہ کی ادائیگی کا وقت مبیع پر قبضہ کے بعد ہے تو وہ مسلم فیہ کے سپردگی پر قادر ہوگا، اور اگر صورت حال اس کے برعکس بھی ہو تو یعنی ادائیگی کے وقت مبیع پر قبضہ نہ بھی ہو تو مسلم الیہ کے ذمہ اس طرح کی مسلم فیہ مسلم کے سپرد کرنا ضروری ہوگا۔

ونقل الشوکانی عن البغوی،قوله:النهی فی هذاالحدیث عن بیوع الاعیان التی لایملکها امابیع شی موصوف فی ذمته فیجوز فیه السلم بشروط،فلوباع شیئا موصوفا فی وقت عام الوجود عند المحل المشروط بالبیع جاز وان لم یکن المبیع موجودا فی ملکه حالة العقد کالسلم. (اسلام ویب: ۱۱۹۷۱۲)(تحفة الاحوزی:۴۴۶/۳)،اس کی وضاحت مزید اس عبارت سے بھی ہوتی

هے "والبیع لایجوز فیما عندک، والسلم یجوز فیما لیس عندک. (المجوع:۱۳/۱۴۳)

جواب نمبر:(۷)

غیر موجود اشیاء کی اوصاف کی تعیین کے ساتھ خرید وفروخت

آج کل بیع کا یہ طریقہ بھی رائج ہے کہ مبیع کے وجود میں آنے یا اس پر قبضہ ہونے سے پہلے اس کے اوصاف بتا کر بہت سی چیزیں بیچی اور خریدی جاتی ہیں، قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ معدوم کی بیع ہونے کے اعتبار سے اس کی اجازت نہ ہوتی، لیکن لوگوں کی حاجتوں کے پیش نظر اس طرح کے عقد کی اجازت دی گئی ہے، کیوں کہ مختلف اہل پیشہ اور کاشت کار اور باغبانوں کو بعض مرتبہ اپنے پیشہ کو چلانے اور پیداوار کو بڑھانے کے لئے مال کی ضرورت پیش آئے گی اور بوقت ضرورت ممکن ہے کہ بطور قرض دینے والا کوئی نہ ملے یا کسی وجہ سے وہ خود نہ چاہے، لہذا شریعت نے یہ رخصت اور سہولت عنایت فرمائی کہ پہلے ہی بطور قیمت کسی سے مال لے کر اپنی ضروریات میں صرف کریں اور مقررہ وقت پر مشتری کو وہ چیز فراہم کرے، اس طرح کی بیع کو اصطلاح میں بیع سلم کہتے ہیں، معاملہ کی یہ شکل جائز ہے، البتہ اس عقد کے بنیادی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ ثمن مجلس عقد میں ہی پہلے مکمل ادا کیا جائے اور مبیع ایسی چیز ہو جو وقت ادائیگی میں نادر نہ ہو بلکہ اس کے وجود کا غالب گمان ہو، نیز صفات سے اسے منضبط کرنا ممکن ہو۔ اسی طرح مبیع کی ادائیگی کا وقت متعین ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو لوگ ایک سال اور دو سال کی مدت پر پھلوں میں بیع سلم کیا کرتے، لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی بیع سلم کرے تو معلوم پیمانہ (ناپ) اور معلوم وزن (تول) میں اور متعین مدت کے لئے کرے۔ (بخاري، ۲۲٤۰، مسلم ٤۱۱۸)

حضرت عبدالرحمن بن ابزی اور عبداللہ بن ابی اوفیؓ کا ارشاد ہے کہ ہم لوگوں کو آپ ﷺ کی معیت میں مال غنیمت ملتا تھا اور ہمارے پاس شام کے لوگ آتے تھے تو ہم ان سے گیہوں، جو، اور تیل میں ایک متعینہ مدت کے لئے بیع سلم کرتے تھے، ان سے پوچھا گیا کیا ان لوگوں کے پاس کھیتی باڑی تھی بھی یا نہیں تو فرمایا ہم لوگ ان سے یہ سب دریافت نہ کرتے۔ (بخاری: ۲۴۴)

قال اصحاب الفقه المنهجي:

ان عقد السلم مستثنى من بيع المعدوم، وقد علمنا انه لايصح بيع المعدوم، وانما استثنى السلم من ذلک لحاجة الناس الى مثل هذا العقد۔۔۔ اشرنا ان القياس فى السلم ان يكون غير مشروع، لانه بيع المعودم ومالیس عندالانسان، وانما شرع لحاجة الناس اليها، وهذه الحاجة تظهر فى ان اصحاب صنعات والاعمال وكذلک اصحاب الاراضى والأشجار كثير امايحتاجون الى المال من اجل

تامين السلع الاولية لمنتجاتهم ,او تهيئة الات والادوات لمصانعهم۔(الفقه المنهجي: ۳/۵۷۔
۵۸)

جواب نمبر:(۸)

بیع معدوم کی چند جائز شکلیں:

بیع معدوم سے استثنائی صورتوں میں بیع سلم ،عقد استثناء کے ساتھ ساتھ عقد اجارہ اور عقد مساقات کو بھی عسر اور عموم بلوی کی بناء پر جائز قرار دیا گیا ہے۔

واستثنى هؤلاء الفقهاء من هذه القاعدة العامة في منع التصرف بالمعدوم عقود السلم والإجارة والمساقاة والاستصناع , مع عدم وجود المحل المعقود عليه حين انشاء العقداستحسانا, مراعاة لحاجة الناس اليها وتعارفهم عليها, واقرارالشرع صحة السلم والاجارة والمساقاة ونحوها.(الفقه الاسلامي وادلته:4/173)

جواب نمبر(۹)(الف)

صرف نقشہ کو بنیاد بنا کر فلیٹ کی خرید وفروخت

دور حاضر کے فقہ شافعی کے ایک بڑے عالم اور فقیہ ازہر کو کن جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن کے شیخ الحدیث اپنی مایہ ناز کتاب تحفۃ الباری فی الفقہ الشافعی (مسائل ودلائل کا مستند مجموعہ) میں تحریر فرماتے ہیں ''ہماری رائے میں مکان وفلیٹ کی صرف نقشہ اور پلان کی بنیاد پر خرید وفروخت بھی استصناع میں داخل ہے،لہذا تمام اوصاف منضبط ہوں، سیمنٹ، لوہا اور دیگر مستعمل اشیاء کی تفصیلات واضح ہوں اور قیمت مکمل مجلس عقد میں ادا کردی جائے تو یہ عقد بطور بیع سلم کے صحیح ہوگا، اور اگر بیع سلم کے شروط کا انطباق نہ ہوں جیسا کہ دور حاضر میں عام ماحول ہے کیوں کہ بوقت عقد پوری قیمت عموما ادا نہیں کی جاتی اور کوئی خریدار تعمیر میں مستعمل اشیاء کی تفصیلات سے واقف نہیں ہوتا تو یہ عقد استصناع میں داخل ہوگا اور اسے صحیح قرار دیا جائے گا،لوگوں کا مدت سے اس پر عمل ہے، بشرطیکہ متعلقہ ساری تفاصیل پہلے ہی طے ہوجائے ،کوئی کسر اور جہالت باقی نہ رکھے،تاکہ آئندہ نزاع نہ پیدا ہو اور ایسی کوئی شرط نہ ہو جو شریعت الٰہی کے مخالف فاسد اور باطل ہو جس کی وجہ سے عقد باطل قرار پائے۔(تحفۃ الباری:۲/۶۸)

امام سیوطیؒ نے اپنی مشہور کتاب ''الاشباہ والنظائر'':۱/۱۶۰) میں قاعدہ ''المشقۃ تجلب التیسیر'' کے ضمن میں مشقت کی وجہ سے جن عقود کو جائز قرار دیا ہے ان میں سے ایک ''وبارز الدار عن اسھا'' بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ گھر کے ظاہر کو دیکھ کر بنیاد کی خرید وفروخت، کہ بنیاد اور فاونڈیشن نظر نہیں آرہا ہے اسکے باوجود اس کی بیع مشقت کی

بناء پر درست ہے، اسی طرح ضرورتاً صرف نقشہ کو دیکھ کر فلیٹ کی خرید وفروخت درست ہونا چاہئے۔ اس لئے آج کے عرف میں نقشہ وجود حسی کے معنی میں تصور کیا جاتا ہے۔

قال اصحاب الفقه المنهجي:

عقد الاستصناع هو أن يطلب إنسان ممن له صنعة: أن يصنع له شيئا مما له علاقة بصنعته على وجه مخصوص وهو عقد ينتشر انتشارا واسعا في هذا الثمن..إذا انطبقت عليه شروط عقد السلم التي مر ذكرها من ضبطه بالوصف وضبط ما يدخل فيه من مواد، ومن تحديد الأجل لتسليمه وتسليم ثمنه في مجلس العقد.. وتكون مادة الصنعة من الصانع. وإذا لم تنطبق عليه شروط السلم السابقة الذكر، وهو الغالب في تعامل الناس بهذا العقد ولا سيما تسليم رأس المال في مجلس العقد. وقد قال بصحة هذا التعاقد السادة الحنفية رحم الله تعالى فيما جرى به العرف وتعامل الناس به لحاجة الناس اليه. ولا نرى مانعا من الاخذ برأي السادة الحنفية رحم الله تعالى والحكم بصحة هذا التعامل تيسيرا على الناس، اذ ان الحاجة ماسة اليه والناس يتعاملونه كما ذكرنا في اكثر صنعاتهم. (الفقه المنهجي ٣/٦٦، ٦٧)

قال: تقي عثماني حفظه الله:

الاستصناع في البنايات:....أن تكون الأرض ملكا للصانع ويطلب منه المستصنع أن يبني عليها بيتا أو مكتبا أو دكانا. (فقه البيوع ١/٥٨٨، ٥٧٠) (الفقه الإسلامي وأدلته ٤/٦٢٢)

(ج) کمپیوٹر ایپلیکیشن اور سوفٹ ویر پروگراموں کی آن لائن خرید وفروخت

سافٹ کاپیز مثلاً پی ڈی ایف فائل، کمپیوٹر ایپلیکیشن، مختلف ایپلیکیشین، اور سافٹ ویئرز جن کا بظاہر کوئی محسوس وجود نہیں ہوتا ہے ان کو صرف موبائل یا کمپیوٹر پر دیکھا یا سنا جا سکتا ہے، اگر یہ جائز مقاصد میں استعمال ہوتے ہوں، تو ان کی خرید وفروخت جائز ہے، اس لیے کہ اصطلاحِ شرع میں یہ اشیاء مبیع بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں، کیوں کہ مبیع کا مال متقوم ہونا، فروخت کنندہ کی ملکیت میں ہونا، اور اس کا موجود ہونا ضروری ہوتا ہے، لہذا وجود کے لیے وجودِ حسی ضروری نہیں، بلکہ وجودِ معنوی بھی کافی ہے، لہذا اس طرح کی مبیعات پر وجود معنوی کا اطلاق ہوگا اور اسے بیع معدوم میں شامل نہیں کیا جائے گا۔

الركن الثالث: المعقود عليه..أن يكون المبيع موجودا عند العقد..أن يكون مالا متقوما شرعا..أن يكون منتفعا به شرعا وعرفا..أن يكون للعاقد سلطان عليه بولاية أو ملك..أن يكون معلوما للعاقدين. (الفقه المنهجي ٣/١٩، ١٧ـ فقه البيوع ١/٢٧٨، ٣١٤، ٣٢١ـ الموسوعة الفقهية ٩/١٤)

(د) درخت پر موجود پھلوں کے ساتھ متوقع پھلوں کی بیع

آج کل پھلوں کی بیع میں یہ شکل بھی رائج ہے کہ کچھ پھل نکل آتے ہیں اور کچھ نہیں نکلتے، بلکہ مستقبل میں ان کا نکلنا متوقع ہوتا ہے اب مالک باغ تمام پھلوں کو فروخت کرتا ہے ان کو بھی جو نکل آئے اور ان کو بھی جو نہیں نکلے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور متاخرین احناف کے نزدیک یہ صورت جائز ہے اور ائمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہ اور احمد اور شافعی کے نزدیک یہ جائز نہیں، لہذا عوام میں بڑھتا ہوا تعامل کہ کچھ پھل آتے ہی باغ فروخت کر دیا جاتا ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے بعض فقہاء نے اسمیں نرم روی اختیار کی ہے اور جواز کا فتوی دیا ہے۔ جیسا کہ بدوصلاح سے پہلے پھلوں کی بیع جائز نہیں ہے، لیکن کسی باغ کے بعض پھلوں میں بدوصلاح پایا جائے اور بعض میں نہ پایا جائے عدم بدوصلاح والے پھلوں کو بدوصلاح والے پھلوں کے تابع مان کر ان کی بھی بیع جائز ہے۔

بيع الثمار المتلاحقه الظهور... فذهب الحنفيه في ظاهر الروايه والشافعيه والحنابله الى عدم الجواز، لان ما لم يظهر منها معدوم... وذهب متأخرو الحنفيه والمالكيه الى الجواز لان ذلك يشق تمييزه فجعل ما لم يظهر تبعا لماذا ظهر كما ان ما لم يبد صلاحه تبعا لما بدا." (الموسوعه الكويتيه 16/15۔ موسوعة الفقه الاسلامي 261/4)

ويكفي بدو صلاح بعضه وان قل لصحة بيع كله فيجوز بيع ثمرة اشجار اتحد نوعها اذا بدا صلاح حبة واحدة منها. (السراج الوهاج: ۱۹۸)

(ہ) موجود سامان کے ساتھ غیر موجود سامان کی خرید وفروخت

کسی دوکان دار کو سامانوں کا آڈر دیا جائے، اور قیمت بھی ادا کر دی جاتی ہے، اس کل سامان میں سے کچھ سامان اس کی دوکان پر موجود ہو، اور بڑی تعداد میں سامان مارکیٹ میں ہو لیکن دوکاندار کے پاس نہ ہو لیکن دوکان دار سامان کا انتظام کر کے خریدار کو پہونچائے تو بیع کی یہ صورت درست ہوگی، جب کہ عقد کے وقت ہی مکمل سامان کی قیمت ادا کی جائے اور دکاندار پورے سامان کو خریدار تک پہنچانے کا ذمہ لے، اس لیے کہ ایسے عقد پر بیع سلم کا اطلاق ہوتا ہے جو کہ جائز ہے۔

قال الإمام النووي:

(السلم) هو بيع موصوف في الذمة، يشترط له مع شروط البيع أمور: أحدها تسليم رأس المال في المجلس.. الثاني: كون المسلم فيه دينا.. الثالث: المذهب: أنه إذا أسلم بموضع لا يصلح للتسليم أو يصلح ولحمله مؤنة.. اشترط بيان محل التسليم وإلا فلا. ويصح حالا ومؤجلا. (منهاج الطالبين: ۲۳٦۔ مغني المحتاج ۳۹۰/۳)

قال: محمد تقي عثماني حفظه الله:

والسلم بيع الآجل بالعاجل بمعنى أن المشتري يدفع الثمن حالا، ويلتزم البائع بتسليم المبيع في وقت لاحق، ... وإن هذا البيع ينعقد عادة في حين أن المبيع معدوم. (فقه البيوع ١/٥٤٥)

بیع معدوم کی چند جدید صورتیں اور ان کے احکام

ابو محمد، محمد سعد نور القاسمی

مدرس ومفتی مدرسہ مظہر العلوم کانپور

سوال نمبر:۱ فقہاء کے نزدیک بیع معدوم کا مفہوم کیا ہے؟ نیز اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: معدوم موجود کی ضد ہے اور فقہاء کے نزدیک بیع معدوم سے مراد ایسی چیز کی خرید وفروخت ہے جو عالم واقعہ میں موجود نہ ہو جیسے مضامین، ملاقیح اور حبل الحبلہ کی بیع جس کی ممانعت حدیث پاک میں آئی ہے۔

عن عبداللہ بن عمر أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نهی عن بیع حبل الحبلة. (صحیح البخاری ۱/ ۲۸۷، رقم:۲۱۴۳)

مضامین سے مراد وہ بچہ ہے جو نر کے صلب میں ہو اور ملاقیح سے مراد وہ ہے جو مادہ کے صلب میں ہو۔ اور حبل الحبلۃ سے ایک تفسیر کے مطابق جانور کے حمل میں موجود جنین کا وہ بچہ ہے جو آئندہ پیدا ہوسکتا ہے۔

(دیکھئے قاموس الفقہ ۵/ ۱۲۹ مع حذف واضافہ)

بیع معدوم کے اقسام

علامہ ابن قیمؒ نے بیع معدوم کی تین قسمیں ذکر کی ہیں (۱) بیع معدوم موصوف فی الذمۃ: یعنی ایسی چیز بیچنے کی ذمہ داری لینا جس کی صفات ذکر کردی گئی ہوں اس کو بیع سلم کہتے ہیں اور یہ بالاتفاق جائز ہے۔

نهی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع مالیس عندالانسان ورخص فی السلم. (بدائع ۴/ ۳۴۰)

(۲) بیع معدوم تابع للموجود پھر اس کی دوسری قسم کی دو قسمیں ہیں (الف) بعض پھلوں کے قابل انتفاع ہو جانے کے بعد معدوم پھلوں کی بیع تو اس پر بھی فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر تھوڑے پھل ظاہر ہو جائے تو اس کے ساتھ مل کر عقد کے وقت معدوم پھلوں کی بیع بھی جائز ہوگی۔ (ب) وہ پھل اور سبزیاں جو سال میں متعدد بار کاٹے اور چنے جاتے ہوں ان کی موجودہ اور آئندہ فصل کو بیک وقت فروخت کرنا۔ جیسے مقاثی اور مطابخ جب وہ پک جائیں تو اس میں دونوں قول ہیں۔

(۳) ایسی معدوم چیز کی بیع جس کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو وہ وجود میں آئے گی یا نہیں اور بائع کو بھی اس

کے حاصل ہونے کا یقین نہ ہو بلکہ مشتری کو بھی یہ اندیشہ ہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وجود میں ہی نہ آئے اسی کی مثال میں حضرات فقہاء نے بیع حبل الحبلۃ کو ذکر کیا ہے۔ یہی وہ قسم ہے جس کو شارع نے منع کیا ہے۔

(موسوعۃ الاجماع فی الفقہ الاسلامی ۲/ ۲۳۵)

سوال نمبر: ۲ بیع معدوم کے سلسلے میں فقہاء کی آراء اور ان کے دلائل کیا ہیں؟ اس سلسلے میں راجح مسلک کیا ہے؟

جواب: جمہور فقہاء بہ شمول ائمہ اربعہ بیع سلم اور عقد استصناع کے علاوہ بیع معدوم کے عدم جواز کے قائل ہیں۔ البتہ ابن قیم اور ان کے استاذ ابن تیمیہ کی رائے ہے کہ بیع معدوم کی وہ تمام صورتیں جائز ہیں جن میں غرر اور قمار نہیں پایا جاتا۔ علامہ ابن قیم اور ابن تیمیہ نے اپنے قول کی تائید میں بنیادی طور پر دو دلیلیں ذکر کی ہیں۔

(۱) بیوع کے باب میں اصل حلت ہے اللہ کا فرمان ہے وأحل اللہ البیع (سورۃ البقرہ آیت: ۲۷۵) اور بیع معدوم کی حرمت نہ تو کتاب اللہ میں ہے نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور نہ ہی کسی صحابی کے قول میں ہاں احادیث مبارکہ میں جس طرح بعض موجود اشیاء کی بیع کی ممانعت ہے اسی طرح بعض معدوم اشیاء کی بیع کی حرمت کا ذکر ہے لہٰذا ممانعت کی علت نہ تو عدم کو قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ وجود کو بلکہ ممانعت کی اصل علت غرر ہے لہٰذا جن صورتوں میں غرر کا اندیشہ نہ ہو وہاں بیع معدوم بھی جائز ہے۔

(۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے بعض صورتوں میں صراحتاً بیع معدوم کو جائز قرار دیا ہے۔

(دیکھئے اعلام الموقعین ۱/ ۳۴۷، ۳۵۸)

جمہور فقہاء کے دلائل

جمہور فقہاء نے اپنے موقف پر قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔ جن میں سے چند یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔

(۱) یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لاتَأْکُلُوْا أَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بَالْبَاطِلِ. (سورۃ البقرہ آیت: ۱۸۸)

اس آیت سے استدلال اس طرح ہے کہ بیع معدوم میں چوں کہ مبیع عقد کے وقت موجود نہیں ہوتی اس لئے اس کی فراہمی یقینی نہیں ہوتی اس لئے یہ باطل طریقے سے دوسرے کا مال کھانے کے زمرے میں آسکتا ہے۔ جس سے قرآن نے منع کیا ہے۔

(۲) عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الغرر. (ابن ماجہ ۲/ ۷۳۹)

اس روایت میں بیع غرر سے مراد ایسی چیز کی بیع ہے جس کا حصول یقینی نہ ہو یا وہ غیر موجود ہو یا غیر مقدور التسلیم ہو۔

والمقصود ببیع الغرر مالا یتحقق حصولہ أو یکون غیر موجود أو غیر مقدور علی تسلیمہ. (شرح

سنن أبی داؤد للعباد ۲۴/۳۸۷)

(۳)عن عبداللہ بن عمر أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نهی عن بیع حبل الحبلة. (صحیح البخاری ۱/۲۸۷)

اس روایت میں جانور کے حمل میں موجود جنین کا بچہ جو آئندہ پیدا ہوسکتا ہے کی بیع سے منع کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے ناجائز ہونے کی وجہ معدوم ہونا ہی ہے۔

ولأن فی هذا البیع غررًا فعسی أن لاتلد الناقة أو تموت قبل ذلک فهو بیع معدوم و ماله خطر المعدوم.

(الموسوعة الفقهیة الکویتیة ۹/۱۴۶)

(۴)عن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ قال: یارسول اللہ یأتینی الرجل فیرید منی البیع لیس عندی أفأبتاعه له من السوق فقال: لاتبع مالیس عندک. (أخرجه ابو داؤد ۳۵۰۳ والترمذی ۱۲۳۲)

لاتبع مالیس عندک کا ایک مطلب یہ ہے کہ لاتبع مالیس مملوکاً لک۔

یعنی ایسا مملوکہ سامان جو تمہاری ملکیت میں نہ ہو۔ اور یہاں یہی مراد ہے۔ (شرح زاد المستنقع احمد الخلیل ۳/۳۳۱)

راجح مسلک

اگر غور کیا جائے تو جمہور اور علامہ ابن تیمیہ وابن قیم کے اقوال میں ایک حد تک لفظی اختلاف ہے، اس لئے کہ ابن تیمیہ وابن قیم کے نزدیک بیع معدوم کی وہ صورتیں ناجائز ہیں جہاں غرر یا کوئی اور محظور شرعی پایا جاتا ہو اور جن صورتوں میں غرر وغیرہ نہ پایا جائے صرف ان صورتوں میں اِن حضرات کے نزدیک بیع معدوم جائز ہے۔ اور جمہور کے نزدیک اگرچہ مطلقاً بیع معدوم ناجائز ہے، لیکن انہوں نے بھی بیع سلم اور استصناع کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے یہاں معدوم میں یہ علت موجود ہے جبکہ ابن تیمیہ اسے تمام معدومات کے اندر تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ جیسا ان کے دلائل سے واضح ہے۔ لہٰذا جن صورتوں میں بیع کا مستقبل میں پائے جانے کا گمان غالب ہو اور مبیع کی اس طرح تعیین ہوجائے کہ متعاقدین کے درمیان آئندہ کسی قسم کے نزاع کا اندیشہ نہ ہو بیع کی اس طرح کی صورتوں کو سلم قرار دے کر جواز کا حکم لگایا جاسکتا ہے۔

البتہ ائمہ اربعہ کی رائے اس اعتبار سے راجح معلوم ہوتی ہے کہ معدوم اشیاء کے اندر اصل غرر ہے۔ کیونکہ بیع منعقد ہونے کے بعد بائع کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ فوراً بیع خریدار کے حوالے کرنے پر قادر ہو یہی وجہ ہے کہ جن چیزوں کی بیع کو غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے ناجائز کہا گیا ہے ان سے مراد بھی یہ ہے کہ ان کی فوری سپردگی قدرت میں نہیں جیسے ہوا میں اڑتے ہوئے پرندے کی بیع یا پانی میں موجود مچھلی کی بیع اگرچہ یہ ممکن ہے کہ کچھ دیر کے

بعد انہیں پکڑ کر خریدار کے حوالے کیا جا سکے۔ لہٰذا اگر ایک موجود چیز کے اندر عقد کے فوراً بعد غیر مقدور التسلیم ہونا پایا جا سکتا ہے۔ تو جو چیز عقد کے وقت موجود ہی نہیں اس کا عقد کے وقت غیر مقدور التسلیم ہونا تو اور واضح ہے۔

سوال نمبر: ۳ بیع معدوم سے ممانعت کی علت اور حکمت کیا ہے مبیع کا موجود نہ ہونا یا غرر کا پایا جانا یا کوئی اور وجہ؟

جواب: اب تک کی گفتگو سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک بھی بیع معدوم کے عدم جواز کی وجہ غرر ہے۔ اور ابن تیمیہ اور ابن قیم کے نزدیک بھی بیع معدوم کی وہی شکلیں ناجائز ہیں جن میں غرر ہے اس لئے بنیادی طور پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ بیع معدوم کے عدمِ جواز کے بنیادی علت اس میں غرر کا پایا جانا ہے۔ چنانچہ علامہ شیرازی نے بیع الغرر کی ممانعت سے متعلق احادیث سے استدلال کرتے ہوئے بیع المعدوم کو ناجائز قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

ولایجوز بیع المعدوم کالثمرة التی لم تخلق، لما روی ابو ھریرة رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن بیع الغرر. (المھذب ۱/ ۲۶۲)

علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

ومن جملة بیع الغرر بیع السمک فی الماء والمعدوم والمجھول. (نیل الاوطار ۵/ ۱۲۵)

نووی فرماتے ہیں:

النھی عن بیع الغرر اصل عظیم من أصول کتاب البیوع ویدخل فیه مسائل کثیرة غیر منحصرة، کبیع الآبق والمعدوم. (الکوکب الوھاج شرح مسلم ۷/ ۱۸)

اگرچہ فقہاء کرام کی عبارات سے بیع معدوم کے جواز کی کئی اور علتیں بھی معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً (۱) عدم قدرت علی التسلیم (۲) نزاع بین المتعاقدین (۳) معدوم ہونا (۴) معدوم کا مال نہ ہو۔ وغیرہ۔

جیسا کہ علامہ ابن قدامہ نے حمل الحمل کی بیع کے عدم جواز کو ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

لأنه بیع معدوم. (المغنی ۶/ ۳۰۰)

اسی طرح فقہاء نے بیع المعاومہ کو ناجائز قرار دیا ہے اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ ان پھلوں کی بیع ہو جاتی ہے جو ابھی تک درختوں پر لگے نہیں یعنی معدوم ہیں۔

شامی میں ہے:

لأنه بیع معدوم والمعدوم لیس بمال. (۵/ ۶۰)

وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

اتفق أئمة المذھب أنه لاینعقد بیع المعدوم وماله خطر العدم کبیع نتاج النتاج. (الفقه الاسلامی وأدلته ۴/ ۴۲۸)

مذکورہ بالا عبارتوں سے پتہ چلتا ہے کہ بیع معدوم کے عدم جواز کی وجہ کسی کے نزدیک معدوم ہونا ہے کسی کے نزدیک مال نہ ہونا۔ کسی کے نزدیک اس کے وجود کا موہوم ہونا ہے۔ لیکن یہ سب علتیں تو ہوسکتی ہیں لیکن بنیادی علت نہیں بلکہ ان سب میں بنیادی علت ہے غرر۔ چنانچہ مذکورہ تمام علتوں کے ہوتے ہوئے اگر غرر کو دور کرلیا جائے اس طرح کہ مبیع کے مستقبل میں پائے جانے کو یقینی بنادیا جائے اور مبیع کی اس طرح تعیین کردی جائے کہ متعاقدین کے درمیان کوئی اندیشہ نزاع کا باقی نہ رہے۔ اور اس کے اوصاف وغیرہ طے کردیئے جائیں تو پھر معدوم ہونے کے باوجود وہ بیع درست ہوجائے گی جیسا کہ بیع سلم اور عقد استصناع کی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں کہ مبیع کے معدوم اور غیر مقدور التسلیم ہونے کے باوجود بیع درست ہے۔ معلوم ہوا کہ اصل بنیاد غرر ہے۔

خلاصہ یہ کہ ائمہ اربعہ وغیرہ کے نزدیک بیع معدوم کے عدم جواز کی علت غرر کا پایا جانا ہے۔

سوال نمبر: ۴ کیا بیع معدوم کو عقد استصناع پر قیاس کیا جاسکتا ہے؟ اگر کیا جاسکتا ہے تو کہاں کہاں کیا جاسکتا ہے؟ اس کی شرطیں کیا ہوں گی؟

جواب: واضح رہے کہ شریعت کا ایک ضابطہ یہ ہے کہ جو چیز خلاف قیاس ثابت ہو اس پر کسی دوسری چیز کو قیاس نہیں کیا جائے گا۔ اور عقد استصناع کا ثبوت بھی چوں کہ خلاف قیاس تعامل ناس واجماع امت کی وجہ سے ثابت ہے اس لئے اس پر بیع معدوم کی تمام صورتوں کو قیاس تو نہیں کیا جاسکتا البتہ جن چیزوں کی بیع معدوم کا تعامل ہو ان میں اگر استصناع کی شرائط (مثلاً مستصنع کی اس طرح تعیین کہ متعاقدین میں نزاع کا اندیشہ نہ ہو اور ثمن بھی متعین ہو اسی طرح مستصنع کی سپردگی کی تاریخ بطور شرط نہ ذکر کی جائے۔ وغیرہ وغیرہ) پائی جائیں تو عقد استصناع مان لیا جائے گا اور اگر تعامل نہ ہو تو سلم کی شرائط پر پوری اترنے کی صورت میں سلم قرار دیا جاسکتا ہے۔

السلم والاستصناع فهما على خلاف القياس فى بيع المعدوم عند العقدفلايقاس عليهما.

(القواعدالفقهية وتطبيقاتهما فى المذاهب الأربعة ۱/ ۵۰۵)

كل شئى تعومل استصناعه يصح فى الاستصناع على الاطلاق وأما مالم يتعامل باستصناعه اذا بين فى المدة صار سلماً وتعتبر فيه شرائط السلم واذا لم يبين فيه المدة كان من قبيل الاستصناع ايضاً.(

مجلة الأحكام العدلية رقم الماده ۳۸۹)

سوال نمبر: ۵ آج کل یہ طریقہ بھی رائج ہے کہ مبیع کے وجود میں آنے سے پہلے یا اس پر قبضہ ہونے سے پہلے اس کے اوصاف بتا کر بہت ہی چیزیں خریدی اور بیچی جاتی ہیں معاملہ کی یہ شکل جائز ہے یا نہیں؟

جواب: فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ مبیع کا بیع کے وقت بائع کی ملکیت اور قبضہ میں ہونا ضروری ہے اور اگر غیر موجود چیز کی بیع کی گئی اگرچہ باہمی رضامندی سے ہی ہو تو یہ بیع باطل کہلاتی ہے۔

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: لاتبع مالیس عندک. (ترمذی ۱/ ۲۳۳)

حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے: ولا تبعه حتی تقبضه. (بیهقی حدیث نمبر: ۱۰۶۸۵)

بحر میں ہے:

وأما شرائط المعقود علیه فأن یکون موجوداً مالاً متقوماً مملوکاً فی نفسه وان یکون ملک البائع فما یبیعه لنفسه وخرج بقولنا وأن یکون ملکاً للبائع مالیس کذلک فلم ینعقد بیع مالیس بمملوک له وان ملکه بعده. (البحر الرائق ۵/ ۲۵۹۔ ۲۶۰ سعید) وکذا فی الشامی ۴/ ۵۰۵ سعید)

البتہ بیع معدوم کے عدم جواز سے فقہاء نے بیع سلم اور استصناع کو مستثنیٰ قرار دیا ہے کہ ان دونوں میں مبیع کے غیر موجود ہونے کے باوجود اُن کی شرطوں کے ساتھ بیع جائز ہوجاتی ہے۔

وأما نهیه عن بیع مالم یقبض یعنی فی المنقولات وأما نهیه عن بیع مالیس عنده فهو أن یبیع مالیس فی ملکه ثم ملکه بوجه من الوجوه فانه لایجوز الا فی السلم فانه رخص فیه. (الجوهرة النیرة ۱/ ۲۰۳)

الفقه الاسلامی وأدلته میں هے: وقد استثنیٰ عقد السلم من قاعده عدم جواز بیع المعدوم لما فیه من تحقیق مصلحة اقتصادیة ترخیصا للناس وتیسیراً علیهم. (ج ۵/ ۳۶۰۳)

اس لئے صورت مسئولہ میں بیع سلم اور استصناع کے علاوہ میں مبیع کے وجود میں آنے سے پہلے محض اس کے اوصاف بتا کر باقاعدہ ایجاب وقبول کر کے عقد کرنا شرعاً جائز اور درست نہیں کیونکہ یہ بیع معدوم یا بیع قبل القبض یا بیع غیر مملوک ہے اور یہ تینوں صورتیں شریعت کی نظر میں ممنوع اور ناجائز ہیں۔

الثانی أن یبیع منه متاعاً لایملکه ثم یشتریه من مالکه ویدفعه الیه وهذا باطل لأنه باع مالیس من ملکه وقت البیع. (مرقاة المفاتیح ۵/ ۱۹۳۷)

تاہم بیع قبل القبض کی صورت میں یہاں قبضہ سے متعلق یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ

قبضہ کی شرعی اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

(۱) حسی قبضہ: حسی قبضے کا مطلب یہ ہے کہ خریدی ہوئی چیز عملاً اور حساً خریدار کے قبضہ میں آجائے۔

(۲) حکمی قبضہ: حکمی قبضے کے مکمل ہونے کے لیے دو باتوں کا پایا جانا ضروری ہیں:

(الف): خریدا گیا سامان فروخت کنندہ کے دیگر سامان سے الگ اور متعین ہوجائے۔

(ب): خریدار کو سامان اپنے استعمال میں لانے کی مکمل قدرت حاصل ہو اور اس کے ضمان میں آجائے۔

اگر درج بالا دونوں صورتوں میں سے کسی ایک صورت کا قبضہ بھی پایا جائے تو خریدی ہوئی چیز کو آگے فروخت

کرنا جائز ہے، ورنہ نہیں۔

(قرارات وتوضیحات مجمع الفقه الاسلامی الدولی ص: ۱۰۰ قرار رقم ۶/۴۵۲، بحواله مالی معاملات ۱/۲۳۳)

البتہ اس کی جائز صورت یہ ہوسکتی ہے کہ ایسی صورت میں خریدار سے بیع کا معاملہ تو نہ کیا جائے بلکہ بیع کا وعدہ کرلیا جائے اور ایک معاہدہ وعدۂ بیع کے نام سے تیار کرلیا جائے۔ فروخت کنندہ یہ وعدہ کرلے کہ وہ مال آنے کے بعد اسے بیچے گا اور خریدار یہ وعدہ کرے کہ اس کی مطلوبہ صفات کے مطابق مال آیا تو وہ اسے خرید لے گا، پھر جب عملاً مال آئے تو باقاعدہ معاملہ کرکے اسے فروخت کیا جائے۔ (دیکھئے فقه البیوع ۱/۷۶)

سوال نمبر: ۶ بسا اوقات یہ معاملہ تاجروں کے درمیان ہوتا ہے، ایک تاجر دوسرے تاجر سے اس کی بیع کردیتا ہے۔ اور دوسرا تاجر تیسرے شخص سے اس کی بیع کردیتا ہے اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے اس طرح کی بیع جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: گزشتہ سوال کے جواب سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ بیع سلم اور عقد استصناع کے علاوہ میں غیر موجود یا غیر مقبوض چیز کی بیع درست نہیں۔ کیونکہ فقہاء نے سلم وغیرہ کے اندر اس کی اجازت دے رکھی ہے۔ لیکن سلم کے باب میں بھی کئی تاجر درمیان میں ہونے کی صورت میں تاجر اوّل کے لئے خریدنا تو درست ہوگا لیکن قبضہ ہونے سے پہلے آگے تاجر ثانی کو مال فروخت کرنا درست نہیں۔ اس کے صحیح ہونے کی صورت یہی ہے کہ پہلے تاجر اوّل کی طرف سے اپنا حقیقی یا حکمی قبضہ ہوجائے اگر قبضۂ حقیقی مشکل ہو مثلاً بائع مشتری کا مال اپنے مال سے الگ کرکے رکھ دے اور تاجر یا اس کا وکیل اس کو اپنی تحویل میں لے لے تو یہ قبضہ صحیح ہوجائے اور تاجر اوّل کے لئے تاجر ثانی کے ہاتھ فروخت کرنا درست ہوجائے گا۔ ورنہ بغیر قبضہ کے تاجر اوّل کے لئے تاجر ثانی کے ہاتھوں فروخت کرنا درست نہیں ہوگا۔ واضح رہے کہ خریدار چاہے تاجر ثانی ہو یا عام خریدار دونوں میں سے کسی کے لئے بھی قبضہ سے پہلے آگے فروخت درست نہ ہوگا۔

مسلم میں ہے:

من ابتاع طعاماً فلایبعه حتی یستوفیه قال ابن عباس؛ وأحب کل شئی مثله. (۵/۷)

بدائع میں ہے: فمنها أنه لایجوز التصرف فی المبیع المنقول قبل القبض بالاجماع وفی العقار اختلاف ۔ لما روی عن النبی صلی اللہ علیه وسلم أنه نهی عن بیع مالم یقبض ومنها أنه لایجوز بیع مالیس عند البائع الا السلم خاصة لما روی أن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نهی عن بیع مالیس عند الانسان ورخص فی السلم. (۵/۲۳۵ سعید)

سوال نمبر: ۷ کیا شئ معدوم کو وصف جنس اور نوع وغیرہ بیان کر کے منضبط کیا جا سکتا ہے حالانکہ بیع ابھی وجود میں نہیں آئی ہے اگر اس طرح انضباط ہو جائے اور فریقین میں نزاع کا اندیشہ ختم ہو جائے تو کیا شرعاً بیع درست ہوگی؟

جواب: فقہاء کرام نے بیع معدوم کے عدم جواز کی جو علتیں ذکر کی ہیں وہ یہ ہیں (۱) غرر (۲) بیع کی سپردگی پر قدرت نہ ہونا (۳) متعاقدین کے درمیان نزاع کا اندیشہ۔ لیکن اگر کسی جگہ بیع معدوم میں یہ تینوں علتیں ختم ہو جائیں یعنی نہ تو غرر باقی رہے اور مبیع کی سپردگی بھی ممکن ہو جائے اور نزاع بھی نہ رہے تو پھر اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں۔ مثلاً ایسی معدوم چیز کی بیع ہو رہی ہے جو عقد کے وقت تو موجود نہیں ہے لیکن وجود میں آنے کا گمان غالب ہو تو غرر بھی باقی نہ رہے گا اور سپردگی پر قدرت بھی حاصل ہو جائے گی اور جب خوب اچھی انضباط ہو گیا تو اب بائع اور مشتری کے درمیان یہ جھگڑے اور نزاع کا سبب بھی نہیں بنے گا تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں یہ بیع شرعاً درست ہوگی۔ جیسا کہ فقہاء کرام نے سلم کے باب میں ذکر کیا ہے کہ کیلی، وزنی اور زرعی چیزوں کو وصف، جنس اور نوع وغیرہ بیان کر کے منضبط کیا جا سکتا ہے۔

اور قدیم فقہاء کے بیان کے مطابق اس طرح کی تعیین صرف چار طرح میں چیزوں میں ہو سکتی ہے (۱) کیلی (۲) وزنی (۳) زرعی (۴) عددی متقارب۔

وهو جائز فی المکیلات والموزونات وکذا فی المذروعات، لأنه یمکن ضبطها بذکر الزرع والصفة والصنعة ولابدمنها لترتفع الجهالة فیتحقق شرط صحة السلم .(فتح القدیر ۷/ ۱۷، ۷۳لبنان)

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے زمانے میں صرف ان ہی چیزوں کا انضباط ممکن تھا۔ اب آج کا دور مشینریوں کا دور ہے آج کے دور میں ان کے علاوہ دوسری چیزوں کا بھی انضباط ہو سکتا ہے۔ لہٰذا فقہاء کرام کی بیان کردہ علت کی روشنی میں ان تمام معدوم اشیاء میں سلم کی شرائط کے ساتھ بیع درست ہوگی جن کو وصف، جنس بیان کر کے منضبط کیا جا سکتا ہے۔

سوال نمبر: ۸ عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ کون کون سی صورتیں ہو سکتی ہیں جن میں بیع معدوم جائز اور درست قرار دی جا سکتی ہے؟ چند کی نشاندہی فرمائیں؟

جواب: اگرچہ اصولی طور پر فقہاء نے یہی بیان کیا ہے کہ عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ میں بیع درست ہونے کے لئے مبیع کا موجود ہونا شرط ہے اور یہ انعقادِ بیع کی شرط ہے، لہٰذا معدوم کی بیع منعقد نہیں ہوگی اس سلسلے میں دلیل یہ حدیث ہے

أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم نهی عن بیع حبل الحبلة .(بخاری شریف حدیث نمبر: ۲۱۴۳، ج

۱/۲۸۷)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حمل کے حمل کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ یہ حمل کے حمل کی بیع کی ممانعت ہے ۔اسی طرح اس مبیع کی بیع بھی درست نہیں ہے جس میں معدوم ہوجانے کا خطرہ ہو مطلب یہ ہے کہ اس میں وجود اورعدم دونوں کا احتمال ہو جیسے تھن میں دودھ یہاں پر دودھ کا ہونا متعین نہیں کیونکہ کبھی دودھ کے بغیر بھی تھن پھول جاتے ہیں۔(دیکھئے بدائع الصنائع ۵/۱۳۸)

یہی رائے مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی بھی ہے۔فرماتے ہیں:

والشرط الثالث لصحة البيع فی غير السلم، والاستصناع أن يكون المبيع موجوداً وهذا شرط لانعقاد البيع فلاينعقد بيع المعدوم.(فقه البيوع ۱/۳۱۴)

البتہ بعض فقہاء نے کچھ صورتوں کو مزید عدم جواز سے مستثنیٰ کیا ہے۔ جنکا تعلق بیع معدوم ہی سے ہے جیسا کہ احقر نے بیع معدوم کی تین قسموں کے تحت اس کو بیان بھی کیا تھا۔اور وہ صورتیں یہ ہیں:

(۱) پھلوں کی خرید وفروخت کے وقت درختوں پر کچھ پھل آ گئے ہوں اور کچھ معدوم ہوں تو ایسی صورت میں معدوم پھلوں کی بیع موجود کے تابع کر کے جائز ہوگی۔اس صورت میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہ جائز ہے۔

(۲) دوسری صورت میں وہ پھل اور سبزیاں ہیں جو سال میں متعدد بار کاٹے اور چنے جاتے ہوں۔ جیسے بازنجان اور بطیخ وغیرہ ان کی موجودہ اور آئندہ فصل کو بیک وقت فروخت کرنا۔اگرچہ اس میں بعض حضرات کی رائے عدم جواز کی ہے لیکن اس میں اگر آئندہ آنے والی فصل کو موجودہ کے تابع بنا کر فروخت کیا جائے تو یغتفر فی التابع مالا یغتفر فی المتبوع کے قاعدے کے تحت جواز کی گنجائش نکل سکتی ہیں۔یہی رائے علامہ ابن قیم وابن تیمیہ وغیرہ کی ہے۔تفصیلی عبارت پیچھے سوال نمبر(۱) کے ضمن میں گزر چکی ہے۔(دیکھئے موسوعۃ الاجماع فی الفقہ الاسلامی ۲/۲۳۵) واللہ اعلم بالصواب

سوال نمبر:۹ (الف) بلڈرس زمین خرید کر فلیٹ کا نقشہ بناتے ہیں اور اس نقشہ کے مطابق فلیٹ بیچنا شروع کر دیتے ہیں۔حالانکہ ابھی تعمیر کا کام شروع نہیں ہوا ہے بسا اوقات تعمیر کا کام شروع تو ہو گیا ہوتا ہے مگر فلیٹ مکمل تیار نہیں ہوتا ایسی صورتوں میں نقشہ کی بنیاد پر مکان کی خرید وفروخت کرنا کیسا ہے؟ اس صورت میں کبھی بلڈرس کے پاس زمین ہوتی ہے اور کبھی زمین نہیں ہوتی ہے کیا اس سے مذکورہ مسئلے پر کوئی فرق پڑے گا؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں جبکہ بلڈرز زمین خرید کر فلیٹ کا نقشہ بناتے ہیں اور اس نقشہ کے مطابق فلیٹ بیچنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ ابھی تعمیر کا کام شروع نہیں ہوا یا تعمیر شروع ہو چکی ہے البتہ ابھی تکمیل نہیں ہوئی یہ معاملہ عقد استصناع میں داخل ہے۔اور بیع استصناع میں جب تک شئ تیار کر کے مشتری کے سپرد اور حوالہ نہ کی جائے تو اس وقت

تک مشتری نہ ہونے اور شئی کے معدوم ہونے کی بناء پر اس کا آگے کسی دوسرے کے نام فروخت کرنا شرعاً جائز نہیں۔ چنانچہ شامی میں ہے

(مطلب فی الاستصناع) قوله هو لغة طلب الصنعة أی أن يطلب من الصانع العمل ففی القاموس، ا لصناعة، ككتابة حرفة الصانع وعمله الصنعة فالصنعة عمل الصانع فی صناعته أی حرفته وأما شرعاً فهو طلب العمل منه فی شئی خاص علی وجه مخصوص يعلم مما يأتی وفی البدائع من شروطه: بيان جنس المصنوع ونوعه وقدره وصفته وأن يكون مما فيه تعامل. (ردالمحتار ۷/ ۴۷۴، زکریا)

البتہ اس معاملے کی متبادل صورت یہ ہوسکتی ہے کہ فلیٹ کا قبضہ حاصل ہونے سے پہلے اُسے آگے بیچنے کے بجائے بیچنے کا صرف وعدہ کیا جائے پھر کچھ عرصے کے بعد جب بیچنے والے کو واقعۃً اس فلیٹ کا قبضہ مل جائے تو پہلے سے طے شدہ قیمت پر یا باہمی رضامندی سے کسی نئے قیمت پر باقاعدہ ایجاب وقبول کرکے بیچا جائے اس طرح کرنے سے یہ معاملہ جائز ہوجائے گا۔ (بحوالہ مالی معاملات ۱/ ۱۳۴)

اب رہا یہ مسئلہ کہ بلڈر کے پاس زمین موجود ہے اور پھر وہ نقشہ بنا کر اس کی بنیاد پر فروخت کرنا شروع کردیتا ہے یا اس کے پاس ابھی زمین ہی موجود نہیں ہے محض نقشہ کی بنیاد پر وہ یہ کام کررہا ہے تو اس مسئلے میں احقر کے نزدیک زمین کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا بلکہ دونوں صورتوں میں حکم ایک ہی رہے گا کیونکہ عقد استصناع میں مبیع سرے سے موجود ہی نہیں ہوتی بلکہ صانع کو آرڈر دیکر مصنوع کو بنوایا جاتا ہے۔ جس کا ابھی تک وجود نہیں ہے۔

الاستصناع عقد مقاولة مع أهل الصنعة علی أن يعملوا شيئا فالعامل صانع والمشتری مستصنع والشئی مصنوع. (مجلة الاحكام العدليه ص: ۳۱)

اہل صنعت سے کسی چیز کے بنوانے کا معاملہ کیا جائے تو اسے استصناع کہتے ہیں اس میں بنانے والے کو صانع خریدار کو مستصنع اور جو چیز خریدی جاتی ہے وہ مصنوع کہلاتی ہے۔ واللہ اعلم

سوال نمبر: ۹ (ب) مالک زمین اور بلڈر کے درمیان یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ بلڈر اس زمین پر فلیٹ بنائے گا، جس میں مالک کو چند فلیٹ یا اس کی قیمت دی جائے گی اور باقی بلڈر کا کیا ہوگا، کیا یہ صورت درست ہے؟

جواب: مالک زمین اور بلڈر کے درمیان معاہدہ کی یہ شکل کہ بلڈر اس زمین پر فلیٹ بنائے گا جس میں مالک کو چند فلیٹ یا اس کی قیمت دی جائے گی اور باقی بلڈر کا ہوگا یہ احقر کے نزدیک شرکت عنان کی شکل ہے جس میں سرمایہ میں یا نفع میں یا حقوق میں شرکاء متفاوت اور ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں، سب برابر نہیں ہوتے اس میں ہر شریک دوسرے کا صرف وکیل ہوتا ہے۔ یعنی تمام شرکاء کا نہ تو سرمایہ میں برابر ہونا ضروری ہے اور نہ نفع میں برابر تناسب رکھنا ضروری ہوتا ہے اور اسی طرح ہر شریک کے سرمایے کا دوسرے شریک کے سرمایہ سے الگ جنس یا کم

زیادہ قیمت کا ہونے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ اورصورت مسئولہ میں بھی چند فلیٹ یا اس کی قیمت مالک زمین کو مل جائے گی بقیہ سارا کا سارا بلڈر کا ہوگا۔ تو اگر نفع اور سرمایہ کم زیادہ بھی ہوں تو بھی یہ شرکت عنان کے دائرے میں داخل ہوکر بلاشبہ جائز اور درست ہوگا۔

چنانچہ بحر میں ہے:

”عنان تصح فی التساوی فی المال دون الربح وعکسه، وفی البحر تحته وهو التفاضل فی المال والتساوی فی الربح، قوله: (وبعض المال) یعنی یصح أن یعقدها کل واحد منهما ببعض ماله دون البعض، لأن المساواة فی المال لیس بشرط اذا اللفظ لایقتضیه. (قوله ؛وبخلاف الجنس) بأن یکون من أحدهما دنانیر ومن الآخر دراهم لعدم اشتراط الخلط عندنا فجازت فی متحد الجنس ومختلفه. (البحر الرائق ۵/ ۲۹۱، ۱۹۳، زکریا)

اور یہی رائے عصر حاضر کے مشہور مفتی، مفتی شبیر احمد صاحب کی بھی ہے۔ دیکھئے (فتاویٰ قاسمیہ ۲۶/ ۸۵)

سوال نمبر: ۹ (ج) آج کل بہت سے کمپیوٹر اپلی کیشن اور سافٹ ویئر پروگراموں کی آن لائن خرید وفروخت ہوتی ہے، جن کا بظاہر کوئی محسوس وجود نہیں ہوتا ہے ان کو صرف موبائل یا کمپیوٹر پر دیکھا یا سنا جاسکتا ہے، کیا ان پر بیع معدوم کا اطلاق ہوسکتا ہے؟ کیا ان کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کن شرطوں کے ساتھ؟

جواب: وہ کمپیوٹر اپلی کیشن اور سافٹ ویئر پروگرام جو جائز مقاصد میں استعمال کئے جاتے ہوں ان کی خرید وفروخت شرعاً جائز ہے۔ کیونکہ بیع اصطلاح شرع میں کہتے ہیں مرغوب شئ کو مرغوب شئ کے عوض میں دینا اسی طرح مبیع کے شرائط میں سے یہ ہے کہ مبیع مال متقوم ہو، بیچنے والے کی ملکیت اور اس کے قبضے میں موجود ہو۔ البتہ وجود کے لئے وجود حسی ضروری نہیں بلکہ وجود معنوی یا حکمی کافی ہے۔ جیسا کہ علامہ کاسانیؒ کی قبضہ کی تعریف سے معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے قبضہ کی تعریف یوں کی ہے

”معنی القبض هو التمکین والتخلی وارتفاع الموانع عرفاً وعادة حقیقة. (بدائع ۶/ ۱۴۱)

یعنی قبضہ کا مطلب ہے کسی چیز کے استعمال کی قوت، صلاحیت اور استعمال کے مواقع فراہم کرنا اور تمام رکاوٹوں کو دور کرنا اس سے معلوم ہوا کہ حسی قبضہ ضروری نہیں بلکہ شرعاً استعمال کے مواقع اور تصرف کا اختیار دینے سے بھی قبضہ پایا جاسکتا ہے جس کو قبضۂ معنوی کہا جاتا ہے۔

اور مذکورہ چیزیں بھی خریدار کی ملکیت میں آجاتی ہیں اور اس کو ان کے استعمال کی پوری قدرت حاصل ہوتی ہے اور یہ چیزیں مال متقوم بھی ہیں اس لئے ان اشیاء کی خرید وفروخت شرعاً درست ہوگی۔ اور ان پر معدوم کا اطلاق نہیں ہوگا۔

شامی میں ہے:

وشرعاً مبادلة شئی مرغوب فیه بمثله قوله مرغوب فیه أی مامن شانه أن ترغب الیه النفس وهو المال.(کتاب البیوع ۴/۵۰۲)

(۲)المراد بالمال مایمیل الیه الطبع ویمکن ادخاره لوقت الحاجة، والمالیة تثبت بتمول الناس کافة أو بعضهم والتقوم یثبت بها وباباحة للانتفاع به شرعاً، فما یباح بلا تمول لایکون مالاً کحبة حنطة وما یتمول بلا اباحة انتفاع لایکون متقوماً، کالخمر واذا عدم الأمران لم یثبت واحد منهما کالدم.(شامی ۲/۵۰۱)

سوال نمبر:۹(د) بعض پھلوں میں بیع کی یہ شکل بھی مروج ہے کہ فی الوقت جتنے پھل موجود ہیں اور جتنے پھل متوقع ہیں دونوں کی بیع کی جاتی ہے کیا اس طرح پھلوں کی بیع درست ہے جو ابھی نہیں آئے ہیں بلکہ متوقع ہیں؟

جواب: اگر درخت کے تمام پھلوں کی یا باغ کے تمام پھلوں کی بیع اس حال میں کی جائے کہ بعض کا ظہور ہو گیا ہوا ور بعض معدوم ہوں تو اس صورت میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک صرف ان پھلوں میں بیع منعقد ہوگی جن کا ظہور ہو چکا ہے اور یہی حنفیہ کا ظاہر مذہب ہے کیوں کہ جن کا ظہور نہیں ہوا وہ معدوم ہیں اور بعض بزرگوں نے ظاہر روایت کو ہی ترجیح دی ہے۔

چنانچہ عالمگیری میں ہے:

ولو باع کل الثمار وقد ظهر البعض دون البعض فظاهر المذهب أنه لایصح وکان شمس الأئمة الحلوانی. والفضلی یفتیان بالجواز فی الثمار والباذنجان والبطیخ وغیر ذلک، ویجعلان الموجود أصلاً فی العقد والمعدوم تبعاً استحساناً لتعامل الناس والأصح أنه لایجوز کذا فی المبسوط.(عالمگیری ۳/۱۰۶)

والأصح ماذهب الیه السرخسی من عدم الجواز فی المعدوم، وهو ظاهر المذهب کذا فی المعراج.(البحر الرائق ص:۵۰۴، ج:۵)

البتہ تعامل ناس کی وجہ سے بعض فقہاء نے اس میں نرم روی اختیار کی ہے جیسا کہ علامہ حلوانیؒ نے اس کو جائز قرار دیا ہے بشرطیکہ اکثر پھل نکل آئے ہوں اور کچھ باقی ہوں۔

أفتی الحلوانی بالجواز لو الخارج أکثر.(الدر المختار، ۷ ص:۸۵، زکریا)

اور یہی رائے امام فضلیؒ کی ہے اور وہ اکثر اور کم تر کی قید کے بغیر ہی اس معاملہ کو جائز قرار دیتے ہیں کہ پھل کے کچھ تعداد نکل آئی ہو اور کچھ پھل ابھی نہ آیا ہو بلکہ جو پھل موجود ہو اس کو اصل سمجھا جائے گا اور بعد کو نکلنے والا پھل اس

کے تابع ہوکر معاملہ میں شامل رہیگا۔

علامہ ابن ہمام امام فضلیؒ کا فتوی نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وقد رأیت عن محمدؒ وھو بیع الورد علی الأشجار، فان الورد متلا حق ثم جوز البیع فی الکل بھذا الطریق وھو قول مالکؒ. (فتح القدیر ۶/ ۲۹۱)

اب چونکہ اس بیع نے ضرورت کا درجہ اختیار کرلیا ہے لہٰذا جس طرح انسانی ضرورت کے پیش نظر بیع سلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز قرار دیا ہے حالانکہ وہ معدوم کی بیع ہے۔ اسی طرح پھلوں کی خرید وفروخت کے معاملات کو بھی درست کہنا چاہئے۔ (شامی ۴/ ۲۹ بحوالہ جدید فقہی مسائل ۴/ ۲۳۷)

سوال نمبر: ۹ (ہ) دوکان دار کو سامانوں کا آرڈر دیا جاتا ہے اور قیمت بھی ادا کردی جاتی ہے کچھ سامان اس کی دکان پر موجود ہوتا ہے اور بڑی تعداد میں سامان مارکیٹ میں تو ہوتا ہے لیکن دوکان دار کے پاس نہیں ہوتا ہے، دوکان دار سامان کا انتظام کرکے خریدار کو پہنچاتا ہے، بیع کی یہ صورت درست ہوگی یا نہیں؟

جواب: آج کل یہ معاملہ بہت رواج پذیر ہے کہ کوئی شخص جو عموماً مال خرید کر آگے فروخت کرتا ہے وہ بعض اوقات مال خریدنے سے پہلے ہی اپنے گاہک کو فروخت کردیتا ہے۔ حالانکہ جس وقت وہ اپنے خریدار کو مال بیچ رہا ہوتا ہے اس وقت مال اس کی ملکیت میں نہیں ہوتا بلکہ معاملہ کرنے کے بعد وہ مارکیٹ سے مال خریدتا ہے اور پھر اپنے گاہک کو دے دیتا ہے یہ معاملہ شرعاً ناجائز ہے کیونکہ اس میں فروخت کرنے والا مالک بننے سے پہلے ہی اُسے آگے بیچ دیتا ہے اور اگر غیر موجود چیز کی بیع کی گئی اگرچہ باہمی رضامندی سے ہی ہو تو یہ بیع باطل کہلاتی ہے۔ اس لئے کہ مبیع کا بیع کے وقت بائع کی ملکیت میں موجود ہونا ضروری ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

عن حکیم بن حزامؓ قال نھانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أن أبیع مالیس عندی رواہ الترمذی، وروایۃ لہ ولأبی داؤد والنسائی قال: قلت؛ یا رسول اللہ! یاتینی الرجل فیرید منی البیع ولیس عندی فأبتاع لہ من السوق قال لاتبع مالیس عندک. (ترمذی ۱/ ۲۳۳)

بحر میں ہے:

وأما شرائط المعقود علیہ فأن یکون موجوداً مالاً متقوماً مملوکاً فی نفسہ، وأن یکون ملک البائع فیما یبیعہ لنفسہ، وخرج بقولنا و أن یکون ملکاً للبائع ما لیس کذلک فلم ینعقد بیع مالیس بمملوک لہ وان ملکہ بعد. (البحر الرائق ۵/ ۲۵۹۔ ۲۶۰ سعید) وکذا فی الشامی ۴/ ۵۰۵ سعید)

مرقاۃ المفاتیح میں ہے:

الثانی: أن یبیع منه متاعا لا یملکه، ثم یشتریه من مالکه ویدفعه الیه، وهذا باطل لأنه باع مالیس فی ملکه وقت البیع وهذا المعنی قوله قال لاتبع مالیس عندک أی شیئا لیس فی ملکک حال العقد. (ج، ۵/ ۹۳۷ ا دار الفکر)

البتہ اس کی جائز صورت یہ ہوسکتی ہے کہ ایسی صورت میں خریدار سے بیع کا معاملہ تو نہ کیا جائے، بلکہ بیع کا وعدہ کرلیا جائے اور ایک معاہدہ وعدۂ بیع کے نام سے تیار کرلیا جائے۔ فروخت کنندہ یہ وعدہ کرلے کہ وہ مال خرید کر اسے بیچے گا اور خریدار یہ وعدہ کرے کہ اس کی مطلوبہ صفات کے مطابق مال آیا تو وہ اسے خرید لے گا، پھر جب عملاً مال آئے تو باقاعدہ معاملہ کرکے اسے فروخت کیا جائے۔ (دیکھئے فقہ البیوع ۱/ ۷۶ مالی معاملات ۱/ ۲۳۳)

اگر خریدار نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا اور فروخت کنندہ کو یہ مال کہیں اور بیچنا پڑا تو اگر یہ چیز دوسری جگہ قیمت خرید سے کم قیمت میں بکی تو فروخت کنندہ وعدہ کرنے والے سے اپنا حقیقی نقصان لے سکتا ہے۔ جس کے لئے بہتر یہ ہے کہ شروع میں وعدہ کرتے وقت ہی خریدار (وعدہ کرنے والے) سے کچھ رقم بطور امانت لے لی جائے تاکہ درج بالا صورتحال میں اس رقم سے اپنا حقیقی نقصان پورا کیا جاسکے۔

(المعاییر الشرعیه ص: ۱۲، بحواله مالی معاملات ۱/ ۲۳۲)

خلاصۂ جوابات

۱۔ بیع معدوم سے مراد ایسی چیز کی خرید وفروخت ہے جو عالم واقعہ میں موجود نہ ہو جیسے مضامین اور ملاقیح کی بیع وغیرہ، نیز بیع معدوم کی تین قسمیں ہیں۔ (دیکھئے مقالہ ص: ۳)

۲۔ جمہور فقہاء بشمول ائمہ اربعہ عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ میں بیع معدوم کے عدمِ جواز کے قائل ہیں جبکہ علامہ ابن تیمیہ اور ابن قیم صرف ان صورتوں کے عدمِ جواز کے قائل ہیں جن میں غرر پایا جاتا ہو۔ راجح مسلک جمہور کا ہے۔

۳۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک بیع معدوم کے عدمِ جواز کی وجہ غرر کا پایا جانا ہے اگرچہ کچھ فقہاء نے دوسری وجوہات بھی بیان فرمائی ہیں۔

۴۔ بیع سلم اور عقد استصناع خود خلاف قیاس ہیں اس لئے اِن پر دوسروں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا البتہ اگر کسی جگہ سلم یا استصناع کی شرطیں پائی جائیں تو اِن میں داخل کرکے جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔

۵۔ بیع سلم اور استصناع کے علاوہ میں مبیع کے وجود میں آنے سے پہلے اوصاف بتا کر باقاعدہ ایجاب وقبول شرعاً جائز نہیں البتہ وعدۂ بیع کیا جاسکتا ہے۔

۶۔ صرف بیع سلم اور استصناع میں تاجر اوّل کے لئے خریدنا تو درست ہوگا البتہ قبضہ حقیقی یا حکمی کے بغیر تاجر

ثانی کوفروخت کرنا درست نہیں۔

۷۔فقہاء کرام کی بیان کردہ علت کی روشنی میں ان تمام معدوم اشیاء میں سلم کی شرطوں کے ساتھ بیع درست ہوگی جن کو وصف، جنس وغیرہ بیان کر کے منضبط کیا جا سکتا ہے۔

۸۔بیع سلم اور استصناع کی طرح بعض صورتوں کو فقہاء نے عدمِ جواز سے مستثنیٰ کیا ہے جیسے بعض معدوم پھلوں یا آئندہ آنے والی فصل کو موجود پھلوں یا فصل کے تابع بنا کر فروخت کرنا۔

۹۔(الف) تعمیر سے پہلے یا تعمیر مکمل ہونے سے پہلے محض نقشہ کی بنیاد پر فلیٹ فروخت کرنا استصناع میں داخل ہو کر درست ہے۔تاہم خریدار کا قبضہ سے پہلے آگے فروخت کرنا درست نہیں۔

۹۔(ب) مالک زمین اور بلڈر کے درمیان یہ معاملہ کہ بلڈر کچھ فلیٹ لے گا اور کچھ مالک زمین کے ہوں گے شرکت عنان کے دائرے میں داخل ہو کر بلا شبہ جائز اور درست ہے۔

۹۔(ج) بیع کی درستگی کے لئے مبیع پر قبضۂ معنوی بھی کافی ہے اس لئے جائز مقاصد کیلئے استعمال ہونے والے پروگرام کی خرید وفروخت درست ہوگی اور اس کو مبیع معدوم نہ کہا جائے گا۔

۹۔(د) بعض موجود اور بعض معدوم پھلوں کی بیع کی صورت میں اگرچہ ظاہر مذہب عدمِ جواز کا ہے تاہم متاخرین فقہاء نے تعاملِ ناس کی بنیاد پر معدوم کو موجود کے تابع بنا کر جائز قرار دیا ہے۔جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی ضرورت کے پیش نظر سلم کو جائز قرار دیا ہے۔

۹۔(ہ) دوکان دار کے پاس جو سامان موجود نہ ہو اس کو پہلے ہی گاہک کو فروخت کرنا پھر بازار سے منگوا کر گاہک کے حوالے کرنا شرعاً درست نہیں البتہ بیع نہ کر کے وعدۂ بیع کر لے اور پھر جب سامان آجائے تو دوبارہ معاملہ کر کے اس کو فروخت کر دے۔

واللہ اعلم بالصواب

بیع معدوم سے متعلق جوابات

مفتی محمد ذاکر نعمانی

دارالافتاء، مفتی شہر، جے پور

سوال: (۱) فقہاء کے نزدیک بیع معدوم کا مفہوم کیا ہے؟ نیز اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب:

"فی الموسوعة الفقهية" ذهب الفقهاء إلى عدم صحة بيع المعدوم وأنه لا ينعقد بيع المعدوم و ماله خطر العدم واشترط الفقهاء أن يكون المعقود عليه موجوداً حين العقد۔[أی غير معدوم] (۳۸/۲۰۱ کویت)

''موسوعہ فقہیہ میں ہے کہ فقہاء کی رائے یہ ہے کہ معدوم کی بیع صحیح نہیں اور معدوم کی بیع منعقد نہیں ہوتی اور اسی طرح اس چیز کی بھی بیع منعقد نہیں ہوتی، جس کا عدم کا خطرہ ہو اور فقہاء نے اس بات کی شرط لگائی ہے کہ معقود علیہ عقد کے وقت موجود ہو یعنی معدوم نہ ہو۔''

معدوم: تعريف المعدوم لغة، المفقود يقال: عدمته عدما من باب تعب: فقدته والإسم: العدم وفی الإصطلاح قال البركتي: العدم ما يقابل الوجود۔[الموسوعة الفقهية ۳۸/۲۰۱، كويت] ۔ لسان العرب والمصباح المنير قواعد الفقه للبركتی۔

المادة ۲۰۵ بيع المعدوم باطل ۔۔۔ومن بيع المعدوم۔۔۔ ماسيملكه قبل ملكه له ۔۔۔ ومنه بيع المضامين وهو ما في ظهور الآباء كفحول الخيل۔۔۔۔ ومن بيع المعدوم أيضاً بيع ما أصله غائب ومثل المعدوم بيع ماله خطر العدم۔۔۔ ومنه ما يعد معدوماً عرفاً۔[شرح المجلة ۹۲-۹۱/۲، بيروت]

معدوم کی بیع باطل ہے، اور بیع معدوم میں سے ہی ہے کہ بائع مشتری کے مالک بننے سے پہلے خود اس کا مالک بن جائے گا اور اسی میں سے بیع مضامین ہے، [اندرونی چیز] اور وہ وہ ہے جو باپ دادا کی پشتوں میں ہو۔

اور بیع معدوم میں سے ہے وہ جس کی اصل ہی غیر موجود ہو اور معدوم کے مانند ہی ہے اس چیز کی بیع جس میں عدم کا خطرہ ہو اور اسی طرح وہ بھی جو عرفاً معدوم سمجھا جاتا ہو۔

بعض فقہاء احناف معدوم حقیقی سے معدوم عرفی کو ملاتے ہیں، جیسے کہ دودھ تھن میں، پس ان اشیاء کی فروحت اس کے مستقل ہونے کی حالت میں باطل ہے، اس لئے کہ یہ چیز عرفاً معدوم ہے، اس لئے کہ یہ نہیں جان جا سکتا کہ تھن کا پھولنا دودھ پائے جانے کی وجہ سے ہے یا ہوا یا خون کی وجہ سے، خاص کر کہ دودھ تھوڑا تھوڑا حاصل ہوتا ہے یکے بعد دیگرے، پس اگر اس میں بیع کو جائز مانیں تو بائع کی ملک مشتری کی ملک سے مخلوط ہو جائے گی۔

المعدوم على أنواع: (۱) مالا يمكن حصوله أبدا ولا إجراء العقد عليه لإنعدامه مطلقاً (۲) معدوم وقت البيع يمكن وجوده بعد ذلک كحبل الحبلة (۳) معدوم تابع لموجود (۴) معدوم موصوف في الذمة ممكن تحققه ووجوده كالسلم۔

فمن هنا يظهر أن بيع المعدوم هو بيع ما كان غير موجود في الواقع أو كان غائباً عن مجلس العقد وموصوفاً في الذمة۔ [بيع المعدوم وتطبيقاته المعاصرة في محال الديون، ص: ۲۸]

پس یہاں یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ معدوم کی بیع وہ اس چیز کی بیع ہے جو حقیقت میں موجود ہی نہ ہو، یا مجلس عقد سے غائب ہو، اور ذمہ میں صفت بیان کردہ ہو۔

كتب الشيخ ابن القيم رحمه اللّٰه:

ذكر حكم رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في منع الرجل من بيع ما ليس عنده۔۔۔۔ وفي "السنن" نحوه من حديث ابن عمرو رضي اللّٰه عنه، ولفظه: لا يحل سلف وبيع ولا شرطان في بيع۔۔۔۔ ولا بيع ماليس عندک قال الترمذي: حديث حسن صحيح۔ فاتفق لفظ الحديثين على نهيه صلى اللّٰه عليه وسلم عن بيع ماليس عنده۔۔۔۔ وهو يتضمن نوعا من الغرر۔۔۔۔ وقد ظن بعض الناس أنه إنما نهى عنه لكونه معدوماً، فقال: لا يصح بيع المعدوم وروى في ذلک حديثا أنه صلى اللّٰه عليه وسلم نهى عن بيع المعدوم وهذا الحديث لا يعرف في شئ من كتب الحديث ولا له أصل۔۔۔۔۔ وأن هذا المنهي عنه في حديث حكيم وابن عمرو رضي اللّٰه عنه لا يلزم أن يكون معدوما وإن كان فهو معدوم خاص فهو كبيع حبل الحبلة وهو معدوم يتضمن غرراً وترددا في حصوله۔ [زادالمعاد ۵/۸۰۷، مكتبه المنار الاسلامية]

جو چیز اپنے پاس نہ ہو اس کی بیع کی ممانعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور سنن میں ابن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، جس کے الفاظ ہیں۔۔۔۔ اور ایسی چیز کی بیع مت کر جو تیرے پاس نہ ہو۔ [ترمذی نے اس حدیث کو حسن بتایا ہے] ترمذی نے اسے حدیث صحیح کہا ہے، یہ دونوں حدیثیں اس پر متفق ہیں کہ جو چیز اپنے پاس نہ ہو اس کی بیع سے منع کیا گیا ہے یہ بیع ایک طرح کا دھوکا ہے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ممانعت چیز کے معدوم ہونے کے

سبب وارد ہوتی ہے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع معدوم سے منع فرمایا ہے، لیکن یہ حدیث بے اصل ہے۔ [ترجمہ اردو]

والمعدوم ثلاثة أقسام: معدوم موصوف في الذمة، فهذا يجوز بيعه اتفاقاً، وإن كان أبو حنيفة شرط في هذا النوع أن يكون وقت العقد في الوجود من حيث الجملة وهذا هو السلم۔

معدوم کی تین قسمیں ہیں، وہ معدوم جس کی صفت بیان کردی گئی ہو ذمہ میں لازم قرار دے دیا گیا ہو، تو اس کی بیع متفقہ طور پر جائز ہے، گرچہ امام ابوحنیفہؒ نے اس قسم میں یہ شرط لگائی ہے کہ عقد کے وقت فی الجملہ موجود ہو اور یہ تو سلم ہی ہے۔

والثاني: معدوم تبع للموجود وإن كان أكثر منه وهو نوعان: نوع متفق عليه ونوع مختلف فيه فالمتفق عليه بيع الثمار بعد بدو صلاح ثمرة واحدة منها۔۔۔ وإن كانت بقية أجزاء الثمار معدومة وقت العقد ولكن جاز بيعها تبعا للموجود وقد يكون المعدوم متصلاً بالموجود وقد يكون أعيانا أخر منفصلة عن الوجود لم تخلق بعد۔

والنوع المختلف فيه كبيع المقاثئ والمباطخ إذا طابت فهذا فيه قولان، أحدهما: أنه يجوز بيعها جملة الخ۔

الثالث: معدوم لا يدري يحصل أو لا يحصل ولا ثقة لبائعه بحصوله بل يكون المشتري منه على خطر الخ۔ [زاد المعاد ۵/۸۰۸-۸۱۰، مكتبه المنار الإسلامية]

اور دوسری قسم وہ معدوم جو موجود کے تابع ہو گرچہ معدوم زیادہ ہو اس کی دو قسمیں ایک متفق علیہ دوسری مختلف فیہ، متفق علیہ پھلوں کی بیع کرنا کسی ایک پھل کے نفع بخش ہونے کے بعد۔۔۔ حالانکہ عقد کے وقت بقیہ اجزائے ثمار معدوم ہو لیکن اس کی بیع جائز ہوتی ہے، موجود کے تابع ہو کر کبھی کبھی معدوم موجود سے متصل ہوتا ہے اور کبھی وہ عین آخر [مستقل] ہوا کرتا ہے، جو وجود سے جدا ہوتا جواب تک پیدا بھی نہیں ہوا ہوتا، مختلف فیہ جیسے ککڑی اور تربوز کی بیع جب وہ پک جائیں تو اس میں دو قول ہیں، ایک قول ہے اس کی بیع جائز ہے ایک ساتھ الخ۔

تیسری قسم: وہ معدوم جس کے بارے میں یہ یقین نہ ہو کہ وہ حاصل ہوگا یا نہیں اور خود بائع کو اس کے حاصل کرنے پر اعتماد نہ ہو بلکہ مشتری بھی دھوکہ پر ہو [وجود وعدم وجود کے درمیان ادھر جھول میں ہو]

بعض حضرات نے مندرجہ ذیل چار قسمیں بنائی ہیں:

المعدوم على انواع: (۱) ما لا يمكن حصوله أبداً ولا إجراء العقد عليه لإنعدامه مطلقاً۔ (۲) معدوم وقت البيع يمكن وجوده بعد ذلك كحبل الحبلة۔ (۳) معدوم تابع لموجود۔ (۴) معدوم موصوف

فی الذمة ممکن تحققه و وجوده کالسلم۔

معدوم چند قسموں پر ہے،(۱) جس کا حصول کبھی ممکن نہ ہو اور نہ ہی اس پر عقد بیع جاری ہوسکتا ہو، اس کے مطلقاً معدوم ناپیدا ہونے کی بناء پر۔(۲) فروخت کے وقت معدوم، تاہم بعد میں دستیابی ممکن ہو، جیسے حمل کا حمل (۳) وہ معدوم جو تابع ہو موجود کے (۴) وہ معدوم جس کی صفت بیان کردی گئی ہو ذمہ میں لازم کردیا گیا ہو، اس کا تحقق و وجود ممکن ہو، جیسے سلم۔

سوال نمبر (۲): بیع معدوم کے سلسلے میں فقہاء کی آراء اور ان کے دلائل کیا ہیں؟ اس سلسلے میں راجح مسلک کیا ہے؟

(۱) "فی الموسوعة الفقهية" شروط المبيع أن يكون المبيع موجوداً حين العقد، فلا يصح بيع المعدوم وذلک باتفاق الفقهاء [۱۴/۹۔ کویت]

مثله

فی الفقه الإسلامی وأدلته ۴/۴۲۷ دار الفكر] وفی بدائع الصنائع ۴/۳۲۶، مكتبه زكريا وفی الفتاوىٰ العالمگيرية ۳/۵، فيصل]

وفی "المبسوط" وبيع المعدوم لا يجوز لنهيه صلى الله عليه وسلم عن بيع ما ليس عند الإنسان ثم هذا فی حكم بيع العين ولو كان موجوداً غير مملوک للعاقد لم يجز بيعه فكذلک إذا كان معدوما بل أولى۔ [كتاب البيوع ۱۲/۱۶۵، بيروت]

"موسوعہ فقہیہ میں ہے کہ مبیع کے شرائط میں سے یہ ہے کہ مبیع موجود ہو عقد کے وقت تو معدوم کی بیع صحیح نہیں ہے اور اس پر فقہاء کا اتفاق ہے۔

حكم المسألة فبيع المعدوم باطل بالإجماع ونقل ابن المنذر وغيره إجماع المسلمين على بطلان بيع الثمرة سنتين۔ [كتاب المجموع شرح المهذب للنووی: ۹/۲۵۸)

جمہور فقہاء کے دلائل: لا تبع ما ليس عندک۔ [رواه الترمذی: ۱۲۳۲ وابو داؤد أنه نهى عن بيع حبل الحبلة۔ [رواه مسلم ۱۵۱۴، باب تحريم بيع حبل الحبلة] أن النبی صلى الله عليه وسلم نهى عن المعاومة وفي رواية بيع السنين۔ [سن أبی داؤد: ۳۳۷۵]

أنه نهى عن بيع الثمرة حتى يبدو صلاحها۔ [أخرجه البخاری: ۲۱۹۴]

عن حكيم بن حزام قال: قلت يا رسول الله يأتينی الرجل يسألنی من البيع ما ليس عندي، أبتاع له من السوق ثم أبيعه؟ قال لا تبع ما ليس عندک۔ [جامع الترمذی/ ۱۲۳۲]

لا يحل سلف وبيع لا شرطان فی بيع ولا ربح ما لم يضمن ولا بيع ما ليس عندک۔ [جامع الترمذی

كتاب البيوع ما جاء كراهية بيع ما ليس عندك۔زاد المعاد ۵/۸۰۷، مؤسسة الرسالة]

وجه الدلالة: أن النهي هنا وارد على البيع المعدوم لعدم وجوده وعدمه فلذلك لا يصح بيعه۔

بيع المعدوم قد دخله الغرر والغرر منهي عنه شرعاً۔۔۔الخ فقد روى أبو هريرة ﷺ قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الحصاة وعن بيع الغرر۔[صحيح مسلم بشرح النووي]

وجه الدلالة: أن بيع المعدوم غرر لأنه يخفى أمره وعاقبته ولذلك فيكون النهي الوارد شاملاً لبيع المعدوم۔[المهذب ۱/۲۶۲]

شیخ وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

رأى بعض الحنابلة في بيع المعدوم: أجاز ابن القيم وأستاذه ابن تيمية بيع المعدوم عند العقد إذا كان محقق الوجود في المستقبل بحسب العادة لأنه لم يثبت النهي عن بيع المعدوم لا في الكتاب ولا في السنة ولا في كلام الصحابة وإنما ورد في السنة۔۔۔النهي عن بيع الغرر وهو ما لا يقدر على تسليمه سواء أكان موجوداً أم معدوما كبيع الفرس النافر والجمل الشارد فليست العلة في المنع لا العدم ولا الوجود۔[الفقه الإسلامي وأدلته ۴/۴۲۹، دار الفكر۔]

شیخ وہبہ زحیلی لکھتے ہیں: بعض حنابلہ کی رائے معدوم کی بیع ہونے کی ہے، ابن قیم اوران کے استاد ابن تیمیہؒ نے عقد کے وقت معدوم کی بیع کی اجازت دی ہے، جب کہ اس کا مستقبل میں وجود میں آنا عموماً یقینی ہو اس لئے کہ معدوم کی بیع کی ممانعت کتاب وسنت اور صحابہ کے کلام سے ثابت نہیں ہے، سنت سے بیع غرر کی ممانعت ثابت ہے اور بیع غرر کا مطلب یہ ہے کہ بائع مبیع سپردگی پر قادر نہ ہو چاہے وہ موجود ہو یا معدوم ہو، جیسے بدکنے والا گھوڑا یا بھاگ کر چلے جانے والا اونٹ، تو ممانعت کی علت نہ تو معدوم ہونا ہے اور نہ ہی موجود ہونا۔

بیع معدوم کے جواز کے قائلین کی دلیلیں:

ابن تیمیہ اور ابن قیم نے پہلی دلیل یہ دی ہے کہ کتاب وسنت میں بیع معدوم کے عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں ہے، اور ممانعت کی اصل وجہ غرر ہے۔

حرر الدكتور جمال أحمد:

استدل ابن تيمية وتلميذه ابن القيم لما ذهبا إليه بما يلي أولا: لا يوجد دليل في القرآن أو السنة يدل على عدم جواز بيع المعدوم وإنما هناك أدلة على عدم جواز بيع بعض الأشياء المعدومة كما توجد أدلة على عدم جواز بيع بعض الأشياء الموجودة أيضا والعلة في عدم الجواز في كل هذه الأشياء هي الغرر وليس العدم۔[مجموع الفتاوى ۲۰/۵۴۲-۵۴۳، اعلام الموقعين ۲/۲۸]

ثانیاً: ثبت بالنص جواز المعاوضة علی بعض المعدومات کبیع الثمرة بعد بدو صلاحها بشرط الإبقاء إلی تمام الصلاح۔[مجموع الفتاوی ۲۰/۵۴۴، اعلام الموقعین ۲/۲۸] (بیع المعدوم وتطبیقاته المعاصرة فی مجال الدیون)

سوال نمبر: (۳) بیع معدوم سے ممانعت کی علت اور حکمت کیا ہے؟ مبیع کا موجود نہ ہونا یا غرر کا پایا جانا؟ یا کوئی اور وجہ؟ سب سے بڑی علت جو اکثر مذاہب فقہیہ میں ملتی ہے وہ غرر ہے۔

فی الموسوعة الفقهية فلا يصح بيع المعدوم وذلک باتفاق الفقهاء۔۔۔ولما فی ذلک من الغرر والجهالة وللحديث نهی عن بيع الغرر۔[الموسوعة الفقهية شروط المبيع ۹/۱۴، کویت]

پس معدوم کی بیع صحیح نہیں، اور اس پر فقہاء متفق ہیں اور بوجہ اس کے کہ اس میں غرر اور جہالت پائی جاتی ہے اور بیع غرر سے حدیث میں نہی وارد ہوئی ہے۔

فقیہ عبداللہ بن محمد سلیمان تحریر فرماتے ہیں:

فإنه فاسد للغرر۔[مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر ۲/۵۵]

پس بلاشبہ یہ غرر کی بنا پر فاسد ہے۔

شیخ وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

(رأی بعض الحنابلة فی بيع المعدوم۔۔۔فالأصل إذا هو الغرر۔[الفقه الإسلامی وأدلته ۴/۴۲۹، دار الفكر])

بیع معدوم سے ممانعت کی علت حنفیہ کے نزدیک غرر کا پایا جانا ہے۔[بدائع الصنائع ۴/۳۲۶ و فتح القدیر ۲/۳۷۶]

شافعیہ کے یہاں تین علتیں ہیں: (۱) مبیع کا ملکیت میں نہ ہونا۔ (۲) مجہول ہونا (۳) مقدور التسلیم نہ ہونا۔ [شرح المنهج بحاشية الجمل ۳/۲۸]

موسوعہ فقہیہ میں ہے: ''تو معدوم کی بیع صحیح نہیں ہوتی اور اس بات پر فقہاء کا اتفاق ہے، کیونکہ اس میں دھوکہ اور جہالت ہے اور حدیث میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے بیع غرر سے منع فرمایا ہے''

فقیہ عبداللہ بن محمد سلمان تحریر فرماتے ہیں: ''وہ غرر کی وجہ سے فاسد ہے''

شیخ وہبہ زحیلی لکھتے ہیں: بعض حنابلہ کی رائے ہے کہ معدوم کی بیع جائز ہے، تو اصل غرر ہے۔

باب ما جاء فی کراهية بيع ما ليس عنده

خلاصہ تقریر مفتی تقی صاحب، غیر مملوک چیز فروخت کرنے میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی لیکن سوال اصول کا ہے اس لئے

کہ اگر ایک مرتبہ اس کی اجازت دے دی جائے تو اس سے سٹے کا دروازہ کھل جاتا۔[از درس ترمذی]

حكمة التشريع في منع بيع المعدوم:

الأول غرر ممتنع إجماعاً: وهو كثير الفاحش الذي لا يغتفر وجوده في العقود، وبه يكون العقد باطلا ومن أمثلته: بيع السمك في الماء والطير في الهواء وبيع ما نهى عنه النبي صلى الله عليه وسلم كالملامسة والمنابذة والملاقيح والمضامين وغيرها، يقول ابن رشد: وبالجملة فالفقهاء متفقون على أن الغرر الكثير في المبيعات لا يجوز وأن القليل يجوز۔[ابن رشد بداية المجتهد ۲/۱۱۶]

غرر کثیر فاحش وہ ہے جس کو عقود میں نظر انداز نہیں کیا جاتا، درگزر نہیں کیا جاتا، ابن رشد نے نقل کیا ہے کہ فقہاء اس پر متفق ہیں کہ مبیعات میں غرر کثیر جائز نہیں، قلیل میں جائز ہے۔

الثاني: غرر جائز إجماعا وهو اليسير الذى من شأن الناس التسامح فيه ويغتفر وجوده في العقود فلا تبطل به للحاجة والضرورة۔۔۔[الدردير الشرح الكبير ۳/۶۰، حاشية الدسوقي]

دوسرے، غرر جائز ہے اجماعاً اور وہ تھوڑا سا ہے جس میں لوگوں کی عادت رواج یہ ہے کہ وہ اتنی مقدار پر چشم پوشی کر لیتے ہیں اور اس کا عقود میں پایا جانا درگزر کے قابل ہو پس حاجت وضرورت کی بنا پر یہ باطل نہیں ہے۔

الثالث: وهو المتوسط: وقد اختلفوا فيه: هل يلحق بالغرر الكثير أم اليسير؟ فلا رتفاعه عن اليسير ألحق بالكثير ولا نخفاضه عن الكثير ألحق باليسير كبيع الغائب على الصفة والبيع من غير ذكر الثمن وغير ذلك۔[الذخيرة ۵/۹۳] حاشية الخرشي ۵/۶۹۔ (بيع المعدوم وتطبيقاته المعاصرة في مجال الديون)

تیسری قسم درمیانی ہے وہ مختلف فیہ ہے اس کو کثیر سے ملایا جائے یا قلیل سے؟ یسیر سے اوپر ہونے کی بنا پر تو کثیر سے ملحق رکھا جائے گا، اور کثیر سے کمتر ہونے کی بنا پر یسیر سے ملحق رکھا جائے گا، جیسا کہ غائب کی بیع صفت پر، اور بغیر قیمت طے کئے بیع کرنا وغیرہ۔

سوال نمبر (۴) کیا بیع معدوم کو عقد استصناع پر قیاس کیا جا سکتا ہے؟ اگر کیا جا سکتا ہے تو کہاں کہاں کیا جا سکتا ہے؟ اس کی شرطیں کیا ہوں گی؟

جواب: بیع معدوم کو عقد استصناع پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ استصناع خود خلاف قیاس ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی نے ذخیرہ کی ''الإجارات'' سے نقل کیا ہے، کسی نے جولاہے کو کاتا ہوا سوت دیا تا کہ وہ اس کو ایک تہائی پر بُن دے، اور مشائخ بلخ کپڑوں میں اس جیسے اجارہ کو جائز ٹھہراتے تھے، ان کے شہر علاقہ میں کپڑوں میں تعامل پائے جانے کی وجہ سے، اور تعامل حجت ہے اس کی بنا پر قیاس کو ترک کر دیا جاتا ہے، اور اثر کو خاص کر لیا

جاتا ہے، اور اس اجارہ کا کپڑوں میں جائز ٹھہرانا تعامل کی بنیاد پر یہ اس نص کو خاص کرنے کے معنی میں ہے، جو قفیز طحان کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے، اس لئے کہ نص قفیز طحان پر ہی وارد ہوئی ہے، کپڑا بُننے والے پر نہیں، البتہ اتنا ہے کہ حائک اس کی نظیر ہے، پس دلالۃً تواثر کو اس پر وارد مانیں گے، پس جب ہم نے اس نص کی دلالت کے پیش نظر حائک کے معاملہ میں نص کو ترک کیا اور قفیز طحان کے مسئلہ میں ہم نے اس ممانعت پر عمل کیا، تو یہ تخصیص ہوئی، بالکلیہ ترک نہیں،

اور تعامل کی بنیاد پر نص میں تخصیص کرنا درست ہے، دیکھئے ہم نے تعامل کی بنا پر استصناع کو درست ٹھہرایا، جب کہ استصناع اس چیز کا فروخت کرنا ہے جو بائع کے پاس نہیں ہے اور اس سے روکا گیا ہے اور تعامل کی بنیاد پر استصناع کو درست کہنا ہماری جانب سے اس نص کی تخصیص ہے جو وارد ہوئی ہے اس چیز کو فروخت کرنے میں جو انسان کے پاس موجود ہی نہیں ہے، یہ نص کو بالکلیہ چھوڑ دینا نہیں ہے۔

سوال نمبر: (۵) آج کل بیع کا یہ طریقہ بھی رائج ہے کہ بیع کے وجود میں آنے یا اس پر قبضہ ہونے سے پہلے اس کے اوصاف بتا کر بہت سی چیزیں بیچی اور خریدی جاتی ہیں، معاملہ کی یہ شکل جائز یا نہیں؟

سوال نمبر ایک کے تحت علامہ ابن قیم واستاذ ابن تیمیہ کی رائے گزر چکی ہے۔

مفتی رضاء الحق صاحب ''بیع قبل القبض'' کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: امام مالکؒ وامام احمدؒ کے نزدیک غیر مطعومات میں بیع قبل القبض جائز اور درست ہے، اگر ابتلائے عام ہو تو اس قول پر فتوی دینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

مولانا سید یوسف بنوریؒ تحریر فرماتے ہیں: مسائل معاملات میں بیع قبل القبض ہے۔۔۔ کہ آج کل تمام تاجر طبقہ اس میں مبتلا ہے، اب اس کی صورت حال پر غور کر کے پوری طرح جائزہ لیا جائے کہ یہ ابتلاء اگر واقعی ہے اور موجودہ معاشرہ مضطر ہے، اور بغیر اس کے چارہ کار نہیں تو مذہب مالکیہ پر فتویٰ دیا جائے گا، کہ عدم جواز بیع قبل القبض مطعومات کے ساتھ مخصوص ہے، اس مسئلہ میں مذہب حنبلی بھی مذہب مالکی جیسا ہے اور حدیث میں صراحۃً طعام ہی کا ذکر ہے:

''نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الطعام قبل أن يستو فيه (بينات ربيع الثانى ۱۳۸۳ھ/ ستمبر ۱۹۶۳ء)

جدید فقہی مسائل میں ہے: اگر نزاع کے اندیشہ سے [فساد] ہوا اور عملاً نزاع نہ پیدا ہو تو گو قضاءً بیع فاسد ہوگی لیکن دیانۃً درست وصحیح ہو جائے گی۔ [فیض الباری ۳/ ۲۵۸]

اس لئے راقم الحروف کا خیال ہے کہ ''بیع قبض القبض'' کی ممانعت حق عبد کی بنا پر ہے نہ کہ حق شرع کی بنا پر اور اس کا فساد قضاءً ہے نہ کہ دیانۃً [جدید فقہی مسائل ۴/ ۲۱۲-۲۱۴] [فتاویٰ دار العلوم زکریا ۵/ ۱۱۷-۱۱۸- المكتبة الاشرفيه ديوبند] ان عبارات سے جواز کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

سوال نمبر:(۶) بسااوقات یہ معاملہ تاجروں کے درمیان ہوتا ہے ایک تاجر دوسرے تاجر سے اس کی بیع کردیتا ہے اور دوسرا تاجر تیسرے شخص سے اس کی بیع کردیتا ہے اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے؟ اس طرح کی بیع جائز ہے یا ناجائز؟

جواب:

قال الشیخ المفتی محمد تقی عثمانی: وقد ظهرت فی زماننا حکمة أخری، لهٰذا الحکم وهی أن البیع قبل القبض فی زماننا یحدث غلاء فی السوق وکثیراً ما یفعله تجار زماننا فی التجارة الدولیة فنشاهد الیوم أن الباخرة تجری بالبضاع من الیابان مثلاً فیبیعه الذی یصدره إلی غیره ثم هو إلی ثان والثانی إلی ثالث وهکذا فتجری علی البضاعة الواحدة بیاعات ربما تجاوز عشرة وکل ذلک قبل وصول الباخرة إلی المیناء وینتج ذلک أن البضاعة التی کانت قیمتها بضع ربیات فی الیابان لا تصل إلی سوق بلادنا إلا بعد ما تصیر قیمته مائة أو أکثر لأن کل تاجر یشتریها قبل الوصول یبیعها بربح إلی غیره وتصیر الأرباح کلها بأیدی تجرة معدودین: ویصیر الغلاء نصیب العامة ولا حول ولا قوة إلا باللہ العظیم ولو أنهم عملوا بأمر النبی الکریم صلی اللہ علیه وسلم لم یبیعوا البضائع حتی تصل إلی البلاد وحتی یقبضها البائع فتقل الأرباح المتوسطة وترخص الأثمان فی السوق۔(تکمله فتح الملهم باب بطلان بیع المبیع قبل القبض)

مفہوم: مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں: ہمارے دور میں بیع قبل القبض کی بنا پر بازار میں گرانی بہت زیادہ بڑھ گئی ہے، جاپان سے ایک جہاز مال بردار روانہ ہوتا ہے، اس کے سامان کی بکری شروع ہوجاتی ہے ایک ہی سامان پر یکے بعد دیگرے دس تاجر تک خریدتے چلے جاتے ہیں، چندروپیہ کے مال کی قیمت سوروپیہ تک پہنچ جاتی ہے، ہرایک تاجر اپنا نفع چڑھا کر دوسرے کو بیچتا چلا جاتا ہے، چند گنے چنے تجار کے ہاتھوں میں تمام تر نفع چلا جاتا ہے، اور مہنگائی وگرانی عوام کے نصیب میں آتی ہے، اگر وہ لوگ حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے اور بیع قبل القبض نہ کرتے تو نفع درمیانی رہتا اور بازار میں نرخ ارزاں ہوتا۔

سوال نمبر:(۷) کیا شئ معدوم کو وصف جنس اور نوع وغیرہ بیان کرکے منضبط کیا جاسکتا ہے؟ حالاں کہ مبیع ابھی وجود میں نہیں آئی ہے اگر اس طرح انضباط ہوجائے اور فریقین میں نزاع کا اندیشہ ختم ہوجائے تو کیا شرعاً یہ بیع درست ہوگی۔

جواب: شیخ وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

رأی بعض الحنابلة فی بیع المعدوم: أجاز ابن القیم وأستاذه ابن تیمیة بیع المعدوم عند العقد إذا کان

محقق الوجود فی المستقبل بحسب العادة لأنه لم یثبت النهی عن بیع المعدوم لا فی الکتاب ولا فی السنة ولا فی کلام الصحابة وإنما ورد فی السنة۔۔۔ النهی عن بیع الغرر وهو ما لا یقدر علی تسلیمه سواء أکان موجوداً أم معدوما کبیع الفرس النافر والجمل الشارد فلیست العلة فی المنع لا العدم ولا الوجود۔

فبیع المعدوم إذا کان مجهول الوجود فی المستقبل باطل للغرر لا للعدم فالأصل إذا هو الغرر (الفقه الاسلامی وأدلته ۴/۴۲۹، دار الفکر)

شیخ وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

بیع المعدوم: اتفق أئمة المذاهب، علی أنه لا ینعقد بیع المعدوم وماله خطر العدم۔ کبیع نتاج النتاج بأن قال: بعت ولد ولد هذه الناقة، وبیع الحمل الموجود لأنه علی خطر الوجود۔[الفقه الإسلامی وأدلته ۴/۴۲۷]

علامہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں:

منها أن یکون موجوداً فلا ینعقد بیع المعدوم۔[بدائع الصنائع ۴/۳۲۶ مکتبه زکریا] کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة ۳/۵، فیصل۔

کتب الدکتور جمال أحمد "فی خاتمه وأهم النتائج بیع المعدوم وتطبیقاته المعاصرة" اختلف العلماء فی حکم بیع المعدوم۔۔۔۔ وترجح لدینا بعد التحلیل جواز بیع المعدوم بشروط منها إذا أمن محل التعاقد من الغرر الفاحش المفض إلی النزاع أو دعت إلیه الحاجة والضرورة۔[بیع المعدوم وتطبیقاته المعاصرة فی مجال الدیون، ص: ۲۰]

ڈاکٹر جمال احمد حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ: بیع معدوم پر علماء مختلف الرائے ہیں، اور ہمارے نزدیک موازنہ کر لینے کے بعد اس بات کو ترجیح حاصل ہوتی ہے کہ بیع معدوم چند شرائط کے ساتھ درست ہے، بوقت عقد بیع وشراء وضاحت کر لی جائے اور غرر نہ ہو اس کا اطمینان کر لیا جائے، جو مفضی الی النزاع نہ ہو، اور حاجت وضرورت بھی اس کی داعی ہو۔

والمعدوم ثلاثة أقسام: معدوم موصوف فی الذمة، فهذا یجوز بیعه اتفاقاً، وإن کان أبو حنیفة شرط فی هذا النوع أن یکون وقت العقد فی الوجود من حیث الجملة وهذا هو السلم۔[زاد المعاد ۸۰۸، المنار الإسلامیة]

معدوم کی تین قسمیں ہیں، وہ معدوم جس کی صفت بیان کر دی گئی ہو ذمہ میں لازم قرار دے دیا گیا ہو، تو اس کی بیع متفقہ طور پر جائز ہے، اگرچہ امام ابوحنیفہؒ نے اس قسم میں یہ شرط لگائی ہے کہ عقد کے وقت فی الجملہ موجود ہو اور یہ سلم ہی

ہے۔

سوال نمبر: (۸) عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ کون کون سی صورتیں ہوسکتی ہیں جن میں بیع معدوم جائز اور درست قرار دی جاسکتی ہے؟ چند کی نشاندہی فرمائیں۔

جواب: جمہور ائمہ کے نزدیک بیع معدوم ناجائز ہے سوائے بعض حنابلہ کے جن کی رائے نمبر دو کے تحت گزر گئی۔

كتب الدكتور جمال أحمد "في خاتمه وأهم النتائج بيع المعدوم وتطبيقاته المعاصرة" اختلف العلماء في حكم بيع المعدوم۔۔۔۔ وترجح لدينا بعد التحليل جواز بيع المعدوم بشروط منها إذا أمن محل التعاقد من الغرر الفاحش المفض إلى النزاع أو دعت إليه الحاجة والضرورة۔ [ص: ۲۰]

سوال نمبر (۹) الف: بلڈرس زمین خرید کر فلیٹ کا نقشہ بناتے ہیں اور اس نقشہ کے مطابق فلیٹ بیچنا شروع کر دیتے ہیں، حالاں کہ ابھی تعمیر کا کام شروع نہیں ہوا ہے، بسا اوقات تعمیر کا کام شروع ہو گیا ہوتا ہے، مگر فلیٹ مکمل تیار نہیں ہوتا، ایسی صورتوں میں نقشہ کی بنیاد پر مکان کی خرید وفروخت کرنا کیسا ہے؟ اس صورت میں کبھی بلڈرس کے پاس زمین ہوتی ہے اور کبھی زمین بھی نہیں ہوتی ہے کیا اس سے مذکورہ مسئلہ پر فرق پڑے گا؟

راوی حدیث حضرت زید بن ثابتؓ فرمارہے ہیں کہ جب اس قسم کی خصومتیں اور جھگڑے ان لوگوں کے درمیان کثرت سے ہونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مشورہ اور خیر خواہی کے فرمایا کہ اگر تم سے یہ نہیں ہوسکتا یعنی یہ کہ جھگڑوں سے بچو آپس میں جھگڑا نہ کرو تو پھر تم پھلوں کی بیع اس طریقہ سے کیوں کرتے ہو یعنی **قبل بدو الصلاح** حضرت زید بن ثابت کا مقصد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے **بیع الثمار قبل بدو صلاحها** کی ممانعت حتماً ولازماً نہیں ہے، جس کی جہ سے اس بیع کو فاسد قرار دیا جائے بلکہ اس طرح کی بیع صحیح ہے۔ [الدر المنضود علی سنن ابی داؤد ۵ / ۳۵۵]

حضرت مفتی تقی صاحب لکھتے ہیں:

بعض حضرات فقہاء نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں جو نہی وارد ہوئی ہے وہ نہی تحریم نہیں ہے بلکہ آپ نے مشورہ کے طور پر فرمایا ہے کہ ایسی بیع مت کرو لیکن حرام قرار نہیں دیا۔

دلیل اس کی یہ ہے کہ صحیح بخاری میں حضرت زید بن ثابتؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ:

كان الناس في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم يتبايعون الثمار إلى آخر الحديث۔

اس حدیث سے صاف واضح ہورہا ہے کہ آپ نے بطور مشورہ کے یہ ممانعت فرمائی تھی۔ [درس ترمذی ۴ / ۹۱-۹۲، فیصل]

ہ: دوکان دار کو سامانوں کا آرڈر دیا جاتا ہے اور قیمت بھی ادا کردی جاتی ہے۔ کچھ سامان اس کی دوکان پر موجود

ہوتا ہے، اور بڑی تعداد میں سامان مارکیٹ میں تو ہوتا ہے لیکن دوکاندار کے پاس نہیں ہوتا ہے، دوکان دار سامان کا انتظام کر کے خریدار کو پہنچاتا ہے، بیع کی یہ صورت درست ہوگی یا نہیں؟

جواب: اگر تمام پھلوں کو فروخت کیا، اور حال یہ کہ بعض پھل نمودار ہو گئے اور بعض نہیں، پس ظاہر مذہب یہ ہے کہ یہ درست نہیں ہے، اور شمس الائمہ حلوانی اور علامہ فضلی جواز کا فتویٰ دیا کرتے تھے، پھلوں اور بینگن اور تربوز وغیرہ میں اور وہ دونوں عقد میں موجود کو اصل قرار دیتے تھے اور معدوم کو تبعاً، استحساناً، لوگوں میں رواج ہونے کی وجہ سے، اور اصح یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔

لو باع كل الثمار وقد ظهر البعض دون البعض فظاهر المذهب: أنه لا يصح وكان شمس الأئمة الحلواني والفضلي يفتيان بالجواز في الثمار والباذنجان والبطيخ وغير ذلك ويجعلان الموجود أصلا في العقد والمعدوم تبعاً استحسانا لتعامل الناس والأصح: أنه يجوز كذا في المبسوط۔ [فتاویٰ عالمگیریہ ۳/۱۰۷، مکتبہ فیصل]

مفتی تقی عثمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

وإن بيعت جميع أثمار الشجر أو البستان في حين ظهر بعضها ولم يظهر بعضها ففيه خلاف، فقال الشافعية والحنابلة إنه لا يجوز البيع إلا فيما ظهر وهو ظاهر مذهب الحنفية لأن ما لم يخرج معدوم ولكن أفتى شمس الأئمة الحلوانيؒ بأنه لو كان الخارج أكثر جاز البيع في الجميع وبه أفتى الإمام الفضلي بل يظهر من عبارته أنه لا يشترط كون الخارج أكثر بل يجعل الموجود أصلاً في البيع وما يحدث بعد ذلك تبعاً له۔۔۔ قال ابن عابدين لكن لا يخفى تحقق الضرورة في زماننا ولا سيما في مثل دمشق الشام كثيرة الأشجار والثمار فإنه لغلبة جهل الناس لا يمكن إلزامهم بأحد الطرق المذكورة ۔۔۔ وفي نزعهم عن عادتهم حرج۔۔۔ ولا يخفى أنّ هذا مسوغ للعدول عن ظاهر الرواية۔ [فقه البیوع علی المذاهب الأربعة ۱/۳۲۷]

اگر چہ درخت کے تمام پھلوں یا باغ کے تمام پھلوں کی اس حال میں بیع کی جائے کہ بعض کا تو ظہور ہو گیا اور بعض کا نہیں ہوا تو یہ مختلف فیہ ہے، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک صرف ان پھلوں میں بیع منعقد ہوگی جن کا ظہور ہو چکا ہو، یہی حنیفہ کا ظاہر مذہب ہے، کیونکہ جن کا ظہور نہیں ہوا وہ معدوم ہے البتہ شمس الائمہ حلوانی کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر ظاہر شدہ پھلوں کی مقدار کثیر ہو تو تمام پھلوں میں بیع جائز ہوگی، امام فضلیؒ کا بھی یہی فتویٰ ہے، بلکہ ان کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ظاہر شدہ پھلوں کا کثیر ہونا بھی شرط نہیں ہے، بلکہ ظاہر شدہ میں اصلاً اور غیر ظاہر شدہ میں تبعاً بیع کا انعقاد ہو جائے گا۔۔۔۔ لیکن علاء شامیؒ لکھتے ہیں ہمارے زمانہ میں ضرورت کا متحقق ہونا مخفی نہیں ہے، خاص طور پر دمشق شام

میں جہاں درختوں اور پھلوں کی بہتات ہے لوگوں کی ناواقفیت کی وجہ سے کوئی ایک طریقہ ان پر لازم نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ بعض افراد کے ساتھ یہ ممکن ہے لیکن اکثر کے ساتھ ممکن نہیں ہے اور ان کو عادت سے روکنے میں حرج ہے ظاہر ہے کہ حرج کی وجہ سے ظاہر روایت سے عدول کیا جاسکتا ہے۔[اسلام کا نظام خرید وفروخت ۱/۴۴۹-۴۵۰]

تلخیص جوابات متعلقہ بیع معدوم

(۱) معدوم وہ جو موجود کے مقابل ہو، جو خطر الوجود ہو، یہ کبھی حقیقی ہوتا ہے اور کبھی حکمی، معدوم کی چار قسمیں بھی کی گئی ہیں۔(۱) جس کی حصولیابی کبھی نہ ہوسکے۔(۲) بیع کی عقد کے وقت تو موجود نہ ہو لیکن آگے چل کر ممکن الحصول ہو، (۳) وہ معدوم جو موجود کے تابع ہو۔(۴) وہ معدوم جس کی صفت بیان کردی گئی ہو، ذمہ داری میں آجائے جس کا تحقق ووجود ممکن ہو۔

(۲) متفق علیہ بات تو یہ ہے کہ مبیع بہ وقت عقد موجود ہو، پس معدوم کی بیع درست نہیں ہے۔

دوسری طرف علامہ ابن قیم وابن تیمیہؒ اور ان کے ہمنواؤں کا مسلک ہے کہ جو چیز بہ وقت عقد معدوم ہو لیکن وہ آئندہ میں یقینی طور پر دستیاب ہوسکتی ہو اس لئے کہ مطلقاً بیع معدوم کی ممانعت کتاب وسنت، آثار صحابہ میں نہیں ہے، البتہ غرر دھوکہ فریب اصل وجہ ممانعت ہے، غرر نہ ہونا چاہئے، لہٰذا فی زمانا جن چیزوں میں بہ وقت عقد مبیع نہ ہو لیکن وہ بآسانی فراہم ہوجاتی ہے، دستیاب کی جاسکتی ہے اور اس میں فریقین کے درمیان نزاع بھی نہیں ہوا کرتا، دھوکہ فریب بھی نہیں ہوتا، تعامل ورواج میں بھی آچکی ہو، تو ان کے لئے اس دوسرے مسلک یا قول پر گنجائش نکالی جاسکتی ہے۔

(۳) اکثر مذاہب فقہیہ میں ممانعت کی وجہ غرر ہے۔اور جہالت بھی بیان کی گئی ہے، شافعیہ کے ہاں تین علتیں بیان کی گئی ہیں:

(۱) مبیع کا ملکیت میں نہ ہونا۔(۲) مجہول ہونا۔(۳) مقدور التسلیم نہ ہونا۔

(۴) جو چیز خود مبنی بر قیاس ہو اس پر دوسری چیز کو قیاس نہیں کیا جاتا۔البتہ اس کو مستقلاً استحساناً بوجہ تعامل، وعدم نزاع، وابتلاء عام وحاجات ناس جواز میں رکھا جاسکتا ہے، البتہ جو چیز منصوص ومورد خاص ہے، اس کو علیحدہ رکھا جائے گا، تاکہ ترک نص بالکلیہ نہ پایا جائے۔

(۵) ان میں سے بہت سی چیزوں کو استصناع میں رکھا جاسکتا ہے، اور بہت سی چیزیں جواب نمبر چار کے ذیل میں لی جاسکتی ہیں۔

(۶) فقیہ العصر مفتی محمد تقی عثمانیؒ نے اس شکل کی شناعت وقباحت بیان کی ہے، لہٰذا اس سے گریز مناسب ہے۔

(۷) جی ہاں عقد کے وقت مکمل طور پر فریقین معاملہ صاف واضح کرلیں، کسی طرح بھی غرر فریب کا امکان نہ رہے، آگے چل کر یہ معاملہ مفضی الی النزاع نہ ہو پائے اور لوگوں کی حاجات وضروریات اس سے وابستہ ہوں۔

(۸) الف: بلڈر سے ایک پہلے مشتری کا خریدنا درست ہے اور یہ استصناع کی صورت ہوگی، البتہ یہ پہلا مشتری فلیٹ وجود میں آنے سے پہلے دوسرے تیسرے کو نہ بیچے۔

ب: یہ بیع مقایضہ کی صورت ہے، درست ہے۔

ج: علامہ شامی کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اشیاء کو مال بنانے میں عرف کو بھی دخل ہے، اس لئے جو چیز مادی اور محسوس نہ ہو لیکن عرف میں اس کے ساتھ مال والا معاملہ کیا جاتا ہو اسے بھی مال ہی سمجھا جائے گا۔

د: ''بیع الثمار قبل بدو صلاحها'' کی ممانعت حتماً ولازماً نہیں ہے، جس کی وجہ سے اس بیع کو فاسد قرار دیا جائے، بلکہ اس طرح کی بیع صحیح ہے، یہ ممانعت نہی تحریم نہیں ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مشورہ فرمایا تھا کہ ایسی بیع نہ کرو۔

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: ہمارے زمانہ میں ضرورت کا متحقق ہونا مخفی نہیں ہے، لوگوں کی ناواقفیت کی وجہ سے کوئی ایک طریقہ ان پر لازم نہیں کیا جاسکتا، اگرچہ بعض افراد کے ساتھ یہ ممکن ہے، لیکن اکثر کے ساتھ یہ ممکن نہیں ہے، اور ان کو عادت سے روکنے میں حرج ہے، ظاہر ہے کہ حرج کی وجہ سے ظاہر روایت سے عدول کیا جاسکتا ہے۔ [یہ بات د۔ اور ہ۔ دونوں کے لئے کارآمد ہے]

بیع معدوم کی چند جدید صورتیں

مولانا مظاہر حسین عماد القاسمی
استاذ حدیث وفقہ جامعہ اسلامیہ شانتاپورم، کیرالا

سوال 1 -فقہاء کے نزدیک بیع معدوم کا مفہوم کیا ہے، نیز اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب :

معدوم کا لغوی معنی:

لغوی اعتبار سے معدوم فعل عَدِم سے مشتق ہے، جو کسی چیز کے کھوجانے یا چلے جانے پر دلالت کرتا ہے، لہذا معدوم کا معنی مفقود اور غیر موجود ہے۔

المعدوم لغة: من الفعل عَدِم، يدل على فقدان الشيء وذهابه، والمعدوم: المفقود وغير الموجود (۱)

معدوم کا اصطلاحی معنی :

اصطلاحی اعتبار سے معدوم موجود کی ضد ہے، المعدوم اصطلاحاً: مايقابل الموجود. (۲)

معدوم مطلق

معدوم مطلق وہ چیز ہے جس کا وجود کسی بھی صورت میں نہ ہو، نہ ذہن میں اس کا وجود ہو اور نہ خارج میں، والمعدوم المطلق:

ماليس له ثبوت بوجه من الوجوه لا ذهناً ولا خارجاً. (۳)

فقہاء کے نزدیک معدوم کا مفہوم کیا ہے؟

فقہاء اس معدوم مطلق سے بحث نہیں کرتے جس کا وجود نہ عقلی ہو اور نہ حسی ہو، اور وہ اس چیز سے بحث کرتے ہیں جو اپنے نام اور وصف کے ساتھ عقل میں موجود ہو، لیکن واقع محسوس میں اپنے عین کے ساتھ موجود نہ ہو۔

والفقهاء لا يبحثون المعدوم المطلق الذي ليس له وجود عقلاً ولا حساً، وإنما يبحثون ما هو موجود في العقل باسمه ووصفه، ولكنه غير موجود بعينه في الواقع المحسوس. (۴)

معدوم کی قسمیں

معدوم کی دو قسمیں ہیں، معدوم حقیقی اور معدوم حکمی

معدوم حقیقی: معدوم حقیقی وہ چیز ہے جس کی کوئی صورت یا اس کا وجود خارج میں نہ ہو۔

معدوم حکمی: معدوم حکمی وہ چیز ہے، جس کے عدم کا حکم شریعت نے اس لئے لگایا ہو کہ اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے، اگر چہ اس کی صورت یا اس کا وجود خارج میں موجود ہو، شرعی اعتبار سے حرام منفعت معدوم حسی (حقیقی) کی طرح ہے۔

فالمنفعة المحرمة شرعاً كالمعدومة حساً. (۵)

بعض فقہائے احناف نے معدوم حقیقی میں معدوم عرفی کو شامل کرلیا ہے، اور معدوم عرفی وہ چیز ہے جو خلقی اعتبار سے کسی دوسری چیز سے متصل ہو، جیسے تھن میں دودھ، یا اس طرح کی دوسری چیز، ان اشیاء کی خرید وفروخت ان کے حالت اتصال میں باطل ہے، اس لیے کہ یہ معلوم نہیں ہے کہ تھن کا پھولا ہوا ہونا دودھ کی وجہ سے ہے یا ہوا کی وجہ سے ہے، یا خون کی وجہ سے ہے، اور خاص بات یہ بھی ہے کہ دودھ تھن سے یکبارگی حاصل نہیں ہوتا، بلکہ تھوڑا تھوڑا حاصل ہوتا ہے، اگر تھن کی ددھ کی خرید وفروخت کو جائز قرار دیا جائے تو بائع کے ملک کا مشتری کے ملک سے اختلاط لازم آئے گا۔

بیع معدوم کی فقہی تعریف اور اس بنیاد پر بیع معدوم کی تعریف یہ کی جاسکتی ہے: اس چیز کی بیع جو حقیقت میں موجود نہ ہو، یا مجلس عقد سے غائب ہو اور موصوف فی الذمہ ہو۔

وعلى هذا يمكن تعريف بيع المعدوم بأنه: بيع ما كان غير موجود في الواقع أو كان غائباً عن مجلس العقد وموصوفاً في الذمة. (۷)

سوال ۲- بیع معدوم کے سلسلے میں فقہاء کی آراء اور ان کے دلائل کیا ہیں؟ اور اس سلسلے میں راجح مسلک کیا ہے۔

جواب: بیع معدوم کے سلسلے میں فقہاء کی آراء میں اختلاف ہے۔

پہلی رائے: حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے جمہور فقہاء کے نزدیک بیع معدوم باطل ہے،

مشہور حنفی فقیہ امام کاسانی فرماتے ہیں۔

لَا يَنْعَقِدُ بَيْعُ الْمَعْدُومِ، وَمَالَهُ خَطَرُ الْعَدَمِ كَبَيْعِ نِتَاجِ النِّتَاجِ بِأَنْ قَالَ: بِعْتُ وَلَدَ وَلَدِ هَذِهِ النَّاقَةِ. (8)

نہ معدوم کی بیع منعقد ہوگی، اور نہ اس چیز کی بیع منعقد ہوگی جس پر عدم کا خطرہ ہو، جیسے نتاج کے نتاج کی بیع، جیسے کوئی کہے کہ میں نے اس اونٹنی کے بچے کے بچے کو بیچا، اور علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں۔

وَأَنْ يَكُونَ مَقْدُورَ التَّسْلِيمِ فَلَمْ يَنْعَقِدْ بَيْعِ الْمَعْدُومِ وَمَا لَهُ خَطَرُ الْعَدَمِ كَنِتَاجِ النِّتَاجِ وَالْحَمْلِ وَاللَّبَنِ فِي

الضَّرْعِ." (9)

اور یہ کہ مبیع مقدور التسلیم ہو اس لیے نہ معدوم کی بیع منعقد ہوگی، اور نہ اس چیز کی بیع منعقد ہوگی جس پر عدم کا خطرہ ہو، جیسے نتاج کے نتاج کی بیع، اور حمل کی بیع، اور تھن کے اندر کے دودھ کی بیع۔

علامہ ابن رشد مالکی فرماتے ہیں:

" وَالْغَرَرُ يَنْتَفِي عَنِ الشَّيْءِ بِأَنْ يَكُونَ مَعْلُومَ الْوُجُودِ، مَعْلُومَ الصِّفَةِ، مَعْلُومَ الْقَدْرِ، مَقْدُورًا عَلَى تَسْلِيمِهِ، وَذَلِكَ فِي الطَّرَفَيْنِ الثَّمَنِ وَالْمَثْمُونِ، مَعْلُومَ الْأَجَلِ أَيْضًا إِنْ كَانَ بَيْعًا مُؤَجَّلًا." (۱۰)

غرر کسی چیز سے اس وقت ختم ہوتا ہے جب اس چیز کا وجود معلوم ہو یعنی وہ حقیقت میں موجود ہو، اس کی صفت معلوم ہو، اس کی مقدار معلوم ہو، اس کے سپرد کرنے کی قدرت ہو، اور یہ صفات ثمن (قیمت) اور مثمون (مبیع/بیچی ہوئی چیز) دونوں میں ہونی چاہییں۔

امام نووی شافعی رح فرماتے ہیں

(ولا يجوز بيع المعدوم كالثمرة التي لم تخلق لِمَا رَوَى أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ. (۱۱)

اور معدوم کی بیع جائز نہیں جیسے اس پھل کی بیع جائز نہیں جو ابھی پیدا نہیں ہوا، بلکہ امام نووی شافعیؒ نے بیع معدوم کے بطلان پر اجماع نقل کیا ہے۔

فَبَيْعُ الْمَعْدُومِ بَاطِلٌ بِالْإِجْمَاعِ وَنَقَلَ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَغَيْرُهُ إِجْمَاعَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى بُطْلَانِ بَيْعِ الثَّمَرَةِ سَنَتَيْنِ وَنَحْوَ ذَلِكَ. (۱۲)

علماء کے اجماع سے معدوم کی خرید وفروخت باطل ہے، ابن منذر رح نے دو سال کے لیے پھل کے بیع پر یا اس طرح کی چیزوں کے بیع کے باطل ہونے پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے۔

حنابلہ نے مبیع کے موجود ہونے کی شرط لگائی ہے، اور بیع معدوم کے عدم جواز کی صراحت کی ہے، چنانچہ علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

قال ابن قدامة: " وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْقِثَّاءِ، وَالْخِيَارِ، وَالْبَاذِنْجَانِ، وَمَا أَشْبَهَهُ، إلَّا لَقْطَةً لَقْطَةً وَجُمْلَةُ ذَلِكَ، أَنَّهُ إذَا بَاعَ ثَمَرَةَ شَيْءٍ مِنْ هَذِهِ الْبُقُولِ لَمْ يَجُزْ إلَّا بَيْعُ الْمَوْجُودِ مِنْهَا، دُونَ الْمَعْدُومِ. (۱۳)

اور ککڑی، اور کھیرے اور بینگن اور اس طرح کی چیزوں کی بیع جائز نہیں ہے مگر ایک ایک توڑ کر کے، اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ان سبزیوں میں سے کسی کے پھل کو بیچا تو صرف ان میں سے موجود کی بیع جائز ہوگی نہ کہ معدوم کی۔

اور حنبلی فقیہ رحیبانی لکھتے ہیں:

وقال الرحيباني:(وَلَا يَصِحُّ بَيْعُ نَحْوِ قِثَّاءٍ وَبِطِّيخٍ)، كَبَاذِنْجَانٍ وَبَامْيَاءَ (إلَّا لَقْطَةً لَقْطَةً) مَوْجُودَةً، لِأَنَّ مَالَمْ يُخْلَقْ لَا يَجُوزُ بَيْعُهُ." (۱۴)

اور بینگن اور بھنڈی کی طرح ککڑی اور تربوز کی طرح کی چیزوں کی بیع جائز نہیں ہے مگر ایک ایک توڑ کر کے، اس لیے کہ جو چیز پیدا نہیں ہوئی اس کی بیع جائز نہیں۔

جمہور کے دلائل

جمہور کے دلائل میں بہت ساری احادیث ہیں بطور اختصار یہاں تین احادیث نقل کی جاتی ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه ، قَالَ: »نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ، وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ. (۱۵)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "کنکر والی فروخت" اور غرر والی فروخت سے منع فرمایا ہے۔

وجہ استدلال: اور نہی (منع کرنا) تحریم (حرام کرنا) کا فائدہ دیتا ہے۔

عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَأْتِينِي الرَّجُلُ فَيُرِيدُ مِنِّي الْبَيْعَ لَيْسَ عِنْدِي أَفَأَبْتَاعُهُ لَهُ مِنَ السُّوقِ فَقَالَ» لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ «. (۱۶)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، یا رسول اللہ میرے پاس ایک خاص مرد آتا ہے، جو مجھ سے میرے پاس موجود چیز کی بیع چاہتا ہے، تو کیا میں اس کے لیے بازار سے خریدوں؟ تو یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تمہارے پاس نہیں ہے، اس کی بیع مت کرو۔

وجہ استدلال: جو چیز انسان کے پاس نہ ہو اس کی بیع کے نہی پر دلالت کرنے پر یہ حدیث واضح ہے، اور جو چیز عقد بیع کے وقت بائع کے پاس موجود نہ ہو اسے ہی معدوم کہا جاتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الحَبَلَةِ، وَكَانَ بَيْعًا يَتَبَايَعُهُ أَهْلُ الجَاهِلِيَّةِ، كَانَ الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الجَزُورَ. (۱۷) إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ، ثُمَّ تُنْتَجُ الَّتِي فِي بَطْنِهَا. (۱۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوان کے حمل کے بچے کی بیع سے منع فرمایا ہے، اور اہل جاہلیت اس کی بیع کرتے تھے، مرد اونٹنی خریدتا تھا کہ وہ اونٹنی جنے پھر وہ جنے جو اس کے پیٹ میں ہے۔

وجہ استدلال: ابن حجر عسقلانیؒ نے اکثر اہل لغت سے نقل کیا ہے اور امام ترمذی رح نے اس رائے کو پختہ مانا

ہے کہ اس سے یعنی بیع حَبَل الحَبَلۃ، سے مراد جانور کے بچے کی بچے کی بیع ہے، اور اس بیع کی نہی اس لیے ہے کہ یہ بیع عقد کے وقت معدوم کی بیع ہے، اور مبیع مجہول ہے، اور اس کے مشتری کو سپرد کرنے پر بائع قادر نہیں ہے لہذا یہ بیع غرر منہی عنہ کی بیع میں داخل ہے۔

وَ حَبَلُ الْحَبَلَةِ أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ مَافِي بَطْنِهَا ثُمَّ تَحْمِلُ الَّتِي نَتَجَتْ. (۱۹)

دوسری رائے: ابن تیمیہ رح اور ابن قیمؒ وغیرہ متاخرین حنابلہ کے نزدیک معدوم کی بیع جائز ہے، اور ان کا استدلال یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے بیوع معدومہ سے جو منع کیا ہے وہ غرر کی وجہ سے کیا ہے نہ کہ عدم کی وجہ سے، اور غرر ان دونوں کے نزدیک "مبیع کے تسلیم پر قادر نہ ہونا" ہے۔

ابن تیمیہ رح فرماتے ہیں:

اور ان کا قول کہ اعیان معدومہ کی بیع جائز نہیں ہے، تو یہ چیز نہ اللہ کی کتاب میں ہے اور نہ سنت رسول میں ہے بلکہ صحابہ میں سے بھی کسی سے بھی ثابت نہیں ہے کہ معدوم کی بیع جائز نہیں۔

بے شک اس میں جو نہیں ہے ان بعض اشیاء کی بیع سے ہے جو معدوم ہیں جیسا کہ ان بعض اشیاء کی بیع سے بھی نہی ہے جو موجود ہیں، تو منع کی علت نہ وجود ہے نہ عدم، بلکہ جو چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طریقے سے ثابت ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع غرر سے روکا ہے، غرر کی تعریف ہے جس کے تسلیم پر قدرت نہ ہو چاہے وہ موجود ہو یا معدوم ہو، جیسے بھاگا ہوا غلام اور بدکا ہوا اونٹ، وغیرہ

اس لیے کہ موجب بیع تسلیم مبیع ہے اور ان صورتوں میں بائع تسلیم مبیع سے عاجز ہے۔

اور جس میں غرر ہو اس کے بیع سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس کے غرر ہونے کی وجہ سے نہ کہ اس کے معدوم ہونے کی وجہ سے، بلکہ شارع نے بے بیع معدوم کی بیع کو بھی بعض مواضع میں صحیح ٹھہرایا ہے۔

دوسری رائے کے قائلین ابن تیمیہ رح اور ان کے شاگرد ابن قیم رح کے دلائل:

پہلی دلیل: قرآن یا سنت میں کوئی ایسی دلیل نہیں پائی جاتی جو بیع معدوم کے عدم جواز پر دلالت کرتی ہو، ہاں! کچھ ایسی دلیلیں ہیں جو بعض اشیائے معدومہ کے عدم جواز پر دلالت کرتی ہیں تو کچھ دلیلیں ایسی بھی ہیں جو بعض اشیائے موجودہ کے عدم جواز پر دلالت کرتی ہیں، ان تمام چیزوں میں عدم جواز کی علت غرر ہے کہ نہ کہ عدم۔

وانما فيه النهي عن بيع بعض الاشياء التى هي معدومة كما فيه النهي عن بيع بعض الاشياء التى هي موجودة، وليست العلة فى المنع لا الوجود ولا العدم، بل الذي ثبت في الصحيح عن النبى انه نهي عن بيع الغرر والغرر ما لا يقدر على تسليمه سواء كان موجود او معدوما كالعبد الابق والبعير الشادر. (۲۲)

دوسری دلیل: بعض معدومات پر معاوضہ کا جواز نص سے ثابت ہے، جیسے بدوصلاح کے بعد تمام صلاح تک باقی رکھنے کی شرط کے ساتھ پھل کی بیع ،حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کے بدوصلاح تک پھلوں کی بیع سے منع فرمایا ہے، بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کو منع فرمایا ہے۔

فعن ابن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم "نهى عن بيع الثمار حتى يبدو صلاحها، نهى البائع والمبتاع". (۲۳)"

راجح مسلک : جمہور فقہاء کا مسلک ہی راجح مسلک ہے، اور یہی میرا مسلک ہے۔

سوال ۳۔ بیع معدوم سے ممانعت کی علت کیا ہے؟ مبیع کا موجود ہونا، یا غرر کا پایا جانا؟ یا کوئی اور وجہ؟

جواب: اصل علت غرر ہے، نہ کہ عدم مبیع ،مگر عدم مبیع غرر کا ایک بڑا سبب ہے۔ بلکہ اصل علت مبیع کے تسلیم کرنے کی عدم قدرت ہے، اس لیے کہ بیع موجود کی بھی وہ تمام صورتیں باطل ہیں جن میں بائع مبیع کو مشتری کے حوالے کرنے پر قادر نہیں ہو، جیسے بد کے ہوئے اونٹ کی بیع باطل ہے، اس لیے کہ اسے پکڑ کر بائع مشتری کے حوالے نہیں کرسکتا۔

سوال ۴۔ کیا بیع معدوم کو عقد استصناع پر قیاس کیا جاسکتا ہے؟ اگر کیا جاسکتا ہے، تو کہاں کہاں کیا جاسکتا ہے؟ اس کی شرطیں کیا کیا ہوں گی؟

جواب: میری پختہ رائے یہی ہے کہ بیع معدوم کو عقد استصناع پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔

سوال ۵۔ آج کل بیع کا یہ طریقہ بھی رائج ہے کہ مبیع کے وجود میں آنے یا اس پر قبضہ ہونے سے پہلے اس کے اوصاف بتا کر بہت سی چیزیں بیچی اور خریدی جاتی ہیں، معاملہ کی یہ شکل جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مبیع کے وجود میں آنے یا اس پر قبضہ ہونے سے پہلے اس کے اوصاف بتا کر بیچنے کا طریقہ صحیح نہیں ہے ،مبیع کے وجود میں آنے سے پہلے تو کسی بھی صورت میں بیع جائز نہیں ہے، اس لیے کہ یہ بیع معدوم ہے، اور بیع معدوم کا باطل ہونا سنت سے ثابت اور اس کی حرمت پر جمہور امت کا اجماع ہے۔

بیع قبل القبض کے سلسلے میں اشیائے منقولہ میں علمائے امت کا اجماع ہے کہ قبل القبض ان کی بیع جائز نہیں ہے، البتہ عقار (اشیائے غیر منقولہ) زمین اور عمارت وغیرہ کی بیع امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے

۔قَالَ أَصْحَابنَا لَا يجوز بيع كل مَا ملك بِعقد ينْقض العقد بهلاكه كَالْبيع وَالْإِجَارَة إِلَّا الْعقار فَإِن أَبَا حنيفَة يُجِيز بَيْعه قبل الْقَبْض فِي ذَلِك كُله.

وَقَالَ أَبُو يُوسُف وَمُحَمّد لَا يجوز بيع الْعقار وَالْعُرُوض وَغَيرهَا قبل الْقَبْض مَا ملك بِالشِّرَاءِ

وَقَالَ الشَّافِعِي لَا يجوز بيع مَا ملك بِنِكَاح أَو خلع قبل الْقَبْض.

وَقَالَ الثَّوْرِيّ لَا يجوز بيع السّلم قبل الْقَبْض.

وَقَالَ الْأَوْزَاعِيّ من اشْترى ثَمَرَة لم يجز لَهُ بيعهَا قبل الْقَبْض.

وَقَالَ عُثْمَان البتي لا بأس أَن يَبِيع كل شَيْء قبل أَن يقبضهُ وَإِن كَانَ مِمَّا يُكَال ويوزن.

وَقَالَ مَالك لَا يجوز بيع مَا يُؤْكَل أَو يشرب قبل الْقَبْض لا من البَائِع وَلَا من غَيره سَوَاء كَانَ بِعَيْنِه أَو بِغَيْر عينه وَهَذِه رِوَايَة ابْن وهب عَنهُ. (24)

دار العلوم کراچی کا فتویٰ

بیع قبل القبض اور قیمت ادا کرنے سے پہلے مال بیچنے کا حکم

سوال نمبر ۱۔ تجارت کا مال اگر کوئی لاہور میں کسی پارٹی سے خریدا جائے یعنی کسی مینوفیکچر وغیرہ سے خریدا جائے اور مال وہاں سے بلٹی ہوا ہو اور آنے میں یعنی کہ لاہور سے کراچی آنے میں پانچ یا چھ دن لگے ہیں اور اسی دوران اگر کراچی میں کسی دکان دار پر وہ مال فروخت کرتا ہے جب کہ مال اس کے پاس اس وقت تک نہیں پہنچتا ہے تو کیا یہ خرید و فروخت جائز ہے؟

سوال نمبر ۲۔ اگر لاہور میں کسی کمپنی سے مال خریدا وہ مال کمپنی سے اس بنیاد پر خریدا ہوا ہے کہ کمپنی کو 25 سے 30 دن میں پیمنٹ ادا کرے گا اگر وہ بندہ اس مال کو ٹائم پر یا نقد فروخت کر سکتا ہے یا نہیں؟ یعنی کمپنی کو پیسے ادا کرنے سے پہلے مال آگے فروخت کر سکتے ہیں قبضہ کے بعد؟

جواب: واضح رہے کہ منقولی اشیاء پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو آگے فروخت کرنا جائز نہیں، لہذا لاہور سے مال خریدنے کے بعد اگر خریدار یا اس کے کسی وکیل نے مال پر قبضہ نہ کیا ہو اور فروخت کرنے والوں نے اپنی ذمہ داری پر بلٹی کرایا ہو تو جب تک مال خریدار تک نہیں پہنچے گا اس کا قبضہ شمار نہیں ہوگا، ایسی صورت میں اس مال کی آگے خرید فروخت جائز نہیں، البتہ وعدہ بیع کر سکتے ہیں کہ اس کو الٹی کا اتنا مال اس قیمت پر آپ کو فروخت کریں گے پھر جب مال قبضے میں آجائے تو سودا کر لیا جائے۔

۲۔ بیع کے مکمل ہونے کے بعد جب خریدار کے قبضے میں مال آجائے تو اس کو آگے بیچنا جائز ہے اگرچہ خریدار نے ابھی تک بیچنے والے کو مکمل قیمت ادا نہیں کی ہو، لہذا خریدار جب مال پر قابض ہو جائے تو اس کے لیے اس مال کو نقد یا ادھار فرخت کرنا جائز ہے۔

فتاوی شامی میں ہے:

(بيع عقار لا يخشى هلاكه قبل قبضه لا بيع منقول) قبل قبضه ولو من بائعه.

(فصل فی التصرف فی المبیع، ص: 147، ج: 5، ط: سعید)

فتاوی شامی میں ہے:

(وإذا وجد لزم البيع) بلا خيار إلا لعيب أو رؤية خلافا للشافعي.

(کتاب البیوع،ص:528،ج:4،ط:سعید)

فتاوی عالمگیری میں ہے:

وأما حكمه فثبوت الملك في المبيع للمشتري وفي الثمن للبائع إذا كان البيع باتا.

(کتاب البیوع، ص:2،3، ج:3، ط:رشیدیہ)

فقط واللہ اعلم

فتوی نمبر:144307101902 دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

سوال ۶ - بسا اوقات یہ معاملہ تاجروں کے درمیان ہوتا ہے، ایک تاجر دوسرے تاجر سے اس کی بیع کر دیتا ہے، اور دوسرا تاجر تیسرے شخص سے اس کی بیع کر دیتا ہے اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے، اس طرح کی بیع جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: اس طرح کی بیع یعنی قبضہ سے قبل ایک تاجر کا دوسرے تاجر سے بیع جائز نہیں ہے، یہ بیع معدوم ہے، اور بیع معدوم جائز نہیں ہے، بیع معدوم کے ناجائز ہونے کی تفصیلات سوال نمبر دو کے جواب میں پیش کی جا چکی ہیں۔

سوال ۷ - کیا شی معدوم کو وصف، جنس اور نوع وغیرہ بیان کر کے منضبط کیا جا سکتا ہے، حالانکہ مبیع ابھی وجود میں نہیں آئی ہے، اگر اس طرح انضباط ہو جائے اور فریقین میں نزاع کا اندیشہ ختم ہو جائے تو کیا شرعاً یہ بیع درست ہوگی۔

جواب: شے معدوم کو وصف، جنس اور نوع وغیرہ بیان کر کے منضبط نہیں کیا جا سکتا ہے، اس طرح کا انضباط صرف خیالی ہوگا، اس صورت میں عقد استصناع تو ہو سکتا ہے، عقد بیع نہیں، اس لیے کہ بیع معدوم سے ممانعت صراحتاً احادیث سے ثابت ہیں، دلائل سوال نمبر دو کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال ۸ - عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ وہ کون کون سی صورتیں ہو سکتی ہیں جن میں بیع معدوم جائز اور درست قرار دی جا سکتی ہے؟ چند کی نشاندہی فرمائیں۔

جواب: عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ عقد اجارہ اور عقد مساقات کی شکلیں جائز ہیں، ان کے علاوہ بیع معدوم کی کوئی صورت بھی جائز نہیں ہے۔

سوال ۹ - آج کل مختلف شعبہ ہائے زندگی سے متعلق بہت سے مالی معاملات ایسے رائج ہیں جن میں مبیع حقیقتاً یا ظاہراً معدوم ہوتی ہے چند مثالیں پیش ہیں، ان شکلوں کے شرعی حکم کی تعیین فرمائیں:

الف: بلڈرس زمین خرید کر فلیٹ کا نقشہ بناتے ہیں، اور اس نقشے کے مطابق فلیٹ بیچنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ ابھی تعمیر کا کام شروع نہیں ہوا ہوتا ہے، بسا اوقات تعمیر کا کام شروع تو ہو گیا ہوتا ہے، مگر فلیٹ مکمل تیار نہیں ہوتا،

ایسی صورتوں میں نقشہ کی بنیاد پر مکان کی خرید وفروخت کرنا کیسا ہے؟ اس صورت میں کبھی بلڈرس کے پاس زمین ہوتی ہے اور کبھی زمین بھی نہیں ہوتی ہے، کیا اس سے مذکورہ مسئلہ پر فرق پڑے گا؟

جواب: اس طرح کی بیع بھی بیع معدوم ہے، اس بیع میں بہت زیادہ دھوکہ ہوتا ہے، میرے چھوٹے سگے ماموں کے ساتھ بھی یہ دھوکہ ہو چکا ہے، انہوں نے بمبئی میں ایک فلیٹ کی تمنا میں اپنے گاؤں کے قریب قصبے کی زمین آج سے تقریبا پندرہ سال قبل آٹھ لاکھ میں بیچ دی، اور بمبئی کے ایک بلڈر کو یہ آٹھ لاکھ روپے دے دیے، دو تین سالوں تک وہ بلڈر تسلی دیتا رہا، کہ اب کام شروع ہوگا، پھر وہ اور اس کی پوری منڈلی غائب ہوگئی، میرے چھوٹے سگے ماموں نے گاؤں کے قصبے کی جس زمین کو پندرہ سال قبل آٹھ لاکھ میں بیچی تھی، اب وہ زمین ڈیڑھ پونے دو کروڑ میں بک رہی ہے، جب تک فلیٹس مکمل طور سے تیار نہ ہو اور اس کی زمین کے کاغذات صحیح نہ ہوں، ان کی بیع جائز نہیں۔

ب: مالک زمین اور بلڈر کے درمیان یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ بلڈر اس زمین پر فلیٹ بنائے گا، جس میں مالک کو چند فلیٹ یا اس کی قیمت دی جائے گی، اور باقی بلڈر کا ہوگا کیا یہ صورت درست ہے؟

جواب: مالک زمین اور بلڈر کے درمیان ہونے والا معاہدہ بیع نہیں ہے، بلکہ صرف ایک معاہدہ ہے، اور دونوں اپنے درمیان ہونے والے معاہدے کے پابند ہیں۔

ج: آج کل بہت سے کمپیوٹر ایپلیکیشن پروگراموں کی آن لائن خرید فروخت ہوتی ہے، جن کا بظاہر کوئی محسوس وجود نہیں ہوتا ان کو صرف موبائل یا کمپیوٹر پر دیکھا یا سنا جا سکتا ہے، کیا ان پر بیع معدوم کا اطلاق ہوسکتا ہے؟ کیا ان کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کن شرطوں کے ساتھ؟

جواب: کمپیوٹر ایپلیکیشن پروگراموں کی آن لائن خرید فروخت جائز ہے، اس لیے کہ ان کی ایک حقیقت ہے، اگرچہ بظاہر ان کا کوئی محسوس وجود نہیں ہے۔

د: بعض پھلوں میں بیع کی یہ شکل بھی مروج ہے کہ جتنے پھل موجود ہیں اور جتنے پھل متوقع ہیں دونوں کی بیع کی جاتی ہے، کیا اس طرح کے پھلوں کی بیع درست ہے؟ جو ابھی آئے نہیں بلکہ متوقع ہیں۔

جواب: موجودہ پھلوں کے ساتھ متوقع پھلوں کے بیع کی یہ شکل ناجائز ہے، اس لیے کہ متوقع پھلوں کی بیع بیع معدوم ہے۔

ہ۔ دکاندار کو سامانوں کا آرڈر دیا جاتا ہے، اور قیمت بھی ادا کر دی جاتی ہے کچھ سامان اس کی دکان پر موجود ہوتا ہے اور بڑی تعداد میں سامان مارکیٹ میں تو ہوتا ہے لیکن دکاندار کے پاس نہیں ہوتا ہے، دکاندار سارا انتظام کر کے خریدار کو پہنچاتا ہے بیع کی یہ صورت درست ہوگی یا نہیں؟

جواب: یہ صورت بھی بیع معدوم کی ایک شکل ہے، اس لیے جائز نہیں، دکاندار کو چاہیے کہ وہ پوری صورت حال کو واضح کرے، جتنی چیزیں اس کے پاس موجود ہوں ان میں عقد بیع کرے اور جو موجود نہ ہوں ان میں وعدہ بیع کرے۔

خلاصہ بحث

سوال نمبر ایک سے متعلق

فقہاء اس معدوم مطلق سے بحث نہیں کرتے جس کا وجود نہ عقلی ہو اور نہ حسی ہو، اور وہ اس چیز سے بحث کرتے ہیں جو اپنے نام اور وصف کے ساتھ عقل میں موجود ہو، لیکن واقع محسوس میں اپنے عین کے ساتھ موجود نہ ہو۔

معدوم کی قسمیں: معدوم کی دو قسمیں ہیں، معدوم حقیقی اور معدوم حکمی

معدوم حقیقی: معدوم حقیقی وہ چیز ہے جس کی کوئی صورت یا اس کا وجود خارج میں نہ ہو،

معدوم حکمی: معدوم حکمی وہ چیز ہے، جس کے عدم کا حکم شریعت نے اس لئے لگایا ہو کہ اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے، اگر چہ اس کی صورت یا اس کا وجود خارج میں موجود ہو، شرعی اعتبار سے حرام منفعت معدوم حسی (حقیقی) کی طرح ہے۔

بعض فقہائے احناف نے معدوم حقیقی میں معدوم عرفی کو شامل کرلیا ہے، اور معدوم عرفی وہ چیز ہے جو خلقی اعتبار سے کسی دوسری چیز سے متصل ہو، جیسے تھن میں دودھ، یا اس طرح کی دوسری چیز، ان اشیاء کی خرید وفروخت ان کے حالت اتصال میں باطل ہے۔

سوال نمبر دو سے متعلق بیع معدوم کے سلسلے میں فقہاء کی آراء میں اختلاف ہے۔

پہلی رائے: حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے جمہور فقہاء کے نزدیک بیع معدوم باطل ہے، جمہور کے دلائل میں بہت ساری احادیث ہیں بطور اختصار اس مقالے میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔

دوسری رائے: ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ وغیرہ متاخرین حنابلہ کے نزدیک معدوم کی بیع جائز ہے، اور ان کا استدلال یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے بیوع معدومہ سے جو منع کیا ہے وہ غرر کی وجہ سے کیا ہے نہ کہ عدم کی وجہ سے، اور غرر ان دونوں کے نزدیک "مبیع کے تسلیم پر قادر نہ ہونا" ہے۔

سوال نمبر تین سے متعلق اصل علت غرر ہے، نہ کہ عدم مبیع، مگر عدم مبیع غرر کا ایک بڑا سبب ہے۔ بلکہ اصل علت مبیع کے تسلیم کرنے کی عدم قدرت ہے۔

سوال نمبر چار سے متعلق میری پختہ رائے یہی ہے کہ بیع معدوم کو عقد استصناع پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔

سوال نمبر پانچ سے متعلق مبیع کے وجود میں آنے یا اس پر قبضہ ہونے سے پہلے اس کے اوصاف بتا کر بیع

کا طریقہ صحیح نہیں ہے۔

سوال نمبر چھ سے متعلق اس طرح کی بیع یعنی قبضہ سے قبل ایک تاجر کا دوسرے تاجر سے بیع جائز نہیں ہے، یہ بیع معدوم ہے، اور بیع معدوم جائز نہیں ہے۔

سوال نمبر سات سے متعلق شئ معدوم کو وصف، جنس اور نوع وغیرہ بیان کر کے منضبط نہیں کیا جا سکتا ہے، اس طرح کا انضباط صرف خیالی ہوگا، اس صورت میں عقد استصناع تو ہو سکتا ہے، عقد بیع نہیں، اس لیے کہ بیع معدوم سے ممانعت صراحتا احادیث سے ثابت ہیں۔

سوال نمبر آٹھ سے متعلق

جواب: عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ عقد اجارہ اور عقد مساقات کی شکلیں جائز ہیں، ان کے علاوہ بیع معدوم کی کوئی صورت بھی جائز نہیں ہے۔

سوال نمبر نو سے متعلق

الف: بلڈرس کا زمین خرید کر فلیٹ کا نقشہ بنانا، اور اس نقشے کے مطابق فلیٹ بیچنا شروع کر دینا بیع معدوم ہے، اس بیع میں بہت زیادہ دھوکہ ہوتا ہے۔

ب: مالک زمین اور بلڈر کے درمیان ہونے والا معاہدہ بیع نہیں ہے، بلکہ صرف ایک وعدہ بیع ہے، اور دونوں اپنے درمیان ہونے والے وعدے کے پابند ہیں۔

ج: کمپیوٹر ایپلیکیشن پروگراموں کی آن لائن خرید فروخت جائز ہے، اس لیے کہ ان کی ایک حقیقت ہے، اگر چہ بظاہر ان کا کوئی محسوس وجود نہیں ہے۔

د: موجودہ پھلوں کے ساتھ متوقع پھلوں کے بیع کی یہ شکل ناجائز ہے، اس لیے کہ متوقع پھلوں کی بیع بیع معدوم ہے۔

ہ: یہ صورت بھی بیع معدوم کی ایک شکل ہے، اس لیے جائز نہیں، دکاندار کو چاہیے کہ وہ پوری صورت حال کو واضح کرے، جتنی چیزیں اس کے پاس موجود ہوں ان میں عقد بیع کرے اور جو موجود نہ ہوں ان میں وعدہ بیع کرے۔

حواشی

(1) الخليل بن أحمد الفراهيدي، العين، ج 2، ص 56/

(2) بيع المعدوم وتطبيقاته المعاصرة في مجال الديون بحث مقدم من الدكتور جمال أحمد زيد الكيلاني عميد كلية الشريعة جامعة النجاح الوطنية نابلس فلسطين - والأستاذ عدي جرابمدرس في التربية والتعليم 2017م – 1438ھ ص 5

(3)الأحمدنكري، دستور العلماء، ج3، ص198

(4) بيع المعدوم وتطبيقاته المعاصرة في مجال الديون بحث مقدم من الدكتور جمال أحمد زيد الكيلاني عميد كلية الشريعة جامعة النجاح الوطنية نابلس فلسطين-والأستاذ عدي جرابمدرس في التربية والتعليم 2017م—1438ه ص5

(5)أبو حامد محمد بن محمد الغزالي، الوسيط في المذهب، 336/1

(6) بيع المعدوم وتطبيقاته المعاصرة في مجال الديون بحث مقدم من الدكتور جمال أحمد زيد الكيلاني عميد كلية الشريعة جامعة النجاح الوطنية نابلس فلسطين-والأستاذ عدي جرابمدرس في التربية والتعليم 2017م—1438ه ص5

(7) بيع المعدوم وتطبيقاته المعاصرة في مجال الديون بحث مقدم من الدكتور جمال أحمد زيد الكيلاني عميد كلية الشريعة جامعة النجاح الوطنية نابلس فلسطين-والأستاذ عدي جرابمدرس في التربية والتعليم 2017م—1438ه ص5

(8)الكاساني، بدائع الصنائع، 71/11.

(9)زين الدين إبراهيم بن محمد ابن نجيم، البحر الرائق شرح كنز الدقائق، 35/15

(10)إبن رشد الحفيد بداية المجتهد و نهاية المقتصد 189/3

(11)أبو زكريا يحيى بن شرف النووي، المجموع 257/9

(12)النووي، المجموع، 258/9.

(13)أبو محمد عبد الله بن أحمد بن قدامة المقدسي، المغني، 70/4

(14)مصطفى الرحيباني، مطالب أولي النهى في شرح غاية المنتهى، 200/3

(15)مسلم بن الحجاج النيسابوري. صحيح مسلم، كتاب البيوع، باب بطلان بيع الحصاة والبيع الذي فيه غرر. حديث رقم(1513)."1153/3

(16)أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني، سنن أبي داود كتاب الإجارة، باب في الرجل يبيع ماليس عنده، حديث رقم(3503)302/3

(17)الْجَزُور بِفَتْح أَوله هُوَ مَا يجزر من الْإِبِل أَي يذبح وَالْجمع جزائر وجزر , انظر: أبو الفضل أحمد بن علي ابن حجر العسقلاني، فتح الباري شرح صحيح البخاري 98/1 .الْجَزُورَ بِفَتْحِ الْجِيمِ وَضَمِّ الزَّايِ هُوَ الْبَعِيرُ ذَكَرًا كَانَ أَوْ أُنْثَى إِلَّا أَنَّ لَفْظَهُ مُؤَنَّثٌ فتح الباري شرح صحيح البخاري 357/4

(18)البخاري ، صحيح البخاري ، كتاب البيوع، باب بيع الغرر و حبل الحبلة، حديث رقم (2143)70/3

(19)ابن حجر، فتح الباري، 357/4

(20)ابن تيمية، مجموع الفتاوى، 542/20

(21)ابن القيم، إعلام الموقعين، 3/206.

(22)ابن تيمية، مجموع الفتاوى، 542/20 ابن القيم، إعلام الموقعين، 3/206،

(23)"البخاري، صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب بيع الثمار قبل أن يبدو صلاحها، حديث رقم (2082)159/8

(24)الطحاوي، مختصر إختلاف العلماء 159/2

بیعِ معدوم کا مفہوم

مفتی محمد اشرف قاسمی

دارالافتاء: شہر مہد پور، اُجین، ایم پی

راقم الحروف نے ''بیع معدوم'' نام کے ساتھ اس کی قسم کے عقود کا کافی تتبع کیا، لیکن مستقل اس نام سے کسی بیع کی تفصیلی معلومات نہیں حاصل کر سکا۔ البتہ بیع معدوم کے سلسلے میں مختلف خرید وفروخت کی صورتوں کی تعریفات اور اسماء سے ضرور واقفیت ہوئی، جو کہ احادیث اور کتب فقہ میں مصرحہ ہیں۔ ان میں ''بیع الحبلة و النتاج''، ''بیع الثمار قبل البدو''، ''بیع حق تعلّی''، ''بیع المضامین''، ''بیع الملاقیح''، ''بیع اصل الفصفصه ''بیع السمک فی النهر''، ''بیع الطیور فی الهواء''، ''بیع اللبن فی الضرع'' بیع الحمل'' اور ''بیع ضربة القانص و الغائص'' وغیرہ اسی طرح بیع سلم میں ''بیع منقطع عن ایدی الناس ''کی تفصیلا ت بھی کتب فقہ میں مصرحہ ہیں، جس کی صحت اور عدم صحت میں ائمہ کا اختلاف بھی ہے۔ ''زیرِ زمین اشیائے غیر مرئیہ ومغیبہ'' وغیرہ کی بیع کے بارے میں تفصیلات موجود ہیں۔

بیعِ معدوم کے بارے میں فقہاء کی آرا

بیع الحبلة و النتاج، بیع الثمار قبل البدو کے سلسلے میں بخاری وغیرہ میں مروی ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ، وَكَانَ بَيْعًا يَتَبَايَعُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ، كَانَ الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الْجَزُورَ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ، ثُمَّ تُنْتَجُ الَّتِي فِي بَطْنِهَا۔

بخاری برقم الحدیث 2143. و مسلم برقم الحدیث 3809 و 3810

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمل کے حمل کی بیع سے منع فرمایا۔ اس بیع کا طریقہ جاہلیت میں رائج تھا۔ ایک شخص ایک اونٹ یا اونٹنی خریدتا اور قیمت دینے کی میعاد یہ مقرر کرتا کہ ایک اونٹنی جنے پھر اس کے پیٹ کی اونٹنی بڑی ہو کر جنے۔''

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى تُزْهِيَ، فَقِيلَ لَهُ: وَمَا تُزْهِي؟ قَالَ: حَتَّى تَحْمَرَّ، فَقَالَ۔ أَرَأَيْتَ إِذَا مَنَعَ اللَّهُ الثَّمَرَةَ بِمَ يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مَالَ أَخِيهِ۔

بخاری برقم الحدیث 2198 مسلم برقم الحدیث 3862

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو ’زہو‘ سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ان سے پوچھا گیا کہ ’زہو‘ کسے کہتے ہیں تو جواب دیا کہ سرخ ہونے کو۔ پھر آنحضرت اللہ السلام نے فرمایا کہ تم ہی بتاؤ، اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھلوں پر کوئی آفت آجائے ،تو تم اپنے بھائی کا مال آخر کس چیز کے بدلے لوگے؟‘‘

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حادثہ کی وجہ سے پھلوں کے ضائع ہوجانے پر جو قیمت حاصل کی جائے گی وہ بلا معاوضہ ہوگا۔اس لیے آپ ﷺ نے ایسی خرید فروخت سے منع فرمایا جس میں دوسری طرف کوئی بدل نہ حاصل ہو۔حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی بیع کے عدم جواز کی وجہ غرر کا پایا جانا یا بدل ثمن کا نہ ہونا ہے۔

زیرِ زمین اشیاء غیر مرئیہ ومغیبہ کی مثال کھیتوں میں زیر کاشت گاجر، مولی، آلو وغیرہ ہیں:

کمافی الدر المختار:ومنه (ای بطل، اشرف)بیعُ ما أصله غائب کجزر وفجل، أو بعضه معدوم کوردویاسمین وورق فرصاد. وجوزه مالك لتعامل الناس، وبه أفتی بعض مشایخنا عملا بالا ستحسان، هذا إذا نبت ولم یعلم وجوده، فإذا علم جاز.

وفی رد المحتار:(قوله بیع ما أصله غائب)أي ما ینبت في باطن الأرض، وهذا إذا کان لم ینبت أو نبت ولم یعلم وجوده وقت البیع وإلا جاز بیعه کما یأت-----وقوله:(هذا اذا نبت) الاشارة الی قوله:’ ما اصله غائب‘ وکان الاولی ان یقول:هذا اذا لم ینبت او نبت ولم یعلم وجوده فانه لا یجوز بیعه فیهما، ط کمافی الهندیة،---قال في الهندیة إن کان المبیع في الأرض مما یکال أو یوزن بعد القلع کالثوم والجزر والبصل فقلع المشتري شیئا بإذن البائع أو قلع البائع، إن کان المقلوع مما یدخل تحت الکیل أو الوزن إذا رأی المقلوع ورضي به لزم البیع في الکل وتکون رؤیة البعض کرؤیة الکل إذا وجد الباقي.(رد المحتار ج7/ص238/زکریا)

مذکورہ مسئلہ میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جواز کے قائل ہیں اور ان کے ساتھ احناف میں بھی کچھ لوگ جواز کے قائل ہیں: علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ بقول قہستانیؒ قائلینِ احناف میں سے امام عقیلیؒ ہیں اور پھر کہتے ہیں امام محمدؒ سے بھی یہ مروی ہے:

قوله:وبه افتی بعض مشائخنا، قال القهستانی:وافتی العقیلی وغیره بجوازه بتبعه الموجود اذا کان اکثر من المعدوم. قلت:وهو روایة عن محمد.(رد المحتار ج7/ص238زکریا)

بیعِ معدوم کے عدم جواز کی علت

شامیہ کی مذکورہ بالا طویل فقہی عبارت سے قبل الدر المختار مع التنویر الابصار میں غیر موجود اور معدوم کی بیع کے سلسلے میں ’’بیع حق تعلّی ،نتاج ،مضامین وملاقیح‘‘ کے سلسلے میں بیان ہوا کہ:

(والمعدوم كمبيع حق التعلى)اى علو سقط لانه معدوم، ۔۔۔(والمضامين) مافى ظهور الإباء من المنى(والملاقيح) جمع ملقوحة مافى بطن من الجنين.(النتاج) بكسر النون، حبل الجلة، اى نتاج النتاج لدابة او آدمى.(الدر المختار، مع الرد ج7/ص236.238زكريا)

پھر بیع حق التعلی کے تحت علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

قوله(المعدوم كبيع حق التعلى) قال فى الفتح:واذا كان السفل لرجل وعلوه لاخر فسقطا او سقط العلو وحده، فباع صاحب العلو علوه لم يجز، لان المبيع حينئذ ليس الا حق التعلى، وحق التعلى ليس بمال، لان المال عين يمكن احرازها، وامساكها، ولا هو حق متعلق بالمال بل هو حق متعلق بالهواء، وليس الهواء يباع، والمبيع لابد ان يكون احمدهما.تنبيه:لو كان العلو لصاحب السفل، فقال بعتك علو هذاالسفل، بكذا صح ويكون سطح السفل لصاحب السفل وللمشترى حق القرار، حتى لو انهدم العلو كان له ان يبنى عليه علواً آخر مثل الاول، لان السفل اسم لمبنى مسقف، فكان سطح السفل سقفا للسفل، خانية.(رد المحتار ج7/ص236.237زكريا)

اس تفصیل سے بیع معدوم کی تعریف اور عدم جواز کی وجہ بھی معلوم ہوتی ہے۔یعنی معدوم ایسی چیز کی بیع جس کا نفس الامر میں وجود نہ ہو۔''سقط علو''جس کی تعمیر نہیں ہوئی یا ہوئی تو تھی لیکن بوقت عقد اس کا وجود نہیں بچا تو اس کی بیع جائز نہیں ہے۔یہی بات بخاری برقم الحدیث 2198، مسلم برقم الحدیث 3862(گذشتہ صفحات میں یہ روایتیں نقل کی جا چکی ہیں) سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ درخت کے بارآور نہ ہونے کی صورت میں ثمن بلا معاوضہ ہوگا۔

اور گاجر، مولی اور آلو وغیرہ کی بیع کے بارے میں امام مالکؒ، عقیلیؒ(حنفی) اور ایک روایت کے مطابق امام محمدؒ جواز کے اس لیے قائل ہیں کہ وہ فوق الارض شاخ و پتے زیر زمین گاجر وغیرہ کے وجود کی شہادت پیش کرتے ہیں، اور غرر کے اندیشہ کو کم کر دیتے ہیں، اگر چہ وہ احناف کا مفتی بہ قول نہیں ہے۔آگے تنویر الابصار اور الدر المختار کی عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ اس قسم کے بیع وشراء میں مبیع کا معدوم ہونا یا اس کے وجود میں غرر کا پایا جانا ہے، نیز مبیع کے معدوم ہونے کی صورت میں ثمن بلا معاوضہ ہونا ہے، بلا معاوضہ بیع درست نہیں ہوتی ہے:

''لان ركن البيع مبادلة المال بالمال''.(الدر المختار، مع الرد ج7/ص236زكريا)

الغرض بیع معدوم کے عدم جواز کی پہلی وجہ مبیع کا کسی بھی صورت میں وجود میں نہ ہونا ہے، اور دوسری وجہ مبیع کی حصولیابی میں غرر کا پایا جانا ہے، اور تیسری وجہ مبیع کا غیر مقدور التسلیم ہونا ہے۔

عقد سلم کے لیے منقطع عن ایدی الناس کے بیع کے جواز وعدم جواز کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ اور ائمہ ثلاثہ

ؒ کے درمیان اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ضروری ہے کہ جس سامان کی خریداری کا عقد کیا جائے وہ سامان معاملہ طے پانے سے لے کر ادائیگی کے وقت تک بازار میں دستیاب ہو۔

لایجوز السلم حتی یکون المسلم فیه موجوداً من حین العقد الی حین المحل، حتی لو کان منقطعاً عند العقد موجودا عند المحل او علی العکس او منقطعاً فیما بین ذلک وهو موجودا عند العقد والمحل لایجوز. (الفتاویٰ الهندیة، ج ۳/ص ۱۹۵/)

ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک وقت معاملہ سے لے کر ادائیگی تک بازار میں دستیاب ہونا ضروری نہیں ہے۔ بازار میں سامان دستیاب رہنے کی صورت میں ادائیگی پر وثوق حاصل ہوتا ہے، اور غرر سے حفاظت رہتی ہے، لیکن ایسی صورت میں عام حالات میں رب السلم پیشگی رأس المال (قیمت) دینے کے بجائے بازار سے نقد خرید سکتا ہے، عقد سلم کی حاجت وضرورت بہت کم رہ جاتی ہے۔ اس لیے ائمہ ثلاثہؒ کے قول کو اختیار کرنا مناسب ہے۔

لایجوز السلم فی المنقطع عن ایدی الناس مطلقاً، سواء کان المسلم فیه موجوداً عند العقد منقطعا عن ایدی الناس عند حلول الاجل، او کان منقطعا وقت العقد موجودا فی ایدی الناس عند المحِل، بکسر الحاء اسم زمان ای وقت حلول المسلم فیه او کان موجودا عند العقد وعند المحل منقطعا فیما بینهما. وعند الشافعی علیہ الرحمۃ یصح فی الصورتین الا خیرتین، وبه قال مالک واحمد لوجود القدرة عند وجوبه ولا معنی لاشتراطه قبل ذلک. (حاشیة ۶/، کنز الدقائق ص ۲۵۴/)

امام ابوحنیفہؒ اور دیگر احناف کا مفتی بہ قول اُس وقت ائمہ ثلاثہؒ کے موافق ہوجاتا ہے جب مدت پوری ہوگئی ہو اور رب السلم نے اس وقت مسلم فیہ پر قبضہ نہیں کیا پھر مسلم فیہ ایدی الناس سے منقطع ہوگیا، تو یہ عقد سلم قائم رہے گا، اور رب السلم کو اختیار ہوگا کہ وہ اس سامان کے دستیاب ہونے کا انتظار کرے یا معاملہ فسخ کردے۔

ولو انقطع عن ایدی الناس بعد المحل ولم یأخذ رب السلم، فهو بالخیار ان شاء فسخ العقد واخذ رأس ماله، وان شاء انتظر الی وجوده، وقال زفر یبطل العقد ویأخذ رأس المال للعز عن تسلیمه کما اذا هلک المبیع قبل القبض، قلنا ان السلم قد صح تعذر التسلیم بعارض علی شرف الزوال فیخیر فیه. (حاشیة ۶/ کنز الدقائق ص ۲۵۴/)

آخری مرحلہ میں جس طرح مسلم فیہ کے منقطع ہوجانے کے باوجود عقد سلم درست مانا گیا ہے، اسی طرح اگر ابتدائی یا درمیانی مدت میں اشیاء کی عدم دستیابی کے باوجود وقت مقررہ پر ادائیگی کے لیے مکمل تیقن اور اعتماد ہو تو اس آخری مرحلہ کے حکم کو سامنے رکھتے ہوئے ائمہ ثلاثہؒ کے قول کے مطابق عقد سلم کو درست ماننا چاہئے۔

سوال نمبر ایک سے تین تک کے جوابات

اس تفصیل کی روشنی میں سوالات نمبر ایک سے تین تک کے جوابات حسب ذیل ہیں:

سوال نمبر ۱۔ فقہاء کے نزدیک بیع معدوم کا مفہوم کیا ہے؟ نیز اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب نمبر ۱۔

شئ مشتریٰ کے بالفعل وجود میں نہ ہونے کو بیع معدوم کہا جائے گا۔ اب ایسی چیزیں جن کے وجود میں آنے سے قبل بیع کا کاروبار کسی بھی صورت میں ہوتا ہو یا کبھی رہا ہو، ان اشیاء کی طرف نسبت کی وجہ سے وہ سب الگ الگ ناموں سے موسوم کیے جاتے ہیں، ان کی اقسام کو متعین کرنا مشکل ہے۔ ان میں کچھ نام حسبِ ذیل ہیں:

"بیع الحبلة والنتاج"، "بیع الثمار قبل البدو"، "بیع حق تعلّی"، "بیع المضامین" وبیع الملاقیح"، "بیع اصل الفصفصه"، "بیع السمک فی النهر"، "بیع الطیور فی الهواء"، "بیع اللبن فی الضرع" بیع الحمل" اور "بیع ضربة القانص والغائص" وغیرہ

سوال نمبر ۲۔ بیع معدوم کے سلسلے میں فقہائے کی آراء اور ان کے دلائل کیا ہیں؟ اس سلسلے میں راجح مسلک کیا ہے؟

جواب نمبر ۲: مبیع کے موجود نہ ہونے کی صورت میں بیع کے عدم جواز کے سلسلے میں کسی مسلکی اختلاف پر بندہ واقف نہیں ہوسکا۔ البتہ کھیتیوں میں اشیاء مغیبہ تحت الارض کے سلسلے میں اوپر اُگے وظاہر شدہ پودوں وشاخوں کی بنیاد پر امام مالکؒ امام عقیلیؒ اور ایک روایت کے مطابق امام محمدؒ فوق الارض پودوں وپتوں کے تابع مان کر زیر زمین موجود خضروات وثمرات کی بیع کے جواز کے قائل ہیں، لیکن ان میں چونکہ غرر ہے، اس لیے عدمِ جواز کو ہی ترجیح ہوگی۔

عقد سلم میں من حین العقد ادائیگی کی مدت تک کبھی بھی مبیع کا انقطاع عن ایدی الناس نہیں ہونا چاہئے۔ جب کہ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک ایدی الناس سے انقطاع کے باجود بیع درست ہے، اس مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ کے قول کو ترجیح حاصل ہونی چاہئے۔

سوال نمبر ۳۔ بیع معدوم سے ممانعت کی علت اور حکمت کیا ہے؟ مبیع کا موجود نہ ہونا، یا غرر کا پایا جانا یا کوئی اور وجہ؟

جواب نمبر ۳: بیع معدوم کے عدم جواز کی علتوں میں کم از کم تین باتوں میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے۔ مبیع کا موجود نہ ہونا، (مبیع کا موجود نہ ہونے کا مطلب یہ بھی ہے کہ مبیع مالِ متقوم نہ ہو) غرر کا پایا جانا، اور غیر مقدور التسلیم ہونا۔ جیسا کہ اوپر بحث سے ظاہر ہوتا ہے۔

بیع معدوم اور بیعِ استصناع

سوال نمبر ۴: کیا بیع معدوم کو عقد استصناع پر قیاس کیا جاسکتا ہے؟ اگر کیا جاسکتا ہے تو کہاں کہاں کیا جاسکتا

ہے؟اس کی شرطیں کیا ہوں گی؟

جواب نمبر ۴: استصناع کے لغوی معنی ہیں ''کسی سے کوئی چیز بنوانا'' اصطلاحِ شرع میں بھی اسی معنی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔البتہ ایسی صورت میں کچھ شرائط اور قیود کے ساتھ معاوضہ بھی طے ہوتا ہے۔

واما شرعا فهو طلب العمل منه فی شیءٍ خاص علی وجه مخصوص۔ ۔۔ وفی البدائع من شروطه: بیان جنس المصنوع ونوعه وقدره، وصفته، وان یکون مما فیه تعامل، وان لا یکون مؤجلا والا کان سلماً، وعندهما المؤجل استصناع الا اذا کان مما لا یجوز فیه الاستصناع فینقلب سلماً فی قولهم جمیعا.(الردالمحتار مع الدر المختار، ج۷/ص ۴۷۴/زکریا)

اس میں کبھی اجارہ اور کبھی استصناع اور سلم کی شکلیں ہوتی ہیں ،جن کی تفصیلات کتب فقہ میں موجود ہیں ، استصناع کی بنیاد سلم پر ہے اس لیے عموماً دونوں کو ایک ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

صح السلم والاستصناع فی نحو خف وطست وقمقمة.(کنز الدقائق، ص ۲۵۷/الردالمحتار مع الدر المختار، ج۷/ص ۴۷۴/زکریا)

بیع معدوم کی ایک صورت استصناع بھی ہے،جس میں کافی توسع ہوسکتی ہے،اس لیے استصناع سے مستقل الگ کوئی صورت مان کر اسے مستقل بیع قرار دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ عقد استصناع کے جو شرائط اور اصول وضوابط ہیں ، اُنھیں بیع معدوم کی جدید صورتوں میں جاری کرکے اس قسم کے (جیسا کہ سوال نمبر ۸/ کے جواب میں اور سوال نمبر ۹/ میں مختلف شکلیں بتائی گئیں ہیں، اُن میں اور ان جیسے تمام) کاروبار کو بہتر طور پر انجام دینے اور لوگوں کو غرر وضرر سے بچانے کا نظام مقرر کرنا چاہئے۔

عقد استصناع قرآن وسنت میں کوئی غیر متعارف عقد نہیں ہے۔سورہ کہف میں حضرت ذوالقرنین کے واقعہ میں یاجوج ماجوج کے شر وفساد سے بچنے کے لیے دیوار کی تعمیر کے لیے خرجاً کا لفظ عقد استصناع کے وجود اور اس کی ضرورت پر بہترین مثال ہے۔

قَالُوا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاجُوْجَ وَ مَاجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَکَ خَرْجًا عَلٰٓی اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَ بَیْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ کهف

''انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین ! یاجوج اور ماجوج اس زمین میں فساد پھیلانے والے لوگ ہیں ۔تو کیا ہم آپ کو کچھ مال کی پیشکش کرسکتے ہیں،جس کے بدلے آپ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی دیوار بنادیں؟

(ترجمہ: حضرت محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم)

یہاں ترجمہ سے ظاہر ہے کہ خرجاً کا مطلب دیوار بنانے کی اجرت یا زرِ مبادلہ ہے۔ابن کثیرؒ نے بھی اس

آیت کے ذیل میں خرجاً کا یہی مطلب بیان فرمایا ہے۔البتہ حضرت ذوالقرنین نے ان سے مالی معاوضہ قبول کرنے کے بجائے سامان اور محنت کا مطالبہ کیا ہے۔لیکن آیت سے استصناع کا تصور ضرور مستفاد ہوتا ہے۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اور پھر دیگر صحابہ کرامؓ کے ذریعہ انگوٹھیاں بنوانے کی روایات کتبِ صحاح میں مروی ہیں وہ بھی عقد استصناع کی بہترین مثال ہیں۔

عن نافع أن عبد الله حدثه أنَّ النبي صلى الله عليه وسلم اصطنع خاتماً من ذهب ، وجَعلَ فصهُ في بطن كفه إذا لبسه ، فاصطنع الناس خواتيم من ذهب ، فرقي المنبر ، فحمد الله وأثنى عليه فقال :إني كنتُ اصطنعته ، وإني لا البسه ، فنبذه ، فنبذ الناس.(فتح الباری شرح بخاری، باب من جعل فص الخاتم في بطن كفه، برقم الحديث 5876/ص399/جلد10/مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

عقدِ استصناع کی بنیاد عقد سلم پر ہے؛لیکن عقد سلم میں ثمن کا نقد ہونا ضروری ہے۔

كمافی الدرا لمختار:السلم(هو بيع آجل)وهو المسلم فيه(بعاجل) وهو رأس المال: وفی الرد المحتار:شروع فيما يشترط فيه قبض احدالعوضين او قبضهما كا لصرف.(الدر المختارمع الردالمحتار، ج۷/ص ۴۵۴/زکریا)

جب کہ عقد استصناع میں ایسا ضروری نہیں ہے۔

(والاستصناع) هو طلب عمل الصنعة(باجل)ذكر على سبيل الاستمهال لا الاستعجال فانه لا يصير سلما(سلم)فتعتبر شرائطه.(جری فیه تعامل ام لا، وقالا الاستصناع(وبدونه)بالاجل(فيما فيه تعامل)الناس(كخف وقمقمة وطست).(الدر المختارمع ردالمحتار، ج۷/ص ۴۷۳/ تا۴۷۵/زکریا)

اگر مستصنع کی طرف سے اجل کی تعیین بطور مہلت ہوتی ہے،تو ایسی صورت میں معاملہ سلم کے بجائے استصناع ہی رہے گا۔اسی طرح صاحبین استصناع میں اجل کو درست قرار دیتے ہیں۔بہتر یہ ہے کہ صاحبین کے قول کو اختیار کر کے اجل کے ذریعہ ایسے معاملہ کو عقد سلم کے دائرے سے باہر رکھا جائے۔

اذا ضرب الاجل على الاستصناع الذی فيه تعامل فهو سلم عند ابی حنيفه رحمہ اللہ وقالا هو استصناع لانهما عقدان مختلفان اسما وحكماً فلا ينعقد احدهما با لاٰخر. (حاشية كنز الدقائق، برقم الحاشية۳/ص۲۵۷/بحواله عينی وفتح وعناية)

ادئیگیِ ثمن کے سلسلے میں اگر سلم سے استصناع کو مربوط کیا جائے گا تو فساد زمانہ کی وجہ سے پہلے ادائیگی ثمن کی صورت میں دھوکہ اور خدع کا زیادہ اندیشہ ہے، اس لیے تعین اجل کے باجود عقدِ استصناع کے حکم میں ہی ایسے

معاملات رکھنا بہتر ہے، تاکہ ابتدائے عقد ہی میں جمیع ثمن کی ادائیگی نہ لازم ہو۔

استصناع میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مشتری و بائع دونوں کو خیار رؤیت نہیں حاصل ہوتا ہے، صانع کو ضرر سے محفوظ رکھنے کے لیے امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق کسی کو خاص طور پر مشتری کو خیار رؤیت حاصل نہیں ہوگا۔

عن ابی یوسف رحمہ اللہ انہ لا خیار لواحد منھما ، اما الصانع فلانہ بائع ولا خیار لمن باع مالم یرہ، واما المستصنع فلان الصانع اتلف مالہ، لیحصل الی بدلہ فلو ثبت لہ الخیار تضرر الصانع فربما لا یرغب فیہ غیر المستطیع. (حاشیۃ کنز الدقائق، برقم الحاشیۃ ۳/ص ۲۵۷/بحوالہ عینی و فتح وعنایۃ)

موجودہ دور میں استصناع ان میں تمام چیزوں میں ہوسکتا ہے جو مستقل تجربات کے مراحل سے گذر کر مارکیٹ میں عملی طور پر جاری ہیں، ان کے خام اجزاء دستیاب ہوں، کاریگر و ماہرین کو ان کے تیار کرنے پر پورا وثوق ہو۔

مختصر یہ کہ جن چیزوں میں عقد استصناع کا روج ہے، اور کاروباری حضرات، صناع و ماہرین کے تجربات وایجادات کے ذریعہ ان دستیابی میں اُنھیں یقین ووثوق حاصل ہے، ان تمام اشیاء میں عقد استصناع اور سلم کے اصول وضوابط کے مطابق عقود جائز ہوں گے۔

استصناع اور سلم کے بجائے ''شئ معدوم کی بیع'' جیسے مستقل کسی نام سے شئ معدوم کی جدید شکلیں اور پھر ان کے لیے مستقل اصول وضوابط مقرر کی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سوال نمبر ۹/ کے ذیل معدوم کی مثال میں ''الف''، ''ب''، ''ج'' اور ''ہ'' کے ذریعہ بیان کیا گیا ہے، انھیں عقد استصناع، سلم، اجارہ، وکالت، مضاربت وغیرہ کے اصولوں سے مربوط کیا جاسکتا ہے۔

اشیاء کے وجود میں آنے یا اس پر قبضہ سے قبل خرید وفروخت

سوال نمبر ۵: آج کل بیع کا یہ طریقہ رائج ہے کہ مبیع کے وجود میں آنے یا اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کے اوصاف کو بتا کر بہت سی چیزیں بیچی اور خریدی جاتی ہیں۔ معاملہ کی یہ شکل جائز ہے یا نہیں؟

جواب نمبر ۵: چیزوں کے وجود میں آنے سے قبل ان کے اوصاف، مقدار وغیرہ متعین ہوسکتے ہوں تو انھیں عقد سلم یا استصناع سے مربوط کر کے خرید وفروخت میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ جیسے جانوروں کے گوشت، لکڑی، روٹی، دندان سازی، فرنیچر وغیرہ کے لیے عقد سلم یا استصناع وغیرہ کیا جاسکتا ہے۔

ولا فی الحطب بالحزر ورطبۃ بالجرز الا اذا اضبط بما لا یؤدی الی النزاع وجاز وزنا. (ردالمحتار، مع الدر ج ۷/ص ۴۵۸/زکریا)

فی امداد الفتوی۔ الجواب فی الھدایہ مسائل الاستصناع، والصحیح انہ یجوز بیعا لاعدۃ قد یعتبر موجودا حکما. (امداد الفتاوی مبوب، ج ۳/ص ۱۴۱/زکریا)

جن اشیاء میں استصناع مروج ہے ان اشیاء کے وجود میں آنے سے قبل عقد استصناع کے تحت صانع اور مستصنع کے درمیان خرید وفروخت کا معاملہ جائز ومنعقد ہے۔

مشتری اول ایسی چیزوں کو آگے نہیں فروخت نہیں کرسکتا ہے، کیوں کہ اس میں کسی بھی طرح ابھی تک قبضہ کا تحقق نہیں ہوا۔ البتہ یہ مشتری صانع کی حیثیت سے دوسری مشتری سے سودا کرسکتا ہے۔ اور صانع استاذ کی حیثیت سے مشتری ثانی کو سامان کی فراہمی کی ذمہ داری مشتری اول کی ہوگی۔

فی الدر المختار: فعل الأجیر فی کل الصنائع یضاف الی استاذ فما اتلفه یضمنه استاذه اختیار یعنی مالم یتعدی فیضمنه.

وفی رد المحتار: لانه عمل باذنه و لایضمن هو لانه اجیر واحد لا ستاذه یستحق الا جر بتسلیم نفسه فی المدة. (رد المحتار مع الدر المختار، ج ۹/ص ۱۰۳/زکریا)

نقل کردہ عبارت سے بندہ نے اپنے موقف پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ، استاذ جو کہ اصل صانع ہے، لیکن وہ اپنے ہاتھ کے نیچے دوسرے شخص سے کام کرا رہا ہے۔ دوسرا شخص اسی کام کی مزدوری وقت یا کام کے لحاظ سے اجرت پر کر رہا ہے جو کہ درست وجائز ہے۔ اسی طرح مشتری اول کو دوسرے مشتری کی طرف نسبت کرتے ہوئے مستقل صانع اور عاقد مانا جاسکتا ہے۔ اور پہلا مشتری اپنے بعد کسی دوسرے مشتری سے عقد استصناع کے اصول کے مطابق سودہ کرسکتا ہے۔

شئ کے وجود میں آنے سے قبل عقد استصناع کے تحت مشتری اول کا دوسری مشتری سے عقد کرنے کے بارے میں مذکورہ بالا تفصیل ہے۔

سوال نمبر ۶: بسا اوقات یہ معاملہ تاجروں کے درمیان ہوتا ہے، ایک تاجر ایک تاجر سے دوسرے تاجر سے اس کی بیع کردیتا ہے۔ اور دوسرا تاجر تیسرے شخص سے اس کی بیع کردیتا ہے، اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے؟ اس طرح کی بیع جائز ہے یا ناجائز؟

جواب نمبر ۶: اگر شئ وجود میں آگئی تو آگے اس کی دوصورتیں ہیں، کہ وہ یا تو منقول ہوگی یا غیر منقول؟ غیر منقول میں قبض بالبراجم ضروری نہیں ہے، بلکہ مشتری اول اس میں بلا روک ٹوک کے تصرف کا مستحق ہوجائے، تو وہی قبضہ ہوگا۔

فالتسلیم و القبض عندنا هو التخلیة و التخلی، هو ان یخلی البائع بین المبیع و المشتری برفع الحائل بیهما علی وجه یتمکن المشتری من التصرف فیه فیجعل البائع مسلما للمبیع و المشتری قابضا له. (بدائع الصناع، ج ۵، ص ۴۹۹)

اگر قانونی لحاظ سے مشتری اول اس کا قابض ہوگیا ہے تو ایسی صورت میں اس کو دوسرے گاہک سے فروخت کرسکتا ہے۔

فی رد المحتار: والقبض فی بیع المشتری المنقول وفی الدین فسد بیع الدین قبل قبضه، کالمسلم فیه ورأس المال۔۔الخ.

وفی الحاشیة الاولی تحت خط: قوله والقبض؛ ای یشترط قبض المنقول اشتراه لصحة بیعه فلو اشتری منقولا ولم یقبضه فباعه لا یصح بیعه. (ردالمحتار مع الدر المختار، ج ۷/ص ۱۶ / برقم الحاشیة الاولی، زکریا)

اشیائے منقولہ میں قبل القبض کے عدم جواز کی وجہ غرر ہے، لیکن غیر منقولہ میں غرر بہت کم ہوجاتا ہے، اس لیے غیر منقولہ کا حکم دوسرا ہے:

فی رد المحتار وصح بیع عقار لا یخشیٰ هلاکه قبل قبضه لابیع منقول . (ردالمحتار مع الدر المختار، ج ۷/ص ۳۶۹/زکریا)

اس لیے پلاٹ وفلیٹ وغیرہ کی بیع قبل القبض بھی جائز ہے، کیونکہ ان کی عدم دستیابی یا ضیاع کا اندیشہ بہت کم ہوتا ہے۔ البتہ ان سب میں قانونی اختیار وقبضہ ضروری ہے۔

اسی طرح پلاٹ، فلیٹ یا دیگر کسی بھی شئ کے بارے میں اگر مشتری بائع اول کو بیچنے کا اختیار دیدیتا ہے تو بائع مشتری اول کا وکیل، اجیر، دلال، مضارب وغیرہ بن کر اس کو فروخت کرسکتا ہے۔

تتمة: جمیع ما مر انما هو فی تصرف المشتری فی المبیع قبل قبضه، فلو تصرف فیه البائع قبل قبضه فاما بامر المشتری او لا؟ فلو بامره کان امره ان یهبه من فلان او یؤجره ففعل وسلم صح وصار المشتری قابضا. (ردالمحتار مع الدر المختار، ج ۷/ص ۳۷۱/زکریا)

ولو طحنه البائع بامر المشتری صارا قابضا۔۔۔ ولو اشتری من الانسان کرا بعینه غرائره وامره بان یکیل فیها ففعل صار قابضا، سواء کان المشتری حاضرا او غائبا لان المعقود علیه معین، وقد ملکه المشتری بنفس العقد فصح امر المشتری، لانه تناول عینا هو ملکه، فصح امره وصار البائع وکیلاً له، وصارت یده یدا المشتری. (بدائع الصناع، ج ۵/ص ۵۰۳)

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ مشتری اول بائع اول سے خریدی ہوئی چیز کا سودا اگر کسی دوسرے شخص سے کرتا ہے، اور اس سامان کو بیچنے کا وکیل بائع اول کو بناتا ہے تو یہ مشتری اول کا قبضہ بھی مانا جائے گا اور دوسری بائع سے بیچنے کے لیے بائع اول کی وکالت بھی صحیح ہوگی۔

موجودہ زمانے میں قبضہ سے قبل کاروبار کی یہی صورت عام طور پر پائی جاتی ہے کہ مشتری اول مبیع پر اپنا حسی قبضہ کئے بغیر اپنے بعد کسی دوسرے سے فروخت کردیتا ہے۔ ایسی صورت میں بائع اول مشتری اول کا وکیل بن جاتا ہے۔ یہ صورت جائز ہے، اب مشتری ثانی کا سودا مکمل ہونے سے قبل مشتری ثانی کسی تیسرے مشتری سے سودہ نہیں کرسکتا ہے، اگر مشتری ثانی کا سودہ ہوگیا، ثمن وغیرہ کی ادائیگی مکمل ہوگئی، تو پھر مشتری ثانی اسی طرح مبیع پر بغیر قبضہ کیے مشتری ثالث کو بائع اول کی وکالت سے فروخت کرسکتا ہے، ایسی صورت میں بائع اول مشتری ثانی کی طرف سے قابض مانا جائے، درمیان سے مشتری اول نکل جائے گا، زنجیری سلسلہ قائم کرنا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ زنجیری سلسلہ میں صفقة فی صفقة پایا جاتا ہے۔

سوال نمبر ۷: کیا شئ معدوم کو وصف، جنس اور نوع وغیرہ بیان کرکے منضبط کیا جاسکتا ہے، حالانکہ مبیع وجود میں نہیں آئی ہے، اگر اس طرح انضباط ہوجائے اور فریقین میں نزاع کا اندیشہ ختم ہوجائے تو کیا یہ بیع شرعا درست ہو گی؟

جواب نمبر ۷: اس کا جواب سول نمبر ۴/ کے جواب کے مطابق ہے۔ عقد استصناع کے اصول وضوابط سے مربوط کرکے ایسا معاملہ کرنا جائز ہے۔

سوال نمبر ۸: عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ وہ کون کون سی صورتیں ہوسکتی ہیں؟ جن میں بیع معدوم جائز اور درست قرار دی جاسکتی ہے؟ چند کی نشاندہی فرمائیں؟

جواب ۸: فی زماننا معاملات کی مختلف شکلیں رائج ہیں جن میں بہت سی صورتیں، اجارہ، بیع مطلق، سلم اور استصناع وغیرہ سے مشابہت رکھتی ہیں۔ ذیل میں چند صورتیں بطور مثال پیش ہیں:

۱۔ دکان اور مکان کی تزئین کاری کے لیے فرنیچر، کانچ وغیرہ کی مصنوعات بنوانا، مکان کی پیمائش، گاہک کی من پسند ڈیزائین کی وجہ سے یہ چیزیں دوسرے کے کام نہیں آسکتی ہیں:

ان اشیاء کی تیاری کی دوصورتیں ہوتی ہیں:

(الف) مکان، دکان وغیرہ اگر آڈر دینے والوں کے ذریعہ میٹیریل سے یہ چیزیں بناتے ہیں۔ اس صورت میں اجارہ کا معاملہ ہوگا۔

(ب) دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ اپنا سامان اور اپنی کاری گری دونوں کاری گر کی طرف سے ہوتی ہیں اور وہ آڈر کے مطابق تیار کرتے ہیں۔ اس صورت میں استصناع یعنی بیع ہوگا۔

۲۔ ایک مشہور مشروب کمپنی نے کچھ سالوں قبل موسم گرما میں مخصوص ڈیزائین کی فریج بنانے کے لیے ایک کمپنی کو آڈر دیا تھا، جس میں اس کمپنی کے بوٹلوں کے سائز کے مطابق خانے (Boxes) اور اس کمپنی کی نمائندگی وتشہیر

والی علامات بنی ہوئی تھیں، مشروب کمپنی کی طرف سے اس قسم کی فریج کسی دوسرے کے لیے بنانے کی ممانعت تھی۔ اس معاملہ کو اجارہ یا استصناع کے درمیان دائر رکھا جاسکتا ہے۔

۳۔ اسکولوں میں تعلیم و تعلم سے جڑے افراد اور کارخانوں، کمپنیوں اور مختلف اداروں میں کسی بھی لحاظ سے ملازمت اختیار کرنے والوں کے ڈریس وغیرہ کی تیاری کے آڈر دیئے جاتے ہیں۔ ایسے معاملات کو عقد استصناع یا بیع، یا اجارہ سے مربوط کیا جاسکتا ہے۔

۴۔ ٹرینوں، جہازوں، کارخانوں، کمپنیوں اور مختلف تقریبات میں متعین مقدار واوصاف کی اشیائے خورد ونوش وغیرہ کا انتظام کیا جاتا ہے، انھیں بھی اجارہ اور استصناع یا بیع مطلق سے مربوط کیا جاسکتا ہے۔

۵۔ مختلف کالونیوں کے مکینوں اور کمپنیوں و سرکاری ملازمین کو پورے سال ایک ہی قیمت پر سامان خورد ونوش میں گیہوں، چاول، خضروات اور سبزیاں وغیرہ دینے کا رواج ہے۔ یہ سب کچھ اصلاحات کے ساتھ عقد سلم کے دائرے میں آتے ہیں۔ ان صورتوں میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے موقف کے مطابق من حین العقد الی حین الاداالاشیاء کی بازار میں دستیابی کی شرط کو قائم رکھنا زیادہ مناسب ہے۔

اوپر کی مثالیں اشیائے منقولہ کی ہیں، لیکن کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن میں منقولہ اور غیر منقولہ دونوں کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ جیسے:

۶۔ کارخانوں وملوں وغیرہ کے بڑے سامان یہ اجزاء اپنے مقام پر لگ جانے کے بعد عموماً ناقابل انتقال ہوجاتے ہیں، البتہ یہ بننے کے بعد منتقل ہوسکتے ہیں۔ ان میں مثلاً:

ایک علاقے، صوبے اور ملک سے دوسرے علاقہ، صوبے اور ملک تک تیل، گیس پانی پہچانے والی پائپ لائنیں اور اس قسم کی دوسری مصنوعات ابتدائی طور پر منقولہ اور پھر تقریباً غیر منقولہ ہوجاتی ہیں۔

۷۔ سڑکوں اور پلوں، فلیٹس وغیرہ کی تعمیرات (Construction) اگر ٹھیکے دار (Constructor) اپنے سامانوں سے کرتا ہے، تو یہ بیع استصناع کے ذیل میں آئے گا۔ ورنہ اجارہ ہوگا۔ یہ غیر منقولہ کی مثال ہے۔

مذکورہ بالا استصناع واجارہ کی صورتوں میں جب ہم کسی کاری گر یا ٹھیکے دار سے عقد کرتے ہیں تو ہمارے سامنے جوابدہ اور مسؤول کے طور پر بظاہر فردِ واحد ہوتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے پیچھے کام کرنے والوں کا ایک سلسلہ ہوتا ہے۔ مثلاً

پائپ لائن بنانے، بچھانے، لگانے کے لیے ٹھیکیدار، انجینئر، سب انجینئر اور لیبرس۔ اسی طرح مذکورہ دونوں عہدے کے انجینئرس میں بھی مختلف فنون کے ماہر انجینئرس ہوتے ہیں۔ جن میں بعض روٹ کی تعیین کرنیوالے، بعض زمین کی کھدائی اور اصلاح کرنے والے، بعض پائپ بنوانے والے، بعض پائپ کے جوڑوں میں شگاف اور

کمزوریوں کا اکسرے (X-Ray) کے ذریعہ جائزہ لینے والے، اگر پائپ ندی، نالے اور سمندر سے گذرتی ہے تو پائپ کو معلق رکھنے کے لیے دوسرے انجینئرس یا ٹھیکداروں سے وہاں کھمبوں کی تعمیر، اسی طرح تمام مراحل میں کام مالوں کی کیفیات ونوعیت کا جائزہ لینے والے ماہرین۔ اس کام میں کسی کو جسمانی نقصان پہونچ جائے تو ان کے علاج و معالجہ کا انتظام، افراد کی کمی سے بچنے کے لیے لیبرس کا بندوبست کرنے والے دلالوں، معاملات کو بحسن وخوبی انجام تک پہونچانے اور دھوکہ وفریب سے قانونی تحفظ حاصل کرنے کے لیے قانون دانوں کی مدد حاصل کرنا وغیرہ۔

اس طرح صانع بھی اپنے نیچے بہت سے افراد سے اجارہ استصناع، عام بیع وشراء کرتا ہے۔ لیکن اس قسم کے جو بھی معاملات ہوتے ہیں وہ سب بیع معدوم کے سلسلے میں عقد استصناع، عقد سلم، مطلق بیع، اِجارہ، وکالت اور کفالت وغیرہ اقسام سے باہر نہیں ہیں۔

سوال نمبر ۹: آج کل مختلف شعبہ ہائے زندگی سے متعلق بہت سے مالی معاملات ایسے رائج ہیں، جن میں مبیع حقیقتاً یا ظاہراً معدوم ہوتی ہے۔ چند کی مثالیں پیش ہیں، ان شکلوں کے شرعی حکم کا تعیین فرمائیں:

(الف) بلڈرس زمین خرید کر فلیٹ کا نقشہ بناتے ہیں، اور اس نقشہ کے مطابق فلیٹ بیچنا شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ ابھی کام شروع نہیں ہوا ہے، بسا اوقات تعمیر کا کام شروع ہو تو گیا ہے مگر فلیٹ مکمل تیار نہیں ہوتا، ایسی صورتوں میں نقشہ کی بنیاد پر مکان کی خرید وفروخت کرنا کیسا ہے؟ اس میں کبھی بلڈرس کے پاس زمین ہوتی ہے۔ اور کبھی زمین بھی نہیں ہوتی ہے، کیا اس سے مذکورہ مسئلہ پر فرق پڑے گا؟ (ب) مالک زمین اور بلڈر کے درمیان معاہدہ ہوتا ہے، کہ اس زمین پر فلیٹ بنائے گا، جس میں مالک کو چند فلیٹ یا اس کی قیمت دی جائے گی، اور باقی بلڈر کا ہوگا۔ کیا یہ صورت درست ہے؟

(ج) آج کل بہت سے کمپیوٹر اپلیکیشن اور سوفٹ ویئر و پروگراموں کی آن لائین خرید وفروخت ہوتی ہے، جن کا بظاہر کوئی محسوس وجود نہیں ہوتا ہے، ان کو صرف موبائل یا کمپیوٹر پر دیکھا جا سکتا ہے، کیا ان پر بیع معدوم کا اطلاق ہوسکتا ہے؟ کیا ان کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے۔ اگر جائز ہے، تو کن شرطوں کے ساتھ؟

(د) بعض پھلوں میں مبیع کی یہ شکل بھی مروج ہے کہ فی الوقت جتنے پھل موجود ہیں اور جتنے پھل متوقع ہیں، دونوں کی بیع کی جاتی ہے، کیا اس طرح پھلوں کی بیع درست ہے جو ابھی آئے بھی نہیں ہیں، بلکہ متوقع ہیں؟

(ہ) دکان دار کو سامانوں کا آڈر دیا جاتا ہے، اور قیمت بھی ادا کر دی جاتی ہے، کچھ سامان اس کی دوکان پر موجود ہوتا ہے، اور بڑی تعداد میں سامان مارکیٹ میں تو ہوتا ہے، لیکن دکاندار کے پاس نہیں ہوتا ہے، دکان دار سامان کا انتظام کر کے خریدار کو پہونچاتا، بیع کی یہ صورت درست ہوگی یا نہیں؟

جوابات ۹: جواب (الف): عمارتوں کی اس طرح خرید وفروخت کو عقد استصناع سے مربوط کر کے معاملات

کیے جاسکتے ہیں جیسا کہ سوال نمبر ۷ و ۸ کے جوابات میں تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔ البتہ بہتر یہ ہے مقررہ زمین میں فلیٹ کی تعمیر کی قانونی اجازت ہو اور ان فلیٹس کی کی خرید وفروخت کے لیے بلڈر قانوناً مجاز (Legal authorized) ہو۔

اگر بلڈر کے پاس زمین نہیں ہے تو ایسی صورت میں زمین کی تبدیلی کے نتیجے میں خریدار کے مقاصد ومنافع میں فرق واقع ہوگا، اس لیے زمین مقرر نہ ہونے کی صورت میں یہ معاملہ "بیع السمک فی النھر"، "بیع الطیور فی الھواء"، "ضربۃ القانص و الغائص" کی طرح ہوگا، جس میں غرر وضرر ہے۔ اس لیے اگر بلڈر نے زمین متعین نہیں کی ہے یا وہ متعین زمین اس کی ملکیت میں نہیں ہے جس پر وہ فلیٹس بنا کر دینے کا عقد کرتا ہے، تو ایسے فلیٹس کی خرید وفروخت درست نہیں ہے۔ جیسا کہ عقد سلم میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ:

والتاسع بیان مکان الایفاء فیما لہ حمل ومؤنۃ کالبر ونحوہ کذا فی الکافی وھو الصحیح. (فتاوی الھندیۃ ج ۳/ص ۱۹۵/)

محولہ بالا جزئیہ اگرچہ سامانِ منقولہ کے لیے ہے، لیکن اسی سے سامان غیر منقولہ کا حکم بھی ظاہر ہورہا ہے۔

جواب (ب) ایسی صورت میں مالکِ زمین کی "زمین" اس کو ملنے والے فلیٹس کی قیمت ہوگی اور عقد استصناع کے تحت فلیٹس کی بیع ہوگی، جو کہ درست ہے۔ یعنی اس عقد کو عقد استصناع سے مربوط کیا جاسکتا ہے۔ باقی جو فلیٹس بلڈر بنائے گا وہ اس کی اپنی صنعت اور سامانوں کی وجہ سے اس کی ملکیت ہوگی۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں (رد المحتار ج 7/ص 237.236 زکریا) کے حوالہ سے بیع حق تعلّی کے سلسلے میں طویل عبارت نقل کی جاچکی ہے۔

جواب (ج)

کمپیوٹر ایپلیشکن اور سوفٹ ویئر پروگراموں کا اگرچہ ہارڈ وجود نہیں ہوتا ہے، یعنی ایسا وجود نہیں ہوتا جسے ہاتھوں سے چھوا اور محسوس کیا جاسکے، لیکن مال متقوم کی حیثیت سے سافٹ وجود ہوتا ہے، یعنی ان کا ایسا وجود ہوتا ہے کہ انھیں آنکھوں اور آلات کے ذریعہ دیکھا، سنا اور استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے ان پر بیع معدوم کا اطلاق نہیں ہوگا۔ بنابریں خرید وفروخت کے جملہ شرائط کے ساتھ ان کی بیع وشراء جائز ودرست ہے۔ ان پر قبضہ کے لیے قبض بالبراجم ضروری نہیں ہے، مشتری ان کے استعمال اور ان سے استفادہ پر قادر ہوجائے اور بائع کا ان پر کچھ بھی اختیار باقی نہ بچے تو وہی قبضہ ہوگا۔

ولا یشترط القبض بالبراجم، لان معنی القبض وھو التمکن والتخلی وارتفاع الموانع عرفا وعادتا وحقیقۃ. (بدائع الصناع، ج ۴/ص ۲۴۴/، ردالمحتار ج ۴/ص ۸۴/)

جواب (د) اس صورت میں غرر ہے، اس لیے جائز نہیں ہے۔

کما ورد فی الحدیث: أَرَأَيتَ إِذَا مَنَعَ اللهَ الثَّمَرَةَ بِمَ يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مَالَ أَخِيهِ. (بخاری برقم الحدیث 2198 مسلم برقم الحدیث (3862

البتہ اس کو عقد سلم کے اُصول کے مطابق طے کیا جائے، مثلاً بروقت پچاس کوئنٹل پھل ہیں، لیکن اختتام پر سو کوئنٹل ہو جائیں گے، تو عقد سلم کے اصول کے مطابق سو کوئنٹل کا سودا کرنا درست ہوگا۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قدم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المدینة وهم يسلفون فی الثمار السنة والسنتين، فقال: من اسلف فی تمر فليسلف فی كيل معلوم ووزن معلوم الی اجل معلوم. (صحیح مسلم، باب السلم، برقم الحدیث ۴۱۱۸/و ۴۱۱۹/)

اما رکنه ان تقول لاٰخر اسلمتُ اليک عشرة دراهم فی کر حنطة او اسلفت، ويقول الاٰخرُ قبلتُ وينعقد السلم بلفظ البيع فی رواية الحسن وهو الاصح. (الفتاوىٰ الهندية ج ۳/ص ۱۹۳/)

اس میں شرط یہ ہے کہ اگر باغ میں اس سے زائد پھل آئے ان زائد پھلوں کا حقدار مالک باغ ہوگا۔ اور اگر کم آئے تو کمی کی مقدار میں روپیہ کم ہوگا۔

فی الدر المختار: وبيان قدر رأس المال ان تعلق العقد بمقداره كما (فی مكيل وموزون وعددی غير متفاوت۔۔۔ قلنا ربما لا يقدر علی تحصيل المسلم فيه فيحتاج الی رد رأس المال. فی ردالمحتار: قوله ان تعلق العقد بمقداره.. الخ بان تنقسم اجزاء المسلم فيه علی اجزائه، فتح، ای بان يقابل النصف بالنصف والربع بالربع وهكذا. (ردا لمحتار مع الدر المختار، ج ۷/ص ۴۶۲/ زكريا)

جواب (ہ): بیع کی یہ صورت عقد سلم سے مربوط کر کے عقد سلم کے شرائط کے ساتھ جائز و درست ہے۔

خلاصہ

جواب نمبر ۱: ۔شئ مشتریٰ کے بالفعل وجود میں نہ ہونے کو بیع معدوم کہا جائے گا۔ اب ایسی چیزیں جن کے وجود میں آنے سے قبل بیع کا کاروبار کسی بھی صورت میں ہوتا ہو یا کبھی رہا ہو، ان اشیاء کی طرف نسبت کی وجہ سے وہ سب الگ الگ ناموں سے موسوم کیے جاتے ہیں، ان کی اقسام کو متعین کرنا مشکل ہے۔ ان میں کچھ نام حسبِ ذیل ہیں:

"بيع الحبلة والنتاج"، "بيع الثمار قبل البدو"، "بيع حق تعلّی"، "بيع المضامين" وبيع الملاقيح"، "بيع اصل الفصفصه"، "بيع السمک فی النهر"، "بيع الطيور فی الهواء"، "بيع اللبن فی الضرع" بيع الحمل" اور "بيع ضربة القانص والغائص" وغيره

جواب نمبر: ۲۔کھیتیوں میں اشیاء مغیبہ تحت الارض کے سلسلے میں اوپر اُگے وظاہر شدہ پودوں وشاخوں کی بنیاد پر امام مالکؒ امام عقیلیؒ اور ایک روایت کے مطابق امام محمدؒ فوق الارض پودوں و پتوں کے تابع مان کر زیر زمین موجود خضروات وثمرات کی بیع کے جواز کے قائل ہیں۔لیکن ان میں چونکہ غرر ہے،اس لیے عدمِ جواز کو ہی ترجیح ہوگی۔

عقد سلم میں من حین العقد ادائیگی کی مدت تک کبھی بھی مبیع کا اِنقطاع عن ایدی الناس نہیں ہونا چاہئے۔جب کہ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک ایدی الناس سے اِنقطاع کے باجود بیع درست ہے۔اس مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ کے قول کو ترجیح ہونی چاہئے۔

جواب نمبر: ۳۔بیع معدوم کے عدم جواز کی علتوں میں کم ازکم تین باتوں میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے۔ مبیع کا موجود نہ ہونا،(مبیع کا موجود نہ ہونے کا مطلب یہ بھی ہے کہ مبیع مالِ متقوم نہ ہو) غرر کا پایا جانا،غیر مقدور التسلیم ہونا۔

جواب نمبر: ۴۔جن چیزوں میں عقد استصناع کا رواج ہے، اور کاروباری حضرات، صناع وماہرین کے تجربات وایجادات کے ذریعہ اُن کی دستیابی میں انھیں یقین ووثوق حاصل ہے،ان تمام اشیاء میں استصناع اور سلم کے اصول وضوابط کے مطابق عقود جائز ہوں گے۔

''شئ معدوم کی بیع'' جیسے مستقل کسی نام سے شئ معدوم کی جدید شکلیں اور پھر ان کے لیے مستقل اصول ضوابط مقرر کی کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ انھیں استصناع،سلم،اجارہ،وکالت کے اصولوں سے مربوط کیا جاسکتا ہے۔

جواب نمبر: ۵۔جن اشیاء میں استصناع مروج ہے ان اشیاء کے وجود میں آنے سے قبل استصناع کے تحت صانع اور مستصنع کے درمیان خرید وفروخت کا معاملہ جائز ومنعقد ہے۔

مشتری اول ایسی چیزوں کو آگے نہیں فروخت نہیں کرسکتا ہے، کیوں کہ اس میں کسی بھی طرح ابھی تک قبضہ کا تحقق نہیں ہوا۔البتہ یہ مشتری صانع کی حیثیت سے دوسرے مشتری سے سودا کرسکتا ہے۔اور صانع استاذ کی حیثیت سے مشتری ثانی کو سامان کی فراہمی کی ذمہ داری مشتری اول کی ہوگی۔

جواب نمبر: ۶۔اگر قانونی لحاظ سے مشتریِ اول اس پر قابض ہوگیا ہے،تو ایسی صورت میں اس کو دوسرے گاہک سے فروخت کرسکتا ہے۔

غیر منقولہ جائداد پلاٹ وفلیٹ وغیرہ کی بیع قبل القبض بھی جائز ہے، کیونکہ ان کی عدمِ دستیابی یا ضیاع کا اندیشہ بہت کم ہوتا ہے۔البتہ ان سب میں قانونی اختیار وقبضہ ضرور ہے۔

نیز منقولہ وغیر منقولہ اشیاء، پلاٹ، فلیٹ یا دیگر کسی بھی شئ کے بارے میں اگر مشتری بائع اول کو بیچنے کا اختیار دیدیتا ہے،تو بائعِ اول مشتری اول کا وکیل، اجیر، دلال، مضارب وغیرہ بن کر اس کو فروخت کرسکتا ہے۔

جواب نمبر ۷:۔ جواب ۴ ر کے مطابق ہے۔یعنی عقدِ استصناع کے اصول وضوابط سے مربوط کر کے ایسا معاملہ کرنا جائز ہے۔

جواب نمبر:۸۔ بے شمار صورتیں استصناع اور سلم ہی کے دائرہ میں آجاتی ہیں۔اسی کے ساتھ اجارہ کی شکل بھی پائی جاتی ہے۔

جواب نمبر:۹۔(الف) عقد استصناع کے تحت مالکِ زمین کی زمین فلیٹ کی قیمت بن جاتی ہے، باقی فلیٹس صانع کے مال وصنعت کی وجہ سے بلڈر کی ملکیت ہوتے ہیں۔یہ صورت جائز ودرست ہے۔

(ب) سافٹ ویئر اپلیکیشنز وغیرہ ایسے مال ہیں جن پر بالبراجم قبضہ ضروری نہیں ہے، بائع کی طرف سے مکمل تخلیہ اور مشتری کو اس کے استعمال کا مکمل اختیار مل جانے کی صورت میں شرعی قبضہ متحقق ہوجاتا ہے۔یہ بیع معدوم کے حکم میں نہیں ہے اس لیے ان کی خرید وفروخت جائز ہے۔

(د) اس صورت میں غرر ہے، اس لیے جائز نہیں ہے۔البتہ سلم کے تحت یہ اس کا عقد کیا جائے تو جائز ہے۔اس میں شرط یہ ہے کہ اگر باغ میں متعینہ مقدار سے زائد پھل آئے ان زائد پھلوں کا حقدار مالکِ باغ ہوگا۔اور اگر کم آئے تو کمی کی مقدار میں روپیہ کم ہوگا۔

(ہ) بیع کی یہ صورت سلم سے مربوط کر کے سلم کی شرائط کے ساتھ جائز ودرست ہے۔

بیع معدوم اور اس کی شکلیں

مولانا محمد صابر حسین ندوی

خرید وفروخت کی شرطیں

اسلام میں خرید وفروخت کی اجازت ہے اور سود حرام ہے، مگر اس بیع وشراء کی چند شرطیں ہیں جن کا خیال رکھنا ضروری ہے، ہم اس سلسلہ میں خرید وفروخت سے متعلق بیان کردہ فقہاء کرام کے چند شرائط کو یہاں بیان کر دیتے ہیں؛ تاکہ بیع معدوم اور اس کی صورتوں کو بہتر طور پر سمجھا جسکے:

۱۔ معاملہ بالتراضی ہو؛ یعنی فریقین کے درمیان کوئی بھی ایسی بات نہ ہو، جو اس بات پر دال ہو کہ کسی کو ایک مجبور کیا جارہا ہے، یا اس کا استحصال ہو رہا ہے، اس میں غرر اور ضرر سے کام لیا جارہا ہے، فرمان باری تعالی ہے:

یا ایھا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل. (نساء: ۲۹)

۲۔ عوضین معلوم اور متعین ہوں، اگر کوئی چیز بازار میں ہی نہیں ہے یا اس کے پانے کا کوئی امکان نہیں ہے، تو پھر اس کی خرید وفروخت ایک فرضی بات ہوگی جو جائز نہیں، اگر بالاختصار کہا جائے تو ایسی جہالت نہ ہو جو باہم جھگڑے کا سبب بنے۔ (بدائع الصنائع: ۵/ ۱۵۸، فتاوی ہندیہ: ۳/ ۳)

۳۔ ثمن کی ادائیگی کے لئے مدت متعین ہو؛ مفضی الی النزاع کوئی چیز نہ ہو؛ معمولی جہالت نقصان دہ نہیں۔ (فتاوی ہندیہ: ۳/ ۳)

۴۔ ثمن اموال ربویہ (نمک، گیہوں، سونا، چاندی، کھجور، جو) میں سے نہ ہو، جن پر قبضہ مجلس عقد میں ہی ضروری ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۵۸۴، مساقات)

۵۔ بدلین مال متقوم ہو؛ یعنی ایسا مال ہو کہ اسے خرید وفروخت کیا جاسکے۔ (فتاوی ہندیہ: ۳/ ۲)

۶۔ اس میں غرر یا دھوکہ نہ ہو جیسے کہ کوئی ناجائز شرط لگادی۔ (ہدایہ للمرغینانی: ۳/ ۴)

بیع معدوم اور اس کی صورتیں

بیع وشراء کی شرائط جان لینے کے بعد بیع معدوم کو سمجھنا آسان ہوجاتا ہے، کوئی ایسی بیع جس کا کوئی وجود نہ ہو، جس کا کوئی امکان نہ ہو اور اسے فروخت کیا جائے تو اس کی اجازت نہیں ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”لاتبع

مالیس عندک''۔(ترمذی:۱۲۳۲،ابوداود:۱۳۱۸) جوتمہارے پاس نہیں اس کی بیع مت کرو،اس حدیث کے اعتبار سے بیع معدوم کی متعدد صورتیں نکالی گئی ہیں، جوحسب ذیل ہیں:

پہلی صورت:

وہ معدوم جس کی صفت ومدت معلوم ہو یعنی بیع ''سلم'' علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ؛ بالاتفاق اس کی اجازت ہے:۔

''فھذا یجوز بیعه اتفاقاً.''(زادالمعاد:۵/۸۰۸)

دوسری صورت:

اس شئی کی بیع کی جائے جس کا حاصل ہونا یا نہ ہونا معدوم ہو، جیسے: حبل الحبلہ کی بیع ،اس کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے۔(دیکھئے:الاجماع لابن منذر:۱۱۴،مجموع الفتاوی:۳۰/۲۳۷،موسوعۃ الاجماع لسعدی:۱/۱۷۴، الفقہ السلامی وادلتہ:۵/۳۹۸)

تیسری صورت:

معدوم شئی سے زیادہ موجود کا وجود ہو، چنانچہ عقد کے وقت اکثر کا وجود ہو جیسے: درختوں پر لگے اکثر پھلوں میں بدوصلاح ہو چکا ہو؛ لیکن ابھی بھی کچھ حصہ باقی ہو تب بھی بیع ہو جائے گی، علامہ ابن قیمؒ نے لکھا:

''فاتفق الناس علی جواز بیع ذلک الصنف الذی بدا صلاح واحدة منها وان کانت بقیة الثمار معدوم وقت العقد''.(زادالمعاد:۵/۸۰۸)

اس بیع کے متعلق جواز اور عدم جواز میں دو رائیں ملتی ہیں:

پہلی رائے:

پہلی رائے عدم جواز کا ہے، خواہ معدوم مستقبل میں متحقق الوجود ہو یا نہ ہو، اور خواہ اس میں غرر ظاہر ہو یا نہ ہو جیسے: بیع حبل الحبلہ وغیرہ، یہی رائے جمہور فقہاء حنفیہ، (بدائع الصنائع:۵/۱۳۸،تبیین:۸/۴،۹ وغیرھا) مالکیہ، (بدایۃ المجتھد:۲/۱۱۱، مواھب:۴/۳۶۳، وغیرھا) شافعیہ (الام:۳/۱۱۸،نھایۃ المحتاج:۳/۴۱۰ وغیرھا) اور حنابلہ (المغنی:۶/۶۹۹، الشرح الکبیر:۲/۳۲۵ وغیرھا) کا ہے، اور بطور دلیل ان نصوص کو پیش کرتے ہیں جن میں بیع غرر وغیرہ کی ممانعت کی گئی ہے، ایک روایت ہے کہ حضور ﷺ نے بیع سنین اور معاومہ سے منع فرمایا: ''نھی النبی ﷺ عن بیع السنین وھی المعاومۃ''. (مسلم:۱۵۳۶)

دوسری رائے:

دوسری جواز کی ہے، جبکہ مستقبل میں حسب عادت وجود ممکن ہو تو یہ صورت علی الاطلاق ممنوع نہیں ہے، یہ

علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم کی رائے ہے (دیکھئے: مجموع الفتاوی: ۲۰/ ۵۳۱، اعلام الموقعین: ۱/ ۳۹۹) اور شیخ الاسلامؒ نے یہ دلیل دی ہے کہ نصین میں بیع معدوم کے عدم جواز کا ثبوت نہیں ہے، بلکہ اگر کہیں منع کیا گیا ہے تو وہ کسی خاص بیع سے منع کیا گیا ہے:

"فلیس فی کتاب اللہ ولا فی سنۃ رسولہ بل ولا عن احد من الصحابۃ ان بیع المعدوم لا یجوز، لا لفظ عام ولا معنی عام، وانما فیہ النھی عن بعض الاشیاء التی ھی معدومۃ کما فیہ النھی عن بیع بعض الاشیاء التی ھی موجودۃ"۔ (مجموع الفتاوی: ۲۰/ ۵۴۲)

اسی طرح سلم اور بیع تاجیل وغیرہ پر قیاس کے بعد یہ اصول نقل کیا ہے کہ:

"الاصل فی المعاملات الإباحۃ"

یعنی بیع وشراء اور معاملات کے اندر اصل اباح ہے، عصر حاضر میں یہی رائے زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔

بیع معدوم سے ممانعت کی حکمت

بیع معدوم کی ممانعت میں سب سے بڑی علت یہ ہے کہ اس میں غرر وضرر ہے، لوگوں کے درمیان نزاع کا باعث ہے، ایک ایسی چیز کی بیع کی جارہی ہے جس کا کوئی وجود نہیں اور نہ اس کا کوئی امکان ہے، یہ سماج میں سود کا بھی باعث بنے گا، لوگ اس دروازے سے ناجائز مراد پوری کریں گے، اسی لئے شریعت نے ایسی چیز کی بیع کی اجازت کی ہے جو معدوم ہو، البتہ جب اس کے اوصاف، وزن اور مدت وغیرہ معلوم ہوجائیں اور اس میں کسی قسم جہالت باقی نہ رہے تو اس کی بیع ہوسکتی ہے۔

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

إذا الحاجۃ التی لأجلھا شرع اللہ ورسولہ السلم الإرتفاق من الجانبین ھذا یرتفق بتعجیل الثمن وھذا یرتفق برخص الثمن. (اعلام المعوقعین ج1، ص 302)

"کہ جس ضرورت کی بنا پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع سلم کو جائز قرار دیا ہے وہ یہ ہے کہ دونوں جانبوں سے ایک فریق کو جلدی قیمت حاصل ہوجائے اور دوسرے کو چیز سستی حاصل ہونے کی سہولت مل جاتی ہے"۔

بیع استصناع

بیع کی قسموں میں ایک بیع استصناع بھی ہے، لغت میں کسی چیز کو بنانے کیلئے آرڈر دینا استصناع کہلاتا ہے "واستصنع الشئی: دعا الی صنعہ" اور کہا جاتا ہے "استصنع الشئی" اس نے فلاں چیز بنانے کا حکم دیا (لسان

العرب: ۷/ ۴۶۰، القاموس المحیط: ۳/ ۸۶۰)۔ اصطلاح شرع میں کسی انسان کا کسی چیز کے کاریگر سے متعین قیمت کے عوض کوئی چیز بنانے کا حکم کرنا اور ساتھ ہی اس کی نوعیت، مقدار اور صفت کو بیان کر دینا اور کاریگر کا اسے قبول کر لینا ''استصناع'' کہلاتا ہے، علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

''اما صورة الاستصناع فهي ان يقول انسان لصانع من خفاف او صفار او غيرهما: اعمل خفا، او آنية من اديم او نحاس من عندك بثمن بكذا، وبين نوع مايعمل وقدره وصفته فيقول الصانع: نعم.''

(بدائع الصنائع: ۴/ ۵۳)

ایک دوسری جگہ پر ہے کہ یہ عقد مبیع وہ ہے جس میں عمل شرط ہے۔

''عقد على مبيع في الذمة شرط فيه العمل من''

(بدائع: ۲/ ۲۶۷، دیکھئے: مبسوط للسرخسی: ۱۲/ ۱۳۸، تحفۃ الفقہاء: ۲/ ۵۳۸، مجلۃ الاحکام العدلیۃ: المادۃ ۳۸۸، اور حنابلہ کیلئے دیکھئے: کشاف: ۳/ ۱۳۲، الفروع: ۲/ ۴۵۸)۔

چونکہ یہ بیع کی ایک متفرق شکل ہے، اسی لئے بعض اسے وعدہ بیع سمجھتے ہیں نہ کہ عقد بیع (فتح القدیر: ۵/ ۳۵۵)، اور اس کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ اس صورت میں آرڈر دینے والے کو حق حاصل ہوتا ہے کہ بنانے والے سے سامان دیکھنے یا مکمل ہونے سے قبل معاملہ ختم کر دے:

''لان المستصنع له الحق في عدم تقبل مايأتي به الصانع من مصنوع، وله ان يرجع عما استصنعه قبل تمامه ورؤيته، وهذا علامة انه وعد لا بيع''. (مبسوط: ۱۵/ ۸۴، الانصاف: ۴/ ۳۰۰)

تاہم اس بیع کے جواز کے قائل خصوصاً فقہائے احناف اور حنابلہ ہیں، اور بطور دلیل استحساناً حضور اکرم ﷺ کا یہ عمل پیش کرتے ہیں؛ کہ آپ ﷺ نے اپنی انگوٹھی اسی طرح بنوائی تھی (بخاری مع الفتح: ۱۱/ ۴۵۴)، علامہ ابن اثیر کا کہنا ہے کہ یہ معاملہ ایسا ہی کہ آپ کسی سے کہیں؛ کہ لکھ دو تو وہ آپ کیلئے لکھ دیں:

''امر أن يصنع له كما تقول اكتب أي امر ان يكتب له''۔

اور آگے علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں کہ اس معاملہ پر حضور اکرم ﷺ سے ہی اجماع ہے:

''والاجماع من لدن رسول الله ﷺ دون نكير.'' (بدائع الصنائع: ۶/ ۲۶۷)

دراصل یہ بیع ایک استثنائی حیثیت رکھتا ہے، اسے بیع معدوم نہیں کہنا چاہئے، معدوم اس شئ کا کوئی وجود نہیں ہوتا اور نہ اس کا امکان ہوتا ہے، اس بیع کی بالخصوص چند شرائط ہیں:

۱۔ بیع کی جنس متعین ہو مثلاً: گیہوں، چاول وغیرہ۔

۲۔ نوع اور قسم متعین ہو، مثلاً چاول ہے تو کونسی قسم کے؟ اگر مصنوعی چیز ہے تو کمپنی کی شناخت اور کہاں سے بنے

ہوئے ہوں اس کی وضاحت ضروری ہے۔

۳۔مال کی صفت متعین ہو: ہائی کوالٹی، یا کچھ اور۔

۴۔مقدار معلوم ہو مثلاً: کتنا کلو یا کس سائز کا؟

۵۔ادائیگی کی مدت معلوم ہو؛ کہ سامان کب دیا جائے۔

۶۔ثمن کی مقدار اور صفت معلوم ہو؛ کہ کتنے پیسے اور کونسی کرنسی ہوگی۔

۷۔سامان کی کچھ رقم پیشگی ادا کرنا ہے یا پوری رقم دینا ہے۔

۸۔بائع مشتری کہاں سے سامان پہونچائے گا۔

۹۔ایسی چیز بنوائی جائے جس کا عام رواج ہو گیا ہو۔

۱۰۔مال تیار کرنے کے تمام اجزاء یا اکثر کاریگر کے ہوں، ورنہ اجارہ ہوجائیگا۔(دیکھئے: درسی وتعلیمی اہم مسائل: ۳۴۱، جدید معاملات کے شرعی احکام: ۱/ ۱۲۴)

بیع سلم کی حیثیت

بیع معدوم کے ہم مثل ایک بیع ''سلم'' بھی ہے، مگر یہ اس سے مختلف ہے، فقہ اسلامی میں اس کی الگ حیثیت ہے، سلم کے لغوی معنی دینے اور ادھار کرنے کے ہیں ''اعطاء و التسلیف'' جیسے کہا جاتا ہے:

''اسلم الثوب للخیاط، أی أعطاه ایاه.''(لسان العرب: مادة: غرر۔ انیس الفقهاء: ۲۱۸۔ مشارق الأنوار: ۲/ ۲۱۷)

علامہ مطرزی کا کہنا ہے:

''اصله: أسلم الثمن فیه، فحذف.''(المغرب للمطرزی: ۱/ ۴۱۲)۔

اسی طرح سلم، سلف کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، اسی لئے بعض لوگوں نے اسے سلم اور بعضوں نے سلف سے تعبیر کیا ہے، علامہ ماوردی فرماتے ہیں: کہ اس معاملہ کو عراق والے سلف کہتے ہیں اور اہل حجاز اس کو سلم کہتے ہیں

''السلف لغة اهل العراق، و السلم لغة أهل الحجاز.''

سلف کے معنی عمر یا فضل میں سبقت لے جانے والے آباء واجداد کو کہتے ہیں، تو وہیں اس کے معنی ثمن (قیمت) کو بھی کہتے ہیں، جو مبیع (بیچی جانے والی چیز) سے پہلے ادا کر دیا گیا ہو،

''السلف ماتقدم من الثمن علی المبیع.''

اسی طرح سلف اس قرض کو بھی کہتے ہیں، جن میں قرض دینے والے کی کوئی دنیاوی منفعت نہ ہو،

''السلف فی المعاملات بالقرض الذی لا منقعة للمقرض.''

چنانچہ عقد سلم کیلئے کبھی سلم کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، اور کبھی اس معاملہ کو سلف بھی کہہ دیا جاتا ہے۔

"السلف بیع السلم." (القاموس الفقهية: ۱۸۱)

سلم اصطلاح میں اس بیع کو کہتے ہیں: جس کے اندر مال کا بدل فوراً دیدیا جائے اور موصوف فیہ کو موخر کر دیا جائے، جسے سلم اور سلف سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ (المغنی: ۵/ ۶۴۲)۔

ہدایہ میں ہے:

"السلم أخذ عاجل بآجل" (هدایه: ۳/ ۹۱)،

شافعیہ اس عقد کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"أن السلم بیع شئی موصوف فی ذمة بلفظ سلم."

یعنی لفظ سلم کے ذریعے ایسی چیز کی خرید وفروخت ہے، جس کے اوصاف بیان کر دئے گئے ہوں اور وہ بیچنے والے کے ذمے ادھار ہو۔ (فتح الوهاب: ۱/ ۳۱۸۔ حاشیۃ الجمل: ۱۱/ ۴۸۷) مالکیہ لکھتے ہیں:

" السلم عقد معاوضة یوجب عمارة ذمة بغیر عین ولا منفعة غیر متماثل العوضین." (شرح المهذب: ۱۲/ ۱۶۴)

یعنی سلم ایک ایسا عقد معاوضہ ہے جو بغیر کسی عین اور منفعت کے ذمے میں لازم ہوتا ہے۔ (مواهب الجلیل: ۶/ ۴۷۶)

اس بیع کی قسم کے جواز پر دلائل اربعہ شاہد ہیں، بالخصوص قرآن کریم کی

"یا ایها الذین آمنوا اذا تداینتم بدین الی أجل مسمی فاکتبوه". (سورہ بقرة: ۲۸۲)

اس کی اہم دلیل ہے، علامہ ابن منذر نے اس کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے۔

"أجمع کل مانحفظ عنه من أهل العلم علی أن السلم جائز". (المغنی: ۴/ ۶۴۳)

سلم کے شروط کے سلسلہ میں فقہاء کے درمیان آراء کا اختلاف ہے: حنفیہ اور حنابلہ یہ شرط قرار دیتے ہیں؛ کہ راس مال (یعنی سامان کی قیمت) مجلس عقد میں سپرد کر دی جائے، اور مسلم فیہ (یعنی سامان) کو موخر رکھا جائے، اسی لئے ابن عابدین شامیؒ نے سلم کی تعریف کرتے ہوئے نقل کیا ہے:

"هو شراء آجل بعاجل". (ردالمحتار: ۴/ ۳۰۳)

یعنی یہ موخر (سامان) کی فوری (قیمت کی ادائیگی) کی بیع ہے۔ اقناع میں اسی مفہوم کی عبارت موجود ہے:

"عقد علی موصوف فی الذمة مؤجل بثمن مقبوض فی مجلس العقد". (کشاف القناع: ۳/ ۲۷۶۔ المطلع للبعلی: ۲۴۵)۔

شافعیہ نے یہ شرط لگائی ہے کہ راس مال پر قبضہ مجلس عقد میں ضروری ہے؛ لیکن اس بات کی اجازت دی ہے کہ سلم فوری بھی یا تاخیر کے ساتھ بھی کیا جاسکتا ہے، اسی لئے ان کی تعریفات اس طرح ملتی ہیں:

"عقد علی موصوف فی الذمة ببدل یعطی عاجلا." (فتح العزیز للرافعی: ۹/۲۰۷)

یعنی مسلم فیہ میں یہ قید نہیں ہے کہ اسے موخر کرکے ہی ادا کرے بلکہ فوراً بھی ادا کرسکتا ہے۔

"اسلاف عاجل فی عوض لایجب تعجیله." (الروضة للنووی: ۴/۳)

اس سلسلہ میں مالکیہ کے یہاں توسع اختیار کیا گیا ہے، اور یہاں تک مذکور ہے کہ راس المال بھی فوراً ادا کرنے کی ضرورت نہیں؛ بلکہ اسے ایک دن یا تین دنوں تک ٹالا جاسکتا ہے، تاکہ معاملہ میں نرمی قائم رہے۔

"بیع معلوم فی الذمة محصور بالصفة بعین حاضرة أو ماهو فی حکمها الی أجل معلوم". (الجامع للاحکام القرآن للقرطبی: ط۔دار الشعب بالقاهرة: ۱۱۸۶)

قبضہ کی حقیقت

بیع کی ان قسموں اور شرطوں کے ساتھ بیع کا ایک اہم رکن 'قبضہ' اور اس کی حقیقت بھی واضح ضروری ہے، قبضہ لغت میں کسی چیز کا ہتھیلی بھر کر لے لینے کے لئے آتا ہے، جو ملکیت سے کنارہ ہے:

"القبض لغة: تناول الشئی بجمیع الکف، ویقال: هذاالشئی فی قبضة فلان أی فی ملکه وتصرفه". (الصحاح للجوهری، والمفردات للراغب: القبض)

اصطلاح میں قبضہ کہتے ہیں: کسی چیز کو روک لینا اور اس پر قابض ہوجانا خواہ اسے ہاتھ میں لینا ممکن ہو یا نہ ہو

"هو حیازة الشئی والتمکن منه، سواء اکان مما یمکن تناوله بالید ام لم یمکن". (القوانین الفقهیة لابن جزی: ص ۳۲۸)

علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

قبضہ کے لئے کسی چیز کو ہاتھ میں لینا شرط نہیں بلکہ قبضہ کے معنی قدرت دینا اور عرف وعادت کے اعتبار سے ایسے موانع کو ہٹادینا ہے جو اس کے استعمال میں حارج ہو۔

"القبض هو التمکن والتخلی وارتفاع الموانع عرفاً وعادتاً حقیقة". (بدائع الصنائع: ۵/۱۷۸)

عز بن عبدالسلام کا بھی یہی ماننا ہے کہ قبضہ کے معنی تصرف کے ہیں:

"قولهم قبضت الدار والارض والعبد والبعیر یریدون بذلک الاستیلاء والتمکن من التصرف".

(الاشارة الی الایجاز: ۱۰۶)

ان اصطلاحی تعریفات سے صاف واضح ہوتا ہے کہ عرف ورواج اور اشیاء کی نوعیت کے اعتبار سے قبضہ کی

مختلف صورتیں ہوتی ہیں، چنانچہ فقہاء مالکیہ کے مشہور فقیہ ابوالبرکات دردیرؒ نے بھی واضح کیا ہے کہ قبضہ کے معنی لوگوں کے درمیان جاری عرف سے متعین ہوگا ''بالعرف الجاری بین الناس''.(الشرح الکبیر علی ھامش الدسوقی: ۳/ ۱۴۵) امام نوویؒ نے بھی عرف ہی کو اس کا مدار قرار دیا ہے، (دیکھئے: شرح مہذب: ۹/ ۲۷۵) فقہاء حنابلہ میں علامہ ابن قدامہ مقدسی کا بھی یہی بیان ہے:

''لان القبض مطلقاً فی الشرع یجب الرجوع فیہ الی العرف''.(المغنی: ۴/ ۹)

اسی لئے فقہ کے مسلمہ قواعد میں سے یہ ہے کہ کتاب وسنت میں جو الفاظ وارد ہوئے ہیں اور اس کے مفہوم و مصداق کی تعیین وتحدید نہیں کی گئی ہے؛ ان میں عرف ہی کی طرف رجوع کیا جائے گا، علامہ سیوطی کے الفاظ میں:

''کل ماورد بہ الشرع مطلقاً ولا ضابط لہ فیہ ولا فی اللغۃ یر جع فیہ الی العرف''.(اشباہ للسیوطی: ۱۹۶)

فقہاء کے نزدیک عرف سے کیا مراد ہے

عرف کے متعلق فقہاء کا ماننا ہے کہ:

الثابت بالعرف کالثابت بدلیل الشرعی، المعروف بالعرف کالمشروط باللفظ، الثابت بالعرف کالثابت بالنص، المعروف عرفاً کالمشروط شرطاً، المعروف بین التجار کالمشروط بینھم

(دیکھئے: شرح مجلۃ الاحکام: ص ۵۱، المادۃ: ۴۴، اشباہ للسیوطی: ۹۲، وللمصری: ۹۹، وجیز: ۲۵۱، والقواعد للندوی: ۶۵)

نیز معاملات کے اعتبار سے اگر جدید قسم کا معاملہ ہو؛ تو قاعدہ یہ ہے کہ:

''الاصل فی المعاملۃ الاباحۃ''

یعنی معاملات میں اصلاً اباحت ہوتی ہے جب تک کہ کوئی صریح غیر شرعی امور کا دخل نہ ہو، اصول شریعہ کے ماہر علامہ خلاف نے نقل کیا ہے کہ عرف ہی کی بنا پر بہت سے معاملات میں جو عام اصول سے ہٹ کر ہیں ان کی بھی اجازت دی گئی ہے، بالخصوص جو انسانوں کیلئے حاجت کا درجہ رکھتے ہیں، اور ان کے بغیر انسانی مصالح پر اثر پڑتا ہو، جیسے اجارات، شرکات، مضاربات یہ وہ عقود ہیں جو قیاس پر منطبق نہیں ہوتے مگر ان کی اجازت ہے، اسی طرح عقود کے قواعد سے ہٹ کر جیسے بیع سلم، بیع الوفاء، استصناع، مزارعت، مساقات وغیرہ کی اجازت دی گئی ہے (اصول فقہ: ۲۰۲)

معاملات میں ''غرر''

بیع وشراء میں اسلام نے توسع اختیار کیا ہے، مگر غرر کی اجازت نہیں دی، بیع معدوم میں غرر کی بھی صورت پائی

جاتی ہے، چنانچہ اس کی وضاحت بھی کر دی جاتی ہے، اسلام میں دھوکا دینا اسوہ نبوی کے خلاف ہے ''من غشنا فلیس منا''. (مسلم:۱۰۱)، معاملات میں اسے ''غرر'' سے تعبیر کرتے ہیں، غرر کی اصطلاحی تعریف میں گو کہ اہل علم کی تعبیرات مختلف ہیں؛ لیکن حاصل ان سب کا یہی ہے کہ غرر وہ بات ہے جس کا انجام معلوم نہ ہو۔

''الغرر مایکون مستور العاقبة.'' (المبسوط:۱۳/۱۹۴)،

علامہ جرجانی لکھتے ہیں:

''بانه مایکون مجهول العاقبة لا یدری ایکون ام لا'' (التعریفات للجرجانی)،

بیع پر اثر انداز ہونے کے اعتبار سے غرر کی دو قسمیں ہوتی ہیں:۔

(دیکھئے: بدایۃ المجتہد: ۲/۱۷۱، مجموع:۹/۲۵۸)

۱:۔غرر کثیر۔عموماً معمولی غرر بیع وشراء میں اثر انداز نہیں ہوتے، لیکن اگر غرر کثیر ہو تو بیع منعقد نہیں ہوتی، جس کا اندازہ اس طرح کیا جاتا ہے؛ کہ وہ غرر ہی اس بیع کی صفت قرار پا جائے۔

''الغرر الکثیر هو ماغلب علی العقد حتی اصبح العقد یوصف به''. (المنتقی:۵/۴۱)

علامہ باجی لاکی نے غرر یسیر اس کو قرار دیا ہے کہ جس سے عام طور پر معاملات خالی نہیں ہوتے اور غرر کثیر وہ ہے جو اس کے خلاف ہو. (الفروق:۱/۱۵۰)، اور دسوقی کے الفاظ میں غرر کثیر ایسا غرر ہے جس سے لوگ چشم پوشی نہیں برتتے۔ (المنتقی:۱/۴۱)

حقیقت یہ ہے کہ معاملات میں اگر غرر کی صورت ہے اور وہ مفضی الی النزاع ہے اسی لئے حرام ہے۔

(فتاوی ہندیہ:۳/۳) لیکن اگر معمولی غرر ہو یا جہل ہو جو مفضی الی النزاع نہ ہو تو معاملہ پر اثر نہیں پڑتا:

'فاما ان کان احدهما مجهولا جهالة مفضیة المنازعة فسد البیع وان کان مجهولا جهالة لا تفضی الی المنازعة لا یفسد الخ. (بدائع الصنائع:۴/۵۔۲۶۶)

یعنی (حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی زبانی) کہ ''جو غرر نزاع کا باعث بن سکتا ہو یا دوسرے فریق کیلئے ناقابل تحمل ہو اسکو غرر کثیر شمار کیا جائے گا اور جو غرر عام طور پر باعث نزاع نہ ہو؛ سمجھنا چاہئے کہ وہ غرر قلیل ہے جو صحت عقد کیلئے مانع نہیں ہے''. (دیکھئے: جدید فقہی مسائل: ۴/۲۱۱) حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب ''غرر یسیر کے متعلق لکھتے ہیں: جس قدر غرر مفضی الی النزاع نہ ہو اور عام حالات میں اس سے بچنا دشوار ہو تو ایسا غرر صحت عقد کیلئے مانع نہیں''۔ (تکملۃ فتح الملہم شرح مسلم:۱/۳۳۰)

۲:۔عقد کی اصل ہی غرر ہو جیسے بدو صلاح سے قبل پھلوں کی بیع کرنا وغیرہ، اس صورت میں بھی بیع منعقد نہیں ہوتی ہے، امام مالکؒ نے اس میں اس شرط کا اضافہ کیا ہے کہ؛ غرر مالی عقد معاوضات (ایسا معاملہ جن میں فریقین کی

طرف سے لین دین کی صورت پائی جاتی ہو) ان میں سے ہو، یعنی غرر وصیت وغیرہ میں مؤثر نہیں ''لا یؤثر الغرر فی صحتها''. (الفروق للقرافی: ۱/۱۵۱)۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر صدیق محمد امین الضریر نے یہ لکھا ہے کہ غرر یعنی مالی لین دین کے معاملات ہوں، جیسے: بیع، اجارہ، شرکت، اسی طرح حقیقی انسانی حاجت اس کے درست ہونے کا تقاضہ نہیں کرتی ہو، حاجت کی بنا پر شارع نے بھی اور فقہاء نے بھی مختلف مواقع پر غرر کو گوارا کیا ہے جیسے: کھیتی میں بٹائی کی اجازت وغیرہ۔ (الغرر واثرہ فی العقود: ۶۱۲۔۷۵۱)

ضرورت وحاجت سے کیا مراد ہے:

یہاں پر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ''ضرورت وحاجت'' سے کیا مراد ہے، اصولیین کی اصطلاح میں حاجت اسی چیز کو کہتے ہیں جس پر شریعت کے مقاصد خمسہ (حفظ دین، حفظ نفس، حفظ نسل، حفظ عقل، حفظ مال) میں سے کسی مقصد کا وجود موقوف تو نہ ہو، لیکن اگر اس کی اجازت نہ دی جائے تو مشقت اور حرج پیدا ہو جائے:

''واما الحاجیات معناها انها مفتقر الیها من حیث التوسع ورفع الضیق المودی فی الغالب الی الحرج والمشقة اللاحقة بفوت المطلوب.'' (الموافقات للشاطبی: ۳/۵)، آگے لکھتے ہیں: أنها لابد منها فی قیام مصالح الدین و الدنیا، بحیث إذا فقدت لم تجر مصالح الدنیا علی استقامة، بل علی فساد و تهارج وفوت حیاة، وفی الاخری فوت النجاة والنعیم، والرجوع بالخسران المبین. (موافقات: ۲/۱۷۔۱۸)

یعنی دین اور دنیا کی مصلحتوں کے وجود میں آنے کیلئے جو لازم ہے، وہ ضرورت ہے، اس طرح کہ اگر وہ مفقود ہو جائے تو دنیا کی مصلحتیں درست نہ رہ سکیں گے، بلکہ فساد پیدا ہو جائے گا، اور آخرت میں نجات بھی نہ ملے، اخروی نعمت کا حصول نہ ہو اور انسان کھلے ہوئے خسارے سے دوچار ہو جائے، یہ حاجات بعض اوقات ''ضرورت'' کے حق میں تسلیم کی جاتی ہیں۔

علامہ سیوطی کا بیان ہے:

''الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة کانت او خاصة.'' (الأشباہ للسیوطی: ۱۸۰)

اور جیسے ضرورت کی بنا پر ناجائز بقدر ضرورت جائز ہوتا ہے

''وما أبیح للضرورة یقدر بقدرها'' (ابن عابدین: ۵/۲۳۷، روضة الطالبین: ۹/۱۰۴، المغنی: ۹/۱۴۵)۔

اسی طرح حاجت کی بنا پر فقہاء احکام میں آسانی پیدا کرتے ہیں، قاعدہ مشہور ہے

''المشقة تجلب التیسیر''. (۔موسوعة الفقه الاسلامی: قاعدہ نمبر: ۴)

اسی طرح یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ افراد واشخاص کے لئے بھی حاجت اور مشقت کا کوئی ایسا بے لچک پیمانہ نہیں رکھا جا سکتا جو سب کے لئے مساوی ہو بلکہ لوگوں کے حالات، عادات اور مختلف علاقوں کے عرف اور رواجات وضروریات کو سامنے رکھ کر ہی حاجت اور مشقت کا تعین کرنا ہوگا، فقہاء کے یہاں اسکی نظیر موجود ہے مثلاً: حجاج کیلئے زادوراحلہ کا مسئلہ ہے؛ ابن ہمام نے لکھا ہے

"یعتبر فی حق کل انسان مایصح معه بدنه." (فتح القدیر: کتاب الحج)

اسی طرح کی بات نفقہ وغیرہ کے متعلق فقہاء نے لکھی ہے۔ (دیکھئے: جدید فقہی مسائل: ۴/ ۸۷۔۸۸)

انسانی مصالحت کا خیال

شریعت اسلامی کا حقیقی انحصار انسانی مصالح پر ہے، خداعزوجل انسانوں کے ساتھ آسانی چاہتے ہیں، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ آسانی کو ہی اختیار کرتے تھے، بالخصوص معاملات میں نئی نئی صورتیں قرآن وحدیث سے معارض ہوتی ہے، ایسے میں سہل شرعی حل تلاش کرنا اشد ضروری ہے؛ لیکن انسانی مصالحت کا کیا مطلب ہے اور اسے کس حد تک برداشت کیا جا سکتا ہے؟ یہ بھی قابل غور امر ہے، فقہاء کرام کے یہاں یہ اصول پایا جاتا ہے:

"الشریعة قائمة علی جلب المصالح للعباد، ودرء المفاسد عنهم"

یعنی شریعت کا دارومدار انسانی مصالح کا خیال رکھنا، اسے اولیت دینا اور اس سے مفاسد کو دور کرنے کا ہر ممکن لحاظ کرنا ہے۔

علامہ شاطبیؒ نے نقل کیا ہے کہ: ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں، جن میں سب سے زیادہ مصالح کا خیال ہو اور وہ عرف عام میں ہو تو وہی انسانی مصالح کا پہلو ہے، اسکے برخلاف "مفسدۃ" میں شمار ہوگا، جس سے بچنا لازمی ہے۔

"والمعتمد انما هو انا استقرینا من الشریعة انها وضعت لمصالح العباد." (الموافقات: ۲/ ۳۲۲)

،وایضاً "فالمصالح والمفاسد الراجعة الی الدنیا انما تفهم علی مقتضی علی ماغلب ،فاذا کان الغالب جهة المصلحة فهی المصلحة المفهومة عرفاً،واذا غلب الجهة الاخری فهی المفسدة المفهومة عرفا، ولذلک کان الفعل ذوالوجهین منسوباً الی الجهة الراجحة فان رجحت المصلحة فمطلوب ، ویقال فیه انه مصلحة ،واذا غلب جهة المفسدة فمهروب عنه ویقال انه مفسدة." (۲/ ۳۴۰)۔

اسی سلسلہ میں علامہ عزبن عبدالسلام لکھتے ہیں: کہ مصالح کا لحاظ اور مفاسد سے اجتناب ضروری ہے؛ لیکن اگر مصالح اور مفاد دونوں برابر ہو جائیں تو ان دونوں میں اختیار ہے، اور اگر مصالح مفاسد سے زائد ہوں تو مفاسد کو بھی برداشت کیا جا سکتا ہے

”اذااجتمعت مصالح و مفاسد فان امکن تحصیل المصالح و درء المفاسد فعلینا ذلک امتثالاً لامر اللہ ۔۔۔فاتقوا اللہ ماستطعتم۔(تغابن:۱۶)،وان تعذر الدرء والتحصیل ،فان کانت المفسدۃ اعظم من المصلحۃ درأنا المفسدۃ ولانبالی بفوات المصلحۃ ،قال اللہ تعالی:یسألونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما.(بقرۃ:۲۱۹)،حرمھما لأن مفسدیھما اکبر من نفغھما....وان کانت المصلحۃ اعظم من المفسدۃ حصلنا المصلحۃ مع التزام المفسدۃ ،وان استوت المصالح والمفاسد فقد یتخیر بینھما ،وقد یتوقف فیھما ،وقد یقع الاختلاف فی تفاوت الفساد“.(قواعد الاحکام ۱/۹۸)۔

علامہ ابن نجیمؒ نے ”الاشباہ ۸۹“ پر یہی قاعدۃ نقل کیا ہے:

”اذاتعارضت مفسدتان :روعی اعظمھا ضرراً بارتکاب اخفھا“.

ایک اور مقام پر ہے کہ: ضرر خاص کو ضرر عام کیلئے برداشت کرلیا جاتا ہے

”یتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام“.(۸۷)

۵۔قبضہ سے پہلے اوصاف کی تعیین، مذکورہ مباحث سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ مروجہ طریقہ خرید وفروخت میں اگر اوصاف بتلا کر چیزیں خریدی اور بیچی جاتی ہیں تو یہ جائز ہے، یہ سلم کی ایک صورت معلوم ہوتی ہے، جس میں ثمن کی ادائیگی کے بعد مبیع کے اوصاف بتلادئے جاتے ہیں۔

۶۔ایک تاجر دوسرے تاجر کو تب ہی مال بیچ سکتا ہے جب اس کے قبضہ میں مال آچکا ہو، اب یہ قبضہ کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں، اس میں اصل یہ ہے کہ تصرف اور ضمان اس کے اوپر عائد ہوتا ہو، اگر یہ ہے تو پھر وہ اسے کتنے تاجر کو بیچے کوئی فرق نہ پڑے گا؛ البتہ اس سے پہلے بیچنا بیع معدوم کہلائے گا، جس کی اجازت نہیں ہے۔

۷۔اگر شئی معدوم کی صفت، جنس اور نوع وغیرہ بیان کردی جائے اور اس کا وجود ممکن ہو تو پھر یہ بیع معدوم نہیں رہے گی، اگر رقم کی ادائیگی کردی جائے تو بیع سلم کہلائے گی اور اگر نہ کی جائے تو بیع استصناع کی صورت بن جائے گی۔ جو جائز ہے۔

۸۔بیع سلم اور بیع استصناع کے علاوہ مزارعت، مساقات وغیرہ متعدد قسمیں جو معدوم معلوم ہوتی ہی؛ لیکن یہ سب استثنائی طور پر جائز ہیں اور حقیقتاً ان پر معدوم کی شرط صحیح معنوں میں جاری نہیں ہوتی۔

۹۔موجودہ دور میں مبیع معدوم کی چند شکلوں کا جواب:

الف: جدید معاشرے میں بلڈروں کے ذریعہ گھروں کی تعمیر اور انکی خرید فروخت کا عام رواج ہوگیا ہے، نیز یہ صورت قابل اعتماد بھی ہے، شرعی نقطہ نظر سے یہ درست معلوم ہوتا ہے، اور بہت حد تک بیع استصناع کے دائرے میں

آتا ہے، کیونکہ استصناع کے بنیادی شرائط میں سے ہے کہ: جس چیز کا آرڈر لیا جارہا ہے وہ معلوم ومتعین ہو اور اس وقت رائج ومروج بھی ہو۔۔۔وغیرہ (دیکھئے: ابتدائی بحث)، یہ شرطیں بلڈروں کے مکان بنانے میں بھی پائی جارہی ہیں۔

اس مسئلہ پر دو قسم کے اعتراض ہیں، اول: یہ کہ یہ بیع عن المعدوم کی صورت ہے، حالانکہ شریعت اسلامی میں کسی ایسی چیز کی بیع جواب تک وجود میں نہیں آئی ہے: اس سے منع کیا گیا ہے، احادیث شریفہ میں خود اس کا تذکرہ موجود ہے اور یہی جمہور فقہاء کا بھی ماننا ہے (سبق)، دوم: یہ کہ اسلام میں فرضی بیع جس پر قبضہ نہ کیا گیا ہو اس سے بھی منع کیا گیا ہے، اسے ''بیع الکالی بالکالی'' کہتے ہیں۔

واقعہ یہ ہیکہ بظاہر بلڈروں کے ذریعہ وجود میں آنے سے قبل مکانات کی خرید وفروخت میں دونوں صورتیں پائی جارہی ہیں، جو بیع وشراء کے مغائر ہیں، لیکن اولاً یہ کہ: اس بیع میں پائی جانے والی شرطیں ''بیع استصناع'' سے زیادہ ملتی ہیں، جس کے جواز میں کوئی شک نہیں، تاہم اگر ان اعتراضات کو تسلیم بھی کرلیا جائے تب بھی ''بیع معدوم'' کے متعلق علامہ ابن تیمیہ اور ابن قیم کے نقطہائے نظر کا اعتبار کرتے ہوئے جواز کا حکم لگایا جاسکتا ہے، رہی بات قبضہ کی تو ابتدائی بحثوں سے جیسا کہ واضح ہے کہ اس سلسلہ میں عرف ورواج کو تسلیم کیا گیا ہے۔

البتہ زمین کی عدم موجودگی سے مسئلہ پر فرق پڑے گا، اس سلسلہ میں جواز دینا مناسب نہیں، اس لئے کہ یہ قمار کا دروازہ کھول دے گا، نیز یہ بھی خیال ضروری ہے کہ اس طرح خرید وفروخت ایک پارٹی سے کیا جاسکتا ہے اسے مزید دوسری پارٹی کو بیچا نہیں جاسکتا، جب تک کہ اس عمارت کا اکثر حصہ تیار نہ ہوجائے، فتاوی بنوری ٹاؤن کی بھی رائے ہے۔ واللہ اعلم

ب: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص کچھ درختوں کا مالک ہوتا ہے؛ لیکن ان کا پھل لینے کے لیے ان کی مناسب دیکھ بھال اور محنت نہیں کرسکتا یا کسی کے پاس زرعی زمین ہوتی ہے؛ لیکن اس سے پیداوار حاصل کرنے کے لیے کما حقہ محنت اور رکھوالی نہیں کرسکتا، جبکہ کسی دوسرے شخص کی ملکیت میں نہ درخت ہوتے ہیں اور نہ زمین کا کوئی ٹکڑا، البتہ اگر اسے درخت یا زمین مہیا ہوجائے تو محنت کرکے ان کا پھل یا زمین سے پیداوار حاصل کرسکتا ہے، اس صورت حال کے پیش نظر شریعت نے فریقین کو مزارعت اور مساقات کی اجازت دے دی کیونکہ اس میں دونوں کی مصلحت اور فائدہ ہے نیز نقصان سے بچاؤ ہے۔ درحقیقت شریعت کے ہر حکم کی بنیاد عدل وانصاف اور مصلحت کے حصول اور نقصان سے بچاؤ پر ہے۔

فقہاء نے مساقات کی یوں تعریف کی ہے: ''کسی کام کرنے والے کو پھلدار درختوں کا قبضہ دینا اور اسے کہنا کہ ان کی دیکھ بھال کر پانی لگادے حتی کہ یہ پھل دینے لگیں تو اس کی آمدنی میں سے اتنا حصہ تیرا اور باقی مالک کا ہوگا''۔ اسی

طرح ایک شخص اپنی زمین دوسرے کو دیتا ہے کہ وہ اس میں کاشت کرے یا زمین اور بیج دونوں کاشت کرنے والے کو دے تا کہ وہ اس زمین میں بیج ڈالے اور اس کی نگرانی کرے تو آمدن میں سے ایک (غیر مخصوص) حصے کا وہ مستحق ہوگا باقی آمدن مالک کی ہوگی، یہ 'مزارعت' کے نام سے معروف ہے اور ان دونوں کے جواز پر اجماع ہے۔ (المغنی والشرح الکبیر 5/555۔)

آپ غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ مالک زمین اور بلڈر کے درمیان اگر یہ معاہدہ ہوجائے کہ بلڈر اس زمین پر فلیٹ بنائے گا جس میں مالک کو چند فلیٹ یا اس کی قیمت دی جائے گی اور باقی بلڈر کا ہوگا تو یہ صورت بہت حد تک مساقات و مزارعت سے جاملتی ہے، اس لئے اس کا جواز بہتر معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

ج: سوفٹ ویر کی کوئی مادی حیثیت نہیں ہوتی؛ لیکن حسی اعتبار سے وہ قابل انتفاع ہوتا ہے، اس لئے اسکی خرید وفروخت کی جاسکتی ہے، ملکیت اور قبضہ کا تصور ضمان کے عائد ہوجانے کے ساتھ کیا جائے گا۔

د: درخت پر لگے پھلوں کو بیچنے کی مختلف صورتیں:

جمہور فقہاء کرام نے بدو وصلاح سے قبل پھلوں کی خرید وفروخت سے منع کیا ہے، علامہ ابن منذر نے اس پر اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے " **اجمع اهل العلم على القول (النهى) بجملة هذا الحديث.** "(المغنی: ۴/۲۰۲)۔ فقہاء نے یہاں پر تین صورتیں نقل کی ہیں:

پہلی صورت: پھل آنے سے پہلے ہی فروخت کردیا جائے؛ خواہ اسی سال کے پھل ہوں یا آئندہ سالوں کے بھی، یہ صورت بیع معاومہ سے قریب تر ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غرر وجہل سے منع فرمایا ہے، اور ایسی کوئی صورت جو مفضی الی النزاع ہو اس سے بھی روکا گیا ہے، اگر اسے بیع معاومہ نہ مانیں اور صرف یہ مان لیں کہ اسی موسم کے پھل کی بیع ہورہی ہے، تب یہ بیع معدوم کی ایک صورت ہے، بیع معدوم کے سلسلہ میں حضور اکرمؐ نے فرمایا: "**لاتبع مالیس عندک.**" (ترمذی: ۱۲۳۲، ابوداود: ۱۳۱۸) کہ جو تمہارے پاس نہیں اس کی بیع مت کرو، اس حدیث کے اعتبار سے بیع معدوم کی متعدد صورتیں نکالی گئی ہیں، ان میں یہ بھی ہے کہ وہ معدوم جس کی صفت ومدت معلوم ہو یعنی بیع "سلم"، علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ بالاتفاق اس کی اجازت ہے "**فهذا يجوز بيعه اتفاقاً.**" (زاد المعاد: ۵/۸۰۸)، معدوم کی ایک شکل یہ ہے کہ اس شئی کی بیع کی جائے جس کا حاصل ہونا یا نہ ہونا معدوم ہو، جیسے: حبل الحبلہ کی بیع، اس کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے (دیکھئے: الاجماع لابن منذر: ۱۱۴، مجموع الفتاوی: ۳۰/۲۳۷، موسوعۃ الاجمع لسعدی: ۱/۱۷۴، الفقہ السلامی وادلتہ: ۵/۳۹۸)۔

دوسری صورت: باغ کے کچھ درختوں میں پھل آگئے اور کچھ درختوں میں نہیں آئے، یہ بھی ایک طرح سے معدوم کی بیع ہے، لیکن اس کی کیفیت الگ ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ معدوم شئی سے زیادہ موجود کا وجود ہو، یعنی عقد

کے وقت اکثر کا وجود ہو جیسے: درختوں پر لگے اکثر پھلوں میں بدو صلاح ہو چکا ہو لیکن ابھی بھی کچھ حصہ باقی ہو تب بھی بیع ہو جائے گی، علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

"فاتفق الناس علی جواز بیع ذلک الصنف الذی بدا صلاح واحدة منها وان کانت بقیة الثمار معدوم وقت العقد". (زاد المعاد: ۵/۸۰۸)

اس بیع کے متعلق جواز اور عدم جواز میں دو رائے ہیں:

پہلی رائے - عدم جواز کا ہے، خواہ معدوم مستقبل میں متحقق الوجود ہو یا نہ ہو، اور خواہ اس میں غرر ظاہر ہو یا نہ ہو جیسے: بیع حبل الحبلہ وغیرہ، یہی رائے جمہور فقہاء حنفیہ، (بدائع الصنائع: ۵/۱۳۸، تبیین: ۸/۴، ۹ وغیرھا) مالکیہ، (بدایۃ المجتھد: ۲/۱۱۱، مواھب: ۴/۳۶۳، وغیرھا) شافعیہ (الام: ۳/۱۱۸، کفایۃ المحتاج: ۳/۴۱۰ وغیرھا) اور حنابلہ (المغنی: ۶/۶۹۹، الشرح الکبیر: ۲/۳۲۵ وغیرھا) کا ہے، اور بطور دلیل ان نصوص کو پیش کرتے ہیں جن میں بیع غرر وغیرہ کی ممانعت آئی ہے، ایک روایت ہے

"نھی النبی عن بیع السنین وھی المعاومة." (مسلم: ۱۵۳۶)۔

دوسری رائے - جواز کی ہے، جبکہ مستقبل میں حسب عادت وجود ممکن ہو تو یہ صورت علی الطلاق ممنوع نہیں ہے، یہ علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم کی رائے ہے (دیکھئے: مجموع الفتاوی: ۲۰/۵۳۱، اعلام الموقعین: ۱/۳۹۹)، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے یہ دلیل دی ہے کہ نصین میں بیع معدوم کے عدم جواز کا ثبوت نہیں ہے، بلکہ اگر کہیں منع کیا گیا ہے، تو وہ کسی خاص بیع سے منع کیا گیا ہے:

"فلیس فی کتاب اللہ ولا فی سنة رسوله بل ولا عن احد من الصحابة ان بیع المعدوم لا یجوز لا لفظ عام ولا معنی عام، وانما فیه النھی عن بعض الاشیاء التی ھی معدومة کما فیه النھی عن بیع بعض الاشیاء التی ھی موجودة". (مجموع الفتاوی: ۲۰/۵۴۲)

ایک اور جگہ پر ہے:

"اذا بدا بعض ثمر الشجر جاز بیع جمیعھا اتفاقا". (مجموع الفتاوی: ۲۹/۴۸۰)

اسی طرح سلم اور بیع تاجیل وغیرہ پر قیاس کے بعد یہ اصول نقل کیا ہے کہ: "الاصل فی المعاملات الاباحة" یعنی بیع وشراء اور معاملات کے اندر اصل اباحت ہے،، علامہ زرکشی سے منقول ہے:

"تنبیھان: أحدھما بدو الصلاح فی شجرة صلاح لجمیعھا بلاخلاف أعلمه بین الاصحاب وکثیر منھم یقول روایة واحدة". (شرح الزرکشی: ۳/۵۰۴)

ابن قدامہ نے تو اس مسئلہ میں اجماع تک نقل کیا ہے:

"لااعلم فیہ اختلافا". (مغنی: ۱۵۶/۶)۔

تیسری صورت: پھل نکل آئے لیکن قابل استعمال نہیں ہوئے، علامہ کاسانی نے "کتاب البیوع" میں یہ فصل قائم کی ہے "فصل فی الشرط الذی یرجع الی المعقود علیہ" اور اس کے تحت لکھا ہے: کہ پھلوں کی بیع یا کھیتی کی بیع اس کے ظہور سے پہلے اس لئے منع ہے کہ وہ معدوم ہے، اور اگر بدوصلاح سے قبل ہو اور اسے توڑنے کی شرط نہ لگائی گئی ہو تو ہمارے مشائخ میں سے بعض کہتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے؛ مگر یہ کہ وہ اس حال میں ہو جائے کہ اس سے نفع اٹھایا جاسکے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ قابل انتفاع نہ ہو تو بیع منعقد نہ ہوگی:

"الا اذا صار بحال ینتفع بہ بوجہ من الوجوہ، فان کان بحیث لا ینتفع بہ اصلا لا ینعقد."

لیکن امام محمد کا ماننا ہے کہ (زکاۃ کے بیان میں) اگر کسی نے پھل کو اول طلوع میں خریدا، اور اس بائع کے حکم پر اسے درخت پر ہی چھوڑ دیا، چنانچہ جب عشر کی باری آئے گی تو خریدنے والے پر ہی عشر لازم آئے گا، سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں امام محمد نے عشر کو خریدار پر ہی واجب قرار دیا ہے، اگر اسے بیچنا درست نہ ہوتا تو پھر عشر کیسے واجب ہوتا؟ اور دلیل کے طور پر یہ روایت نقل کی ہے:

"قال ﷺ: من باع نخلا قد أبرت فثمرتها للبائع الا أن یشترطها المبتاع." (بخاری: ۲۲۰۴۔ مسلم: ۱۵۴۳)

دراصل اس بیع کو علامہ کاسانی نے بیع موجود لکھا ہے؛ کہ یقینا جس حال میں ہے وہ منتفع بہ ہے، اور اگر وہ قابل انتفاع نہ بھی ہو تب بھی اس کی اجازت اسی بیع کی طرح ہوگی جس طرح چھوٹے چھوٹے خربوزے کی بیع درست ہو جاتی: ہے

'وان لم یکن منتفعا فی الحال فیجوز بیعھا کبیع جرو الکلب علی اصلنا". (بدائع الصنائع: ۱۳۹/۵)

علامہ شامی نے لکھا ہے بدوصلاح کے بعد بہر حال بیع کی اجازت ہوتی ہے؛ کیونکہ اس سے انتفاع فی الوقت نہ سہی تو بعد میں فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، یا اگرچہ کھانے کے کام نہ آئے لیکن جانوروں کے لئے کام آسکتا ہے، جس طرح ککڑی وغیرہ کو بیچا جاتا ہے جبکہ وہ پتوں کے ساتھ ابھی نکل ہی رہے ہوتے ہیں، البتہ اگر کسی بھی اعتبار سے قابل انتفاع نہ ہو تو ضرور مشائخ نے اختلاف درج کیا ہے، اس لئے نقل کرتے ہیں:

"وان کان بحیث ینتفع بہ ولو علفا للدواب، فالبیع جائز باتفاق أھل المذھب اذا باع بشرط القطع أو مطلقا". (دیکھئے: ردالمحتار، مطلب فی بیع الثمر والزرع والشجر مقصودا: ۳۸۵/۱۸)

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

”وان کان بحیث ینتفع به و لو علفاللدواب، فالبیع جائز باتفاق اهل المذهب، اذا باع بشرط القطع أو مطلقا“. (البحر الرائق شرح کنز الدقائق:فصل یدخل البناء و المفاتیح فی بیع الدار۔ ۵/۲۲۹)

درمختار کی یہ عبارت بھی جواز کی طرف اشارہ کرتی ہے؛ بلکہ صراحت کرتی ہے:

”کما نقل علامه ابن عابدین رحمه الله تعالی عن الامام ابن الهمام رحمه الله تعالی فی صحة بیع الثمار بعد البروز قبل أن تکون منتفعا بها“. (ردالمحتار: ۴/۴۲۔ دیکھئے: احسن الفتاوی: ۶/۴۸۹)

ھ: دکاندار کو سامان کا آرڈر دیا جاتا ہے، اور قیمت بھی ادا کردی جاتی ہے، کچھ سامان اس کی دکان پر موجود ہوتا ہے اور بڑی تعداد میں سامان مارکیٹ میں ہوتا ہے؛ لیکن دکان دار کے پاس نہیں ہوتا، مگر وہ انتظار کر کے خریدار کو پہنچاتا ہے، یہ جائز ہے، اسے وعدہ بیع کہہ سکتے ہیں۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

خلاصہ

۱۔ بیع معدوم جس کی صفت، مدت معلوم نہ ہو، فقہاء نے اس کی تین صورتیں نقل کی ہیں۔

۲۔ بیع معدوم کی بیع جائز نہیں ہے، یہی راجح مسلک ہے۔

۳۔ بیع معدوم میں غرر، ضرر اور جہالت ہے اسی لئے منع کیا گیا ہے۔

۴۔ عقد استصناع کو معدوم پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، دونوں مختلف بیع ہیں، استصناع میں مدت اور صف معلوم ہوتی ہے۔

۵۔ مبیع کی صفت بتا کر بیچ سکتے ہیں، مگر اس کے وجود کا امکان ہو، یہ سلم کی ایک صورت ہے۔

۶۔ ایک تاجر دوسرے تاجر کو تبھی بیچ سکتا ہے جب ضمان، گارنٹی یا اس کو رسک کہہ سکتے ہیں وہ اس کے حق میں ہو۔

۷۔ اگر مبیع کی صفت، جنس، نوع معلوم ہوجائے تو معدوم ہی نہیں ہے، پھر اس میں نزاع کا بھی مسئلہ نہیں۔

۸۔ عقد سلم، استصناع کے علاوہ مزارعت، مساقات، بعضوں کے نزدیک بدو وصلاح سے قبل پھلوں کی خرید وفروخت وغیرہ۔

۹۔ الف: بلڈر کے پاس زمین، نقشہ، اجازت نامہ اور اکثر کام کا ہونا ضروری ہے تو بیع کی جاسکتی ہے، اس سے پہلے والا معاملہ بیع نہیں، بلکہ وعدہ بیع کے زمرے میں آئے گا۔

ب: مالک اور بلڈر کے درمیان فلیٹ کی تقسیم پر معاملہ کیا جاسکتا ہے، یہ مساقات ومزارعت کے قبیل سے ہے۔

ج: کمپیوٹر ایپلیکیشن اور سوفٹ ویر بھی اپنا وجود رکھتے ہیں، اگر چہ کہ معنوی ہے، اس لئے اس کی بیع میں کوئی حرج نہیں۔

د: پھلوں میں اکثر پھلوں کے نکل آنے کا اعتبار ہوتا ہے، تب بیع کی اجازت ہوتی ہے۔

ہ: دکاندار کو سامان کا آرڈر دیا جاتا ہے، اور قیمت بھی ادا کردی جاتی ہے، کچھ سامان اس کی دکان پر موجود ہوتا ہے اور بڑی تعداد میں سامان مارکیٹ میں ہوتا ہے؛ لیکن دکان دار کے پاس نہیں ہوتا، مگر وہ انتظار کر کے خریدار کو پہنچاتا ہے، یہ جائز ہے، اسے وعدہ بیع کہہ سکتے ہیں۔

بیع معدوم اور اس کی شکلیں

مولانا محمد انیس ندوی
استاذ جامعہ ریاض العلوم کھجرانہ اندور

معدوم لغت میں: مفقود (غیر موجود) ہے، کہا جاتا ہے۔

عَدِمْتُه عَدَماً" باب "سَمِعَ" سے، نہ پانا، اسم "عَدَم" ہے۔ کہا جاتا ہے: هُوَ يَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ" وہ ناموجود چیز حاصل کر لیتا ہے جسکو دوسرے لوگ نہیں حاصل کر پاتے، حدیث میں ہے "كَلَّا إِنَّك تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ" ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا، کیونکہ آپ تو (مفلس کو) ناموجود چیز دلاتے ہیں اور کمزور کی مدد کرتے ہیں (المعجم الوسیط: ص:۵۸۸) فقہاء کی اصطلاح میں: "العدم مایقابل الوجود" معدوم موجود کی ضد ہے (موسوعۃ: ۳۸/۲۰۱)

معدوم مطلق کہتے ہیں:

ما ليس له ثبوت بوجه من الوجوه لا ذهنًا ولا خارجاً جس کا کوئی ثبوت نہ ہو نہ ذہنی اور نہ ظاہری

(دستور العلماء: ۳/۱۹۸، دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان)

فقہاء، معدوم مطلق کے سلسلے میں بحث نہیں کرتے، بلکہ ان کی بحث ایسی چیز کے متعلق ہوتی ہے جو ذہن و دماغ میں اپنے نام وصفات کے ساتھ موجود ہو اگرچہ بعینہ حسی طور پر عقد کے وقت موجود نہ ہو، لیکن مستقبل میں اسکے وجود کا امکان ہو، اسی لئے بیع معدوم کو شیخ ضریر نے "بیع الأشیاء المستقبل" نام دیا ہے۔ (الغرر وأثره في العقود: ۳۶۹).

ڈاکٹر محمد رواس قلعجی معدوم کی اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"المعدوم قسمان: المعدوم حقيقة: وهو الذي ليس له صورة أو وجود في الخارج والمعدوم حكماً: وهو الذي حكم الشرع بعدمه لعدم حلّ الانتفاع به وإن كانت له صورة و وجود في الخارج.

(الموسوعة الفقهية المسيرة: ص:۱۸۱۷-۱۸۱۸، بيروت، دار النفائس)

معدوم کی دو قسمیں ہیں، پہلی معدوم حقیقی: جو صورۃً ظاہر میں موجود نہ ہو، دوسری معدوم حکمی: جس سے فائدہ

اٹھانا حلال نہ ہونے کیوجہ سے شریعت نے معدوم قرار دیا ہو،بعض فقہاء احناف نے معدوم کواس طرح سے تقسیم کیا ہے فرماتے ہیں:

المعدوم إما ان يكون معدوماً حقيقة أم عرفًا والمعدوم عرفًا هو المتصل اتصالاً خلقيا بغيره.(درر الحكام:ص:۱۱۸،دار عالم الكتب-الرياض)

معدوم حقیقی ہوگا یا عرفی،اور معدوم عرفی کہتے ہیں جو خلقی طور پر غیر کے ساتھ متصل ہو۔

بیع معدوم کے سلسلے میں فقہاء کی دوطرح کی آراء ہیں:

پہلی رائے جمہور فقہاء کی ہے،جن میں احناف،شافعیہ،مالکیہ اور حنابلہ شامل ہیں،یہ حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ بیع معدوم باطل ہے، لہذا احناف میں سے علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

لا ينعقد بيع المعدوم و ماله خطر العدم كبيع نتاج النتاج، بأن قال: بعت ولدَ ولدِ هذه الناقة وكذا بيع الحمل، لأنه إن باع الولد فهو بيع المعدوم.(بدائع الصنائع:٦/٤٨١، ط:دار الحديث، القاهرة).

معدوم اور ایسی چیز کی بیع منعقد نہیں ہوگی جس کے معدوم ہونے کا خطرہ ہو،جیسے نتاج کے نتاج کی بیع،یعنی اس طرح کہنا کہ میں نے اس اونٹ کے بچہ کے بچہ کو بیچا،اسی طرح حمل کی بیع،کیونکہ اگر اس نے بچہ کی بیع کی تو وہ بیع معدوم ہوگی۔ابن نجیم حنفیؒ بھی اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فلم ينعقد بيع المعدوم و ماله خطر العدم كنتاج النتاج والحمل واللبن فى الضرع.(البحر الرائق:٥/٤٣٣/٤٣٤، ط:دار الكتب العلمية، بيروت)

معدوم اور جس کے معدوم ہونے کا اندیشہ ہو اسکی بیع منعقد نہیں ہوتی جیسے بچہ کے بچہ کی بیع حمل کی بیع اور دودھ کی بیع تھن کے اندر۔

مالکیہ نے بھی عقد بیع درست ہونے کے لئے مبیع کے موجود ہونے کی شرط لگائی ہے،کیونکہ مبیع کی غیر موجودگی کی صورت میں "غرر" کا اندیشہ ہے،اسی طرف ابن رشدؒ اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والغرر ينتفى عن الشى بأن يكون معلوم الوجود معلوم الصفة ، معلوم القدر ، مقدوراً على تسليمه.(بداية المجتهد:٣/٣٣٢، ط:مكتبة ابن تيمية-القاهرة)

اور کسی چیز سے غرر اس وقت دور ہوگا جب کہ اس کا موجود ہونا معلوم ہو،صفت معلوم ہو،مقدار معلوم ہو،اسکو مشتری کے حوالے کرنے پر قادر ہو۔ابوالبرکات احمد ذردیر مالکیؒ نے سعید ابن المسیبؒ کا قول نقل کیا ہے کہ حیوان میں ربا نہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانوروں کے متعلق صرف تین چیزوں سے منع فرمایا ہے:مضامین،ملاقیح،اور حبل الحبلہ،نیز فرماتے ہیں:

فقال مالك : المضامين بيع ما في بطون إناث الابل و الملاقيح بيع ما في ظهور الفحول."(الشرح الكبير مع حاشية الدسوقي:۳/۵۷، ط: دار احياء الكتب العربية عيسى البابي الحلبي)"

امام مالکؒ نے کہا: مضامین سے مراد اونٹنیوں کے شکم کے جنین اور ملاقیح سے مراد نر جانوروں کی پشت میں موجود مادہ کی بیع ہے۔

اس بیع میں غرر ہے، ہوسکتا ہے کہ اونٹنی بچہ نہ جنے یا اس سے قبل مرجائے لہذا یہ "معدوم" کی بیع ہے اور اس چیز کی بیع ہے جس کے معدوم ہونے کا خطرہ ہے، ان بیوع کی ممانعت کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام نوویؒ فرماتے ہیں

"لأنه بيع معدوم و مجهول و غير مملوك البائع و غير مقدور على تسليمه."(صحيح مسلم بشرح النووي:۱۰/۱۵۸، المطبعة المصرية بالأزهر)"

کیونکہ یہ بیع معدوم ومجہول ہے اور بائع اس کا مالک نہیں ہے اور غیر مقدور التسلیم ہے۔

شافعیہ کے نزدیک بھی عقد بیع میں معقود علیہ (مبیع) کا موجود ہونا شرط ہے، بیع معدوم کی وہ بھی اجازت نہیں دیتے ہیں، علامہ شیرازیؒ رقمطراز ہیں:

و لا يجوز بيع المعدوم كالثمرة التي لم تخلق.(المهذب في فقه الشافعي : ۲/۱۲، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

اور بیع معدوم جائز نہیں ہے، جیسے ان پھلوں کی بیع جائز نہیں ہے جو وجود میں نہیں آئے ہیں۔

حنابلہ کے نزدیک بھی مبیع کا موجود ہونا شرط ہے، اور بیع معدوم کو وہ بھی ناجائز قرار دیتے ہیں:

فلأنه بيع معدوم، و اذا لم يجز بيع الحمل فبيع حمله أولى.(المغني: ۶/۳۰۰، ط: دار عالم الكتب، الرياض)

ابن قدامہ حنبلیؒ "نتاج النتاج" کی بیع کی ممانعت کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کیونکہ وہ بیع معدوم ہے اور جب حمل کی بیع جائز نہیں تو حمل کے حمل کی بیع بدرجہ اولی جائز نہیں ہوگی، نیز ابن قدامہؒ کچھ سبزیوں کے عدم جواز کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

و جملة ذلك أنه إذا باع ثمرة شئ من هذه البقول لم يجز إلا بيع الموجود منها دون المعدوم.(حوالۂ سابق: ۵/۵۰۰)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر کسی نے ان سبزیوں (کھیرا، ککڑی، بیگن) میں سے کسی کو بیچا تو ان میں سے صرف جو موجود ہوں گی انھیں کی بیع جائز ہوگی، معدوم کی نہیں۔

بیع معدوم کے عدم جواز کے قائلین کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱)عن حكيم بن حزام رضي الله عنه قال: يا رسول الله، يأتيني الرجل فيريد البيع ليس عندي، أفأبتاعه له من السوق؟ فقال: لا تبع ما ليس عندك۔ (سنن أبي داود كتاب الاجارة: حديث رقم ۳۵۰۳:)

حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے، انھوں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ، ایک شخص میرے پاس آتا ہے، اور وہ مجھ سے وہ چیز خریدنا چاہتا ہے جو میرے پاس نہیں ہوتی، تو کیا میں اسے بازار سے خرید کر دیدوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس چیز کو مت بیچو جو تمہارے پاس نہیں ہے۔

(۲)عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال: نهي رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الحصاة وبيع الغرر (مسلم: كتاب البيوع، باب بطلان بيع الحصاة والبيع الذي فيه غرر حديث رقم: ۱۵۱۳)

حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ نے کنکری پھینک کر بیع کرنے اور دھوکہ کی بیع کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(۳)عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ليس على رجل بيع فيما لا يملك." (النسائي، كتاب البيوع، باب بيع ما ليس عند البائع، حديث رقم: ۴۶۱۲)

عمرو بن شعیبؓ اپنے باپ اور دادا کے واسطے سے نقل فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی آدمی کے لئے جائز نہیں اس چیز کو بیچنا جس کا وہ مالک نہیں ہے۔

(٤)عن ابن عباس رضی الله عنهما "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع المضامين والملاقيح وحبل الحبلة." (الطبراني، المعجم الكبير، حديث رقم: ۱۱۵۸۱)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بیشک نبی کریم نے مضامین، ملاقیح، اور حبل الحبلۃ کی بیع سے منع فرمایا۔

مضامین: وہ مادّہ جو نر کی پشت میں ہے، ملاقیح: وہ مادہ جو چوپایوں اور گھوڑیوں کے شکم کے جنین ہیں۔ حبل الحبلة: نتاج کے نتاج کی بیع یعنی یہ اونٹنی یا جانور جو بچہ جنے گی اس بچہ کے بچہ کو فروخت کرنا (موسوعہ فقہیہ: ۹/ ۱۶۸، ترجمہ: فقہ اکیڈمی انڈیا)۔

معاومہ وبیع سنین: کھجور کا درخت آئندہ دو سال یا تین سال یا اس سے زیادہ تک جو پھل دے فروخت کرنے والا اس کو فروخت کرے۔

ان تمام بیوع کے باطل ہونے میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں ہے، امام نوویؒ فرماتے ہیں:

نقل الإجماع ابن المنذر فيه وغيره لهذه الأحاديث ولأنه بيع غرر، لأنه بيع معدوم ومجهول غير مقدور على تسليمه وغير مملوك للعاقد. (صحيح مسلم بشرح النووي: ۱۰/ ۱۹۳، المطبعة المصرية بالأزهر)

ابن المنذرؒ نے ان احادیث کی وجہ سے مذکورہ بیوع کے باطل ہونے پر اجماع نقل کیا ہے کیونکہ ان میں غرر ہے، اسلئے کہ یہ معدوم، مجہول، غیر مقدور التسلیم اور غیر ملکیت والی چیز کی بیع ہے۔

ابن قیمؒ اور ان کے استاذ ابن تیمیہؒ نے عقد کے وقت معدوم شئے کی بیع کو جائز قرار دیا ہے بشرطیکہ جب وہ چیز مستقبل میں بحسب عادت موجود ہو، اور جواز کی وجہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"إذ ليس في كتاب الله ولا سنة رسوله، ولا في كلام احد من أصحابه أن بيع المعدوم لا يجوز، لا بلفظ عام ولا بمعنى عام.... فليست العلة في المنع لا العدم ولا الوجود بل الذي وردت به السنة النهي عن بيع الغرر، وهو ما لا يقدر على تسليمه، سواء كان موجوداً أو معدوماً كبيع العبد الآبق والبعير الشارد ..... بل الشرع صحّح بيع المعدوم في بعض المواضع، فإنه أجاز بيع الثمر بعد بدوّ صلاحه والحبّ بعد اشتداده، ومعلوم أن العقد انما ورد على الموجود و المعدوم الذي لم يخلق بعد. (اعلام الموقّعين: ۳/۲۷۲، ط: دار عالم الفوائد - القياس في الشرح الاسلامي لابن تيمية: ص/۲۶)

کیونکہ کتاب وسنت میں معدوم چیز کی بیع کے متعلق ممانعت ثابت نہیں اور کلام صحابہ سے بھی ثابت نہیں۔ نہ تو لفظی عموم کے ذریعہ اور نہ ہی معنوی عموم کے ذریعہ، لہذا اس میں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے، نہ ہی عدم اور نہ ہی وجود، بلکہ سنت میں بیع الغرر کے متعلق نہی وارد ہوئی ہے، اور یہ وہ چیز ہوتی ہے جس کی سپردگی پر قدرت نہ ہو۔ برابر ہے کہ وہ چیز موجود ہو یا معدوم ہو جیسے بھاگے ہوئے غلام کی بیع اور بدکے ہوئے اونٹ کی بیع، بلکہ شریعت نے تو بعض مواقع میں معدوم شے کی بیع کو جائز قرار دیا ہے کیونکہ شریعت نے بدوّ صلاح کے بعد پھلوں کی بیع کو جائز قرار دیا ہے اور دانوں کے سخت ہونے کے بعد دانوں کی بیع کو جائز قرار دیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ عقد موجود اور معدوم دونوں صورتوں پر وارد ہوا ہے۔

ڈاکٹر وھبہ زحیلی بھی دونوں حضرات کی یہ رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وعلى هذا فبيع المعدوم اذا كان مجهول الوجود في المستقبل باطل للغرر لا للعدم، فالأصل إذاً هو الغرر. (الفقه الاسلامي: ۴/۴۲۹، ط: دار الفكر)

اسی تفصیل کے مطابق معدوم چیز کا جب مستقبل میں وجود مجہول ہو تو غرر کی وجہ سے بیع باطل ہوگی، نہ کہ عدم کی وجہ سے، چنانچہ یہاں ممانعت کی اصل "غرر" ہے۔

محمد امین الضریر فرماتے ہیں:

" وليس في هذه الأدلة ما يفيد أن بيع المعدوم لا يجوز على الاطلاق" (الغرر وأثره في العقود: ص ۳۷۱:)

مذکورہ دلائل سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ بیع معدوم مطلق ناجائز ہے۔

تقریباً تمام فقہاء نے معدوم کی ممانعت کی علت "غرر" ہی کو قرار دیا ہے بعض نے صراحتاً مثلاً؛ مالکیہؒ، ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ، اور بعض نے اشارۃً حنفیہ، شافعیہ، حنابلہ، لہٰذا راجح مسلک یہ ہیکہ وہ بیوع جن میں غرر مفضی الی النزاع ہو وہ درست نہیں ہونگی اور یہ قیاس نصوص کے مخالف بھی نہیں ہے، نیز "غرر یسیر" جو کہ مفضی إلی النزاع نہ ہو، فقہاء کے نزدیک وہ بیع کے درست ہونے میں مانع نہیں ہے۔

محمد امین الضریر بیع معدوم کے عدم جواز کی علت وحکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فإن سبب النهي عنه الغرر الناشئ عن الجهل بوجوده في المستقبل لا كونه معدوماً. (حوالۂ سابق)

بیشک بیع معدوم سے ممانعت کی وجہ وہ غرر ہے جو مستقبل میں مبیع کے وجود وعدم کے یقینی نہ ہونے کیوجہ سے پیدا ہوا ہو، نہ کہ اسکا معدوم ہونا۔

فقہاء کی ان عبارتوں کی وجہ سے اُحقر کی بھی یہ رائے ہے کہ بیع معدوم کی ممانعت کی اصل وجہ "غرر" ہی ہے۔

جہاں تک تعلق ہے بیع معدوم کو عقد استصناع پر قیاس کرنے کا تو علاّمہ زیلعیؒ لکھتے ہیں:

وأما الاستصناع فللاجماع الثابت بالتعامل من لدن النبي ﷺ إلى يومنا هذا، وهو من أقوى الحجج، وقد استصنع النبي ﷺ خاتماً و منبراً. (تبيين الحقائق: ۴/۱۲۳، بالمطبعة الكبرى ببولاق مصر المحمية).

اور رہا عقد استصناع تو اس کا جواز اس اجماع کی بناء پر ہے جو نبی کے وقت سے ہمارے اس زمانہ تک تعامل کے ذریعے ثابت ہوا ہے اور یہ سب سے قوی دلیل ہے اور خود حضور کریم ﷺ نے آرڈر دے کر انگوٹھی اور منبر بنوایا ہے۔

عقد استصناع میں کسی غیر موجود شئ کو تیار کر کے اسے مہیّا کیا جاتا ہے، لہذا عرف میں جن جن چیزوں میں استصناع کا رواج ہو ان میں عقد استصناع کا معاملہ کرنا شرعاً جائز ہے جبکہ اس میں استصناع کی تمام شرائط موجود ہوں، فتاوی عالمگیری میں ہے:

ثم إنما جاز الاستصناع فيما للناس فيه تعامل، اذا بيّن وصفاً على وجه يحصل التعريف، أما فيما لا تعامل فيه كالاستصناع في الثياب لم يجز. (الفتاوى الهندية ۳/۲۰۷:)،

استصناع جائز ہے ان تمام چیزوں میں جن میں لوگوں کا تعامل ہو جبکہ اسکے اوصاف اسطرح سے واضح کر دیئے جائیں کہ اسکا پورے طور پر تعارف ہو جائے، اور جن چیزوں کے استصناع میں لوگوں کا تعامل نہ ہو جیسے کہ کپڑے بننے کا آرڈر دینا تو اس میں جائز نہیں ہے۔

ڈاکٹر وھبہ زحیلی نقل فرماتے ہیں:

"ویجوز عند الحنفیة استحساناً لتعامل الناس وتعارفهم علیه في سائر الأعصار من غیر نکیر، فکان إجماعا منهم علی الجواز فیترك القیاس. (الفقه الاسلامی: ٤/ ٦٣٢، ط: دار الفکر)،

حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ استصناع استحسانا جائز ہے چونکہ استصناع لوگوں میں متعارف ہے اور لوگوں کا اس پر تعامل بھی ہے، ہر زمانہ میں تعامل رہا ہے اور اس پر کسی کی نکیر کبھی نہیں آئی، گویا کہ اس کے جواز پر اجماع ہے۔ لہذا قیاس کو ترک کر دیا جائے گا۔

استصناع کے جائز ہونے کے لئے حنفیہ کے نزدیک بنیادی طور پر تین شرطیں ہیں، اگر ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو عقد فاسد ہو جائے گا اور وہ شرائط درج ذیل ہیں:

(۱) جو چیز تیار کروانی ہے اس کی جنس متعین کر دی گئی ہو، اسکی نوع، مقدار اور وصف بھی متعین ہو، کیونکہ وہ چیز مبیع کے حکم میں ہے، لہذا اس کا متعین ہونا ضروری ہے اور انھیں چیزوں کی وضاحت سے مکمل جانکاری حاصل ہوتی ہے۔ (۲) جو چیز آرڈر پر تیار کروانی ہے اس پر لوگوں کا تعامل ہو جیسے برتن، جوتے اور جانوروں کے استعمال کے ساز وسامان وغیرہ۔ (۳) عقد استصناع میں مدت کی تحدید نہ ہو، اگر تیار کردہ مال کی سپردگی کے لئے کوئی مدت متعین کر دی گئی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک عقد فاسد ہو جائیگا اور عقد سلم بن جائے گا، البتہ صاحبین کہتے ہیں یہ شرط غیر معتبر ہے اور عقد ہر حال میں استصناع ہی رہے گا، خواہ مدت کی اس میں تحدید کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو، کیونکہ استصناع میں عرف و عادت تحدید مدت کی ہے، آخر میں ڈاکٹر وھبہ زحیلی لکھتے ہیں کہ ہم سمجھتے ہیں صاحبین کا قول روزمرہ کی عملی زندگی کے مطابق ہے، لہذا صاحبین کے قول کو اختیار کرنا اولی ہے۔

لہذا یہی شرطیں بیع معدوم کے لئے بھی ضروری ہوں گی تاکہ لوگ دھوکے سے محفوظ رہ سکیں.

رہی بات بیع کی ان شکلوں کی جن میں استصناع کا رواج لوگوں کے درمیان نہیں ہے ان میں بیع کے وجود میں آنے یا قبضہ ہونے سے پہلے خرید وفروخت کا معاملہ کرنا جائز نہیں ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أما الذی نهی عنه النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فهو الطعام أن یباع حتی یقبض قال ابن عباس رضی اللہ عنہ: ولا أحسب کل شئ إلا مثله. (صحیح بخاری: کتاب البیوع: حدیث رقم ۲۱۳۵:)

جہاں تک تعلق ہے اس چیز کا جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا قبل القبض بیع کرنے سے وہ طعام ہے، اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو صرف طعام کا لفظ استعمال کیا تھا لیکن میرا گمان ہے ہر چیز کا یہی حکم ہوگا یعنی غیر طعام کا بھی یہی حکم ہے کہ جب تک اس پر قبضہ نہ ہو جائے اس کو آگے فروخت نہ کیا جائے۔ بیع قبل القبض کے جواز اور عدم جواز کے سلسلے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ نے درمیان کا

راستہ اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ منقولات میں مطلقاً ناجائز ہے اور غیر منقولات میں نہیں، ترمذی شریف میں حضرت ابن حزامؓ کی روایت ہے" لا تبع مالیس عندک." (ترمذي: کتاب البیوع: حدیث رقم: ۱۲۳۲) جو چیز تمہارے پاس نہیں اس کو بیچ نہیں سکتے، لہذا پاس نہ ہونے کے دو معنی ہیں، ایک معنی یہ ہیں کہ ملک ہی میں نہ ہو تو بالاتفاق ناجائز ہے اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ ملک میں ہے تو لیکن اپنے قبضہ میں نہیں، اسکی بیع بھی جائز نہیں ہے۔ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف "بیع قبل القبض" سے منع فرمایا ہے بلکہ اسکی اصل علت بھی بتادی کہ بیع قبل القبض کے ناجائز ہونے کی علت کیا ہے، ترمذی شریف میں ہے:

"نهى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن سلف وبيع وعن بيع ما ليس عندك وعن ربح ما لم يضمن." (ترمذی: حدیث رقم: ۱۲۳۴)

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چیز کی بیع کرنے سے منع فرمایا جو کہ انسان کے پاس نہیں ہے اور آگے اسکی علت اور اصول بھی بیان فرمایا کہ منع فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ جو چیز انسان کے اپنے ضمان میں نہ آئی ہو اس پر اسکو نفع لینا جائز نہیں، ضمان میں نہ آنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ ہلاک ہو جائے تو نقصان اس پر لازم نہ آئے، یہ شریعت کا بڑا اصول ہے کہ "ربح" ہمیشہ ضمان کا معاوضہ ہوتا ہے، اس اصول پر بے شمار احکام متفرع ہیں، کہ فائدہ اسی وقت جائز ہے جب آدمی نے کوئی ذمہ داری لی ہو، جب تک ذمہ داری نہیں لے گا فائدہ نہیں اٹھا سکتا، لہذا" بیع قبل القبض" میں ضمان میں آنے سے پہلے ہی آدمی نے اس پر نفع لے لیا اور یہ علت منصوص ہے تو یہ علت جہاں پائی جائے گی وہاں بیع قبل القبض ناجائز ہوگی (اسلام اور جدید معاشی مسائل: ۲/ ۹۶)۔

نیز معروف بیع کے لئے موجود و مملوک ہونا ضروری ہے جیسا کہ علاّمہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں:

وأما شرائط المعقود عليه فأن يكون موجوداً مالاً، متقوماً، مملوكًا في نفسه وأن يكون ملك البائع فيما يبيعه لنفسه، وأن يكون مقدور التسليم، فلم ينعقد بيع المعدوم وماله خطر العدم. (البحر الرائق: كتاب البيوع: ۵/۴۳۳، ط: دار الكتب العلمية بيروت- لبنان).

اور جہاں تک تعلق ہے معقود علیہ کی شرطوں کا تو وہ یہ ہیں کہ وہ موجود ہو، ایسا مال ہو جو قیمتی ہو، بذات خود مملوک ہو اور جس چیز کو اپنے لئے بیچ رہا ہو وہ فروخت کرنے والے کی ملکیت میں ہو، اور یہ کہ اس کو حوالہ کرنے پر قادر ہو، لہذا معدوم شئی اور جس کا وجود یقینی نہ ہو، اسکی بیع منعقد نہیں ہوگی۔

لہذا مذکورہ دلائل کی بنیاد پر احقر کی رائے یہ ہے کہ مبیع کے وجود میں آنے اور اس پر قبضہ ہونے سے پہلے محض اوصاف بتا کر اسکی خرید و فروخت کا معاملہ جائز نہ ہوگا، اسی طرح ایک تاجر دوسرے تاجر سے اور دوسرے کا تیسرے سے اسکی بیع کرنا بھی "ربح ما لا یضمن" کے اصول کے تحت جائز نہ ہوگا۔

شریعت اسلامیہ نے بیع معدوم کو ناجائز قرار دیا ہے، البتہ عقد استصناع اس سے مستثنیٰ ہے، علامہ سلیمان غاوجیؒ لکھتے ہیں:

"إذا تحقق انتفاء ما يجلب النزاع، والحاجة إليه ماسة... أرى أنه إذا انتفى التنازع والخلاف فلا بأس به للعادة"۔ (الكافي في الفقه الحنفي: ۳/۱۱۴۴، ط: مؤسسة الرسالة)

اگر اس میں وہ ساری باتیں ختم ہوگئی ہیں جن سے باہم نزاع و جھگڑا پیدا ہوتا ہے اور لوگوں کو بھی اسکی سخت ضرورت ہے، تو میری رائے یہ ہے کہ جب اس معاملہ میں تنازع اور اختلاف باقی نہ رہا تو لوگوں کے عرف و رواج کی بناء پر اس معاملہ میں کوئی حرج نہیں۔ نیز بیع سلم کا ایک قاعدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كل ما أمكن ضبط صفته و معرفة مقداره، جاز التسليم فيه، لأنه لا يفضي إلى المنازعة، ومالا يضبط صفته ولا يعرف مقداره لا يجوز السلم فيه لأنه دين و بدون الوصف يبقي مجهولا جهالة تفضي إلى المنازعة. (حوالۂ: ۳/۱۱۴۳)

ہر وہ چیز جس کا وصف منضبط کرنا اور اسکی مقدار کی جانکاری حاصل کرنا ممکن ہو اس میں "عقد سلم" جائز ہے کیونکہ وہ چیز مفضی إلی النزاع نہ ہوگی، اور جس میں وصف کو منضبط نہ کیا جاسکتا ہو، اور مقدار کی جانکاری نہ ہو سکتی ہو اس میں عقد سلم جائز نہیں، کیونکہ وہ دَین ہے، اور بغیر وصف کی وضاحت کے ایسی جھالت باقی رہے گی جو مفضہ إلی النزاع ہوگی۔

لہٰذا احقر کی رائے یہ ہے کہ اگر بیع معدوم کو وصف، جنس اور نوع وغیرہ کی وضاحت کے ساتھ اس طرح منضبط کر دیا جائے کہ نزاع کا خطرہ باقی نہ رہے تو عقد سلم پر قیاس کرتے ہوئے یہ بیع شرعاً درست ہوگی۔

عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ اجارہ، مزارعت، مساقاۃ اور عقدِ دَین میں بیع معدوم درست قرار دی گئی ہے، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

لان الاجارة في اللغة بيع المنافع والقياس يابي جوازه، لان المعقود عليه المنفعة وهي معدومة واضافة التمليك إلى ما سيوجد لا يصح إلّا جوّزناه لحاجة الناس إليه. (هدايه: كتاب الإجارة: ۳/۲۹۳- المكتبة الاشرفية بديوبند)

کیونکہ اجارہ لغت میں منافع فروخت کرنے کو کہتے ہیں حالانکہ از روئے قیاس اجارہ ناجائز معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس میں معقود علیہ منفعت ہوتی ہے جو بوقت عقد موجود نہیں ہوتی ، بلکہ اسکا وجود بعد میں ہوتا ہے اور آئندہ موجود ہونے والی شئی کی طرف تملیک کی اضافت صحیح نہیں ہوتی، لیکن ہم نے لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر اس کو جائز قرار دیا ہے، موسوعہ میں ہے:

والمنافع المعقود عليها معدومة وقت العقد كما يقول الحنفية.(الموسوعة الفقهية :۱/۲۵۵، وزارة الأوقاف،الكويت)،

اوراجارہ میں بھی جن منافع پر معاملہ کیا جاتا ہے وہ عقد کے وقت معدوم ہوتے ہیں جیسا کہ حنفیہ کہتے ہیں۔

مزارعت کی وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

إن الفتوى على قولهما لحاجة الناس إليها ولظهور تعامل الأمة بها، والقياس يترك بالتعامل كما في الاستصناع.(هداية، الجزء الثالث: كتاب المزارعة: ۴۲۵)

بیشک فتویٰ حضرات صاحبین کے قول پر ہے اسلئے کہ لوگوں کو مزارعت کی حاجت ہے اور اسی پر امت کا عمل بھی ہے اور اصول یہ ہے کہ تعامل کیوجہ سے قیاس کو ترک کر دیا جاتا ہے مثلاً استصناع (آرڈر پر کوئی سامان بنوانا)، ظاہر ہے کہ اس میں معدوم کی بیع ہے جو از روئے قیاس غیر صحیح ہے، مگر تعاملِ ناس کیوجہ سے یہ صورت نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ عوام الناس میں مشہور ومعروف ومتداول ہے، اسی طرح تعامل اور حاجت کی بناء پر "مساقات" کو بھی جائز قرار دیا گیا ہے حالانکہ معقود علیہ یہاں بھی بوقت عقد معدوم ہے، لیکن آج یہی مفتی بہ قول ہے، کتاب المساقاۃ میں صاحب ہدایہ نقل کرتے ہیں:

لأنها اجارة معنى كما في المزارعة.(حوالۂ سابق: ۴/۴۳۱)

اسلئے کہ مساقات معنًی اجارہ ہے جیسے کہ مزارعت ہے۔

حنفیہ کے یہاں دین کی تعریف یہ ہے: "دین اس مال کا نام ہے جو کسی معاوضہ میں یا اتلاف یا قرض کی وجہ سے ذمہ میں ثابت ہوتا ہے"، جمہور فقہاء (شافعیہ، مالکیہ، اور حنابلہ) کے نزدیک دین ذمہ میں ثابت ہونے والا مال کسی ایسے سبب سے جو اسکے ثبوت کا متقاضی ہو۔ جمہور فقہاء کے نزدیک مال کی دو قسمیں ہیں: (۱) اعیان (۲) منافع، پھر اعیان کی دو انواع ہیں: (۱) مثلی (۲) قیمی۔

الف: بلا اختلاف مثلی ذمہ میں دین ہوسکتا ہے اسی وجہ سے اسکو قرض دینا اور اس میں "بیع سلم" کرنا باتفاق فقہاء جائز ہے، اگر کوئی مثلی چیز ذمہ میں واجب ہو تو اس کا مطالبہ ایسے عین کے ساتھ متعلق ہوگا جو باعتبار صفت معین ہو، باعتبار ذات نہ ہو، مَدِین (جس کے ذمہ کوئی دین ہو) کے لئے ایسے عین کے ذریعہ اپنے دین کو ادا کرنا درست ہے جس میں وہ معینہ مذکورہ صفات پائی جائیں، دائن (طالب دین) اسکے قبول کرنے سے اعراض نہیں کرتا ہو۔

ب: قیمی: اسکی دو حالتیں ہیں، پہلی حالت: جو وصف بیان کرنے سے ضبط میں آجائے، ایسی چیز کا ذمہ میں دین ہونا بلا اختلاف درست ہے، حنفیہ نے استصناع میں اور مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ نے قرض اور سلم میں اس کی صراحت کی ہے (موسوعہ فقہیہ: ۱۲۸/۲۱، ترجمہ: اسلامک فقہ اکیڈمی)،

لہذا عقد دین بیع معدوم کی صورتوں میں شمار کیا جائے گا، جبکہ ایسے غرر سے محفوظ ہو جو نزاع اور جھگڑے کا باعث بنتا ہے، نیز "ربا" اور "شبہ ربا" سے بھی محفوظ ہو تو یہ عقد جائز ہے۔

بلڈر کے لئے مکان بنائے بغیر تفصیلی نقشہ کی بنیاد پر بیچنا جائز ہے، یہ بیع استصناع ہی کی ایک صورت ہے اور موجودہ دور میں بلڈنگ میں بھی استصناع کا تعامل ہے، لہذا اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے۔ علامہ سمرقندیؒ رقم طراز ہیں:

وفي الاستحسان جائز لتعامل الناس ، فلا جرم اختص جوازه بما فيه تعامل ، كما في الخف والقلنسوة والأواني ونحوها، بعد بيان القدر والصفة و النوع.(تحفة الفقهاء ۲/۳۶۲، ط : دار الكتب العلمية بيروت - لبنان)

اور استحسان کے اعتبار سے استصناع جائز ہے لوگوں کے تعامل کی وجہ سے، لہذا یقیناً اس کا جواز ایسی چیز کے ساتھ خاص ہے جس میں تعامل جاری ہو، جیسے چرمی موزہ، ٹوپی، اور برتن وغیرہ، مقدار، صفت اور نوع کی وضاحت کے بعد۔

اس جزئیہ سے ظاہر ہے کہ جس چیز میں استصناع کا تعامل ہو جائے اس میں استصناع درست ہے اور چونکہ موجودہ دور میں بلڈنگ اور مکانات میں استصناع کا عرف و تعامل ہے، لہذا تفصیلی نقشہ کی بنیاد پر بلڈر کا مکان بنائے بغیر اسے بیچنا جائز ہے، چاہے اسکے پاس بوقت عقد زمین ہو یا نہ ہو۔

اگر مالک زمین اور بلڈر کے درمیان یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ بلڈر اس زمین پر فلیٹ بنائے گا، جسمیں سے مالک کو چند فلیٹ یا اس کی قیمت دے گا اور باقی خود رکھے گا اور اس پر مالک زمین متفق بھی ہے اور بلڈر بنائے جانے والے مکان کی تمام تفصیلات، میٹریل کا معیار وغیرہ واضح کر دیتا ہے تو یہ صورت استصناع کی ہوگی جو کہ جائز ہے، کیونکہ شرعاً استصناع درست ہے، اس صورت میں جبکہ زمین مستصنع کی ہو اور پورے میٹریل کے ساتھ تعمیر کی ذمہ داری بلڈر کی جانب سے ہو، مفتی تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

وقد تعورف في زماننا الاستصناع في البنايات وله صورتان : الصورة الأولى أن تكون الأرض ملكا للمستصنع، ويطلب مالك الارض من المقاول أن يبنى عليها عمارة حسب تصميم معين...، وأما اذا كانت المقاولة تشمل عمل البناء مع توفير المواد من قبل المقاول فهو استصناع.

(فقہ البیوع: ۱/ ۶۰۳، ط: مکتبہ معارف القرآن کراچی - پاکستان)

ہمارے زمانے میں مکانات میں استصناع کا عرف ہے اور اسکی دو صورتیں ہیں، پہلی صورت یہ ہے کہ زمین مستصنع کی طرف سے ہو اور وہ بلڈر سے خاص پختگی کے ساتھ کوئی عمارت بنانے کا مطالبہ کرے اور پورا میٹر

یل تعمیر کے عمل کے ساتھ ساتھ بلڈر کی طرف سے ہوتو یہ استصناع ہے۔

لہذا احقر کے نزدیک بیع کی مذکورہ صورت استصناع کی اس شکل پر قیاس کرتے ہوئے درست ہوگی۔

شرعی اعتبار سے کسی لفظ کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے تین ہی مآخذ ہیں (۱) شارع کی صراحت (۲) لغت (۳) عرف وعادت، جہاں پر نص میں صراحت موجود نہ ہو اور لغت کے ذریعہ کسی لفظ کا بے غبار مفہوم متعین نہ ہو پاتا ہو، وہاں بس ایک ہی ذریعہ کام آتا ہے اور وہ ہے عرف، اسی لئے فقہاء کے یہاں قاعدہ مسلمہ ہے کہ:

كل ماورد به الشرع مطلقا ولا ضابط له فيه ولا في اللغة يرجع فيه إلى العرف. (الأشباه للسيوطي: ۹۸ص، /ط: دار الكتب العلمية بيروت)

جس امر کے بارے میں حکم شرعی مطلقاً وارد ہو، شریعت اور لغت میں اس کا کوئی ضابطہ مذکور نہ ہوا اس میں عرف کیطرف لوٹا جائیگا۔

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کا خیال ہے کہ "مال" کے مفہوم کو متعین کرنے میں بنیادی کردار یہی عرف ادا کرتا ہے، انسان جن چیزوں سے فائدہ اٹھاتا ہے وہ تین طرح کی ہیں: اول "اعیان" یعنی وہ مادی اشیاء جن کا مستقل وجود ہے، دوسرے "منافع" جن کا مستقل وجود نہیں بلکہ وہ اعیان ہی سے متعلق ہوتی ہیں جیسے مکان میں سکونت وغیرہ، تیسرے "حقوق" یعنی وہ مصالح انسانی جن کا شریعت نے اعتبار کیا ہے، یہ حقوق دو طرح کے ہیں، بعض وہ ہیں جو اعیان سے متعلق ہیں جیسے گزرنے کا حق، شرب کا حق، اور بعض وہ ہیں جن کا تعلق مال سے نہ ہو جیسے ماں کو بچہ کا حق پرورش، بیوی پر شوہر کا حق اطاعت وغیرہ، لہذا اعیان بالاتفاق مال ہیں، غیر مالی حقوق بالاتفاق مال نہیں ہیں، مالی حقوق ومنافع کے بارے میں اختلاف ہے، احناف کا قول مشہور یہ ہے کہ وہ مال نہیں ہیں، جمہور کے نزدیک وہ بھی مال ہیں، چونکہ بیع کے لئے مال ہونا ضروری ہے، (جدید فقہی مسائل: ٤/ ٩٤ تا ١٠٤، تلخیص)۔

لہذا احقر کی رائے ہے کہ موجودہ دور میں کمپیوٹر اپلیکیشن اور سوفٹ ویر پروگراموں کی خرید وفروخت جواز کے مذکورہ تینوں عنصر پائے جانے کیوجہ سے درست ہے، اس پر بیع معدوم کا اطلاق نہیں ہوگا بلکہ اسکو "مال" قرار دیا جائیگا، کیونکہ یہ اس کے استعمال کے حقوق ہیں جنکو کمپنیاں فروخت کرتی ہیں، اور پوری دنیا میں بالعوض اسکی بیع وشراء مروج ہے اور اس کا سرٹیفکٹ بھی بنا کر دیا جاتا ہے اگر آپ اسے حاصل کرنا چاہیں، نیز مشتری کے اطمینان اور رضامندی کے اظہار کے لئے کچھ دنوں تک فری استعمال کی اجازت بھی دیتی ہیں۔ غرض یہ کہ کسی چیز میں مالیت پیدا کرنے کے لئے جو عناصر لازمی ہیں وہ سب ان میں موجود ہیں، صرف اتنی بات ہے کہ یہ ایسی چیز نہیں جو قائم بالذات ہو، اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس میں شرعاً کوئی مانع موجود نہیں ہے کہ ان کی خرید وفروخت کے جائز ہونے میں ان پر اموال کا حکم نہ لگایا جائے۔

نیز مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم نے اس طرح کے حقوق کی خرید وفروخت کے جواز کے لئے دو شرطیں ذکر کی ہیں (۱) پہلی شرط یہ ہے کہ وہ حکومت کے یہاں قانونی طور پر رجسٹرڈ ہوں (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ انکی بیع سے صارفین کے حق میں التباس اور دھوکہ لازم نہ آئے جو کسی حال میں بھی جائز نہیں، (فقہی مقالات: ۱/ ۲۲۳)

فقہاء نے مبیع کے مکمل طور پر وجود میں آنے سے قبل اسکی بیع کو جائز قرار دیا ہے جبکہ اس کا بعض حصہ وجود میں آچکا ہو، چنانچہ عرف وتعامل کی بناء پر فقہاء نے فی الوقت جتنے پھل موجود ہیں اور جتنے پھل متوقع ہیں دونوں کی بیع کو جائز قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ حصکفیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"ولو برز بعضها دون بعض.....صحّحه السرخسي وأفتى الحلواني بالجواز"۔(ردالمحتار علي الدر المختار: ۶۵/۷، ط: دار الكتاب ديوبند الهند، -المبسوط للسرخسي: ۱۹۷/۱۲، ط: دار المعرفة بيروت-لبنان)

اگر بعض پھل ظاہر ہوگئے ہوں اور بعض ظاہر نہ ہوئے ہوں تو ان کی بیع کو علامہ سرخسیؒ نے صحیح قرار دیا ہے، اور حلوانیؒ نے اس کے جواز کا فتوی دیا ہے۔

علاّمہ علی حیدرؒ تحریر فرماتے ہیں:

ما تتلاحق أفراده يعنى أن لا يبرز دفعة واحدة بل شيئا بعد شئ كالفواكه والأزهار والورق الخضروات إذا كان برز بعضها يصح بيع ما سيبرز مع ما برز تبعا له بصفقة واحدة قد جوّز هذا البيع استحسانا للعرف والتعامل، فالبيع أصلا في الموجود و تبعا في المعدوم. (درر الحكام في شرح مجلة الأحكام: ۱۸۲/۱، رقم المادة: ۲۰۷، دار عالم الكتب—الرياض)

جس چیز کے پھل یکے بعد دیگرے آتے ہیں یعنی ایک ہی مرتبہ میں سب ظاہر نہیں ہوتے بلکہ تھوڑے تھوڑے ظاہر ہوتے رہتے ہیں جیسے پھل، پھول، پتے اور سبزیاں اگر ان میں بعض ظاہر ہوگئے ہوں، تو جو ظاہر ہوگئے ہیں، اس کے تابع ہوکر ایک ہی سودے میں ان کی بیع بھی جائز ہے جو عنقریب ظاہر ہوں گے، یہ بیع عرف تعامل کی وجہ سے استحسانا جائز ہے، لہذا بیع اصلاً موجود پھل میں ہو رہی ہے اور تبعاً معدوم میں بھی۔

بعض مواقع پر دوکاندار کو سامانوں کا آڈر دیا جاتا ہے اور قیمت بھی ادا کر دی جاتی ہے، کچھ سامان اس کی دوکان پر موجود ہوتا ہے اور کچھ سامان مارکیٹ میں تو ہوتا ہے لیکن دکان پر موجود نہیں ہوتا، دوکان دار اس سامان کا انتظام کر کے خریدار تک پہونچاتا ہے، خرید وفروخت کی اس شکل کو فقہاء کی اصطلاح میں "سلم" کہتے ہیں۔ لہذا ڈاکٹر وھبہ زحیلی بیع سلم کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" السلم أو السلف : بيع آجل بعاجل ، أو بيع شي موصوف في الذمة ، أي أنه يتقدم فيه رأس المال

ويتأخر المثمن لأجل وبعبارة أخرى: هو أن يسلم عوضا حاضراً في عوض موصوف في الذمة إلى أجل". (الفقه الاسلامي: ٤/ ٨٥٩- ط: دار الفكر)

عقد سلم کو عقد سلف بھی کہا جاتا ہے۔ بیع آجل بعاجل۔ یعنی کسی معلوم چیز کی قیمت نقد دی جائے اور سامان ذمہ میں ادھار رہے، بالفاظ دیگر: ثمن پیشگی دے دیئے جائیں، اور مبیع مدت مقررہ تک ذمہ میں ادھار ہو۔

نیز بیع سلم کی درستگی کی شرطیں بیان کرتے ہوئے نقل کرتے ہیں:

وقد اتفق أئمة المذاهب على أن السلم يصح بستة شروط: هي أن يكون في جنس معلوم، بصفة معلومة، ومقدار معلوم وأجل معلوم ومعرفة مقدار رأس المال وتسمية مكان التسليم إذا كان لحمله مؤنة ونفقة. (حوالۂ سابق: ٤/ ٥٩٩)

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بیع سلم چھ شرائط کے ساتھ صحیح ہوتی ہے، وہ یہ ہیں: جنس معلوم ہو، صفت متعین ہو، مقدار معین ہو، مدت مقرر ہو، رأس المال کی مقدار معلوم ہو، مسلم فیہ کو لے کر جانے میں اگر اخراجات ہوتے ہوں تو اس کی جگہ مقرر ہو جہاں مسلم فیہ کو سپرد کیا جا سکے۔

واتفقوا أيضا على جواز السلم في المكيلات والموزونات والمزروعات والمعدودات المقاربة كالجوز واللوز والبيض. (حوالۂ سابق: ٤/ ٦٠٠)

فقہاء کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ کیلی (ناپی جانے والی) وزنی (تولی جانے والی) زرعی (پیمائش بذریعہ میٹر وگز کی جانے والی) عددی متقارب مثلاً اخروٹ، بادام، انڈا میں بیع سلم جائز ہے۔

علامہ شیرازیؒ فرماتے ہیں:

ويجوز السلم في كل مال يجوز بيعه وتضبط صفاته. كالأثمان والحبوب والثمار والثياب والدواب والعبيد والجواري والأصواف والأشعار والأخشاب والأحجار والطين والفخار والحديد والرصاص والبللور والزجاج وغير ذلك من الأموال التي تباع وتضبط بالصفات. (المهذب في فقه الشافعي: ٢/ ٧٢، ط: دار الكتب العلمية بيروت—لبنان)

ہر اس مال میں سلم جائز ہے جس کی بیع جائز ہے اور اس کے صفات قابل انضباط ہیں جیسے سونا، چاندی، غلہ جات، پھل، کپڑے، چوپائے، اون، بال، لکڑیاں، پتھر، مٹی ٹھیکرا، لوہا، سیسہ، بلور اور شیشہ وغیرہ وہ تمام اموال جو فروخت کئے جاتے ہیں اور صفات کے ذریعہ قابل انضباط ہیں۔

اس اصولِ بیع کے پیش نظر بیع سلم معدوم چیز کی بیع ہوتی ہے، قیاس سے اسے جائز نہیں ہونا چاہیئے تھا، لیکن اس میں اقتصادی پہلو کی رعایت ہے چونکہ کسانوں، زمینداروں اور تاجروں کو اسکی ضرورت پڑتی ہے جسکی وجہ سے بیع سلم

جائز ہے،موسوعہ میں ہے:

لجمهور الفقهاء من (الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة) وهو أن السلم عقد جائز على خلاف القياس ، قال ابن نجيم : هو على خلاف القياس ، إذ هو بيع المعدوم ووجب المصير إليه بالنص والإجماع للحاجة.(الموسوعة الفقهية:٢٥/١٩٤، الكويت)

جمہورفقہاء(حنفیہ، مالکیہ،شافعیہ،حنابلہ) کی رائے ہے کہ عقدسلم خلاف قیاس جائز ہے،ابن نجیمؒ نے کہا ہے کہ یہ خلاف قیاس ہے اس لئے کہ یہ معدوم کی بیع ہے،حاجت کی بنیاد پرنص واجماع سے جائز ہے۔

لہذا اُحقر کی رائے ہے کہ اس طرح کی بیع کو" بیع سلم" پر قیاس کرتے ہوئے اس کی تمام شرطوں کے ساتھ جائزودرست قرار دیا جائے،واللہ اعلم بالصواب۔

وماتوفيقي إلاّ بالله

(تلخیص)

۱۔بیع معدوم کہتے ہیں" جو بوقت عقد موجود نہ ہو یا مستقبل میں موجود نہ ہونے کا اندیشہ ہو،نیز اسکی دوقسمیں ہیں(۱)حقیقی (۲)حکمی یا عرفی۔

۲۔بیع معدوم کے سلسلے میں جمہور کی رائے ہے کہ وہ باطل ہے اورابن تیمیہؒ،ابن قیمؒ کی رائے ہے کہ جائز ہے ،دونوں فریق کے دلائل مقالے میں مذکور ہیں،اس سلسلے میں راجح مسلک مجموعی دلائل کے پیش نظر یہ ہے کہ جہاں پر غرراورنزاع کا خطرہ نہ ہولوگوں کی ضرورت وتعامل کی وجہ سے وہاں بیع معدوم جائز ہے۔

۳۔بیع معدوم سے ممانعت کی اصل علت وحکمت" غرر" ہے۔

۴۔جن جن چیزوں میں استصناع کا تعامل ہے وہاں وہاں بیع معدوم کواستصناع پر قیاس کیا جاسکتا ہے اوراس کی شرطیں وہی ہوں گی جواستصناع کی ہیں۔

۵۔مبیع کے وجود میں آنے یااس پر قبضہ کرنے سے پہلے محض اوصاف بتا کراسکی خرید وفروخت جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں غرراورنزاع دونوں کا اندیشہ ہے۔

۶۔اسی طرح اس معاملہ کا مزید آگے بڑھتے رہنا بایں طور کہ ایک تاجر دوسرے تاجر سے اور دوسرا تیسرے سے اسکی بیع کرتا رہے اور یہ سلسلہ چلتا رہے،اسطرح کی بیع بھی" ربح مالا یضمن" کے اصول کے تحت جائز نہیں ہے۔

۷۔شئ معدوم اگران چیزوں میں سے ہوجس کا وصف،جنس اورنوع بیان کرکے اس طرح منضبط کیا جاسکتا ہو کہ غرراورنزاع کا اندیشہ ختم ہوجائے تواس کی بیع جائز ہوگی کیونکہ معدوم کی ممانعت کی اصل وجہ یہی ہے۔

۸۔عقدسلم اورعقداستصناع کے علاوہ اجارہ،مزارعت،مساقات،عقددین کی بعض صورتوں میں بیع معدوم

جائز اور درست قرار دی جاسکتی ہے۔

۹۔ بعض وہ صورتیں جن میں مبیع حقیقتاً یا ظاہراً معدوم ہوتی ہے، ان کے شرعی احکام درج ذیل ہیں:

(الف) بلڈرس کا نقشہ کے مطابق فلیٹ بیچنا تعمیر کا کام شروع ہونے سے پہلے یا شروع ہونے کے بعد پایۂ تکمیل تک پہونچنے سے پہلے، لوگوں کے تعامل کی وجہ سے استصناع پر قیاس کرتے ہوئے شرعاً جائز ہے، خواہ بلڈر کے پاس بوقت عقد زمین ہو یا نہ ہو۔

(ب) مالک زمین اور بلڈر کے درمیان یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ مالک زمین کو چند فلیٹ یا اس کی قیمت دی جائے گی، باقی بلڈر کا ہوگا اور دونوں اس پر متفق بھی ہیں، تو یہ صورت بھی عقد استصناع میں شمار ہوگی اور شرعاً درست ہوگی۔

(ج) کمپیوٹر اپلیکیشن اور سوفٹ ویر پروگرامس عرفاً مال ہیں، ان پر بیع معدوم کا اطلاق نہیں ہوگا، ان کی خرید وفروخت جائز ہے بشرطیکہ وہ حکومت کے یہاں قانونی طور پر رجسٹرڈ ہوں اور انکی بیع سے صارفین کے حق میں التباس اور دھوکہ لازم نہ آئے۔

(د) فی الوقت جتنے پھل موجود ہیں اور جتنے متوقع ہیں دونوں کی بیع فقہاء کے نزدیک جائز ہے، ایسی صورت میں متوقع پھل موجود پھلوں کے تابع ہوں گے۔

(ہ) آج کل دوکان دار کو سامانوں کا آڈر دیا جاتا ہے، اور قیمت بھی ادا کر دی جاتی ہے، کچھ سامان اس کی دوکان پر موجود ہوتا ہے، اور بڑی تعداد میں سامان مارکیٹ میں تو ہوتا ہے لیکن دوکاندار کے پاس نہیں ہوتا ہے، دوکان دار سامان کا انتظام کر کے خریدار کو پہونچاتا ہے، خرید وفروخت کی یہ صورت عقد سلم میں سے ہے لہذا سلم کی شرطوں کے ساتھ جائز ہوگی۔

بیع معدوم کی کچھ جدید صورتیں

مولانا عبید اللہ ندوی
استاد حدیث وادب دار العلوم ماٹلی والا، بھروچ، گجرات

معدوم کی تعریف:

لغوی تعریف: یہ فعل عدم (ع،د،م) سے بنا ہے اس کے معنی ہیں کسی چیز کا نہ ہونا یا ختم ہوجانا، اسی سے عدَم ہے، کہا جاتا ہے: عدِمت فلانا أعدمه، یعنی میں نے فلاں کو کھودیا، اس کو نہیں پایا، لہذا معدوم کے معنی ہوئے مفقود کے، یعنی جو چیز موجود نہ ہو۔ (دیکھئے: العین، خلیل بن احمد فراہیدی ۲/ ۵۶، ط: مکتبہ ہلال، معجم مقاییس اللغۃ، ابوالحسن احمد بن فارس بن زکریا، ۴/ ۲۴۸، ط: دار الجیل بیروت، لسان العرب، لابن منظور ۱۲/ ۳۹۲، ط: دار صادر بیروت، المعجم الوسیط، مصطفی، ابراہیم مصطفی ۲/ ۵۸۸، ط: دار الدعوۃ)

اصطلاحی تعریف: معدوم وہ ہے جو موجود کا مقابل ہو، (دیکھئے: دستور العلماء، للقاضی عبد النبی بن عبد الرسول احمد نکری، ۳/ ۲۵۱، ط: دار الکتب العلمیۃ بیروت) اسی سے معدومِ مطلق ہے، اس سے مراد وہ چیز جس کا ثبوت نہ ذہن میں ہو، نہ خارج میں، (دیکھئے: حوالہ سابق)

لیکن یاد رہے فقہاء اس سے بحث نہیں کرتے جس کا وجود نہ عقلا ہو، نہ حساً، بلکہ وہ اس سے بحث کرتے ہیں جو اپنے نام اور وصف کے ساتھ ذہن میں تو موجود ہو، لیکن واقع محسوس میں غیر موجود ہو۔

معدوم کے اقسام: معدوم کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ معدوم حقیقی: اور اس سے مراد وہ چیز ہے جس کی نہ کوئی صورت ہو اور نہ ہی خارج میں کوئی وجود ہو۔

۲۔ معدوم حکمی: اس سے مراد وہ اشیاء ہیں جن سے انتفاع جائز نہ ہونے کی وجہ سے شریعت نے ان کے بارے میں عدم وجود کا حکم صادر کردیا ہے، چاہے اس کی کوئی صورت اور خارج میں اس کا کوئی وجود ہی کیوں نہ ہو۔ (دیکھئے: الموسوعۃ الفقہیۃ المیسرۃ، محمد رواس قلعجی، ص: ۱۸۱۷، ۱۸، ط: دار النفائس، بیروت) مثال کے طور پر وہ منفعت جو شرعا حرام ہے، وہ ایسے ہے جیسے حسی طور پر معدوم ہے۔ (الوسیط فی المذہب، ابو حامد محمد بن محمد الغزالی ۳/ ۲۰، ط: دار السلام، قاہرۃ، اسنی المطالب فی شرح روضۃ الطالب ۳/ ۳۴، زکریا انصاری، ط: دار الکتب العلمیۃ

، بیروت)

بعض فقہاء احناف نے معدوم حقیقی کے ساتھ معدوم عرفی کو بھی شامل کیا ہے، اور اس سے مراد وہ اشیاء ہیں جو پیدائشی طور پر دوسرے سے ایسے جڑی ہیں کہ انکا الگ سے وجود کالعدم ہے، جیسے تھن میں دودھ وغیرہ، لہذا ان اشیاء کی بیع اتصال کی حالت میں باطل ہے، کیونکہ معلوم نہیں کہ وہ دودھ ہے یا ہوا بھری ہے یا خون بھرا ہوا ہے، نیز دوسری وجہ یہ ہے کہ دودھ تھوڑا تھوڑا کر کے اترتا ہے، پس اگر اس کی بیع کو جائز مان لیا جائے تو بائع کی ملکیت مشتری کی ملکیت سے خلط ملط ہو جائے گی۔ (حاشیۃ رد المحتار علی الدر المختار ۴/ ۵۵۹، ۵۶۰، ط: دار الفکر، بیروت، درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام ۱/ ۱۵۶، ط: دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

بہر حال سابقہ تفصیل کے مطابق بیع معدوم کی یہ تعریف کی جاسکتی ہے:

بیع ما کان غیر موجود في الواقع أو کان غائبا عن مجلس العقد وموصوفا في الذمة. (دیکھئے: بدائع الصنائع للکاسانی ۵/ ۱۳۸، ط: دار الکتاب العربی، بیروت، درر الحکام ۱/ ۱۸۱، ۱۸۲، اعلام الموقعین، ۲/ ۲۷، ط: دار الجیل، بیروت)

ترجمہ: اس چیز کی بیع جو حقیقت میں موجود نہیں ہے، یا مجلس عقد سے غائب ہے اور موصوف فی الذمہ ہے۔

بیع معدوم کے سلسلہ میں فقہاء کے آراء، دلائل اور راجح مسلک:

بیع معدوم کے حکم کے بارے میں فقہاء کے دو آراء ہیں:

۱۔ جمہور فقہاء احناف، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ بیع معدوم باطل ہے، ذیل میں ہم ان کے چند اقوال نقل کرتے ہیں:

احناف: علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

لا ینعقد بیع المعدوم وما له خطر العدم، کبیع نتاج النتاج بأن قال: بعتُ ولد ولد هذا الناقة. (بدائع الصنائع ۵/ ۱۳۸)

ترجمہ: معدوم کی بیع اور اس چیز کی بیع منعقد نہیں ہوتی ہے جس میں عدم کا خطرہ ہو، جیسے بچے کے بچے کی بیع، مثلاً وہ یہ کہے کہ میں نے اس اونٹنی کے بچے کے بچہ کو بیچا،،۔

علامہ ابن نجیمؒ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے ان الفاظ میں:

فلم ینعقد بیع المعدوم وماله خطر العدم، کنتاج النتاج والحمل واللبن في الضرع. (البحر الرائق ۵/ ۲۷۹، ط: دار المعرفة، بیروت)

ترجمہ: معدوم کی بیع اور اس چیز کی بیع منعقد نہیں ہوتی ہے جس میں عدم کا خطرہ ہو، جیسے بچے کے بچے کی بیع،

حمل کی بیع اور تھن میں دودھ کی بیع،،۔

مالکیہ: مالکیہ نے اس کی صراحت کی ہے کہ محل معقود علیہ (مبیع) موجود ہو، کیونکہ اگر وہ موجود نہیں ہوگا تو غرر (دھوکہ) میں مبتلا ہوگا، چنانچہ علامہ ابن رشدؒ لکھتے ہیں:

والغرر ينتفي عن الشئی بأن يكون معلوم الوجود ،معلوم الصفة ،معلوم القدر،مقدورا على تسليمه، وذلک في الطرفين الثمن لمثمون،معلوم الأجل أيضاإن كان بيعا مؤجلا.

(دیکھئے: بدایۃ المجتہد ۲/ ۱۲۹، ط: دار الفکر، بیروت، القوانین الفقہیہ لمحمد بن احمد بن جزی، ص: ۱۶۹)

ترجمہ: اور کسی بھی شئی سے غرر ختم ہوجاتا ہے، جبکہ اس کا وجود متوقع ہو، صفت معلوم ہو، قدر معلوم ہو، وہ مقدور التسلیم ہو، اور یہ طرفین میں شئی مثمون کے لئے ثمن ہے، اور اگر بیع مؤجل ہو تو اجل بھی معلوم ہو،،۔

یہاں یہ ذکر کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مالکیہ نے عقود معاوضات (جیسے بیع وغیرہ) میں معقود علیہ کے موجود ہونے کی شرط لگائی ہے، لیکن جہاں تک تبرعات (جیسے ہبہ وغیرہ) کا تعلق ہے تو اس میں معقود علیہ معدوم ہوسکتی ہے، بشرطیکہ مستقبل میں اس کے وجود کی توقع ہو، چنانچہ علامہ ابن رشدؒ لکھتے ہیں:

ولا خلاف في المذهب في جواز هبة المجهول والمعدوم المتوقع الوجود، وبالجملة كل مالا يصح بيعه في الشرع من جهة الغرر. (بداية المجتهد ۲/ ۲۴۷)

ترجمہ: اور مذہب میں اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ مجہول کا ہبہ اور اس معدوم کا ہبہ جس کا وجود مستقبل میں متوقع ہو، جائز ہے، اور خلاصہ یہ کہ شریعت میں جس چیز کی بیع غرر کی وجہ سے جائز نہیں تھی، (ایسی تمام اشیاء میں مذکورہ شرط کے پائے جانے سے بیع جائز ہوجائے گی)۔

اور غالبا اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ:

يغتفر عندهم في التبرعات مالا يغتفر في المعاوضات.

(ان کے یہاں تبرعات میں ان چیزوں کی گنجائش ہوسکتی ہے جن گنجائش معاوضات میں نہیں ہوسکتی ہے)

شوافع: شوافع کے یہاں بھی عقد بیع میں مبیع کا موجود ہونا شرط ہے، اس لئے ان کے یہاں بیع معدوم جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں غرر کا پہلو ہے، چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں:

ولا يجوز بيع المعدوم ، كالثمرة التي لم تخلق.(ديكهئے: المجموع ۹/ ۲۴۵، ط: دار الفكر ، بيروت، المهذب للشيرازی ۱/ ۲۶۲)

ترجمہ: معدوم کی بیع جائز نہیں ہے، جیسے ان پھلوں کی بیع جو اب تک آئے ہی نہیں ہیں،، بلکہ امام نووی نے تو بیع معدوم کے باطل ہونے پر اجماع نقل کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

أما حكم المسألة: فبيع المعدوم باطل بالإجماع، كما نقل ابن المنذر إجماع المسلمين على بطلان بيع الثمرة سنتين ونحو ذلك. (حوالہ سابق)

ترجمہ: اور جہاں تک اس مسئلہ کے حکم کا تعلق ہے، تو بیع معدوم بالاجماع باطل ہے جیسا کہ ابن منذرؒ نے کئی سالوں کے لئے پھل کی بیع وغیرہ کے بطلان پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے۔

حنابلہ: حنابلہ کے نزدیک بھی یہ شرط ہے کہ مبیع موجود ہو، انھوں نے بیع معدوم کے عدم جواز کی صراحت کی ہے چنانچہ ابن قدامہؒ لکھتے ہیں:

ولا يجوز بيع القثاء والخيار والباذنجان وما أشبهه إلا لقطة لقطة، وجملة ذلك أنه إذا باع ثمرة شيئ من هذه البقول لم يجز إلا بيع الموجود منها دون المعدوم. (المغنی ۴/۷۷، دار الفکر، بیروت)

ترجمہ: اور کھیرا، ککڑی اور بیگن اور اس طرح کی دیگر چیزوں کو بیچنا جائز نہیں ہے مگر توڑ توڑ کر، خلاصہ یہ کہ اگر کسی نے ان سبزیوں میں سے کسی کا پھل بیچا تو صرف موجود کی بیع جائز ہوگی معدوم کی نہیں۔

شیخ مصطفی رحیبانیؒ فرماتے ہیں:

ولا يصح بيع نحو قثاء وبطيخ كباذنجان وبامياء إلا لقطة لقطة موجودة، لأن مالم يخلق لايجوز بيعه. (مطالب اولی النهی فی شرح غاية المنتهى، لمصطفى رحيبانى ۳/۲۰۰، ط: المكتب الاسلامی، دمشق)

ترجمہ: ککڑی، خربوزہ کی بیع جائز نہیں ہے، جیسے بیگن اور بامیا (کی بیع جائز نہیں) مگر جو موجود ہیں اور توڑ توڑ کر، اس لئے کہ جو چیز ابھی پیدا ہی نہیں ہوئی اس کی بیع جائز نہیں ہوگی،،۔

سابقہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ معدوم کی بیع جمہور فقہاء کے نزدیک جائز نہیں ہے، باطل ہے، کیونکہ اس میں مبیع کی موجودگی کی شرط نہیں پائی جارہی ہے، نیز اس میں غرر بھی ہے۔

رائے اول یعنی مانعین جواز کے دلائل:

الف: عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال: نهى رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: عن بيع الحصاة وعن بيع الغرر. (مسلم، رقم: ۱۵۱۳)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع حصاۃ اور بیع غرر سے منع فرمایا ہے،،۔

وجہ دلالت: حدیث شریف اپنے مفہوم کے ساتھ بیع غرر اور حصاۃ سے منع کرتی ہے، اور نہی تحریم کا فائدہ دیتی ہے، لہذا ایسی چیز کی بیع جس کا انجام معلوم نہ ہو یا پوشیدہ ہو (جیسے معدوم) جائز نہیں ہوگی۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

وأما النهي عن بيع الغرر فهو أصل عظيم من أصول كتاب البيوع ولهذا قدمه مسلم ،ويدخل فيه مسائل كثيرة غير منحصرة كبيع الآبق والمعدوم والمجهول وما لايقدر على تسليمه وما لم يتم ملك البائع عليه وبيع السمک في الماء الكثير واللبن في الضرع وبيع الحمل في البطن وبيع بعض الصبرة مبهما وبيع ثوب من أثواب وشاة من شياه ونظائر ذلک ،وكل هذا بيعه باطل لأنه غرر من غير حاجة.(شرح النووی لصحیح مسلم ۱۵۶/۱۰ ،ظ:دار إحياء التراث العربی ،بیروت)

ترجمہ:اور جہاں تک بیع غرر سے ممانعت کی بات ہے تو وہ کتاب البیوع کے اصولوں میں سے ایک اہم اصول (قاعدہ) ہے اور اسی لئے امام مسلمؒ نے اس سے مقدم رکھا ہے،اور اس کے تحت بے شمار مسائل آتے ہیں ،جیسے بھگوڑے غلام ،معدوم اور مجہول،غیر مقدور التسلیم اور جس پر بائع کی ملکیت مکمل نہیں ہوئی ہے، زیادہ پانی میں مچھلی کی ،تھن میں دودھ کی ، پیٹ میں حمل کی ،بعض گٹھری کی مبہم بیع ،کپڑوں میں سے ایک کپڑے کی بیع ،اور بکریوں میں سے ایک بکری کی بیع وغیرہ ،ان تمام کی بیع باطل ہے کیونکہ اس میں بلا وجہ کا دھوکہ ہے۔

راقم عرض کرتا ہے کہ جب مجہول اور وہ چیزیں جن کی حوالگی نہیں ہوسکتی ہے،غرر ہے،جسکی وجہ سے بیع جائز نہیں، تو معدوم میں تو بدرجہ اولی غرر ہے،اس لئے کہ مجہول کم سے کم موجود تو ہے، یہ الگ بات ہے کہ انجام پوشیدہ ہے،لیکن معدوم تو سرے سے موجود ہی نہیں ہے،اس کا کوئی انجام ہی نہیں ہے،لہذا اس کی بیع جائز نہیں ہوگی۔

ب: عن حكيم بن حزام رضی اللہ عنہ قال: يا رسول الله !يأتيني الرجل فيريد البيع ليس عندي ،أفأبتاعه له من السوق؟فقال: لاتبع مالیس عندک.(ابو داود،رقم:۳۵۰۳)

ترجمہ:حضرت حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے،فرماتے ہیں :عرض کیا یا رسول اللہ !ایک آدمی میرے پاس آتا ہے اور اس چیز کی بیع کرنا چاہتا ہے جو میرے پاس نہیں ہے،کیا میں بازار سے خرید کر اسے دے دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اس چیز کی بیع نہ کرو جو تمہارے پاس نہیں ہے۔

وجہ دلالت:یہ حدیث اس چیز کی بیع کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے جو انسان کے پاس موجود نہ ہو،اور معدوم بھی عقد کے وقت بائع کے پاس نہیں ہوتا ہے۔

ج: عن ابن عمر رضی اللہ عنہ أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم نهى عن بيع حبل الحبلة ،وكان بيعا يتبايعه أهل الجاهلية، كان الرجل يبتاع الجَزور إلى أن تنتج الناقة ثم تنتج التي في بطنها.(بخاری رقم:۲۰۳۶)

ترجمہ:حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمل کے حمل کی بیع سے منع فرمایا ہے،اور یہ (حمل کے حمل کی بیع) ایک بیع ہے جو اہل جاہلیت کرتے تھے،آدمی اونٹ خریدتا تھا یہاں تک کہ

اونٹی جنے اور پھر اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ بھی جنے، (یعنی کئی سال تک کی بیع ہوتی تھی)

د: عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قال رسول الله ﷺ: ليس على رجل بيع فيما لا يملك. (نسائی رقم: ۴۶۱۲)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی جس چیز کا مالک نہیں ہے اسے اس کی بیع نہیں کرنی چاہئے۔

وجہ دلالت: جو شخص کسی ایسی چیز کو بیچے جس کا وہ مالک نہیں ہے، وہ معدوم کی قبیل سے ہے، اور یہ از روئے حدیث باطل ہے۔

ه: عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أن رسول الله ﷺ نهى عن بيع المضامين والملاقيح وحبل الحبلة. (طبرانی، المعجم الکبیر رقم: ۱۱۵۸۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مضامین (جو مذکر اونٹ وغیرہ کی صلب میں) اور ملاقیح (جو مؤنث کے پیٹ میں ہو) اور حمل کے حمل کی بیع سے منع فرمایا ہے۔

و: عن جابر بن عبد الله رضی اللہ عنہ قال: نهى رسول الله ﷺ عن المحاقلة والمزابنة والمعاومة والمخابرة، قال أحدهما: بيع السنين هي المعاومة وعن الثُّنيا، ورخص في العرايا. (مسلم رقم: ۱۵۳۶)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع محاقلہ، مزابنہ، معاومہ، (دونوں راویوں - ابوزبیر اور سعید بن میناء - میں سے ایک روای کہتے ہیں کہ کئی سالوں کی بیع ایک ساتھ کرنے کو معاومہ کہتے ہیں) مخابرہ اور استثناء سے منع فرمایا ہے، اور عرایا کی اجازت دی ہے۔

وجہ دلالت: حدیث میں بیع معاومہ کے عدم جواز پر دلیل موجود ہے، مثلاً یہ کہ وہ پھل ایک یا ایک سے زائد سال کے لئے بیچے اس کی پیدائش سے پہلے، اور نہی تحریم کا فائدہ دیتی ہے، لہذا مبیع موجود نہ ہونے نیز غرر پائے جانے کیوجہ سے بیع باطل ہوگی۔ (النہایہ فی غریب الحدیث والاثر، لابن الاثیر جزری ۳/ ۳۲۳، ط: مکتبہ علمیہ، بیروت)

اسی طرح کی بات امام نوویؒ نے فرمائی ہے:

وبيع المعاومة وهي بيع السنين باطل بالاجماع ونقل الإجماع ابن المنذروغيره لهذه الأحاديث، ولأنه بيع غرر، وسبب الغرر أنه بيع معدوم ومجهول وغير مقدور على تسليمه وغير مملوك للعاقد. (صحیح مسلم بشرح النووی ۱۰/ ۱۹۳)

ترجمہ: اور بیع معاومہ یہ کئی سالوں کی بیع (ایک ساتھ کرنا) ہے اور یہ بالاجماع باطل ہے اور ابن منذر (اور ابن رشد) وغیرہ نے اس پر ان احادیث کی بنیاد پر اجماع نقل کیا ہے، نیز اس لئے کہ یہ دھوکہ کی بیع ہے، اور غرر کا سبب یہ ہے کہ یہ بیع معدوم ہے مجہول ہے، غیر مقدور التسلیم ہے اور عاقد (بائع) کی ملکیت میں نہیں ہے۔

۲۔ دوسری رائے جس کو علامہ ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ۔ یہ دونوں حضرات متاخرین حنابلہ میں سے ہیں۔ نے اختیار کیا ہے، وہ یہ ہے کہ معدوم کی بیع جائز ہے، اور شارع نے جو بیع معدوم سے منع کیا تو غرر کیوجہ سے کیا ہے نہ کہ عدم (معدوم ہونے) کی وجہ سے، اور ان دونوں کے یہاں غرر وہ ہوتا ہے جس کی تسلیم وسپردگی پر قدرت نہ ہو، چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

قولهم: إن بيع الأعيان المعدومة لا يجوز، . . . فليس في كتاب الله ولا سنة رسوله بل ولا عن أحد من الصحابة أن بيع المعدوم لا يجوز . . . وإنما فيه النهي عن بيع بعض الأشياء التي هي معدومة كما في النهي عن بيع بعض الأشياء التي هي موجودة، وليست العلة في المنع لا الوجود ولا العدم، بل الذي ثبت في الصحيحين عن النبي ﷺ أنه نهى عن بيع الغرر والغرر: ما لا يقدر على تسليمه سواء كان موجودا أو معدوما كالعبد الآبق والبعير الشارد ونحو ذلك مما لا يقدر على تسليمه. (مجموع الفتاوی ۲۰/۵۴۲ تا ۵۴۴)

ترجمہ: اور ان کے قول کہ اعیان معدومہ کی بیع جائز نہیں ہے..... سو اللہ کی کتاب میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں اور نہ ہی کسی صحابی کے اثر میں ایسا ہے کہ بیع معدوم جائز نہیں، ..... بلکہ ان میں صرف بعض اشیاء کے بیع کی ممانعت ہے جو معدوم ہیں، جیسا کہ بعض ان اشیاء کی بیع سے بھی روکا گیا ہے جو موجود ہیں، تو اس سے پتہ چلا کہ ممانعت کی علت نہ تو عدم ہے نہ ہی وجود، بلکہ اس کی صحیح علت وہ ہے جو صحیحین میں نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے بیع غرر سے منع فرمایا ہے،، اور غرر کہتے ہیں جس کی حوالگی پر قدرت نہ ہو، خواہ وہ چیز موجود ہو یا نہ ہو، جیسے بھگوڑا غلام، بدکنے والا اونٹ اور اسی طرح کی دوسری چیزیں، جن کی حوالگی پر قدرت نہ ہو۔

نیز بیع میں جو چیز واجب ہوتی ہے وہ مبیع کی حوالگی ہے اور بائع اس سے عاجز ہے اور خریدار اس سے خطرہ اور جوئے کے ساتھ خرید رہا ہے، ..... اسی طرح معدوم کی بیع سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس میں غرر ہے، اس لئے نہیں منع کیا گیا ہے کہ وہ معدوم ہے، اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک آدمی نے اس کی بیع کی جو یہ جانور اٹھا سکتا ہے یا جو اس باغ میں (پھل) لگے گا، تو عین ممکن ہے کہ وہ جانور اٹھا سکے یا نہ اٹھا سکے، یا باغ میں پھل لگے یا

نہ لگے، اور اگر لگ بھی گیا تو کتنا لگے گا نہ اس کی مقدار معلوم ہے نہ ہی وصف، لہذا یہ قمار یعنی وہ جوا ہے جس اللہ نے منع کیا ہے، بلکہ شارع نے تو بعض مقامات پر بیع معدوم کی تصحیح کی ہے، چنانچہ کئی سندوں سے آپ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے بدوصلاح سے پہلے بیع سے منع فرمایا ہے، نیز غلہ کی بیع سے منع فرمایا ہے جب تک کہ پک نہ جائے، اور یہ صحیح احادیث میں سے ہے جو کئی صحابہ کرامؓ سے مروی ہے، معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے بدوصلاح اور عدم بدوصلاح میں فرق کیا ہے، ایک کو حلال اور دوسرے کو حرام قرار دیا ہے۔

علامہ ابن القیمؒ نے بھی اس مسئلہ میں اپنے استاد و شیخ ہی کی طرح کلام کیا ہے۔ (دیکھئے: اعلام الموقعین ۲/ ۲۸)

دلائل: دوسری رائے یعنی قائلین جواز (علامہ ابن تیمیہؒ اور ان شاگرد رشید ابن قیمؒ) کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ قرآن وحدیث میں کوئی ایسی دلیل نہیں پائی جاتی جو بیع معدوم کے عدم جواز پر دلالت کرتی ہو، ہاں بعض اشیاء معدومہ کی بیع کے عدم جواز کی دلیل ضرور پائی جاتی ہے، جیسا کہ بعض اشیاء موجودہ کے بیع کے عدم جواز کی دلیل پائی جاتی ہے، اور ان تمام اشیاء میں عدم جواز کی علت معدوم ہونا نہیں ہے بلکہ غرر ہے۔ (دیکھئے: مجموع الفتاوی ۲۰/ ۵۴۲، ۵۴۳، اعلام الموقعین ۲/ ۲۸)

۲۔ نص سے بعض معدوم اشیاء پر معاوضہ کا جواز ثابت ہوتا ہے جیسے پھل کی بیع بدوصلاح کے بعد، اس شرط کے ساتھ کہ مکمل پکنے تک باقی رکھے گا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے:

نهى عن بيع الثمار حتى يبدو صلاحها، نهى البائع والمبتاع.،، (بخاری رقم: ۲۰۸۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے پھل پکنے سے پہلے اس کی بیع کرنے سے منع فرمایا ہے، بائع کو بھی اور خریدار کو بھی۔ (مجموع الفتاوی ۲۰/ ۵۴۴، اعلام الموقعین ۲/ ۲۸)

ترجیح: دونوں آراء میں غور کرنے کے بعد راقم الحروف کا رجحان اس طرف ہے کہ بیع معدوم درج ذیل شرائط کے ساتھ باطل ہے:

۱۔ مبیع اعیان میں سے ہو، کیونکہ منافع کی بیع عدم کی صورت میں بھی جائز ہے، بلکہ اسی کے ساتھ ہی مکمل ہوتی ہے جیسے کہ اجارہ میں۔

۲۔ سلم اور استصناع کے شرائط اس میں نہ پائے جاتے ہوں، اگر ان دونوں کے شرائط پالئے جائیں تو سلم اور استصناع ہوکر جائز ہوجائے گی، باوجود یکہ وہ عقدِ معدوم ہے لیکن مستقبل میں اس کا وجود ممکن ہے۔

۳۔ بیع معدوم غرر فاحش پر مشتمل ہو، بایں طور کہ ایسا مجہول ہو جو مفضی الی النزاع ہو، غیر مقدور التسلیم ہو، نیز

مملوک نہ ہو، وغیرہ۔

۴۔معدوم اصلا منفرد (الگ) ہو کسی موجود کے تابع نہ ہو، جیسے کہ وہ پھل جواب تک اُگا ہی نہیں ہے، نیز ساتھ میں ظاہری پھل کا وجود بھی معدوم ہے۔

بیع معدوم کی ممانعت کی علت اور حکمت کیا ہے؟

بیع معدوم کی ممانعت کی علت عدم ہے یا غرر؟ اس پر بات کرنے سے پہلے غرر کے مفہوم کی وضاحت کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

غرر کی لغوی تعریف: وہ خطرہ ہے، کہ یہ ہوگا یا نہیں، مثلا بھگوڑے غلام کی بیع، یا ہوا میں اڑتے پرندے کی بیع، یہ ناقص ہے اس میں بیع مکمل نہیں ہوگی۔ (دیکھئے: معجم مقاییس اللغۃ ۴/۳۸۱)

اصطلاحی تعریف: فقہاء نے اس کی مختلف تعریفات کی ہیں، علامہ جرجانیؒ اپنی ''التعریفات'' میں کہتے ہیں:

بیع الغرر :هو البيع الذي فيه خطر انفساخه بهلاک المبيع. (دیکھئے: التعریفات ص: ۶۹، ط:دار الکتب العلمیة، بیروت)

ترجمہ: بیع غرر وہ بیع ہے جس میں مبیع کے ہلاک ہوجانے سے فسخ کا خطرہ ہو۔

علامہ سرخسیؒ نے مبسوط میں یہ تعریف کی ہے:

مایکون مستور العاقبه کاللبن في الضرع.،، (المبسوط ۱۲/۱۹۴، ط:دار المعرفة، بیروت)

ترجمہ: جس کا انجام مستور ہو (معلوم نہ ہو) جیسے تھن میں دودھ کی بیع۔

شیرازیؒ نے یہ لکھا ہے:

ما انطوى عنه أمره وخفي عليه عاقبته. (المهذب في فقه الامام الشافعي ۱/ ۲۶۲، ط:دار الفكر بيروت)

ترجمہ: جس کا معاملہ پوشیدہ اور انجام مخفی ہو، (معلوم نہ ہو)

علامہ ابن تیمیہؒ نے اس کی تعریف میں صرف ''مجهول العاقبة'' لکھا ہے۔ (مجموع الفتاوی ۲۹/ ۲۲، ط: مکتبہ ابن تیمیہ) یعنی انجام مجہول ہو۔

غرر کے مفہوم کو مزید وضاحت سے سمجھنے کے لئے اس کے اقسام کو جاننا ضروری ہے، فقہاء کے نزدیک اس کی تین اقسام ہیں: (یاد رہے یہ تقسیم فقہاء مالکیہ کے یہاں مشہور ہے)

۱۔غرر ممتنع اجماعی: اسی کو غرر فاحش بھی کہتے ہیں، یعنی ایسا غرر جو بہت زیادہ ہو اور عقود میں اس کا پایا جانا ناقابل معافی ہو، اسی کی وجہ سے عقد باطل ہوتا ہے، جیسے کہ پانی میں مچھلی کی بیع، ہوا میں پرندے کی بیع، اور وہ تمام

بیوعات جن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے، مثال کے طور ملامسہ، منابذہ، ملاقیح اور مضامین وغیرہ۔

۲۔غرر جائز اجماعی: اسی کو غرر یسیر بھی کہا جاتا ہے، یعنی ایسا معمولی غرر جن میں عام طور پر لوگوں میں تسامح چلتا ہے، عقود میں اس کا پایا جانا قابل معافی ہوگا، حاجت اور ضرورت کیوجہ سے اس معمولی غرر سے بیع باطل نہیں ہوگی، جیسے گھر کی بیع بنیادوں کے بارے میں معلومات نہ ہونے کے باوجود، اس کی گہرائی، چوڑائی اور مضبوطی جانے بغیر ہی خرید لیتے ہیں، بنیادیں ظاہری گھر کے تابع ہوتی ہیں، نیز اس کو دیکھنا بھی ممکن نہیں ہوتا، اور سب سے بڑی بات یہ کہ لوگوں کی ضروت ہے۔

(دیکھئے: الشرح الکبیر ۳/ ۶۰، حاشیۃ الدسوقی ۳/ ۶۰، شرح النووی علی مسلم ۱۰/ ۱۵۶، الخیرۃ ۵/ ۹۳)

۳۔غرر متوسط: اس میں اختلاف ہے کہ اس کو غرر فاحش کے جوڑا جائے یا غرر یسیر کے ساتھ، چونکہ غرر یسیر سے اوپر ہے اس لئے کثیر اور فاحش کے ساتھ جوڑا گیا، اور فاحش وکثیر سے کم ہے اسلئے یسیر سکے ساتھ ملحق کیا گیا، جیسے بیع غائب علی الصفۃ، بغیر ذکر ثمن کے بیع کرنا وغیرہ۔ (الذخیرۃ للقرافی ۵/ ۹۳، حاشیۃ الخرشی ۵/ ۶۹)

علامہ ابن قیمؒ اس سوال کا، کہ بیع معدوم میں منع کی علت کیا ہے؟ جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

إن علة منع بيع المعدوم مجرد كونه معدوما باطلة، وهي علة منتقضه بما يلي: بيع المنافع وهو نوع من انواع البيع بالمعنى العام، كالإجارة مثلا فهي بيع منافع، وهي معدومة عند التعاقد، فتجوز المعاوضه عليها، لأن المنافع لا يمكن العقد عليها في حال وجودها وإنما في حال عدمها.

(بیع معدوم کی ممانعت کی علت صرف اس کا معدوم ہونا قرار دینا باطل ہے، یہ علت ''بیع منافع'' سے ٹوٹ جاتی ہے، حالانکہ بیع منافع عام معنی میں بیع ہے، جیسے اجارہ، یہ بیع منافع ہے، اور عقد کرتے وقت معدوم ہوتی ہے، لیکن پھر بھی اس پر معاوضہ لینا جائز ہوتا ہے، اس لئے کہ منافع پر عقد کرنا اس کے موجود ہوتے ہوئے بھی ممکن نہیں ہے، وہ عدم کی حالت میں ہی ہوتی ہے)

نیز ''بیع الاعیان'' میں بھی عدم ووجود دونوں حالتوں میں عقد کرنا ممکن ہے، حالت وجود میں عقد جائز ہوگا جب مخصوص شرائط پائے جائیں، اور حالت عدم میں اس کی دو حالتیں ہیں:

الف: وہ معدوم جس کی بیع سے شریعت نے منع فرمایا ہے، جب تک کہ وہ موجود نہ ہو۔

ب: وہ معدوم جس کی بیع کی شریعت نے اجازت دی ہے موجود کے تابع بنا کر، اگر ضرورت اس کی داعی ہو، اس وضاحت یہ ہے کہ حدیث شریف میں بعض اشیاء موجودہ کی بیع کی بھی ممانعت آئی ہے جیسا کہ بعض اشیاء معدومہ کی بیع کی ممانعت وارد ہوئی ہے، لہذا معلوم ہوا کہ ممانعت کی علت نہ عدم ہے نہ وجود، بلکہ غرر ہے، حوالگی کی عدم قدرت ہے خواہ وہ موجود ہو یا معدوم، جیسے بدکنے اور بھاگنے والے اونٹ کی بیع۔

علامہ ابن القیمؒ کی بیان کردہ جوتفصیلات ہم نے ابھی ذکر کیں اس سے بیع معدوم کی بعض اقسام کی بیع کا جواز نکلتا ہے، مثلا:

۱۔معدوم موصوف فی الذمہ ہو، تو اس کی بیع بالاتفاق جائز ہوگی، جیسے سلم۔

۲۔معدوم موجود کے تابع ہو، اگر چہ مقدار میں اس سے زیادہ ہو، اور اس کی دوصورتیں ہیں:

الف: جس کے جواز پر لوگوں نے اتفاق کرلیا ہو، جیسے بدوصلاح کے بعد پھلوں کی بیع ایک ساتھ کرنا، حالانکہ پھلوں کا کچھ حصہ ابھی آیا نہیں ہے، معدوم ہے، لیکن موجود کے تابع مان کر اس کی بیع جائز ہوگی۔

ب: جس کے جواز میں لوگوں کا اختلاف ہو، جیسے مثاقی (یعنی وہ چیزیں جو کھیرا، خربوزہ، لوکی، بیگن، پیاز، لہسن اور دھنیا وغیرہ پر مشتمل ہوں، دیکھئے: حاشیۃ الخرشی ۵ / ۱۹۰) کی بیع جب پک جائے، اس میں دوقول ہیں:

۱۔ یکبارگی اس کی بیع جائز ہے، اور مشری اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے لے گا جیسے کہ رواج اور امت کا تعامل ہے، اس کی ممانعت نہ قرآن وحدیث میں ہے، نہ اجماع واثر اور نہ ہی قیاس صحیح میں ہے، یہی امام مالک اور اہل مدینہ کو قول ہے نیز امام احمدؒ کے دواقوال میں ایک قول یہی ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

(دیکھئے: القوانین الفقہیۃ، لابن جزی، ص: ۱۷۳، مجموع الفتاوی ۲۹ / ۴۸۴، زاد المعاد ۵ / ۸۰۸ تا ۸۱۰، تحقیق شعیب ارناؤط)

۲۔دوسرا قول یہ ہے کہ توڑ توڑ کر ہی بیچ سکتے ہیں، تاکہ اس بیع معدوم میں داخل نہ ہو جس سے منع کیا گیا ہے، یہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔

(دیکھئے: البحر الرائق ۵ / ۳۲۶، الام للشافعی ۳ / ۸۲، الفتاوی الکبری ۳ / ۴۲۱، ط: دار المعرفۃ، بیروت)

مبیع کے وجود یا قبضہ سے پہلے بیع کا حکم:

واضح رہے کہ اگر مبیع (جو چیز فروخت کی جارہی ہے) بائع کی ملکیت میں نہیں ہے، یا اس کا وجود ہی نہیں ہے تو یہ بیع جائز نہیں ہے کیونکہ جو چیز فروخت کرنا مقصود ہو اس کا بائع کی ملکیت میں ہونا شرعا ضروری ہے۔

عن حكيم بن حزام رضی اللہ عنہ قال: يا رسول الله !يأتيني الرجل فيريد البيع ليس عندي ,أفأبتاعه له من السوق؟فقال: لاتبع ماليس عندك. (ابو داود رقم: ۳۵۰۳)

ترجمہ: حضرت حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: عرض کیا یا رسول اللہ! ایک آدمی میرے پاس آتا ہے اور اس چیز کی بیع کرنا چاہتا ہے جو میرے پاس نہیں ہے، کیا میں بازار سے خرید کر اسے دے دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس چیز کی بیع نہ کرو جو تمہارے پاس نہیں ہے۔

وجہ دلالت: یہ حدیث اس چیز کی بیع کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے جو انسان کے پاس موجود نہ ہو، اور معدوم

بھی عقد کے وقت بائع کے پاس نہیں ہوتا ہے۔

مرقاۃ المفاتیح میں ہے:

الثاني أن يبيع منه متاعا لا يملكه ثم يشتريه من مالكه ويدفعه إليه وهذا باطل لأنه باع ماليس في ملكه وقت البيع ,وهذا معنى قوله:لاتبع ما ليس عندك,,أي شيئا ليس في ملكك حال العقد.(مرقاة المفاتيح ۵/۱۹۳۷،باب المنهي عنها من البيوع،ط:دار الفكر)

ترجمہ: دوسرے یہ کہ اس سے وہ سامان بیچے جس کا وہ مالک نہیں ہے، پھر وہ اس سامان کو مالک سے خریدے اور مشتری کے حوالہ کردے، اور یہ باطل ہے، اس لئے کہ اس نے ایسی چیز بیچی جو بوقت بیع اس کی ملکیت میں نہیں تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: لا تبع ما لیس عندک.،، کا مطلب بھی یہی ہے، یعنی وہ چیز نہ بیچو جو عقد کے وقت تمہاری ملکیت میں نہیں ہے۔

البتہ اس کے جواز کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ وہ وعدۂ بیع کرلے، یعنی یہ کہے کہ یہ چیز ابھی میرے پاس نہیں ہے، لیکن میں آپ کو اتنی رقم میں مہیا کردوں گا وغیرہ، سودا مکمل نہ کرے، پھر سامان ملکیت میں آنے کے بعد سودا کرے تو یہ صورت جائز ہوگی۔

تاجروں کے درمیان بیع قبل القبض کا سلسلہ اور اس کا حکم:

منقولی چیز کو خریدنے کے بعد اس پر قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا بیع فاسد اور ناجائز ہے کئی تاجروں کے درمیان ہونے کی صورت میں بھی تاجر اول کے لئے مبیع پر قبضہ کرنا ضروری ہے، کیونکہ منقولی اشیاء پر قبضہ کرنے سے پہلے سامان آگے فروخت کرنا درست نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے:

من ابتاع طعاما فلا يبعه حتى يقبضه.(ابو داود،رقم:۳۴۹۷)

ترجمہ: جس نے کھانا خریدا تو اس کو دوسرے کے ہاتھ نہ بیچے جب تک کہ اس پر قبضہ نہ کرلے،،۔

شامی میں ہے:

بيع عقار لا يخشى هلاكه قبل قبضه لا بيع منقول قبل قبضه ولو من بائعه.(۵/۱۴۷،ط:سعيد)

ترجمہ: اور عقار کی بیع (جائداد، پراپرٹی، غیر منقولی چیز) قبضہ سے پہلے جس کی ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو، نہ کہ منقولی چیز کی بیع، خواہ بائع سے ہی کیوں نہ ہو، (جائز ہے)۔

اس کے صحیح ہونے کی بھی وہی صورت ہے جو اوپر کے سوال میں تحریر کی گئی ہے، دلائل بھی اوپر آچکے ہیں، مزید حوالوں کے لئے درج ذیل کتب کے دیکھے جاسکتے ہیں (شامی ۴/۵۶۱، کتاب البیوع، مطلب فیما

یکون قبضا للمبیع ،ط:سعید، بدائع الصنائع ۵ / ۲۴۸، کتاب البیوع ،فصل فی حکم البیع ، نیز ۵ / ۲۳۵ ،فصل واما حکم البیع ،ط:سعید، ہندیہ وغیرہ۔)

البتہ غیر منقولی چیز جس کے ہلاک اور ضائع ہوجانے کا اندیشہ وخوف نہ ہو، اسے خریدار قبضہ کرنے سے پہلے بھی کسی اور سے فروخت کرسکتا ہے، اس میں شرعا کوئی حرج نہیں ہے، چنانچہ منقولی اور غیر منقولی چیز کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنے سے متعلق ہدایہ میں ہے:

من اشتری شئیا مما ینقل ویحول لم یجز له بیعه حتی یقبضه ،لأنه علیه السلام نهی عن بیع مالم یقبض ، ولأن فیه غرر انفساخ العقد علی اعتبار الهلاک ،ویجوز بیع العقار قبل القبض عندأبي حنیفة وأبي یوسف رحمہما اللہ... لهما : أن رکن البیع صدر من أهله في محله ،ولا غرر فیه ،لأن الهلاک في العقار نادر بخلاف المنقول ،والغرر المنهي عنه غرر انفساخ العقد،والحدیث معلول به عملا بدلائل الجواز.(هدایه ۳/۵۹،ط:بیروت)

ترجمہ: اگر کسی نے ایسی چیز خریدی جسے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہو تو اس پر قبضہ کرنے سے پہلے دوسرے سے فروخت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبضہ کرنے سے پہلے فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے، نیز اس لئے کہ اس میں اس چیز کے ہلاک ہونے کی صورت میں فسخ عقد کا غرر ہے، البتہ عقار (غیر منقولی چیز) کی بیع قبضہ کرنے سے پہلے بھی امام صاحب اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ بیع کا رکن اہل سے اپنے محل میں صادر ہوا ہے اور یہاں کوئی غرر بھی موجود نہیں ہے، کیونکہ عقار (غیر منقولی چیز) میں ہلاک ہوجانے کا اندیشہ بھی نہیں ہے، یا نادر ہے برخلاف منقولی کے، اور جس غرر سے منع کیا گیا ہے وہ فسخ عقد کا غرر ہے، اور جواز کے دلائل کی بنا پر حدیث بھی اسی علت سے معلول ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک قبضہ کا مفہوم یہ ہے کہ مبیع پر مشتری کو اسطرح اختیار سونپ دیا جائے کہ اس کو قبضہ کرنے، استعمال کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی قدرت واختیار حاصل ہوجائے، اور بائع کی طرف سے کوئی مانع اور حائل نہ رہے، خریدار کو حاصل ہونے والا یہ قبضہ کبھی حقیقی وحسی (Physically) ہوتا ہے اور کبھی معنوی وحکمی (Uirtually) ہوتا ہے، مختلف اشیاء پر قبضہ ان کے حسب حال ہوتا ہے، شریعت نے قبضہ کی کسی خاص صورت کو مخصوص نہیں کیا ہے بلکہ قبضہ کی ہر اس صورت کو جائز قرار دیا ہے جسے عرف میں قبضہ سمجھا جاتا ہو اور معاشرہ کے لوگ اسے قبول کرتے ہوں، گویا مالی لین دین میں قدرت واختیار کی ہر وہ شکل ۔جسے معاشرہ میں قبولیت حاصل ہو۔شرعا قبضہ کا مصداق سمجھا جائے گا، اسی طرح قبضہ کی قدرت واختیار دینا بھی قبضہ کے قائم مقام سمجھا جائے گا، احناف کے

یہاں کسی شئی پر حسی قبضہ ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ مبیع کا تخلیہ (تمام رکاوٹوں کو ہٹا کر دوسرے کو تصرف واستعمال کا حق دینا) کافی ہے، مروجہ تجارتی شکلوں میں تخلیہ کا معنی ومصداق یہ ہوگا کہ فروخت کردہ شئی کا حکمی قبضہ ((Uirtual Prossession) ثابت ہوجائے۔

خلاصہ یہ کہ مروجہ تجارتی شکلوں میں قبضہ کا مطلب یہ ہے کہ ضروری کاروائی عمل میں لے آئی جائے اس طور پر کہ فروخت کردہ شئی کی ذمہ داری اور حق تصرف بائع سے مشتری کی طرف منتقل ہوجائے اور سامان کی ذمہ داری (Liability) اور فوائد (Profits) وہ حق دار بن جائے تو بیع جائز ہوجائے گی۔

کیا شئی معدوم کو وصف، جنس، اور نوع وغیرہ بیان کر کے منضبط کیا جاسکتا ہے؟

اگر وہ چیز ایسی ہو جس کا وصف، نوع، جنس، قدر، منضبط کیا جا سکے نیز وہ مقدور التسلیم بھی ہو اور اس میں لوگوں کا تعامل بھی ہو اور مدت متعین کر لی جائے، غرضیکہ فریقین میں نزاع کا اندیشہ ختم ہوجائے تو یہ عقد استصناع کے حکم میں ہو کر بیع جائز ہوگی، بدائع الصنائع میں ہے:

وأما شرائط جوازه، فمنها: بيان جنس المستصنع ونوعه وقدره وصفته، لأنه مبيع فلا بد أن يكون معلوما، والعلم إنما يحصل بأشياء، ومنها: أن يكون ما للناس فيه تعامل كالقلنسوة والخف والآنية ونحوها، فلا يجوز فيما لا تعامل لهم فيه. (بدائع الصنائع ۵/۲۱۰)

ترجمہ: اور جہاں تک اس کے شرائط جواز کا تعلق ہے تو اس میں سے یہ کہ مستصنع کی جنس، نوع، قدر، اور ست بیان کر دی جائے، اس لئے کہ یہ مبیع ہے، لہذا اس کا معلوم ہونا ضروری ہے، اور علم کئی چیزوں سے حاصل ہوتا ہے، اور اس میں ایک یہ ہے کہ اس میں لوگوں کا تعامل ہو جیسے ٹوپی، خف، اور برتن وغیرہ، لہذا جن اشیاء میں لوگوں کا تعامل نہیں ہے اس میں جائز نہیں ہوگا۔

اس سلسلہ میں اوپر مالکیہ اور دیگر ائمہ کی کتب کے حوالہ اور عبارتیں نقل کی جاچکی ہیں، وہاں دیکھ لی جائیں اعادہ باعث تطویل ہوگا۔

عقد استصناع کے علاوہ بیع معدوم کی جائز صورتیں:

چونکہ بیع معدوم کی ممانعت اور بطلان کیوجہ غرر ہے، لہذا اگر ضروت ہو اور غرر ایسا معمولی ہو کہ اس سے بچنا ممکن نہ ہو تو جیسے گھر کی بنیاد، حاملہ جانور کو حمل کے ساتھ خریدنا اس احتمال کے ساتھ کہ حمل ایک یا زیادہ، مذکر ہے یا مؤنث، کامل الاعضاء ہے یا ناقص الاعضاء، بکری کو تھن کے دودھ کے ساتھ خریدنا، گھر ایک ماہ کے لئے کرایہ پر دینا حالانکہ معلوم نہیں مہینہ تیس کا ہوگا یا انتیس کا، حمام کرایہ پر دینا وغیرہ

اس سلسلہ میں ایک اصول ذہن میں رکھنا چاہئے کہ (۱) ہر وہ معدوم جس کا وجود مستقبل میں مجہول ہو اس کی بیع

جائز نہیں ہوگی۔(۲) ہر وہ معدوم جس کا وجود مستقبل میں حسب عادت محقق ہو اس کی بیع جائز ہوگی، جیسے فقہاء نے خود چار چیزوں کا استثناء کیا ہے، بیع سلم، عقد استصناع، اجارہ اور مساقات، اور آج کل کی معاصر سرگرمیوں میں جن کی گنجائش ہوسکتی ہے جیسے، عقد تورید، نقشوں اور تصویروں میں مکانات کی خرید وفروخت، عقد امتیاز، اوراق مالی کی مارکیٹنگ، (اسٹاک مارکیٹ) وغیرہ۔

۱۔عقد الامتیاز: جسے فرنچائز کہا جاتا ہے، آج کل کی تجارتی دنیا میں اس کا نظام بہت پھیل گیا ہے بڑی بڑی کمپنیاں خصوصا ملٹی نیشنل کمپنیاں اپنی مصنوعات کی ترویج اور فروخت کے لئے عام طور پر فرنچائز کے طریقہ کے تحت ہی ڈیلروں سے معاملات کرتی ہیں، اس کی کئی صورتیں جواز کے دائرہ میں آتی ہیں، اس کی تفصیل کے ملاحظہ ہو، مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب کی فقہ البیوع ۱/ ۲۸۰، نیز مولانا شاد صاحب کی ''مالی معاملات'' ۲/ ۱۱۷ تا ۱۲۷۔

۲۔عقد تورید: ایک جدید اصطلاح ہے، یہ دو فریقین کے درمیان ہونے والا ایسا معاہدہ ہے جس میں ایک فریق دوسرے کو ایک خاص چیز، خاص مقدار میں وقتا فوقتا فراہم کرتا رہتا ہے، چیز فراہم کرنے والا فروخت کنندہ، اور دوسرا فریق خریدار ہوتا ہے، قیمت یا تو شروع میں دے دی جاتی ہے یا بعد میں کسی خاص مدت کے بعد حساب کتاب کرلیا جاتا ہے، مثلا کسی ہوٹل میں یومیہ ایک من دودھ استعمال ہوتا ہے، انہوں نے کسی سے عقد مناقصہ کے ذریعہ معاملہ کیا، جو یومیہ ایک من دودھ ہوٹل والے کو پہونچاتا رہے گا، اسے ''عقد تورید'' یا ''اتفاقیات التورید'' کہتے ہیں۔

ایسے عقد میں چونکہ تمام چیزیں فوری نہیں بیچی جاتی ہیں، بلکہ یومیہ رفتہ رفتہ ایک خاص مقدار میں یہ چیزیں فراہم کی جاتی ہیں، اس لئے یہ عقد بھی فورا منعقد نہیں ہوتا، بلکہ رفتہ رفتہ جتنی مقدار کی چیز فراہم کی جائے گی اس کی بیع منعقد ہوتی جائے گی، اسلامک فقہ اکیڈمی جدہ نے ایک قرارداد میں لکھا ہے:

الف: عقد تورید ایسا عقد ہے جس میں ایک فریق یہ معاہدہ کرتا ہے کہ وہ ایک معلوم چیز رفتہ رفتہ، متعین زمانہ میں، تھوڑی تھوڑی دوسرے فریق کو معلوم ومتعین معاوضہ کے بدلہ فراہم کرے گا، یہ معاوضہ مکمل بعد میں دیا جانا طے ہو یا بعض۔

ب: اگر عقد تورید کا محل ایسی چیز ہے جو صنعت کا مقتضی ہے تو وہاں عقد استصناع منعقد ہوگا، اور اس پر استصناع کے احکام لاگو ہوں گے۔

ج: اگر عقد تورید کا محل ایسی چیز ہے جو صنعت کا مقتضی نہیں ہے، اور وہ کسی کے ذمہ لازم ہو، کہ وہ متعین وقت میں اسے دوسرے کے حوالہ کرے گا، تو ایسا عقد دو طرح سے مکمل ہوگا:

اول: مستورد (خریدار) مکمل قیمت عقد کے وقت ہی دے دے تو یہ بیع سلم ہوکر جائز ہوجائے گا، اور اس پر سلم کے احکام لاگو ہوں گے۔

دوم: مستورد (خریدار) مکمل قیمت عقد کے وقت نہ دے تو یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ معاملہ دوطرفہ وعدہ لازمہ پر مبنی ہے۔ (دیکھئے: مالی معاملات، ۲۰۱، ۲۰۲، ط: اکاڈمیہ الحسان)

۵۔ بیع مرابحہ للآمر بالشراء: یہ ایک جدید اصطلاح ہے جو اسلامی بینکوں میں رائج ہے، اس کی بنیادی صورت یوں ہوتی ہے کہ کوئی شخص بینک سے مخصوص چیز خریدنے کی خواہش کا اظہار کرتا ہے جسے وہ خود خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتا، بینک مطلوبہ سامان صارف کے کہنے پر خرید کر مرابحہ کی صورت میں یعنی نفع کے ساتھ کسٹمر کو فروخت کرتا ہے اور کسٹمر اس کی قیمت قسطوں میں ادا کرتا ہے۔ (دیکھئے: مالی معاملات ۱/ ۱۳۶، ط: اکادمیہ الحسان)

۶۔ دیون کی بیع: جس کی تقریباً چار صورتیں بنتی ہیں:

الف: بیع الدین بالدین ممن علیہ الدین (مقروض کو ادھار دین بیچنا)

ب: بیع الدین بالدین من غیر من علیہ الدین (کسی تیسرے شخص کو ادھار دین بیچنا)

ج: بیع الدین بالنقد ممن علیہ الدین (مقروض کو نقد کے بدلے دین بیچنا) اسمیں دو صورتیں ہیں اور دونوں تمام فقہاء کے یہاں جائز ہیں۔

د: بیع الدین بالنقد من غیر من علیہ الدین (کسی تیسرے کو نقد کے بدلے بیچنا) اس کی بھی دو صورتیں ہیں فقہاء احناف وحنابلہ کے یہان ناجائز اور مالکیہ کے یہاں جائز ہیں۔

۷۔ بیع مہر بھی بیع معدوم کی صورتوں میں سے ہے خواہ معجّل ہو یا مؤجل، شوہر سے بیچے یا کسی غیر سے۔

۸۔ سوق الاوراق المالیۃ (اسٹاک مارکیٹ) کے حصص (شیئرز) کی خرید وفروخت کی بعض صورتیں۔

مروج مالی معاملات کا حکم جن میں مبیع ظاہرا یا حقیقتا معدوم ہوتی ہے:

الف: محض نقشہ کی بنیاد پر پلاٹ یا مکان یا فلیٹ وغیرہ کی بیع کا مسئلہ ان مسائل مہمہ میں سے ہے جن علماء متاخرین کا اختلاف ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، بعض علماء نے محض کاغذی نقشہ دکھا کر بیع کرنا درست نہیں مانا ہے، کیونکہ یہ معدوم ومجہول ہے، اس میں نزاع کا اندیشہ ہے، الغرض بہت سی وجوہ ہیں جن کی بناء پر بیع وشراء درست نہیں، البتہ اس کے درست ہونے کی شکل یہ بیان کی ہے بلکہ شرط رکھی ہے کہ اول عقد ہی میں راس المال ادا کر دیا جائے تاکہ وہ بیع سلم کی قبیل سے ہو جائے، تو جائز ہوگا۔

جب کہ دوسرے بعض علماء نے اس کی شرط نہیں رکھی ہے بلکہ بالاقساط ادائیگی کو بھی جائز مانا ہے، گویا کہ وہ اس کو عقد استصناع کی قبیل سے مانتے ہیں، اور عقد استصناع مستقل بالذات ایک عقد ہے، چنانچہ تاتارخانیہ میں ہے:

بأن الاستصناع جائز في كل ما جرى فيه التعامل فيه، كالقلنسوة والخف والأواني المتخذة من الصفر والنحاس وما أشبه ذلك استحسانا. (تاتارخانیہ ۹/۴۰۰)

ترجمہ: استصناع استحسانا ہر اس چیز میں جائز ہے جس میں (لوگوں) کا تعامل جاری ہے، جیسے ٹوپی، خف اور وہ برتن جو تانبہ اور پیتل وغیرہ سے بنائے جاتے ہیں ۔

ہندیہ میں ہے:

يجوز الاستصناع لتعامل الناس وتعارفهم في سائر الأعصار من غير نكير ،كذا في محيط السرخسي.(۴/۵۱۷)

ترجمہ: استصناع لوگوں کی تعامل کی وجہ سے جائز ہے اور ہر زمانہ میں بغیر نکیر کے لوگوں میں متعارف رہا ہے، ''محیط سرخسی'' میں اسی طرح ہے۔

بہر حال راقم کا رجحان بھی جواز کی طرف ہے، لیکن مشتری اول کا جب تک قبضہ نہ ہو جائے اس کو دوسرے سے نہیں بیچ سکتا ہے۔

ب: زمیں کے مالک اور بلڈر کا یہ معاہدہ کرنا کہ بلڈر اپنے خرچے سے اس زمین پر فلیٹس بنائے گا جس میں سے مالک کو ایک یا چند فلیٹ دے دے گا، شرعا یہ معاہدہ فاسد ہے، اگر کسی نے اس طرح کا معاہدہ کیا تو تو تمام فلیٹس مالکِ زمین کے ہوں گے اور بلڈر تعمیرات پر خرچ ہونے والی رقم اور اجرت مثل (یعنی اس جیسے کام کی مارکیٹ میں جتنی اجرت دینے کا رواج ہے) کا حق دار ہوگا۔

البتہ اگر اس کی لاگت بقیہ زمین وفلیت کے برابر ہو تو اس کے عوض باہمی رضامندی سے بلڈرر کو فلیٹ بھی دئے جاسکتے ہیں، ''جامع الفصولین'' میں ہے:

دفع إليه أرضا أن يبني كذا وكذا بيتا وسمى طولها وعرضها وكذا كذا حجرة على أن ما بنى فهو بينهما على أن اصل الدار بينهما نصفان فبناها كما شرط فهو فاسد وكله لرب الأرض وعليه للباني قيمة مابنى يوم بنى وأجر مثل ما عمل.(جامع الفصولين ،الفصل الرابع والثلاثون فى الاحكامات، أحكام العمارة فى ملك الغير، ص: ۱۶۱، ط:اسلامى كتب خانه كراچى)

ترجمہ: (مالک نے) اس کو (بلڈر کو) زمین دی کہ اس پر اس اس طرح اور اتنے گھر تعمیر کردے، اور اس کا طول وعرض بیان کردیا، اس شرط کے ساتھ کہ جو مکانات وہ بنائے گا ان دونوں کے درمیان درمیان نصف نصف ہوگا، پس اس نے شرط کے مطابق تعمیر کیا تو یہ بیع فاسد ہوگی، اور سارے مکانات مالک زمین کے ہوں گے، اور اس (مالک) پر بانی کے لئے اجرت مثل لازم ہوگی۔

ج: سافٹ کاپی مثلا پی ڈی ایف فائل، مختلف ایپلی کیشن اور سافٹ ویئر جو جائز مقاصد میں استعمال ہوتے ہوں، ان کی خرید وفروخت جائز ہے کیونکہ اصطلاح شرع میں بیع کہا جاتا ہے، مرغوب شئ کو مرغوب چیز کے عوض بیچنا

، نیز یہ اشیاء مبیع بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں، کیوں کہ مبیع کا مال متقوم ہونا، بائع کی ملکیت میں ہونا اور راس کا وجود ہونا شرعاً ضروری ہے، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا محسوس وجود تو بظاہر نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ وجود کے لئے وجود حسی ضروری نہیں ہے، وجود معنوی ہونا بھی کافی ہے، فتاوی شامی میں ہے:

إذ من شرط المعقود عليه :أن يكون موجودا مالا متقوما مملوكا في نفسه ،وأن يكون ملك البائع فيما يبيعه لنفسه وأن يكون مقدور التسليم.(شامی۵/۵۸ ، ۵۹کتاب البيوع باب البيع الفاسد،ط:دار الفكر)

ترجمہ:اس لئے کہ معقود علیہ (مبیع) کے شرط میں سے ہے کہ وہ موجود ہو، مال متقوم ہو، فی نفسہ مملوک ہو، اور اس کی خود کی ملکیت میں ہو، اور مقدور التسلیم ہو۔

د:اگر کچھ پھل نکل آئے اور کچھ نہیں نکلے ،لیکن ان کا نکلنا مستقبل میں متوقع ہیں ،اور راب مالک باغ تمام پھلوں کو فروخت کرتا ہے، ان کو بھی جو نکل آئے ہیں اور ان کو بھی جو نہیں نکلے ہیں، تو اما مالک کے نزدیک یہ صورت جائز ہے، جیسا کہ میں اوپر نے اس حوالہ سے دو اصول بیان کئے ہیں، بقیہ ائمہ ثلاثہ، امام ابوحنیفہؒ شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے چنانچہ ''رحمۃ الامۃ'' میں ہے:

وإذا باع الثمرة الظاهرة وما يظهر بعد ذلك لم يصح البيع عند أبي حنيفة والشافعي وأحمد وقال مالك يجوز.(رحمة الامة ص:۱۷۷ ،بحواله حلال وحرام ،ص: ۳۶۳، مولانا خالد سيف الله رحمانی)

ترجمہ:اور جب ان پھلوں کو بیچے جو آچکے ہیں، ان پھلوں کے ساتھ جو ابھی تک نہیں آئے ہیں، تو ائمہ ثلاثہ، ابوحنیفہ، شافعی اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک بیع صحیح نہیں ہوئی، اور امام مالکؒ فرماتے ہیں بیع جائز ہے۔

اسی طرح اگر پھل قابل استعمال ہو گئے ہیں اور باغ کے باقی پھل ابھی قابل استعمال نہیں ہوئے ہیں، تو بھی امام شافعی اور احمد کے برخلاف امام مالکؒ نے اس کی اجازت دی ہے، بشرطیکہ باغ کے تمام درخت ایک ہی پھل کے ہوں، احناف کے یہاں عام اصول کے مطابق نکلے ہوئے پھلوں کے ساتھ ان پھلوں کی فروخت درست نہ ہوگی جو ابھی نکلے ہی نہ ہوں، یہی فقہاء احناف یہاں ظاہر الروایۃ ہے۔

ایک طرف فقہاء کے یہ اقوال ہیں دوسری طرف عوام میں بڑھتا ہوا تعامل، کہ کچھ پھل آتے ہی باغ فروخت کر دیا جاتا ہے اسی کو سامنے رکھتے ہوئے بعض فقہاء نے اس میں نرم روی اختیار کی ہے، چنانچہ ابن نجیمؒ نے نقل کیا ہے کہ امام فضلیؒ کہتے ہیں کہ لوگوں کا انگور کی خرید وفروخت میں اسی نوعیت کا تعامل ہو گیا ہے، اور اب

ان کو اس سے روکنے میں حرج ہے، اس لئے استحسانا میں اس کو جائز قرار دیتا ہوں، امام محمدؒ نے درخت پر لگے ہوئے گلاب کی خرید وفروخت کی اجازت دی ہے، حالانکہ گلاب کے پھول ایکبارگی نہیں نکلتے اور نہ کھلتے ہیں، بلکہ یکے بعد دیگرے نکلتے ہیں، بعد کے فقہاء نے عام تعامل کو سامنے رکھتے ہوئے اس مسئلہ میں امام فضلیؒ ہی کی رائے پر عمل کیا ہے، پھر چونکہ مارکیٹ میں جو پھل آتا ہے وہ اسی کی طریق پر، اس لئے پھل کا کھانا ہی حرام ہوجائے گا، پس اب اس طرح کی خرید وفروخت نے ضرورت کا درجہ اختیار کرلیا ہے، لہذا جس طرح ضروت کی رعایت کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''بیع سلم'' کی اجازت دے دی، حالانکہ وہ ایک شئی معدوم کی بیع ہے اسی طرح خرید وفروخت کی اس نوعیت کے معاملات کو درست کہنا چاہئے۔ (دیکھئے: حلال وحرام ص: ۲۶۳، ۶۴)

ھ: اگر گراہک نے سامان کا آرڈر دیا اور دکان دار کے پاس وہ سامان نہیں ہے، لیکن مارکیٹ میں ہے وہ آپ کو انتظام کر کے دیدے گا، یا کچھ سامان اس کے پاس ہے اور کچھ مارکیٹ سے انتظام کرے گا تو یہ صورت درست ہے، کوئی حرج نہیں، لیکن خیال رہے کہ اس کی ملکیت میں آنے سے پہلے اس پر عقد بیع کا حکم جاری نہیں ہوگا، البتہ یہ دونوں کے درمیان وعدہ بیع ہوگا، اور مشتری سامان آجانے کے بعد خریدے گا۔ **عن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ قال: یا رسول اللہ! یأتیني الرجل فیرید البیع لیس عندي، أفأبتاعه له من السوق؟ فقال: لا تبع مالیس عندک.** (ابوداود، رقم: ۳۵۰۳) ترجمہ:: حضرت حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: عرض کیا یارسول اللہ! ایک آدمی میرے پاس آتا ہے اور اس چیز کی بیع کرنا چاہتا ہے جو میرے پاس نہیں ہے، کیا میں بازار سے خرید کر اسے دے دوں ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس چیز کی بیع نہ کرو جو تمہارے پاس نہیں ہے۔

وجہ دلالت: یہ حدیث اس چیز کی بیع کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے جو انسان کے پاس موجود نہ ہو، اور معدوم بھی عقد کے وقت بائع کے پاس نہیں ہوتا ہے۔

دوسری شکل یہ ہوسکتی ہے کہ دکان دار گراہک سے مطلوبہ سامان لانے کا اتفاق کرلے اور اس کی صفات واوصاف منضبط کرلے مثلا کوالٹی، مدت، جنس، قدر وغیرہ اور گراہک مجلس عقد میں قیمت ادا کردے تو ''بیع سلم'' کی شکل ہوجائے گی اور عقد موصوف فی الذمہ پر ہوگا، بعینہ کسی چیز پر بیع نہیں ہے، یہ بھی درست ہے۔

خلاصۂ بحث:

۱-: معدوم وہ ہے جو موجود کا مقابل ہو، اسی سے معدوم مطلق ہے، اس سے مراد وہ چیز جس کا ثبوت نہ ذہن میں ہو، نہ خارج میں، لیکن یاد رہے فقہاء اس سے بحث نہیں کرتے جس کا وجود نہ عقلا ہو، نہ حساً، بلکہ وہ اس سے بحث کرتے ہیں جو اپنے نام اور وصف کے ساتھ ذہن میں تو موجود ہو، لیکن واقع محسوس میں غیر موجود ہو۔

۲۔معدوم کی دو قسمیں ہیں:

الف: معدوم حقیقی: اور اس سے مراد وہ چیز ہے جس کی نہ کوئی صورت ہو اور نہ ہی خارج میں کوئی وجود ہو۔

ب: معدوم حکمی: اس سے مراد وہ اشیاء ہیں جن کے بارے میں شریعت نے عدم وجود کا حکم صادر کر دیا ہے، اس سے انتفاع جائز نہ ہونے کی وجہ سے، چاہے اس کی کوئی صورت اور خارج میں اس کا کوئی وجود ہی کیوں نہ ہو، مثال کے طور پر وہ منفعت جو شرعاً حرام ہے، وہ ایسے ہے جیسے حسی طور پر معدوم ہے۔

ج: بعض فقہاء احناف نے معدوم حقیقی کے ساتھ معدوم عرفی کو بھی شامل کیا ہے، اور اس سے مراد وہ اشیاء ہیں جو پیدائشی طور پر دوسرے سے ایسے جڑی ہیں کہ انکا الگ سے وجود کالعدم ہے، جیسے تھن میں دودھ وغیرہ۔

۳۔بیع معدوم کے حکم کے سلسلہ میں فقہاء کے دو آراء ہیں:

الف: جمہور فقہاء احناف، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ بیع معدوم باطل ہے۔

ب: دوسری رائے جس کو علامہ ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ۔ یہ دونوں حضرات متاخرین حنابلہ میں سے ہیں۔نے اختیار کیا ہے، وہ یہ ہے کہ معدوم کی بیع جائز ہے۔

۴۔دونوں آراء میں غور کرنے سے راقم الحروف کا رجحان اس طرف ہے کہ بیع معدوم درج ذیل شرائط کے ساتھ باطل ہے:

الف: مبیع اعیان میں سے ہو، کیونکہ منافع کی بیع عدم کی صورت میں بھی جائز ہے، بلکہ اسی کے ساتھ ہی مکمل ہوتی ہے جیسے کہ اجارہ میں۔

ب: سلم اور استصناع کے شرائط اس میں نہ پائے جاتے ہوں، اگر ان دونوں کے شرائط پالئے جائیں تو سلم اور راستصناع ہو کر جائز ہو جائے گی، باوجود یکہ وہ عقدِ معدوم ہے لیکن مستقبل میں اس وجود ممکن ہے۔

ج: بیع معدوم غرر فاحش پر مشتمل ہو، بایں طور کہ ایسا مجہول ہو جو مفضی اِلی النزاع ہو، غیر مقدور التسلیم ہو، نیز مملوک نہ ہو، وغیرہ۔

د: معدوم اصلا منفرد (الگ) ہو کسی موجود کے تابع نہ ہو، جیسے کہ وہ پھل جواب تک اُگا ہی نہیں ہے، نیز ساتھ میں ظاہری پھل کا وجود بھی معدوم ہے۔

۵۔بیع معدوم میں ممانعت کی علت غرر جہالت اور حوالگی پر عدم قدرت ہے۔

۶۔اگر وہ چیز ایسی ہو جس کا وصف، جنس، قدر، منضبط کیا جا سکے نیز وہ مقدور التسلیم بھی ہو اور مدت متعین کر لی جائے تو بیع جائز ہو گی۔

۷۔چونکہ بیع معدوم کی ممانعت اور بطلان کیوجہ غرر ہے، لہذا اگر ضرورت ہو اور غرر ایسا معمولی ہو کہ اس سے بچنا

ممکن نہ ہو جیسے گھر کی بیع بنیاد کے ساتھ، حاملہ جانور کو حمل کے ساتھ خریدنا اس احتمال کے ساتھ کہ حمل ایک ہے یا زیادہ، مذکر ہے یا مؤنث، کامل الاعضاء ہے یا ناقص الاعضاء، بکری کو تھن کے دودھ کے ساتھ خریدنا، گھر ایک ماہ کے لئے کرایہ پر دینا حالانکہ معلوم نہیں مہینہ تیس کا ہوگا یا انتیس کا، حمام کرایہ پر دینا وغیرہ۔

۸۔اس سلسلہ میں ایک اصول ذہن میں رکھنا چاہئے کہ (۱) ہر وہ معدوم جس کا وجود مستقبل میں مجہول ہو اس کی بیع جائز نہیں ہوگی۔ (۲) ہر وہ معدوم جس کا وجود مستقبل میں حسب عادت محقق ہو اس کی بیع جائز ہوگی، جیسے فقہاء نے خود چار چیزوں کا استثناء کیا ہے، بیع سلم، عقد استصناع، اجارہ اور مساقات، اور آج کل کی معاصر سرگرمیوں میں جن کی گنجائش ہوسکتی ہے جیسے، عقد تورید، نقشوں اور تصویروں میں مکانات کی خرید وفروخت، عقد امتیاز، اوراق مالی کی مارکیٹنگ، (اسٹاک مارکیٹ) وغیرہ۔

۹۔الف: عقد استصناع ہے، جائز ہوگا، لیکن مشتری اول کا جب تک قبضہ نہ ہو جائے اس کو دوسرے سے نہیں بیچ سکتا ہے۔

ب: زمیں کے مالک اور بلڈر کا یہ معاہدہ کرنا کہ بلڈر اپنے خرچے سے اس زمین پر فلیٹس بنائے گا جس میں سے مالک کو ایک یا چند فلیٹ دے دے گا، شرعاً یہ معاہدہ فاسد ہے، اگر کسی نے اس طرح کا معاہدہ کیا تو تو تمام فلیٹس مالکِ زمین کے ہوں گے اور بلڈر تعمیرات پر خرچ ہونے والی رقم اور اجرت مثل (یعنی اس جیسے کام کی مارکیٹ میں جتنی اجرت دینے کا رواج ہے) کا حق دار ہوگا۔

ج: تعامل کی وجہ سے جائز ہوگا، نیز روکنے میں حرج ہے، اور دیگر کئی طرح کے مفاسد پیدا ہوں گے۔

د: اس کی تین صورتیں بنتی ہیں:

۱۔جو سامان موجود ہے اس کی بیع بلاشبہ جائز ہے۔

۲۔جو سامان نہیں ہے دکان دار انتظام کر کے دے گا، یہ صورت درست ہے، کوئی حرج نہیں، لیکن اس پر عقد بیع کا حکم جاری نہیں ہوگا اس کی ملکیت میں آنے سے پہلے، البتہ یہ دونوں کے درمیان وعدہ بیع ہوگا، اور مشتری سامان آجانے کے بعد خریدے گا۔

۳۔ایک شکل یہ ہوسکتی ہے کہ دکان دار گراہک سے مطلوبہ سامان لانے کا اتفاق کر لے اور اس کی صفات واوصاف منضبط کر لے مثلاً کوالٹی، مدت، جنس، قدر وغیرہ اور گراہک مجلس عقد میں قیمت ادا کر دے تو ''بیع سلم'' کی شکل ہو جائے گی اور عقد موصوف فی الذمہ پر ہوگا، بعینہ کسی چیز پر بیع نہیں ہے، یہ بھی درست ہے۔ واللہ اعلم

بیع معدوم کی چند جدید صورتیں

مولانا خورشید انور اعظمی
صدر مدرس وشیخ الحدیث جامعہ مظہر العلوم بنارس

اسلام میں خرید وفروخت کے کچھ اہم اور بنیادی اصول مقرر کئے گئے ہیں، جن کے اختیار کرنے سے معاملات میں حد درجہ صفائی رہتی ہے، بائع اور مشتری کے درمیان کسی طرح کا نزاع پیدا نہیں ہو پاتا اور عاقدین اپنے معاملے سے پورے طور پر مطمئن رہتے ہیں، اسی وجہ سے شریعت میں خرید وفروخت کی بعض صورتوں کو ممنوع قرار دیا گیا ہے، ان میں سے ایک صورت معدوم کی بیع بھی ہے، زیر نظر مقالے میں اسی بیع کی مروجہ بعض صورتوں کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں گفتگو کی جارہی ہے۔

سوال: 1۔ بیع معدوم کا مفہوم اور اس کی اقسام:

جواب: صحت بیع کے لئے ضروری ہے کہ جس چیز کی خرید وفروخت کا معاملہ کیا جائے، وہ بوقت عقد موجود ہو، اگر وہ چیز عقد بیع کے وقت معدوم ہو تو اس پر معاملہ بیع کرنا از روئے شرع منع ہے، اور ایسی بیع کو باطل قرار دیا گیا ہے۔

مجلۃ الاحکام العدلیۃ میں ہے:

"الْمَحَلُّ الْقَابِلُ لِحُكْمِ الْبَيْعِ عِبَارَةٌ عَنْ الْمَبِيعِ الَّذِي يَكُونُ مَوْجُودًا وَمَقْدُورَ التَّسْلِيمِ وَمَالًا مُتَقَوِّمًا. فَبَيْعُ الْمَعْدُومِ وَمَا لَيْسَ بِمَقْدُورِ التَّسْلِيمِ وَمَا لَيْسَ بِمَالٍ مُتَقَوِّمٍ بَاطِلٌ". (مجلة الأحكام العدلية مع شرح الأتاسي 248/2، المادة: 363، دار الكتب العلمية بيروت)

(حکم بیع کو قبول کرنے والے محل سے مراد وہ مبیع ہے جو موجود، مقدور التسلیم اور مال متقوم ہو، چنانچہ معدوم اور غیر مقدور التسلیم کی بیع نیز ایسی چیز کی بیع جو مال متقوم نہ ہو، باطل ہے)

بیع معدوم کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ ایسے معدوم کی بیع جس کا سرے سے وجود ہی نہ ہو اور نہ یہ معلوم ہو کہ آئندہ اس کا وجود ہوگا یا نہیں۔ یہ بیع بالاتفاق ناجائز ہے۔

۲۔ ایسے معدوم کی بیع جو موصوف فی الذمہ ہو۔ یہ عقد سلم اور استصناع کی صورت ہے۔ جو درست ہے۔

۳۔ایسے معدوم کی بیع جو موجود کے تابع ہو۔ یہ بعض صورتوں میں جائز ہے۔

سوال: ۲۔بیع معدوم کے سلسلے میں فقہاء کی آراء اور ان کے دلائل:

جواب: بیع معدوم کے سلسلے میں فقہاء کے دو اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ بیع معدوم نا جائز ہے، یہ خیال جمہور فقہاء کا ہے۔علامہ کاسانی انعقاد بیع کی شرائط کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وأما الذي يرجع إلى المعقود عليه فأنواع، منها أن يكون موجودًا فلا ينعقد بيع المعدوم. (بدائع الصنائع: 544/6، دار الكتب العلمية بيروت)

(معقود علیہ سے متعلق باتوں کی کئی قسمیں ہیں، ایک یہ کہ وہ موجود ہو، لہذا بیع معدوم منعقد نہیں ہوگی)

فتاوی ہندیہ میں ہے:

وأما شرائط الانعقاد فأنواع، منها في العاقد . . . ومنها في المبيع: وهو أن يكون موجودًا، فلا ينعقد بيع المعدوم. (3/3، دار الكتب العلمية بيروت)

(شرائط انعقاد کی کئی قسمیں ہیں، کچھ عاقد کے بارے میں۔۔۔اور کچھ مبیع کے بارے میں، اور وہ یہ ہے کہ وہ موجود ہو، لہذا معدوم کی بیع منعقد نہیں ہوگی)

مجری الأنہر میں ہے:

"وأما شرط المعقود عليه بأن يكون موجودًا .... وأن يكون مقدور التسليم. (مجرى الأنهر على ملتقى الأبحر 217/4، دار الكتب العلمية بيروت)

(جس مال پر عقد کیا جائے، اس کی شرط یہ ہے کہ وہ موجود ہو اور یہ کہ وہ مقدور التسلیم ہو)

علامہ قرافی مالکی لکھتے ہیں: بيع المجهول الموجود باطل قطعًا، فيبطل بطريق الأولى بيع المعدوم. (الفروق 478/3، دار الكتب العلمية بيروت)

(جب موجود مجہول کی بیع قطعا باطل ہے تو معدوم کی بیع تو بدرجہ اولی باطل ہوگی)

علامہ شیرازی شافعی لکھتے ہیں:

ولا يجوز بيع المعدوم، كالثمرة التي لم تخلق. (المهذب: 12/2، دار الكتب العلمية بيروت)

(بیع معدوم جائز نہیں ہے، جیسے وہ پھل جو پیدا نہیں ہوا ہے)۔

امام نووی لکھتے ہیں:

بيع المعدوم باطل بالإجماع.

(المجموع شرح المهذب: 310/9، الناشر: مكتبة الإرشاد۔ جدة)

(بیع معدوم بالاجماع باطل ہے)

ابن قدامہ حنبلی "الكافي" میں لکھتے ہیں:

ولا يجوز بيع المعدوم، لما روى أبو هريرة أن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - نهى عن بيع الغرر. (رواه مسلم. الكافي: 9/2، دار الكتب العلمية بيروت)

(بیع معدوم جائز نہیں ہے، حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع غرر سے منع فرمایا ہے، رواہ مسلم)۔

دوسرا قول یہ ہے کہ بیع معدوم درست ہے بشرطیکہ اس میں غرر وغیرہ جیسی کوئی قباحت نہ پائی جاتی ہو، اگر اس میں غرر وغیرہ پایا جائے تو پھر ناجائز ہے۔ اس بات کے قائل علامہ ابن تیمیہ اور ابن قیم ہیں۔

علامہ ابن قیم اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ليس في كتاب الله، ولا في سنة رسول الله - صلى الله عليه وسلم ولا في كلام أحد من الصحابة أن بيع المعدوم لا يجوز لا بلفظ عام، ولا بمعنى عام وإنما في السنة النهي عن بيع بعض الاشياء التي هي معدومة، كما فيها النهي عن بيع بعض الاشياء الموجودة، فليست العلة في المنع لا العدم ولا الوجود بل الذي وردت به السنة النهي عن بيع الغرر وهو: ما لا يقدر على تسليمه سواء كان موجوداً أو معدوما. (اعلام الموقعين: 7/1، دار الكتب العلمية بيروت)

(نہ کتاب اللہ میں نہ سنت رسول میں اور نہ کسی صحابی کے کلام میں یہ ہے کہ بیع معدوم جائز نہیں ہے۔ نہ کسی لفظ عام سے اور نہ کسی معنی عام سے۔ بلکہ سنت میں بعض معدوم اشیاء کی بیع سے ممانعت وارد ہوئی ہے۔ جیسا کہ اس میں بعض موجود اشیاء کی بیع سے ممانعت آئی ہوئی ہے۔ لہذا ممانعت کی علت نہ عدم ہے اور نہ وجود، بلکہ جو چیز سنت میں وارد ہے وہ غرر سے ممانعت ہے، یہ وہ ہے جس کے تسلیم پر قدرت نہ ہو، عام ازیں کہ وہ موجود ہو یا معدوم)

جمہور فقہاء کے دلائل:

1- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع غرر سے منع فرمایا ہے۔ صحیح مسلم میں ہے:

عن أبي هريرة قال: نهى رسول الله - صلى الله عليه وسلم - عن بيع الغرر. (صحيح مسلم مع شرح النووي 1513)

(حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع غرر سے منع فرمایا)

وجہ استدلال کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ شیرازی لکھتے ہیں:

والغرر: ما انطوى عنه أمره، وخفيت عليه عاقبته۔۔والمعدوم قد انطوى أمره، وخفي عليه عاقبته، فلم يجز بيعه. (المهذب: 12/2، دار الكتب العلمية بيروت)

(غرر وہ ہے کہ اس کا معاملہ غیر واضح ہو اور اس کا انجام مخفی ہو۔۔۔اور معدوم وہ ہے جس کا معاملہ غیر واضح اور اس کا انجام مخفی ہو، لہذا اس کی بیع جائز نہیں ہوگی)۔

امام نووی تحریر فرماتے ہیں:

وأما النهي عن بيع الغرر فهو أصل عظيم من أصول كتاب البيوع . ويدخل فيه مسائل كثيرة غير منحصرة، كبيع الآبق والمعدوم والمجهول. (شرح النووي على صحيح مسلم 156/10، الطبعة الأولى المصرية بالأزهر)

(رہی بیع غرر سے ممانعت تو وہ کتاب البیوع کی ایک عظیم اصل ہے۔اور اس میں بیشمار مسائل داخل ہیں، جیسے معدوم، مجہول اور بھاگنے والے غلام کی بیع)

۲۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع سنین سے منع فرمایا ہے۔صحیح مسلم میں ہے:

عن جابر، قال: نهى رسول الله - صلى الله عليه وسلم - عن بيع السنين. وفي رواية ابن أبي شيبة: عن بيع الثمر سنين. (صحيح مسلم: 1536)

(حضرت جابر سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع سنین سے منع کیا۔اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے: کئی سال تک آنے والے پھل کی بیع سے منع کیا)

امام نووی بیع معاومہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وأما النهي عن بيع المعاومة: وهو بيع السنين، فمعناه: أن يبيع ثمر الشجرة عامين، أو ثلاثة، أو أكثر، فيسمى بيع المعاومة، وبيع السنين، وهو باطل بالاجماع، نقل الاجماع فيه ابن المنذر وغيره، لهذه الاحاديث؛ ولانه بيع غرر؛ ولانه بيع معدوم، ومجهول، وغير مقدور على تسليمه، وغير مملوك للعاقد. (شرح النووي على صحيح مسلم: 193/10)

(رہی بیع معاومہ جو کہ بیع سنین ہے، اس کی ممانعت کا مطلب یہ ہے کہ دو سال، تین سال یا اس سے زیادہ تک آنے والے درخت کے پھل کی بیع کرے، اس کو بیع معاومہ اور بیع سنین کہتے ہیں، اور یہ بالاجماع باطل ہے، ابن منذر وغیرہ نے ان احادیث کی وجہ سے اس پر اجماع نقل کیا ہے، اور اس وجہ سے کہ وہ بیع غرر ہے، اور اس وجہ سے کہ وہ معدوم، مجہول، غیر مقدور التسلیم کی بیع ہے اور عاقد کی ملکیت میں نہیں ہے)

3۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع حبل الحبلۃ سے منع فرمایا ہے۔بخاری و مسلم نے اس کو اپنی کتاب میں نقل

کیا ہے:

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - نهى عن بيع حبل الحبلة.

(حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع حبل الحبلۃ سے منع فرمایا ہے)

امام بخاری نے مزید صراحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

وكان بيعًا يتبايعه أهل الجاهلية، كان الرجل يبتاع الجزور إلى أن تنتج الناقة، ثم تنتج التي في بطنها. (البخاري: 2143، ومسلم: 1514)

(یہ ایسی بیع تھی کہ اہل جاہلیت اسے کیا کرتے تھے، ایک شخص اونٹ خریدتا تھا یہاں تک کہ اونٹنی بچہ دیدے پھر اس کے پیٹ میں جو حمل ہے وہ بچہ جنے)

۴- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع وشراء سے متعلق ایک سوال کے جواب میں حضرت حکیم بن حزام سے فرمایا:

لا تبع ما ليس عندك.

(جو چیز تمہارے پاس نہیں ہے اس کی بیع مت کرو)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اگر ایک شی موجود ہونے کے باوجود قبضہ میں نہ ہو تو اس کی بیع درست نہیں ہے پھر اگر ایک شی سرے سے موجود ہی نہ ہو تو اس کی بیع کیسے درست ہوسکتی ہے۔

علامہ قرافی مالکی نے اس بات کی بہت اچھے انداز میں وضاحت فرمائی ہے، لکھتے ہیں:

بيع المجهول الموجود باطل قطعًا، فيبطل بطريق الأولى بيع المعدوم. (الفروق: 3/478، دار الكتب العلمية بيروت)

(موجود مجہول کی بیع قطعی طور پر باطل ہے لہذا معدوم کی بیع تو بطریق اولی باطل ہوگی)

مذکورہ بالا تفصیل سے جمہور کا مسلک راجح معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ احادیث میں جن چیزوں کی بیع سے منع کیا گیا ہے ان میں "معدوم" کا لفظ اگر چہ وارد نہیں ہوا ہے لیکن مذکورہ احادیث سے معدوم کا مفہوم پورے طور پر واضح ہے۔

سوال: ۳- بیع معدوم کی ممانعت کی علت وحکمت، مبیع کا معدوم ہونا ہے یا اس میں غرر وغیرہ کا پایا جانا۔

جواب: علامہ ابن قیم وغیرہ نے بیع معدوم کی ممانعت کی علت غرر کو قرار دیا ہے، لیکن راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس کی علت شی کا معدوم ہونا ہے، جو غرر اور اس کے غیر مقدور التسلیم ہونے کو مستلزم ہوتا ہے، اس لئے کہ غرر اس میں بھی پایا جاتا ہے جو سرے سے خارج میں موجود ہی نہ ہو اور اس میں بھی جاتا ہے جس کا وجود خارج میں تو ہو مگر اس کا

حصول اور عدم حصول یقینی نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بیع غرر اور بیع معدوم الگ الگ بولا جاتا ہے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

الغرر مایکون مستور العاقبة. (المبسوط: 194/12، دار المعرفة بیروت)

(غرر وہ ہے جس کا انجام معلوم نہ ہو)۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

الغرر هو الخطر الذی استوی فیه طرف الوجود والعدم بمنزلة الشک. (بدائع الصنائع: 263/5)

(غرر وہ غیر یقینی صورت ہے جس میں عدم و وجود کا پہلو بمنزلہ شک مساوی ہو)

اور بیع معدوم کی ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ انسان غرر و مخاطرہ اور قمار جیسی قباحتوں سے محفوظ رہتا ہے اور معاملہ خرید و فروخت میں کسی طرح کا نزاع پیدا نہیں ہوتا۔

سوال: ۴۔ بیع معدوم کو عقد استصناع پر قیاس کا مسئلہ:

جواب: عقد استصناع اور عقد سلم کے درمیان بعض چیزوں میں تو یکسانیت ہے کہ بوقت عقد جنس، نوع، مقدار اور صفت کی وضاحت کرنا دونوں میں لازم اور ضروری ہوتا ہے لیکن بعض چیزوں میں فرق ہے، چنانچہ عقد استصناع میں تعامل ناس کی لازمی شرط ہے اور ساتھ ہی اس میں کوئی مدت بھی طے نہیں ہوتی اور اگر قابل لحاظ مدت طے ہو جائے تو وہ سلم ہو جائے گا۔ نیز استصناع میں قیمت کی ادائیگی بعد میں تاجیلا ہوتی ہے۔ اور سلم میں مجلس کے اندر ہی قیمت کی ادائیگی لازم ہوتی ہے۔ نیز سلم میں وقت عقد سے لے کر مدت ادائیگی تک مبیع کا موجود ہونا ضروری ہے۔ اسی کے ساتھ استصناع ایک عقد غیر لازم ہے اور سلم بیع لازم۔ جب بیع سلم اور عقد استصناع کے درمیان اتنے سارے فرق پائے جاتے ہیں تو ایک کا دوسرے پر قیاس کرنا آسان نہیں ہوگا۔

سوال: ۵۔ مبیع کے وجود میں آنے اور اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کے اوصاف بتا کر معاملہ کرنا:

جواب: اوصاف بتا کر خیار رویت کے ساتھ معاملہ کرنا درست ہے۔ اسی طرح عقد استصناع بھی درست ہے، اگر اس میں تعامل ناس ہو نیز مبیع کے وجود میں نہ ہونے کی صورت میں بیع سلم درست نہیں ہوگی کہ اس میں وقت عقد سے لے کر مدت ادائیگی تک سامان کا مارکیٹ میں موجود رہنا ضروری ہے، البتہ اگر مبیع موجود ہو مگر قبضہ نہ ہو تو بیع سلم کی شرائط کے ساتھ اس کی گنجائش ہوگی۔

سوال: ۶۔ بسا اوقات یہ معاملہ اس طرح ہوتا ہے کہ ایک تاجر اس کو دوسرے سے بیچتا ہے، اور دوسرا تیسرے سے، اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

جواب: اگر مبیع موجود نہ ہو یا ہو مگر اس پر قبضہ نہ ہوا اور ایک تاجر دوسرے تاجر کے ہاتھ اس کی بیع کرے اور

دوسرا تاجر تیسرے تاجر کے ہاتھ اس کی بیع کرے اور یہ سلسلہ چلتا رہے تو یہ جائز نہیں ہے۔اس لئے کہ مبیع کے موجود نہ ہونے کی صورت میں بیع معدوم ہے جو ناجائز ہے۔اور قبضہ نہ ہونے کی صورت میں، بیع قبل القبض ہے، نیز اس میں "ربح مالا یضمن" لازم آرہا ہے جو ممنوع ہے۔مفتی تقی عثمانی صاحب مسئلہ استصناع کے ذیل میں لکھتے ہیں:

وبما ان المصنوع ملک للصانع، ولیس ملکا للمستصنع قبل التسلیم فلایجوز للمستصنع ان یبیعه قبل التسلیم. (فقه البیوع:2/1129)

(چوں کہ مصنوع، صانع کی ملک ہے، اور تسلیم سے پہلے مستصنع کی ملک نہیں ہے، اس لئے مستصنع کے لئے تسلیم سے پہلے اس کا بیچنا جائز نہیں ہے)

جس طرح تسلیم سے قبل محل استصناع کی بیع جائز نہیں ہے اسی طرح مسلم فیہ کی بیع بھی جائز نہیں ہے، مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

اما بیع المسلم فیه وبیع محل الاستصناع قبل التسلیم فلایجوز. (فقه البیوع:1115)

(رہی مسلم فیہ کی بیع اور تسلیم سے پہلے استصناع کی بیع تو یہ جائز نہیں ہے)

سوال:۷۔کیا شی معدوم کو وصف، جنس اور نوع وغیرہ بیان کر کے منضبط کیا جا سکتا ہے، اور بصورت انضباط اس کی بیع جائز ہے؟

جواب: اگر کسی شی کو اس کے وصف، جنس اور نوع وغیرہ کو بیان کر کے منضبط کر دیا جائے تو اس کی بیع درست ہے۔البتہ مشتری کو خیار رویت حاصل رہے گا۔ہدایہ میں ہے:

من اشتری شیئاً لم یره فالبیع جائز وله الخیار إذا رآه إن شاء أخذه بجمیع الثمن وإن شاء رده. (الهدایة مع البنایة: 116/7، دار الفکر)

(جس نے کوئی شی بغیر دیکھے خریدا تو یہ بیع جائز ہے اور اس کے لئے خیار ہے، اگر چاہے تو پوری قیمت سے اس کو لے لے اور اگر چاہے تو اس کو رد کر دے)

علامہ ابن الہمام اس عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سَوَاء رَآهُ عَلَى الصِّفَةِ الَّتِي وُصِفَتْ لَهُ أَوْ عَلَى خِلَافِهَا. (فتح القدیر: 309/6، دار الکتب العلمیة بیروت)

(خواہ اس کو اس صفت پر دیکھا ہو جو اس کے لئے بیان گئی ہے یا اس کے برخلاف پر)

البتہ اس میں ضرر کا احتمال ضرور ہے، جس کا ازالہ خیار رویت سے کر دیا گیا، جیسا کہ ابن ہمام آگے چل کر اس کی صراحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

وَنَقْطَعُ بِاَنْ لَا ضَرَرَ فِيمَا أَجَزْنَامِنْ ذَلِكَ إِنَّمَا يَلْزَمُ الضَّرَرُ لَوْ لَمْ يَثْبُتْ لَهُ الْخِيَارُ إِذَا رَآهُ.(فتح القدير: 6/ 310، دار الكتب العلمية بيروت)

(ہم یقینی طور پر کہتے ہیں کہ جس چیز کی ہم نے اجازت دی ہے اس میں کوئی ضرر نہیں ہے، البتہ اگر دیکھنے کے وقت اس کے لئے خیار نہ ہوتا تو ضرر لازم آتا)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی شی کو اس کے وصف، جنس اور مقدار وغیرہ کو بیان کر کے منضبط کر دیا جائے تو اس کی بیع جائز ہوگی، رہا احتمال ضرر تو اس کا ازالہ خیار رویت سے ممکن ہے۔

سوال: ۸۔عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ وہ کون کون سی صورتیں ہیں جن میں بیع معدوم جائز ہے؟

جواب: عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ کوئی اور ایسی صورت نظر نہیں آتی جس میں بیع معدوم جائز ہو، رہا اجارہ تو وہ منافع معدومہ پر اس کا عقد ہوتا ہے، اور یہاں اعیان کا مسئلہ ہے۔

سوال:۹۔چند مالی معاملات کی مروجہ شکلیں اور ان کا حکم۔

الف۔اگر بلڈرز زمین خرید کر اس پر فلیٹ کا نقشہ بنائے، اور اس نقشہ کے مطابق فلیٹ کی خرید وفروخت کرے تو ایسا کرنا درست ہے۔عام ازیں کہ فلیٹ کی تعمیر شروع ہوئی ہے یا نہیں۔اس لئے کہ یہ از قبیل استصناع ہے، جو اپنی شرطوں کے ساتھ جائز اور درست ہے۔اس کی بنیادی شرط تعامل ہے جو فی زمانہ پائی جارہی ہے، البتہ بوقت معاملہ دیگر تمام شرائط کی وضاحت کر لی جائے، تاکہ بعد میں کسی طرح کے نزاع کا اندیشہ نہ رہے، مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

من اكتتب فى شقة فى عمارة مقترحة وقع تصميمها، ولم تبن بعد، فانه فى حكم الاستصناع.(فقه البيوع:1/321)

(جس نے کسی مجوزہ عمارت کا ایک فلیٹ بک کرایا، جس کا نقشہ بنا ہوا ہے، ابھی تعمیر نہیں ہوئی ہے، وہ استصناع کے حکم میں ہے)

المحيط البرهاني میں ہے:

ان الاستصناع جائز فى كل ما جرى التعامل فيه كالقلنسوة والخف والاوانى المتخذة من الصفر والنحاس وما اشبه ذلك استحسانا.(المحيط البرهاني:7/134، دار الكتب العلمية بيروت)

(استصناع ہر اس چیز میں استحسانا جائز ہے جس میں تعامل ہو، جیسے ٹوپی، موزہ، اور تانبے اور پیتل سے بنے ہوئے برتن وغیرہ)

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

وَفِي الْبَدَائِعِ مِنْ شُرُوطِهِ: بَيَانُ جِنْسِ الْمَصْنُوعِ، وَنَوْعِهِ وَقَدْرِهِ وَصِفَتِهِ، وَأَنْ يَكُونَ مِمَّا فِيهِ تَعَامُلٌ، وَأَنْ لَا يَكُونَ مُؤَجَّلًا وَإِلَّا كَانَ سَلَمًا. (ردالمحتار: 474/7، دار الكتب العلمية بيروت)

(بدائع میں ہے، استصناع کی شرطیں: مصنوع کی جنس، نوع، مقدار اور صفت کا بیان کرنا ہے، اور یہ کہ اس میں تعامل ہو، اور یہ کہ موجل نہ ہو ورنہ سلم ہو جائے گا)

مفتی تقی عثمانی اپنی مذکورہ کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں:

ومنه ماجرى به العمل من ان صاحب الارض الخالية يعمل خطة لبناء كبير يحتوى على شقق سكنية او مكاتب او محلات، ثم يدعو الناس للاكتتاب، فيدفعون اليه مبالغ، ثم يسلم اليهم الشقق بعد اكتمالها، فهو مخرج على الاستصناع، فالمكتتبون يعقدون مع صاحب الارض استصناع الشقة او المكتب او محل تجارى بمواصفات معلومة حسب التصميم، فيجوز ذلك بشروط الاستصناع. (فقه البيوع: 589/1)

(اور اس میں ایک وہ ہے جس پر عمل ہو رہا ہے کہ خالی زمین کا مالک رہائشی فلیٹوں، دفتروں یا دکانوں پر مشتمل ایک بڑی عمارت کا پلان بناتا ہے پھر لوگوں کو ان کی بکنگ کی دعوت دیتا ہے، لوگ اس کو رقمیں دیتے ہیں، اور وہ مکمل ہونے کے بعد ان کو فلیٹیں حوالے کرتا ہے، یہ استصناع کی ایک صورت ہے، کہ بکنگ کرنے والے زمین کے مالک سے نقشہ کے مطابق معلوم صفات پر فلیٹ، دفتر یا دکان کے استصناع کا عقد کرتے ہیں، اس لئے استصناع کی شرطوں کے ساتھ یہ جائز ہوگا)

اور اگر بلڈر کے پاس زمین نہ ہو اور نقشہ پر فلیٹ کی بیع وشراء ہو تو بر بنائے غرر و جہالت درست نہیں ہوگی۔

ب۔ آج کل ایک صورت یہ بھی پائی جاتی ہے کہ بلڈر، مالک زمین سے یہ معاہدہ کرتا ہے کہ وہ اس کی زمین پر فلیٹ بنائے گا اور بعد میں بطور قیمت یا تو مالک کو چند فلیٹ یا اس کی قیمت ادا کردے گا، یہ بھی استصناع کی ایک صورت ہے جو درست ہے، مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

اذا كانت المقاولة تشمل عمل البناء مع توفير المواد من قبل المقاول، فهو استصناع. (فقه البيوع: 587/1)

اگر ٹھیکہ اس بات پر ہو کہ عمارت کی تعمیر میں مٹیریل کی فراہمی ٹھیکہ دار کی طرف سے ہوگی تو یہ استصناع ہے، بلکہ ایسا لگتا ہے کہ اس میں اجارہ اور استصناع دونوں جمع ہیں، اور قیمت کی ادائیگی بعد میں کی جارہی ہے جس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ج۔ آج کل جو کمپوٹر اپلیکیشن اور سوفٹ ویر پروگراموں کی آن لائن خرید وفروخت ہوتی ہے اگرچہ ان

چیزوں کا وجود خارجی اور حسی نہیں ہوتا، مگر معنوی ہوتا ہے، اس لئے یہ صورت بیع معدوم کے حکم میں نہیں ہوگی، اور اس کی خرید وفروخت جائز ہوگی۔ اس لئے کہ اس میں معقود علیہ کی تمام شرطیں موجود ہیں کہ مبیع، معنوی ہی سہی موجود ہے نیز مملوک اور مال متقوم ہے اور بائع اس کو مشتری کے حوالہ کرنے پر قادر ہے، علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

إذْ مِنْ شَرْطِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ: أَنْ يَكُونَ مَوْجُودًا مَالًا مُتَقَوِّمًا مَمْلُوكًا فِي نَفْسِهِ، وَأَنْ يَكُونَ مِلْكَ الْبَائِعِ فِيمَا يَبِيعُهُ لِنَفْسِهِ، وَأَنْ يَكُونَ مَقْدُورَ التَّسْلِيمِ. (ردالمحتار: 246/7، دار الكتب العلمية بيروت)

(کیوں کہ معقود علیہ کی ایک شرط یہ ہے کہ وہ موجود، مال متقوم، فی نفسہ مملوک ہو، بائع جس کی بیع کر رہا ہے وہ اس کی ملک ہو، اور مقدور التسلیم ہو)

البتہ خود یا کسی واقف کار سے اس کے بارے میں پوری تحقیق کر لے کہ یہ پروگرام صحیح طور پر کام کر رہا ہے۔ اور یہ پروگرام اس کا اپنا ہے کہیں سے غیر قانونی طور پر اخذ کردہ نہیں ہے، تاکہ بعد میں کسی طرح کی نزاعی صورت پیدا نہ ہو۔

د۔ اگر کسی نے درخت پر موجود اور متوقع پھل کی بیع کی تو ظاہر الروایۃ کے مطابق یہ بیع درست نہیں ہے، لیکن علامہ حلوانی نے اس کے جواز کا فتوی دیا ہے، امام فضلی نے تعامل ناس کی بنا پر مستحسن قرار دیا ہے، علامہ ابن ہمام کا بھی میلان اس کے جواز کی طرف معلوم ہوتا ہے اور علامہ ابن عابدین شامی نے بر بنائے ضرورت اس کے جواز کی تائید کی ہے۔ (ردالمحتار 7/ 8586، زکریا دیوبند)

لہذا اس صورت حال میں جہاں بھی موجود ومتوقع پھلوں کی بیع کا تعامل عام ہو، وہاں بر بنائے ضرورت متوقع کو موجود کے تابع بنا کر اس کو جائز قرار دینا چاہئے، البتہ اگر بالکل ہی پھل نہ آئے ہوں اور پورا باغ فروخت کر دیا جائے تو یہ بیع معدوم ہے جو ناجائز ہے۔

ہ۔ اگر کسی نے دوکان دار کو کسی سامان کا آرڈر دیا اور سارا معاملہ طے کر کے اس کی قیمت بھی ادا کر دی۔ مگر دوکان دار کے پاس وہ سامان مطلوبہ مقدار میں موجود نہیں ہے اور بعد میں مارکیٹ سے لا کر دینے کی بات کرتا ہے تو ایسا کرنا درست ہے، البتہ اس بات کا لحاظ کیا جائے گا کہ وہ سامان وقت عقد سے لے کر مدت ادائیگی تک مارکیٹ میں موجود ہو، ہدایہ میں ہے:

ولا يجوز السلم حتى يكون المسلم فيه موجودا من حين العقد إلى حين المحل، حتى لو كان منقطعا عند العقد موجودا عند المحل أو على العكس أو منقطعا فيما بين ذلك لا يجوز. (الهداية مع البناية: 431/7، دار الفكر)

(سلم جائز نہیں ہوتا ہے یہاں تک کہ مسلم فیہ وقت عقد سے وقت ادائیگی تک موجود ہو، حتی کہ اگر عقد کے

وقت غیر موجود ادائیگی کے وقت موجود ہو یا اس کے برعکس یا ان کے درمیان موجود نہ ہو تو جائز نہیں ہوگا) سامان کے موجود ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت وہ سامان مارکیٹ میں دستیاب ہو، اگر وہ گھروں میں موجود ہو مگر مارکیٹ سے غائب ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا، الجوہرۃ النیرۃ میں ہے:

وَحَدُّ الْوُجُودِ أَنْ لَا يَنْقَطِعَ مِنْ السُّوقِ وَحَدُّ الِانْقِطَاعِ أَنْ لَا يُوجَدَ فِي السُّوقِ، وَإِنْ كَانَ يُوجَدُ فِي البيوت. (الجوهرة النيرة: 1/500، دار الكتب العلمية بيروت)

(سامان کے موجود ہونے کی حد یہ ہے کہ بازار سے غائب نہ ہو اور غائب نہ ہونے کی حد یہ ہے کہ بازار میں نہ پایا جاتا ہو، اگرچہ گھروں میں موجود ہو)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اگر کسی نے دکاندار کو کسی سامان کا آرڈر دیا، اور اس کی قیمت ادا کر دی، لیکن دکاندار کے پاس کچھ سامان ہے اور بقیہ سامان بازار سے لا کر دیتا ہے تو ایسا کرنا درست ہے۔

فقہاء کے نزدیک بیع معدوم کا مفہوم

مفتی عبدالرشید قاسمی
استاذ جامع العلوم پٹکاپور، کانپور

معدوم موجود کی ضد ہے، فقہا کے نزدیک بیع معدوم سے مراد ایسی چیز کی خرید وفروخت ہے جو عالم واقعہ میں موجود نہ ہو جیسے ''مضامین، ملاقیح اور حبل الحبلۃ'' کی بیع جن کی ممانعت حدیث پاک میں وارد ہوئی ہے۔

مضامین سے مراد وہ بچہ ہے جو نر کے صلب میں ہو اور ملاقیح سے مراد وہ بچہ ہے جو مادہ کے صلب میں ہو جبکہ حبل الحبلۃ سے ایک تفسیر کے مطابق جانور کے حمل میں موجود جنین کا وہ بچہ ہے جو آئندہ پیدا ہوسکتا ہے۔

تَعْرِيفُ الْمَعْدُومِ لُغَةً: الْمَفْقُودُ، يُقَال: عَدِمْتُهُ عَدَمًا مِنْ بَابِ تَعِبَ: فَقَدْتُهُ وَالِاسْمُ: الْعَدَمُ.

وَفِي الِاصْطِلَاحِ، قَال الْبَرَكَتِيُّ: الْعَدَمُ مَا يُقَابِل الْوُجُودَ: (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۸/ ۲۰۱، ط: مطابع دار الصفوة-مصر)

بیع معدوم کی اقسام

علامہ ابن القیمؒ نے بیع معدوم کی تین قسمیں ذکر فرمائی ہیں:

(۱) بیع معدوم موصوف فی الذمہ (ایسی چیز بیچنے کی ذمہ داری لینا جس کی صفات بیان کردی گئیں ہیں، اس کو سلم کہتے ہیں)۔

(۲) بیع معدوم تابع للموجود۔

پھر دوسری قسم کی دو ذیلی قسمیں ہیں۔

(الف).....بعض پھلوں کے قابل انتفاع ہوجانے کے بعد ان پھلوں کی بیع جو درخت پر ابھی نہیں آئے ہیں۔

(ب) وہ پھل اور سبزیاں جو سال میں متعدد مرتبہ کاٹے اور چنے جاتے ہوں، ان کی موجودہ اور آئندہ فصل کو بیک وقت فروخت کرنا۔

(۳) ایسی معدوم چیز کی بیع جس کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ وہ وجود میں آئے گی یا نہیں۔

(موسوعة الاجماع فی الفقه الاسلامی ۲/۲۳۵، ط: دار الفضیلة للنشر والتوزیع، الریاض)

بیع معدوم کے سلسلہ میں فقہاء کی آراء

جمہور فقہاء کی رائے

جمہور فقہاء (بشمول ائمہ اربعہ) بیع سلم اور استصناع کے علاوہ بیع معدوم کے عدم جواز کے قائل ہیں۔

قال ابن نجیم: وأما شرائط المعقود علیه: فأن یکون موجودًا... وأن یکون مقدور التسلیم، فلم ینعقد بیع المعدوم. (البحر الرائق ۵/۲۷۹).

ویقول الکاسانی فی الکلام علی شروط انعقاد البیع: «وأما الذی یرجع إلی المعقود علیه فأنواع، منها أن یکون موجودًا، فلا ینعقد بیع المعدوم. (۵/۱۳۸)

وفی الفتاوی الهندیة: «وأما شرائط الانعقاد، فأنواع: منها فی العاقد. ومنها فی المبیع، وهو أن یکون موجودًا، فلا ینعقد بیع المعدوم. (۳/۲)

وقال القرافی المالکی فی الفروق: «بیع المجهول الموجود باطل قطعًا، فیبطل بطریق الأولی بیع المعدوم. (۳/۲۹۶)

وقال الشیرازی فی المهذب: ولا یجوز بیع المعدوم، کالثمرة التی لم تخلق (المهذب ۱/۲۶۲).

وقال النووی فی المجموع: بیع المعدوم باطل بالإجماع. (المجموع ۹/۳۱۰)

(بحوالہ: المعاملات المالیة أصالة ومعاصرة ۸/۳۴)

علامہ ابن القیمؒ اور ان کے استاذ علامہ ابن تیمیہؒ بیع معدوم کی ان تمام صورتوں کے جواز کے قائل ہیں جن میں غرر اور قمار نہیں پایا جاتا ہے۔

علامہ ابن القیمؒ اور علامہ ابن تیمیہؒ کے دلائل

علامہ ابن القیمؒ اور علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنے قول کی تائید کے لئے بنیادی طور پر دو دلیلیں ذکر کی ہیں۔

(۱) پہلی دلیل یہ ہے کہ بیوع کے باب میں اصل حلت ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وہ ''واحل اللہ البیع'' اور بیع معدوم کی حرمت نہ تو کتاب اللہ میں ہے، نہ سنت رسول اللہ ﷺ میں اور نہ ہی کسی صحابیؓ کے قول میں؛ ہاں! احادیث مبارکہ میں جس طرح بعض موجود اشیاء کی بیع کی ممانعت ہے اسی طرح بعض معدوم اشیاء کی بیع کی حرمت کا ذکر بھی ہے؛ لہٰذا ممانعت کی علت نہ تو عدم کو قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی وجود کو؛ بلکہ ممانعت کی اصل علت غرر ہے۔ لہٰذا جن صورتوں میں غرر کا اندیشہ نہ ہو نیز کوئی اور محظور شرعی نہ پایا جائے تو وہاں بیع معدوم ہی جائز ہوگی۔

(۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے بعض صورتوں میں صراحتاً معدوم کی بیع کو جائز قرار دیا ہے۔ جیسے سلم اور استصناع۔

جمہور فقہاء کے دلائل

جمہور فقہاء نے اپنے موقف پر قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے جن میں سے چند دلائل درج ذیل ہیں۔

وَلَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَا اِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوْا فَرِيْقًا مِنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. (البقرة:۲۸۸)

اس آیت سے استدلال اس طرح ہے کہ بیع معدوم میں چونکہ مبیع عقد کے وقت موجود نہیں ہوتی، اس لئے اس کی فراہمی یقینی نہیں ہوتی؛ لہٰذا یہ باطل طریقے سے دوسرے کا مال کھانے کے زمرے میں آسکتا ہے۔ جس سے قرآن نے منع کیا ہے۔ مگر یہ دلیل محل غور ہے، اول یہ کہ باطل کے مفہوم میں عدم شامل نہیں ہے؛ دوم یہ کہ عدم حوالگی کی صورت میں بائع ثمن واپس کردے گا۔ لہٰذا یہ باطل طریقے سے مال کھانے کا ذریعہ نہیں بنے گا۔

(۲) عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَأْتِينِي الرَّجُلُ يَسْأَلُنِي مِنَ الْبَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدِي، أَبْتَاعُ لَهُ مِنَ السُّوقِ، ثُمَّ أَبِيعُهُ؟ قَالَ: «لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ. (سنن الترمذی ۵۲۶/۳ ط: مصطفی البابی)

عَنِ ابی هريرة رضی اللہ عنہ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ. (ابن ماجه ۷۳۹/۲ ط: دار احياء الكتب العربية)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ. (صحيح البخاری، مركز الشيخ ابی الحسن الندوی ۵۸۴/۴)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْمَضَامِينَ وَالْمَلَاقِيحِ وَحَبَلِ الْحَبَلَةِ. (المعجم الكبير للطبرانی ۲۳۰/۱۱ مكتبة ابن تيمية القاهرة)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال اس طرح ہے کہ ''لا تبع ما ليس عندک'' کے دو محتمل معنی ہیں:

(۱).....لاتبع مالک الغائب

(۲).....لاتبع ماليس مملوکا لک

پہلے معنی یہاں مراد نہیں ہو سکتے، اس لئے کہ ایسا مملوک سامان جو عقد کے وقت سامنے موجود نہ ہو اس کی بیع

کے جواز پر اہل علم کا اتفاق ہے۔اس لئے لامحالہ یہاں دوسرے معنی مراد لیے جائیں گے۔(شرح زاد المستنقع احمد الخلیل ۳/ ۳۳۱)

حضرت ابوھریرۃ کی روایت میں بیع غرر سے مراد ایسی چیز کی بیع ہے جس کا حصول یقینی نہ ہو یا وہ غیر موجود ہو یا مقدور التسلیم نہ ہو۔

والمقصود ببیع الغرر ما لا یتحقق حصولہ أو یکون غیر موجود أو غیر مقدور علی تسلیمہ، (شرح سنن ابی داود للعباد ۲۴/۳۸۷)

ترجمہ: بیع غرر سے مقصود اس چیز کی بیع ہے جس کا حصول یقینی نہ ہو یا وہ غیر موجود ہو یا غیر مقدور التسلیم ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں جانور کے حمل میں موجود جنین کا وہ بچہ جو آئندہ پیدا ہوسکتا ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں مضامین اور ملاقیح کی بیع سے منع فرمایا گیا ہے اور ان کے ناجائز ہونے کی وجہ یہی ہے کہ یہ معدوم ہیں۔

ولأن فی ھذا البیع غررا، فعسی أن لا تلد الناقۃ، أو تموت قبل ذلک، فھو بیع معدوم وماله خطر المعدوم. (الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ ۹/ ۱۴۶ ط: دار السلاسل الکویت)

ترجمہ: اس لئے کہ اس بیع میں غرر ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اونٹنی بچہ نہ جنے یا اس سے پہلے ہی مرجائے لہٰذا یا تو یہ معدوم کی بیع ہے یا ایسی چیز کی بیع ہے جس کے معدوم ہوجانے کا خطرہ ہے۔

راجح مسلک

جمہور اور علامہ ابن تیمیہؒ وابن قیمؒ کے اقوال میں ایک حد تک لفظی اختلاف معلوم ہوتا ہے۔اس لئے کہ ابن تیمیہ وابن قیمؒ کے نزدیک بیع معدوم کی وہ صورتیں ناجائز ہے جہاں غرر یا کوئی اور مانع شرعی پایا جاتا ہو اور جن صورتوں میں غرر وغیرہ نہ پایا جائے صرف ان صورتوں میں ان حضرات کے نزدیک بیع معدوم جائز ہے اور جمہور نے اگرچہ مطلقاً بیع معدوم کو ناجائز کہا ہے لیکن انہوں نے بھی بیع سلم اور استصناع کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے، لہٰذا جن صورتوں میں مبیع کے مستقبل میں پائے جانے کا گمان غالب ہو اور مبیع کی اس طرح تعین بھی ہوجائے کہ متعاقدین کے درمیان آئندہ کسی قسم کے نزاع کا اندیشہ نہ ہو، بیع کی اس طرح کی صورتوں کو سلم یا استصناع کی شرائط کے ساتھ ان میں داخل مان کر جواز کا حکم لگایا جاسکتا ہے۔

بیع معدوم سے ممانعت کی علت اور حکمت

فقہائے کرام کی عبارات سے بیع معدوم کے عدم جواز کی کئی علتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(۱)غرر (۲)عدم قدرت علی التسلیم (۳)نزاع بین المتعاقدین (۴)معدوم کا مال نہ ہونا

چند عبارات ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

قال النووی: النهی عن بیع الغرر أصل عظیم من أصول کتاب البیوع ویدخل فیه مسائل کثیرة غیر منحصرة کبیع الآبق والمعدوم. (الکوکب الوهاج: شرح صحیح مسلم ۷/۱۸۱ ط: دار المنهاج)

ترجمہ: امام نوویؒ نے فرمایا بیع غرر سے ممانعت کتاب البیوع کے اصول میں سے ایک بڑی اصل ہے۔ اس میں بہت سے مسائل شامل ہیں؛ جیسے بھاگے ہوئے غلام اور معدوم کی بیع۔

فمفاد القاعدة: أن شراء المعدوم وبیعه لا یجوز والعقد علیه باطل؛ لعدم القدرة علی تسلیمه لانعدامه. (موسوعة القواعد الفقهیة: ۵/۶۴ ط: مؤسسة الرسالة بیروت)

ترجمہ: قاعدے کا خلاصہ یہ ہے کہ معدوم کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے، معدوم پر عقد کرنا باطل ہے۔ اس لئے کہ معدوم ہونے کی وجہ سے بائع اس کے سپرد کرنے پر قادر نہیں ہوگا۔

لِأَنَّهُ بَیْعُ الْمَعْدُومِ، وَالْمَعْدُومُ لَیْسَ بِمَالٍ. (رد المحتار ۵/۶۰ ط: الحلبی)

ترجمہ: اس لئے کہ یہ معدوم کی بیع اور معدوم مال نہیں ہے۔

بیع معدوم کو استصناع پر قیاس کرنا کیسا ہے؟

چوں کہ عقد استصناع کا ثبوت خلاف قیاس تعامل ناس واجماع امت کی وجہ سے ہے، اس لئے اس پر بیع معدوم کو قیاس تو نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ جن چیزوں کی بیع معدوم کا تعامل ہو ان میں اگر استصناع کی شرائط (مثلاً شئ مستصناع کی اس طرح تعیین کہ متعاقدین میں نزاع کا اندیشہ نہ ہو اور ثمن کی تعیین اسی طرح شئ مستصناع کی سپردگی کی تاریخ کا ذکر نہ کیا جانا) پائی جائیں تو استصناع قرار دیا جا سکتا ہے اور اگر تعامل ناس نہ ہو تو سلم کی شرائط پائی جانے کی صورت میں سلم قرار دیا جا سکتا ہے۔

السلم والاستصناع، فهما علی خلاف القیاس فی بیع المعدوم عند العقد، فلا یقاس علیهما. (القواعد الفقهیة وتطبیقاتها فی المذاهب الأربعة ۱/۵۰۵ ط: دار الفکر دمشق)

ترجمہ: سلم اور استصناع عقد کے وقت بیع معدوم کے قاعدے کے خلاف ہے لہٰذا ان دونوں پر کسی اور عقد کو قیاس نہیں کیا جائے گا۔

ما ثبت علی خلاف القیاس فغیره لا یقاس علیه. (القواعد الفقهیة وتطبیقاتها فی المذاهب الأربعة ۱/۵۰۲ ط: دار الفکر دمشق)

ترجمہ: جو چیز خلاف قیاس ثابت ہو اس پر دوسری چیز کو قیاس نہیں کیا جاتا ہے۔

مبیع کے وجود میں آنے یا قبضہ ہونے سے پہلے اوصاف بتا کر بیع

فقہاء نے بیع سلم کے جواز کیلئے ایک شرط یہ بھی لگائی ہے کہ مسلم فیہ فی ایسی چیز ہو کہ اس کی اچھی طرح تعین ہو سکے تا کہ بعد میں کسی قسم کا نزاع پیدا نہ ہو لیکن قدیم فقہاء کے بیان کے مطابق اس طرح کی تعین صرف چار طرح کی چیزوں میں ہو سکتی ہے۔

(۱)مکیلات (۲)موزونات (۳)مذروعات (۴)عددیات متقاربہ

ایسا اس لئے ہے کہ ان کے زمانے میں صرف انہیں چیزوں کا انضباط ممکن تھا، اب ان کے علاوہ بھی بہت سی چیزوں کا انضباط کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا فقہاء کی بیان کردہ علت کی روشنی میں ان تمام معدوم اشیاء کی بیع سلم کی شرائط کے ساتھ درست ہوگی جن کو وصف جنس اور نوع وغیرہ بیان کر کے منضبط کیا جا سکتا ہے۔

اور اگر سلم کی شرائط نہیں پائی جاتی ہیں تو ایسی صورت میں حتمی بیع کے جواز کی کوئی صورت معلوم نہیں ہوتی، البتہ وعدۂ بیع کیا جا سکتا ہے، جس کا پورا کرنا اخلاقاً لازم ہوگا۔ اسی طرح منقولات کی بیع قبل القبض بھی جائز نہیں ہے، البتہ ہر چیز کے قبضہ کی نوعیت عرف کے اعتبار سے الگ ہوگی، عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

وهو جائز فی المكيلات والموزونات ... وكذا فی المذروعات لانه يمكن ضبطها بذكر الذرع والصفة والصنعة ولا بد منها لترتفع الجهالة فيتحقق شرط صحة السلم. (فتح القدير كتاب البيوع باب السلم ۷/۳۷، ۱ ط: دار الفكر لبنان)

پہلے تاجر کے قبضہ سے پہلے سلسلہ وار کئی تاجروں کا بیع کرنا

یہ شکل بیع قبل القبض کی ہے، جو فقہا کی تصریحات کے مطابق ناجائز ہے نیز اس میں غرر بھی بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ اس لئے کہ یہ معلوم نہیں ہے کہ پہلے تاجر کا مبیع پر قبضہ ہوگا یا نہیں اور اگر اس کا قبضہ ہو گیا تو دوسرے اور تیسرے تاجر کا قبضہ ہوگا یا نہیں۔

(بيع عقار لا يخشى هلاكه قبل قبضه لا بيع منقول) قبل قبضه ولو من بائعه".

(شامی فصل فی التصرف فی المبيع، ص: 147، ج: 5، ط: سعيد)

کیا شئ معدوم کو وصف، جنس اور نوع وغیرہ بیان کر کے منضبط کیا جا سکتا ہے؟ اور کیا اس طرح بیع جائز ہے؟

جی ہاں! شئ معدوم کو وصف، جنس اور نوع وغیرہ بیان کر کے یقیناً منضبط کیا جا سکتا ہے جیسا کہ فقہائے کرام نے بیع سلم کے باب میں ذکر کیا ہے کہ کیلی وزنی اور زرعی چیزوں کو وصف، جنس اور نوع وغیرہ بیان کر کے منضبط کیا جا سکتا

ہے۔

آج کل مشینری ایجادات کا دور ہے اور کسی بھی چیز کے وصف کو سو فیصد بیان کیا جا سکتا ہے۔

فقہائے کرام نے بیع معدوم کے عدم جواز کی عموماً جو علتیں ذکر کی ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) غرر (۲) سپردگی پر قدرت نہ ہوگا۔ (۳) متعاقدین کے درمیان نزاع کا اندیشہ۔

جب ایسی معدوم چیز کی بیع ہو رہی ہے جو عقد کے وقت موجود نہیں ہے لیکن وجود میں آنے کا گمان غالب ہو تو غرر نہیں پایا جائے گا اور سپردگی پر قدرت بھی حاصل ہو جائے گی نیز جب اچھی طرح انضباط ہو گیا تو اب نزاع کا اندیشہ بھی نہ رہا اور جب علت مرتفع ہو جائے تو حکم بھی مرتفع ہو جاتا ہے؛ لہٰذا ان شرائط کے ساتھ اس کے جواز کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

فاذا انتفى العلة انتفى الحكم. (نهاية الوصول في دراية الاصول ۵/ ۲۰۷۱ ط: المكتبة التجارية)

سلم اور استصناع کے علاوہ بیع معدوم کے جواز کی شکلیں

فقہائے کرام نے بیع معدوم کے حکم (عدم جواز) سے صرف سلم استصناع کو ہی مستثنیٰ کیا ہے۔ اس لئے اصولی طور ان دو قسموں کے علاوہ میں بیع معدوم جائز نہیں ہے؛ البتہ فقہاء کے نزدیک اس کے جواز کی چند جزوی نظائر ملتی ہیں مثلاً:

(۱) پھلوں کی خرید و فروخت کے وقت درختوں پر کچھ پھل آ گئے ہوں اور کچھ ابھی نہ آئے ہوں تو ایسی صورت میں معدوم پھلوں کی بیع موجود کے تابع ہو کر جائز ہے۔

(۲) بازنجان اور بطیخ وغیرہ کے پودے خریدنے کی صورت میں بھی ان میں بعد میں آنے والے پھل اور سبزیوں کو حکماً موجود مانا گیا ہے۔

فتح القدير للكمال ابن الهمام. (291/6):

(ولو أثمرت بعد القبض يشتركان فيه للاختلاط، والقول قول المشترى فى مقداره) مع يمينه (لأنه فى يده وكذا فى) بيع (الباذنجان والبطيخ) إذا حدث بعد القبض خروج بعضها اشتركا لما ذكرنا. وكان الحلوانى يفتى بجوازه فى الكل، وزعم أنه مروى عن أصحابنا، وكذا حكى عن الإمام الفضلى وكان يقول: الموجود وقت العقد أصل وما يحدث تبع نقله شمس الأئمة عنه ولم يقيده عنه بكون الموجود وقت العقد يكون أكثر بل قال عنه: اجعل الموجود أصلا فى العقد وما يحدث بعد ذلك تبعا وقال: استحسن فيه لتعامل الناس، فإنهم تعاملوا بيع ثمار الكرم بهذه الصفة، ولهم فى ذلك عادة ظاهرة وفى نزع الناس من عادتهم حرج، وقد رأيت رواية فى نحو هذا عن محمد - رحمه الله -

وهو بيع الورد على الأشجار فإن الورد متلاحق، ثم جوز البيع فى الكل بهذا الطريق وهو قول مالک -رحمه الله-

البحر الرائق شرح كنز الدقائق (325/5):

إن بيع الباذنجان والبطيخ وأشباههما له حكم بيع الثمر الذى تتلاحق أفراده يعنى أنه صحيح فى الموجود، وفى المعدوم تبعا للموجود، على ماأفتى به شمس الأئمة الحلوانى ومشت عليه هذه المجلة، ولفظ الخضروات فى هذه المادة يشير إلى ذلک۔ لكن لا يخفى أن المعدوم المتظر حدوثه من ذلک لا يكون إلا أكثر من الموجود بأضعاف وقدمنا عن جامع الفصولين وغيره أن الأكثر لا يتبع الأقل خلافا لما قدمنا عن البحر تبعا لصاحب الفتح من أن الحلوانى لم يقيده بكون الموجود أكثر۔

۹ (الف) فلیٹ کی تعمیر شروع ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، دونوں صورتوں میں محض نقشے کی بنیاد پر تعمیر کو ''عقد استصناع'' کے حکم میں قرار دے کر خرید وفروخت جائز ہوگی۔ نیز ان صورتوں میں بلڈر کے پاس زمین ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں جواز کا حکم ہی معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ جن چیزوں میں عقد استصناع کے جواز کی فقہانے صراحت کی ہے مثلاً جوتا وغیرہ، وہاں پر بھی صانع کے پاس خام مال (چمڑا وغیرہ) موجود ہونے کی شرط نہیں لگائی ہے۔ صانع کے پاس عقد کے وقت خام مال موجود ہو یا نہ ہو عقد استصناع جائز ہوتا ہے۔

اسی طرح فلیٹ جس زمین پر تعمیر کیا جائے گا اسے خام مال کے درجہ میں اتار کر جواز کا حکم لگایا جاسکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عقد کے وقت بلڈر کی ملکیت میں زمین نہ ہونے کی صورت عقد استصناع میں ذکر کردہ شرائط میں سے کوئی شرط مفقود نہیں ہوتی۔

بأن الاستصناع جائز فى كل ماجرى التعامل فيه كالقلنسوة، والخف والأوانى المتخذة من الصفر النحاس وما اشبه ذالک استحسانا. (الفتاوى تاتارخانيه ۹/۴۰۰)

وَأَمَّا شَرَائِطُ جَوَازِهِ (فَمِنْهَا): بَيَانُ جِنْسِ الْمَصْنُوعِ، وَنَوْعِهِ وَقَدْرِهِ وَصِفَتِهِ، ... (وَمِنْهَا): أَنْ يَكُونَ مِمَّا يَجْرِي فِيهِ التَّعَامُلُ بَيْنَ النَّاسِ .... (وَمِنْهَا): أَنْ لَا يَكُونَ فِيهِ أَجَلٌ۔ (بدائع الصنائع ۵/۳ ط: مطبعة الجمالية بمصر)

(ب) مالک زمین اور بلڈر کے درمیان اگر یہ معاہدہ ہو کہ بلڈر اس زمین پر فلیٹ بنائے گا جس میں مالک زمین کو زمین کے عوض چند فلیٹ دے گا، جن کی تعداد عقد کے وقت متعین ہو تو یہ معاملہ شرکت عنان کے دائرہ میں داخل ہو کر جائز اور درست ہے۔

عنان تصح مع التساوي في المال و الربح و عكسه۔ وفي البحر تحته: وهو التفاضل في المال والتساوي في الربح، قوله: (وببعض المال) يعنى يصح أن يعقدها كل واحدمنهما ببعض ماله دون البعض؛ لأن المساواة في المال ليس بشرط اذا اللفظ لا يقتضيه. (قوله: وبخلاف الجنس) بأن يكون من أحدهما دنانير ومن الآخر دراهم لعدم اشتراط الخلط عندنا فجازت في متحد الجنس ومختلفه. (البحر الرائق، كتاب الشركة، زكريا ۲۹۱/۶ تا ۲۹۳)

(ج) کمپیوٹر سافٹ ویئر اور ایپلی کیشن کا اگرچہ اس طرح کا محسوس وجود تو نہیں ہوتا کہ ان کو ہاتھ لگایا جا سکے لیکن ان کو بہت سے مفید کاموں میں استعمال کیا جا سکتا ہے اور آج کے دور میں انہیں مال متقوم بھی سمجھا جاتا ہے۔ ہماری تحقیق کے مطابق اس طرح کی ایپلی کیشن وغیرہ پر معدوم کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ فقہاء کرام نے بھی موجود کی ایسی کوئی تفسیر نہیں کی ہے جس کی وجہ سے اس طرح کی چیزیں موجود کی تعریف سے خارج ہو کر معدوم کے دائرہ میں داخل ہو جائیں اور اس طرح کے مسائل میں عرف کا اعتبار ہوتا ہے اس کے پیش نظر بھی اسے موجود ہی مانا جائے گا۔ نیز فقہاء کی ذکر کردہ مال اور مال متقوم دونوں کی تعریفات اس پر صادق آتی ہیں، جب یہ مال متقوم ہیں تو موجود تو بدرجہ اولیٰ ہوں گے۔ لہٰذا ان کی خرید وفروخت جائز ہوگی، البتہ شرط یہ ہے کہ وہ ایپلی کیشن وغیرہ کسی ناجائز کام میں استعمال کے لئے نہ بنائے گئے ہوں۔

المراد بالمال ما يميل اليه الطبع ويمكن ادخاره لوقت الحاجة. . . والمال المتقوم عندهم ما يباح الانتفاع به شرعاً فى حالة السعة والاختيار. (۳۶/۳۱، ۳۴ الموسوعة الفقهية الكويتية ط: دار الصفوة مصر)

(د) درخت پر کافی حد تک پھل ظاہر ہو چکے ہوں اور کچھ باقی ہوں اور ایسی صورت میں موجود اور غیر موجود متوقع سب پھلوں کی اس طرح بیع کی جائے کہ اصلاً تو موجود پھلوں کی بیع مقصود ہو مگر بیع میں غیر موجود پھلوں کو بھی داخل کرلیا جائے تو ضرورت کی وجہ سے اس طرح بیع کرنا جائز ہے۔

قوله: وأفتى الحلوانى بالجواز) وزعم أنه مروى عن أصحابنا وكذا حكى عن الإمام الفضلى، وقال: استحسن فيه لتعامل الناس، وفى نزع الناس عن عادتهم حرج قال: فى الفتح: وقد رأيت رواية فى نحو هذا عن محمد فى بيع الورد على الأشجار فإن الورد متلاحق، وجوز البيع فى الكل...(قوله: لو الخارج أكثر) ذكر فى البحر عن الفتح أن ما نقله شمس الأئمة عن الإمام الفضلى لم يقيده عنه بكون الموجود وقت العقد أكثر بل قال: عنه أجعل الموجود أصلا، وما يحدث بعد ذلك تبعا."

(حاشية ابن عابدين، ج:4/555، ط: المكتبة الشاملة)

(ہ) بیع پر قبضے سے پہلے بیع کرنا تو جائز نہیں ہے اس لیے اگر دوکاندار آرڈر لینے کے بعد قیمت وصول کرلے اور جس سامان کی بیع ہوئی ہے وہ اس کے پاس موجود نہ ہو، تو ایسی صورت میں اپنی ملکیت میں سامان آنے سے پہلے حتمی بیع کرنا بیع قبل القبض ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

البتہ اگر بائع مشتری سے یہ کہہ دے کہ یہ سامان میں آپ کو مارکیٹ سے خرید کر اتنی قیمت پر فروخت کروں گا، اس طرح بائع اس سامان کو خرید کر اپنے قبضہ میں لے لے پھر باقاعدہ بیع ہو تو یہ صورت درست ہوگی۔

آج کل بڑے تاجروں کے پاس جب آرڈر آتا ہے تو وہ عموماً آرڈر لینے کے بعد دوسرے تاجر سے سامان خرید کر آرڈر دینے والے کو بھیجتے ہیں اور اس کا عرف ورواج ہو چکا ہے۔ اس لئے خریدار بھی یہ بات جانتے ہیں لہٰذا اگر عرفاً خریدار یہ جانتا ہے کہ یہ حتمی بیع نہیں ہے بلکہ وعدۂ بیع ہے اور تاجر دوسرے شخص سے سامان خرید کر بھیجے گا تو اس طرح کا عرف ہونے کی صورت میں اب عقد کے وقت یہ صراحت کرنے کی بھی ضرورت معلوم نہیں ہوتی کہ اسے دوسری جگہ سے سامان خرید کر دیا جائے۔

الثابت عرفا كالثابت نصا أو نطقا أو ذكرا.(القواعد الفقهية وتطبيقاتها فى المذاهب الاربعة ۱/۳۴۹ ط دار الفكر دمشق)

خلاصۂ مقالہ

مندرجہ ذیل سطور میں مقالے کے تمام اجزاء کا خلاصہ بالترتیب ذکر کیا جارہا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ بیع معدوم سے مراد ایسی چیز کی بیع ہے جو عالم واقعہ میں موجود نہ ہو۔ اس کی تین قسمیں ہیں: (۱) بیع معدوم موصوف فی الذمہ (۲) بیع معدوم تابع للموجود (۳) بیع معدوم غیر متحقق الحصول

۲۔ بیع معدوم جمہور کے نزدیک ناجائز ہے اور علامہ ابن قیمؒ وابن تیمیہؒ کے نزدیک ان صورتوں میں جائز ہے جن میں غرر اور قمار وغیرہ نہیں پایا جاتا ہے۔

۳۔ بیع معدوم سے ممانعت کی چند علتیں ہیں مثلاً غرر، عدم قدرت علی التسلیم، نزاع بین المتعاقدین اور معدوم کا مال نہ ہونا۔

۴۔ بیع معدوم کو عقد استصناع پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

۵۔ آج کل اوصاف بتا کر تقریباً ہر چیز کو منضبط کیا جاسکتا ہے اس لئے بیع سلم کو صرف کیلی، وزنی، ذرعی اور عددی متقارب چیزوں تک محدود نہ کرکے اس کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے دیگر چیزوں میں بھی سلم جائز ہوسکتی ہے اور وصف بیان کرکے سلم کے طور پر ان کی بیع جائز ہوگی۔

۶۔ پہلے تاجر کے قبضہ سے پہلے سلسلہ وار کئی تاجروں کا بیع کرنا بیع قبل القبض اور غرر فاحش کی وجہ سے ناجائز

ہے۔

۷۔ جی ہاں! شئ معدوم کو وصف جنس وغیرہ بیان کر کے منضبط کیا جا سکتا ہے۔ نیز اگر اس طرح انضباط ہو جائے اور نزاع کا اندیشہ نہ رہے تو اس کے جواز کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

۸۔ اصولی طور پر عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ بیع معدوم جائز نہیں ہے۔ البتہ چند جزوی نظائر میں فقہاء نے ضرورت کی وجہ سے جواز کا حکم لگایا ہے۔ مثلاً بیع معدوم تابع للموجود اور بازنجان اور بطیخ وغیرہ کے خریدنے کی صورت میں بعد میں آنے والے پھل اور سبزیوں کی بیع۔

۹۔ الف۔ نقشہ کی بنیاد پر فلیٹ کی بیع تعمیر شروع ہونے سے پہلے اور بعد میں دونوں صورتوں میں جائز ہے۔ بلڈر کے پاس زمین ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں حکم یہی ہے۔

ب۔ بلڈر کا مالک زمین سے زمین کے عوض چند فلیٹ دینے کا معاہدہ کرنا بھی درست ہے۔

ج۔ کمپیوٹر ایپلی کیشن اور سافٹ ویئر وغیرہ پر معدوم کا اطلاق نہیں ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ان کی خرید و فروخت جائز ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ وہ ایپلی کیشن وغیرہ کسی ناجائز کام میں استعمال کے لئے نہ بنائے گئے ہوں۔

د۔ درخت پر کافی حد تک پھل آ چکے ہوں اور کچھ باقی رہ گئے ہوں تو موجود کے ساتھ متوقع پھلوں کی بیع بھی جائز ہے۔

ہ۔ ملکیت میں آنے سے پہلے حتمی بیع کرنا تو جائز نہیں البتہ وعدہ بیع جائز ہے اور اگر تاجروں کے عرف میں بات معلوم ہو کہ بائع آرڈر لینے کے بعد سامان خرید کر بھیجتا ہے تو ایسی صورت میں اس آرڈر کو وعدہ مانا جائے گا اور جب بائع سامان مشتری کے حوالے کرے گا تو اسے عملاً ایجاب اور مشتری کے سامان وصول کرنے کو قبول مانا جا سکتا ہے۔ اس تفصیل کے پیش نظر باقاعدہ یہ بتانے کی بھی ضرورت نہیں ہوگی کہ بائع کے قبضہ میں ابھی سامان موجود نہیں ہے اور وہ اسے بازار سے خرید کر بھیجے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ و صحبہ أجمعین، آمین، یارب العالمین

بیع معدوم

مولانا خورشید احمد اعظمی مدنی
مئوناتھ بھنجن، مئو، یوپی

1-بیع معدوم اوراس کی اقسام:

بیع معدوم کامفہوم:

فقہاء کے نزدیک بیع معدوم کامفہوم یہ ہے کہ عقد بیع کے وقت مبیع کا وجود ہی نہ ہو یا مبیع کا وجود غیر یقینی ہو، بیع معدوم فقہاء کے نزدیک باطل ہوتی ہے،

فلاينعقد بيع المعدوم قبل وجوده وماله خطر العدم. من أمثلة الأول: بيع نتاج النتاج أي ولد ولد هذه الناقة مثلاً، وبيع الثمر قبل انعقاد شيء منه على الشجرة. ومن أمثلة الثاني: بيع الحمل، وبيع اللبن في الضرع، فكل من الحمل واللبن متردد بين الوجود وعدم الوجود فهما على خطر العدم. (الفقه الاسلامی وادلته)

[لہذا معدوم کی بیع اس کے وجود سے پہلے منعقد نہیں ہوگی اور نہ اس شئے کی بیع جس میں نہ پائے جانے کا خطرہ ہے، پہلی کی مثالوں میں مثلاً کسی اونٹنی کے بچہ کے بچہ کی بیع ہے اور درخت پر پھل کی بیع ہے اس کے درخت پر کچھ بھی آنے سے پہلے، اور دوسرے کی مثالوں سے حمل کی بیع ہے اور تھن میں دودھ کی بیع ہے، اور حمل اور دودھ میں سے ہر ایک اپنے وجود اور عدم وجود کے درمیان متردد ہے (ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی ہوسکتا، تو یہ دونوں عدم وجود کے خطرہ سے دوچار ہیں)]

بیع معدوم کی اقسام:

احادیث نبویہ اور فقہاء کے اقوال کی روشنی میں بیع معدوم کی دو قسمیں سامنے آتی ہیں:

۱-وہ بیع جس میں عقد کے وقت مبیع کا وجود نہ ہو، اور مستقبل میں بھی اس کا وجود غیر یقینی ہو، بیع معدوم کی یہ قسم باتفاق فقہاء باطل ہے، خواہ مشتری کو مبیع بروقت مطلوب ہو یا مبیع مؤجل ہو، جیسے درخت پر پھل آنے سے پہلے اس کے پھل کی بیع۔

۲-وہ بیع جس میں عقد کے وقت بائع شئ مبیع کو مشتری کے حوالہ کرنے پر قادر نہ ہو، خواہ اس لئے کہ وہ اس کا مالک

نہیں ہے، یا مبیع اس کی ملکیت تو ہے مگر اس کی دسترس سے باہر ہے، جیسے گمشدہ جانور کی بیع، اور فضا میں اڑتی آزاد چڑیا کی بیع۔

۳۔وہ بیع جس میں بوقت عقد تو مبیع کا وجود بائع کے قبضہ میں نہ ہو، مگر مستقبل میں جب مشتری کو اس پر قبضہ مطلوب ہو تو وہ پائی جائے، یہ بیع معدوم کچھ شرائط کے ساتھ صحیح اور درست ہے، جیسے بیع سلم، بیع استصناع، یا پالتو چڑیا جو شام کو گھر واپس آجائے۔

۲۔بیع معدوم کے سلسلہ میں فقہاء کی آراء، دلائل اور راجح مسلک:

بیع معدوم کی پہلی اور دوسری قسم جس میں عقد کے وقت مبیع موجود نہیں ہوتی اور بائع مبیع کو مشتری کے حوالہ کرنے پر قادر نہیں ہوتا، تمام فقہاء کے نزدیک باطل ہے:

فقہ حنفی:

"وَبَيْعُ مَا هُوَ مَوْجُودٌ غَيْرُ مَمْلُوكٍ لِلْعَاقِدِ بَاطِلٌ فَبَيْعُ الْمَعْدُومِ أَوْلَى بِالْبُطْلَانِ."

(اور ایسی شئی کی بیع جو موجود ہو اور عاقد کی مملوک نہ ہو باطل ہے لہذا معدوم کی بیع باطل ہونے کی زیادہ مستحق ہے) (المبسوط: 12/124، شرائط السلم)۔

"(مِنْهَا): أَنْ يَكُونَ مَوْجُودًا، فَلَا يَنْعَقِدُ بَيْعُ الْمَعْدُومِ، وَمَالَهُ خَطَرُ الْعَدَمِ."

(صحت بیع کی شرائط میں ایک شرط یہ ہے کہ مبیع موجود ہو، لہذا معدوم کی اور ایسی شئی کی بیع جس کے عدم کا خطرہ ہو منعقد نہیں ہوگی) (بدائع الصنائع: 5/138، والبحر الرائق، والدر المختار)۔

"بَيْعُ الْمَعْدُومِ بَاطِلٌ فَيَبْطُلُ بَيْعُ ثَمَرَةٍ لَمْ تَبْرُزْ أَصْلًا."

(معدوم کی بیع باطل ہے لہذا ایسا پھل جو ابھی کچھ بھی ظاہر نہ ہوا ہو اس کی بیع باطل ہوگی) (مجلۃ الاحکام العدلیہ: مادہ: 205)۔

فقہ مالکی:

"قال مالك: والأمر عندنا: أن من المخاطرة والغرر اشتراء ما في بطون الإناث من النساء والدواب؛ لأنه لا يدري أيخرج أم لا يخرج؟ فإن خرج لم يدر أيكون حسنا، أم قبيحا، أم تاما، أم ناقصا، أم ذكرا، أم أنثى؟! وذلك كله يتفاضل، إن كان على كذا فقيمته كذا، وإن كذا فقيمته كذا."

(امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک حکم یہ ہے کہ خواتین اور مادہ جانوروں کے بطن میں جو مستور ہے، اس (حمل) کی بیع مخاطرہ اور غرر کی قبیل سے ہے، اس لئے کہ نہیں معلوم وہ باہر آئے گا یا نہیں، پھر باہر آیا تو نہیں معلوم اچھا ہوگا یا برا، مکمل ہوگا یا ناقص، مذکر ہوگا یا مؤنث، اور ان میں سے ہر ایک کی قیمت میں

فرق ہوتا ہے اگر ایسا ہوگا تو اس کی قیمت یہ ہوگی اور ایسا ہوگا تو اس کی قیمت یہ ہوگی) (الدرر البهية : 3/363)۔

فقہ شافعی:

"ولا يجوز بيع المعدوم كالثمرة التي لم تخلق لما روى أبو هريرة ؓأن النبي ﷺ نهى عن بيع الغرر، والغرر ما انطوى عليه أمره، وخفيت عليه عاقبته."

(اور معدوم کی بیع جائز نہیں ہوتی، جیسے وہ پھل جو ابھی پیدا نہیں ہوا، اس حدیث کی وجہ سے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غرر کی بیع سے منع کیا ہے، اور غرر وہ ہے جس کا امر معلوم نہ ہو اور اس کا انجام مخفی ہو) (المہذب: 2/12)۔

"(أَمَّا) حُكْمُ الْمَسْأَلَةِ فَبَيْعُ الْمَعْدُومِ بَاطِلٌ بِالْإِجْمَاعِ وَنَقَلَ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَغَيْرُهُ إجْمَاعَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى بُطْلَانِ بَيْعِ الثَّمَرَةِ سَنَتَيْنِ وَنَحْوَ ذَلِكَ."

(رہا مسئلہ کا حکم تو معدوم کی بیع بالاجماع باطل ہے اور ابن منذر وغیرہ نے دو سال یا اس کے مثل میں آنے والے پھل کی بیع کے باطل ہونے پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے) (المجموع شرح المہذب: 9/257)۔

فقہ حنبلی:

"لأن ما في الأرض مستور مغيب وما يحدث منه معدوم، فلم يجز بيعه"

(اس لئے کہ جو زمین میں مستور ہے غائب ہے، اور اس سے کیا باہر آئے گا معدوم ہے لہذا اس کی بیع جائز نہیں ہوگی) (الروض المربع مع الحاشية: 4/546)۔

چنانچہ تمام فقہاء کے نزدیک معدم کی یہ دونوں صورتیں باطل ہوتی ہے ۔

دلائل:

معدوم کی بیع باطل ہونے کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول درج ذیل احادیث ہیں:

۱- عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاملہ جانور کے حمل کی بیع سے منع فرمایا ہے، اور یہ ایک بیع تھی جس کی خرید و فروخت لوگ جاہلیت میں کرتے تھے آدمی اونٹ کی بیع کرتا تھا اس مدت تک کہ اونٹنی بچہ جنے پھر وہ حمل بچہ جنے جو ابھی (عقد کے وقت) اس ناقہ کے پیٹ میں ہے، امام محمدؒ نے کہا اور یہ تمام بیوع مکروہ ہیں، اور مناسب نہیں ہیں، اس لئے کہ یہ ہمارے نزدیک غرر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غرر کی بیع سے منع فرمایا ہے) (الموطاء بروایۃ الامام محمدؒ، و دیگر کتب حدیث۔

۲-حکیم بن حزام سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ: آدمی میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے ایسی شئے کی بیع کا مطالبہ کرتا ہے جو میرے پاس نہیں ہے، میں اس سے معاملۂ بیع کرلوں؟ اس کے لئے بازار سے خریدلوں گا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شئے تمھارے پاس نہ ہو اس کی بیع مت کرو (مصنف ابن ابوشیبۃ: 4/311، اور سنن ترمذی وغیرہ)۔

۳-عن أبي هريرة، قال: »نهى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن بيع الحصاة، وعن بيع الغرر. (صحيح مسلم: ح 1513)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع حصاۃ اور بیع غرر سے منع فرمایا ہے۔

اور یحییٰ نے بیع غرر کی وضاحت کی، فرمایا: دھوکہ کی بیع سے شکاری کے جال ڈالنے سے پہلے اس میں پھنسنے والی مچھلی کی بیع ہے، بھاگے ہوئے غلام کی بیع ہے، گمشدہ اونٹ کی بیع ہے، جو جانوروں کے پیٹ (بچہ دانی) میں ہے اس کی بیع ہے، اور معادن کی مٹی کی بیع ہے، اور جو مویشیوں کے تھن میں ہے اس کی بیع ہے، مگر (نکالنے کے بعد) ناپ کر (مسند احمد: ح2752)۔

بیع معدوم کی تیسری صورت جس میں عقد کے وقت تو شئ موجود نہیں ہوتی مگر مستقبل میں جس وقت مشتری کو اس پر قبضہ مطلوب ہوتا ہے، اس وقت وہ شئ موجود ہوتی ہے، اور بائع اسے مشتری کے حوالہ کرنے پر قادر ہوتا ہے یہ بیع ایسی شرائط کے ساتھ جائز ہوتی ہے، جس سے اس شئے کی وضاحت اور تعیین ہوجائے، اور اس کا غرر وابہام دور ہوجائے، مثلاً: اس مبیع کی جنس، نوع، شکل وہیئت اور صفات ومقدار وغیرہ عاقدین کے درمیان طے پاجائیں، اس جیسی بیع کے جواز کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیع سلم اور بیع استصناع کے ثبوت کی احادیث ہیں:

"قال: عبد الله كنا نسلف نبيط أهل الشأم في الحنطة، والشعير، والزيت، في كيل معلوم إلى أجل معلوم، قلت: إلى من كان أصله عنده؟ قال: ما كنا نسألهم عن ذلك."

عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ملک شام کے کسانوں کے ساتھ گیہوں، جو اور تیل کی خرید کا معلوم ناپ تول اور معلوم مدت کے ساتھ معاملہ کرتے تھے، تو میں نے پوچھا: اس کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا تھا جس کے پاس اصل مبیع موجود ہو؟ تو انھوں نے کہا کہ: ہم ان سے اس کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے۔ (صحیح بخاری: ح2244)۔

یہ حدیث بیع سلم کے بارے میں ہے، جس میں مبیع مؤجل اور ثمن معجّل ہوتا ہے، یعنی ثمن عقد کے وقت ہی ادا کردیا جاتا ہے، ایک معلوم مدت تک مؤجل، ادھار ہوتی ہے، مگر اس کی جنس، نوعیت، مقدار، صفات، کوالٹی وغیرہ عقد کے وقت ہی معلوم اور طے ہوتی ہے۔

دوسری صورت بیع استصناع کی، اس میں یہ ہوتا ہے کہ کسی کاریگر سے کوئی سامان آرڈر دے کر بنوایا جاتا ہے، اس میں بھی صحت کے لئے یہ شرط ہے کہ اس سامان کی جنس، نوعیت اور ہیئت وصفات معلوم ہونا چاہئے کہ وہ سامان کیا ہوگا، کس ہیئت و صفت کا ہوگا اس کا سائز کیا ہوگا وغیرہ، ظاہر ہے کہ آرڈر دیتے وقت اس سامان کا وجود نہیں ہوتا، ورنہ مشتری فی الفور اسے خرید لیتا، استصناع میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ میٹریل اور سامان ، صانع یعنی بائع کا ہوتا ہے اس میں اگر چہ اجل یعنی وقت کی تعیین نہیں ہوتی، لیکن اگر وقت اور مدت طے ہو تو موجودہ دور کی تجارت اور اس کے کوائف کے پیش نظر راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا لحاظ کرنا ہوگا، جواز استصناع کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا لکڑی کا منبر اور چاندی کی انگوٹھی بنوانے کا عمل ہے

"فَلَمَّا كَثُرَ النَّاسُ قَالَ: "ابْنُوا لِي مِنبَراً". فَبنوا لَهُ مِنْبَراً لَهُ عَتَبَتَانِ."

پھر جب لوگوں کی کثرت ہوگئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے لئے ایک منبر بناؤ، تو لوگوں نے آپ ﷺ کے لئے ایک منبر بنایا جس کے دو زینے تھے (موارد الظمآن: ح574، نیز صحیحین وسنن وغیرہ)۔

بیع سلم اور بیع استصناع کے ثبوت کی وجہ سے اس کے تحت آنے والی صورتیں بھی جائز کہی جائیں گی، فقہاء احناف کے نزدیک کسی شئے میں استصناع کے جواز کے لئے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا تعامل ہو، لیکن بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے وقت کے تقاضے اور حاجت وضرورت پر چھوڑ دیا جائے۔

۳- بیع معدوم سے ممانعت کی علت وحکمت:

کتب حدیث میں بیع کی جو صورتیں مذکور ہیں ان میں سے بعض وہ ہیں، جن میں مبیع معدوم ہوتی ہے یا بائع کی ملکیت میں نہیں ہوتی جیسے "نہی عن بیع السنین" یا "لا تبع ما لیس عندک" وغیرہ، یہ ممنوع ہے۔

اور بعض صورتیں ایسی ہیں کہ اس میں سامان موجود ہوتا ہے، بائع اس کا مالک بھی ہوتا ہے، مگر معقود علیہ مجہول ہوتا ہے، سامان متعین اور معلوم نہیں ہوتا جیسے بیع منابذہ، ملامسہ، بیع حصاۃ وغیرہ، نہ جانے کس سامان پر ہاتھ لگے گا، یا کس پر کنکری گرے گی، مجہول ہے، یہ بھی صحیح نہیں ہے۔

اور کچھ صورتیں ایسی ہیں کہ بیع کے وقت سامان کا وجود نہیں ہے یا بائع کے پاس موجود نہیں ہے، مگر مستقبل میں مطلوبہ اوصاف پر اس کا وجود ہوسکتا ہے، اور وہ مشتری کے سپرد کیا جاسکتا ہے، یعنی سامان کی ادائیگی تک اس کا وجود ہوسکتا ہے اور وہ مقدور التسلیم ہوسکتا ہے، جیسے بیع سلم، عقد استصناع، اس کا جواز منصوص ہے۔

ان مذکورہ تمام صورتوں میں علت مشترک جو جواز یا عدم جواز کا سبب بن سکتی ہے ظاہر ہے کہ وہ سامان کا موجود یا معدوم ہونا نہیں ہے، معدوم ہونے کے باوجود کچھ صورتیں جائز بھی ہیں اور ناجائز بھی، اسی طرح موجود ہونے کے باوجود کچھ صورتیں ناجائز کہی گئی ہیں، البتہ وہ علت جو ان سب میں مشترک ہے کہ اس کے نہ ہونے پر بیع صحیح اور اس کے پائے جانے پر بیع باطل ہوتی ہے وہ امکان غرر ہے، سامان کا مجہول ہونا، کیا، کیسا اور کتنا ہوگا، ہاتھ لگے گا یا نہیں، پردۂ خفا میں ہے، معلوم نہیں،

اور اس لئے بعض صورتوں میں وہ وقت پر مقدور التسلیم بھی نہیں ہوتا، تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ بیع معدوم سے ممانعت کی علت امکان غرر ہے نہ کہ کچھ اور، چنانچہ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے:

"وَهَكَذَا الْمَعْدُومُ الَّذِي هُوَ غَرَرٌ نَهَى عَنْ بَيْعِهِ لِكَوْنِهِ غَرَرًا لَا لِكَوْنِهِ مَعْدُومًا كَمَا إذَا بَاعَ مَا يَحْمِلُ هَذَا الْحَيَوَانُ أَوْ مَا يَحْمِلُ هَذَا الْبُسْتَانُ فَقَدْ يَحْمِلُ وَقَدْ لَا يَحْمِلُ وَإِذَا حَمَلَ فَالْمَحْمُولُ لَا يُعْرَفُ قَدْرُهُ وَلَا وَصْفُهُ فَهَذَا مِنْ الْقِمَارِ وَهُوَ مِنْ الْمَيْسِرِ الَّذِي نَهَى اللَّهُ عَنْهُ."

(اور ایسے ہی وہ معدوم جس میں غرر ہو اس کی بیع سے منع کیا ہے غرر کی وجہ سے، نہ کہ اس کے معدوم ہونے کی وجہ سے، جیسے جب کہ فروخت کرے اس کو جس کا یہ حیوان حامل ہوگا، یا جو اس باغ میں پھل آئے گا، اس لئے کہ وہ حاملہ ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی، پھر محمول کی نہ مقدار معلوم ہے اور نہ اس کا وصف تو یہ قمار کی قبیل سے ہے اور قمار اس میسر (جوا) سے ہے جس سے اللہ نے منع کیا ہے) (مجموع فتاوی ابن تیمیہ: 20/543)۔

غرر کی تعریف میں امام سرخسیؒ نے لکھا ہے:

"وَالْغَرَرُ مَا يَكُونُ مَسْتُورَ الْعَاقِبَةِ" انجام معلوم نہ ہو (المبسوط: 13/68)

دیگر تعریفات بھی منقول ہیں، مفتی تقی عثمانی زید مجدہ نے معنی غرر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے

"والذی یتحصل من سبر جزئیاته أن الغرر لا یخلو من أحد الأحوال الثلاثة الآتیة: الأول أن یکون المعقود علیه غیر مقدور التسلیم، والثانی أن یشتمل العقد علی جهالة فی المعقود علیه. والثالث أن یکون فیه معنی تعلیق التملیک علی الخطر کما فی القمار."

اس کی جزئیات کے جائزہ کا حاصل یہ کہ غرر درج ذیل تین احوال سے خالی نہیں ہوتا، اول یہ کہ سامان کی حوالگی پر قدرت نہ ہو، دوم یہ کہ معقود علیہ مجہول ہو، سوم یہ کہ اس میں تملیک کی تعلیق غیر یقینی امر پر ہو جیسا کہ قمار میں ہوتا ہے۔ (فقہ البیوع: 1/227)

اس سے ظاہر ہے کہ یہ یا اس کے علاوہ صورتیں غرر کی جزئیات اور انواع ہیں اصل علت غرر ہی ہے

اور بیع معدوم سے منع کی حکمت بائع اور مشتری دونوں کو ضرر سے بچانا ہے، اس لئے کہ بیع کا منشاء و مقتضا یہ ہے کہ بائع و مشتری بدلین پر قبضہ کر کے اس کے مالک ہو سکیں، اور اگر مبیع معدوم ہو تو یہ غرض حاصل نہیں ہوگی، معدوم ہونے کی صورت میں واضح ہے، اور اگر مبیع واقع میں موجود ہے لیکن بائع کی دسترس سے باہر ہے، اس کو مشتری کے حوالہ کرنے پر قادر نہیں ہے، تو اس بیع میں قمار کی صورت ہو جاتی ہے،

"وَإِنْ كَانَ مَوْجُودًا فَإِنَّ مُوجَبَ الْبَيْعِ تَسْلِيمُ الْمَبِيعِ وَالْبَائِعُ عَاجِزٌ عَنْهُ وَالْمُشْتَرِي إنَّمَا يَشْتَرِيهِ مُخَاطَرَةً

وَمُقَامَرَةً فَإِنْ أَمْكَنَهُ أَخْذُهُ كَانَ الْمُشْتَرِي قَدْ قَمَرَ الْبَائِعَ. وَإِنْ لَمْ يُمْكِنْهُ أَخْذُهُ كَانَ الْبَائِعُ قَدْ قَمَرَ الْمُشْتَرِيَ. وَهَكَذَا الْمَعْدُومُ الَّذِي هُوَ غَرَرٌ نَهَى عَنْ بَيْعِهِ لِكَوْنِهِ غَرَرًا لَا لِكَوْنِهِ مَعْدُومًا."

[اور اگر (مبیع) موجود ہو تو بیع کا حکم مبیع کو سپرد کرنا ہے، اور بائع اس سے عاجز ہے، اور مشتری خطرہ مول لیتے ہوئے جوا کے طور پر اسے خرید رہا ہے تو اگر اس کے لئے اس کا حصول ممکن ہو گیا تو اس نے جوئے میں بائع کو مات دیے دی، ور اگر اس کے لئے اس کا پانا ممکن نہیں ہوا تو بائع نے مشتری کو ہرا دیا، ایسے ہی وہ معدوم جس میں غرر ہے اس کی بیع سے منع کیا ہے غرر ہونے کی وجہ سے نہ کہ معدوم ہونے کی وجہ سے] (مجموع الفتاوی: 20 / 544)، مذکورہ بالا صورت کی وضاحت امام مالکؒ کے ذکر کردہ درج ذیل بیان سے واضح ہوتی ہے،

امام مالکؒ نے فرمایا کہ خطرہ مول لینے اور غرر کی صورت سے یہ ہے کہ آدمی جس کا اونٹ گم ہو گیا ہے یا اس کا غلام بھاگ گیا ہے اور ان میں سے کسی کی قیمت پچاس دینار ہے، تو کوئی شخص اس سے کہے کہ میں اسے بیس دینار میں خریدتا ہوں، پس اگر مشتری نے اسے پالیا تو بائع کے تیس دینار گئے، اور مشتری اسے نہ پا سکا تو بائع مشتری کا بیس دینار (بلا عوض) لے اڑا (الدرر البہیۃ: 2 / 351)

۴۔ بیع معدوم کا عقد استصناع پر قیاس اور اس کی شرائط:

عقد استصناع کے بارے میں گزر چکا کہ اس کا جواز نبی ﷺ کے عمل سے ثابت ہے، اور فقہاء نے اس کی صحت کی کچھ شرائط بھی واضح کی ہیں،

"وَأَمَّا شَرَائِطُ جَوَازِهِ (فَمِنْهَا): بَيَانُ جِنْسِ الْمَصْنُوعِ، وَنَوْعِهِ وَقَدْرِهِ وَ صِفَتِهِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَصِيرُ مَعْلُومًا بِدُونِهِ."

(اور بہر حال اس کے جواز کی شرطیں، تو اس میں سے یہ ہے کہ شئے مصنوع کی جنس، نوع اور مقدار و اوصاف کا بیان ہو، کیونکہ اس کے بغیر وہ معلوم نہیں ہوگی) (بدائع الصنائع: 4 / 94)، لہذا ایسی شئے جو بائع کے پاس موجود نہیں ہے، لیکن مارکیٹ میں فراہم ہے، یا فی الحال مارکیٹ میں نہ ہو مگر فراہم ہو سکتی ہے اور عاقدین کے درمیان اس کی جنس و نوع اور وصف و مقدار پر اتفاق ہو جائے جس کے ذریعہ وہ شئے معین و معلوم کے مثل ہو جائے جیسا کہ عقد استصناع میں ہوتا ہے تو یہ بیع جائز و نافذ ہوگی۔

بیع استصناع کے جواز کی دوسری شرط یہ ہے کہ ان ہی اشیاء میں درست ہے جن اشیاء کے استصناع کا تعامل ہو،

"(وَمِنْهَا): أَنْ يَكُونَ مِمَّا يَجْرِي فِيهِ التَّعَامُلُ بَيْنَ النَّاسِ مِنْ أَوَانِي الْحَدِيدِ وَالرَّصَاصِ، وَالنُّحَاسِ وَالزُّجَاجِ، وَالْخِفَافِ وَالنِّعَالِ.

[اور ان شرطوں سے یہ بھی ہے کہ شئے مصنوع ان اشیاء سے ہو جس کا لوگوں کے مابین تعامل ہو، یعنی لوہا، سیسہ، پیتل اور شیشے کے برتن، اور موزے اور جوتے۔) (بدائع الصنائع: 4/94)

اس تعامل کی شرط کے بارے میں صاحب "عطر ہدایہ" لکھتے ہیں: "لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جب استصناع سے بیع لازم ہو جاتی ہے تو اس شئ (چیز) کے متعارف ہونے کی شرط بے ضرورت ہے، بلکہ استصناع سے مانع ہے، کیونکہ عام طور پر وہی چیز بنوائی جاتی ہے جو جدید قسم یا خاص وضع کی ہوتی ہے، اگر ایسی چیزیں استصناع سے خارج ہو جائیں تو استصناع کی ضرورت ہی نہیں رہے گی، امام ابو یوسفؒ کے قول کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی کے لئے لکڑی کا منبر بنوایا، حالانکہ اس سے پہلے نہ منبر متعارف تھا نہ مستعمل" (عطر ہدایہ: ص239)۔

خلاصہ کلام یہ کہ بیع استصناع کے پیش نظر ایسی شئے معدوم جس کا انضباط جنس ونوع، اور قدر واوصاف سے ہو سکتا ہے اور مشتری کو بیان کردہ ہیئت واوصاف پر وقت مطلوب میں فراہم ہو سکتی ہے تو اس معدوم شئ کی بیع بھی استصناع کی صورت میں داخل ہو کر نافذ ہوگی۔

۵۔مبیع کے وجود میں آنے یا اس پر قبضہ ہونے سے پہلے اس کے اوصاف بتا کر اس کی بیع کرنا:

اوپر یہ تفصیل گزر چکی کہ بیع کے باطل ہونے کی علت سامان کا وجود یا عدم وجود نہیں ہے، بلکہ اصل علت امکان غرر ہے، اور امکان غرر کا زوال جنس واوصاف کے انضباط سے اور وقت معہود پر اس شئے کے پائے جانے سے ہو جاتا ہے، جیسا کہ بیع سلم اور عقد استصناع میں ہوتا ہے، کہ جب مشتری کو شئ مبیعہ مطلوب ہوتی ہے، بائع ان اوصاف پر مشتمل سامان مشتری کے قبضہ میں دینے پر قادر ہوتا ہے، لہذا عوام الناس کی حاجات وضروریات، اور تجارت کی صورتوں کی کثرت وارتقاء کے پیش نظر بیع سلم اور عقد استصناع کی اساس پر اوصاف بتا کر مبیع کے وجود میں آنے یا اس پر قبضہ ہونے سے پہلے کسی سامان کی بیع نافذ ہوگی،

"والمعدوم قد یعتبر موجودا حکما." (ھدایہ: 3/77)

۶۔ایک تاجر کا دوسرے تاجر سے اور دوسرے کا تیسرے سے بیع کرنا:

بیع سلم اور استصناع میں رب السلم (مشتری) اور صانع کے لئے محل عقد پر قبضہ سے پہلے اس کا کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز نہیں، اسی طرح کسی بھی سامان پر اپنا قبضہ ہونے سے پہلے کسی کا اسے فروخت کرنا جائز نہیں ہے لہذا ایک تاجر کا دوسرے سے اور دوسرے کا تیسرے سے بیع کرنا قبضہ سے پہلے درست نہیں ہوگا، "ومن أسلم فی شئ فلا یجوز لہ أن یبیعہ قبل أن یتسلمہ من المسلَم إلیہ، وکذلک من استصنع من آخر شیئاً فلا یجوز لہ أن یبیعہ قبل أن یقبضہ من الصانع لأنہ إما معدوم وإما غیر مملوک للبائع" اور جس نے کسی چیز میں بیع سلم کیا ہو تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ مسلم الیہ سے حاصل کرنے سے پہلے اس شئے کو فروخت کرے، اور ایسے ہی دوسرے کو کسی شئے کے بنانے کا آرڈر دیا ہو، تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ صانع سے

حاصل کرنے سے پہلے اسے کسی اور کو بیچے اس لئے کہ یا تو وہ معدوم ہے یا بائع کی ملکیت میں نہیں ہے (فقہ البیوع: 321/1).

قبضہ سے قبل کسی سامان کے فروخت سے ربح مالم یضمن لازم آتا ہے، جس سے حدیث میں منع کیا گیا ہے

"لأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ نَهَى عَنْ رِبْحِ مَا لَمْ يُضْمَنْ. وَلَمْ يَكُنِ الرِّبْحُ يَطِيبُ لِأَحَدٍ إِلَّا بِتَقَدُّمِ ضَمَانِهِ." (شرح معانی الآثار)

قبضہ سے مراد یہ ہے کہ بائع کی طرف سے تخلیہ و دستبرداری ہوجائے اور مشتری اس سامان کا ضامن ہوجائے، یعنی مشتری کی حسب ہدایت بائع اس سامان کو اس کے وکیل کے حوالہ کردے خواہ وہ کوئی فرد ہو یا ٹرانسپورٹ یا بینک اور اس کے نقصان یا ہلاکت کا ضمان مشتری قبول کرے، خواہ یہ باہمی معاہدہ سے ہو یا رائج عرف سے، اس صورت میں مشتری کا اسے دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا صحیح ہوگا، اگرچہ سامان راستہ میں ہو مشتری تک نہ پہونچا ہو، اس صورت میں ربح مالم یضمن لازم نہیں آئے گا۔

۷۔ وصف، جنس اور نوع وغیرہ کے بیان کے ذریعہ شئے معدوم کا انضباط:

صحت بیع کے لئے عقد بیع کا ایسی جہالت (لاعلمی) سے خالی ہونا شرط ہے جو جہالت مفضی الی النزاع ہو، اس لئے بھی مبیع کو موجود اور معلوم ہونا چاہئے، لہذا شئے معدوم کی جنس و نوع اور اس کی ہیئت وصفات، اور مقدار وغیرہ بیان کردیا جائے جس سے امکان غرر اور عاقدین کے درمیان نزاع کا اندیشہ ختم ہوجائے تو شرعاً یہ بیع درست ہوگی، جیسا کہ بیع سلم و بیع استصناع کے ثبوت جواز سے ظاہر ہے۔

۸۔ عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ بیع معدوم کی جائز صورتیں:

احادیث سے بیع معدوم کی صورتوں میں عقد سلم اور عقد استصناع کا ہی ثبوت ملتا ہے، اس لئے بیع معدوم کی جو صورت بھی جائز کہی جائے گی وہ ان ہی دو میں سے کسی ایک پر منطبق ہوگی، ورنہ اصلاً بیع معدوم امکان غرر کی وجہ سے باطل قرار دی گئی ہے، عقد استصناع کا عمل جوتے اور موزوں سے ترقی کرکے فی زمانا بہت وسیع ہوچکا ہے، اسی کے تحت ٹھیکہ داری کا عمل بھی آتا ہے، جس میں سڑکوں، عمارتوں اور پل وغیرہ کی تعمیرات بھی آتی ہیں، اسی طرح من موافق گاڑیاں، بحری وفضائی جہاز، اور معاشی وتجارتی بڑی بڑی مشینیں بنوائی جاتی ہیں، وہ اسی استصناع کی صورت میں شامل ہیں۔

بیع سلم میں یہ ہوتا ہے کہ ثمن معجّل ہوتا ہے جس کی ادائیگی عقد کے وقت ہی ہوتی ہے اور مبیع (سامان) مؤجل یعنی ادھار ہوتا ہے مگر ادائیگی کا وقت اور مدت متعین اور معلوم ہوتا ہے، نیز استصناع کی طرح اس میں مبیع کا انضباط اس کی جنس و نوع اور وصف وقدر کے بیان سے لازم ومشروط ہے تاکہ مبیع کی جہالت اور اس کا ابہام زائل ہوجائے، مسلم فیہ یعنی مبیع خواہ مکیلات کی قبیل سے ہو یا موزونات سے، یا مذروعات وعددیات متقاربہ سے، سبھی میں جائز ہے اسی لئے گاڑیوغیرہ میں جائز

ہے مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں: اور اس سبب سے کہ بیع سلم متقارب عددی اشیاء میں بھی جائز ہے، لہذا گاڑیاں، موٹر سائیکلیں، ہوائی جہاز، فریزر، اے سی اور الکٹرانک وگھریلو سامان وغیرہ جن کی نوع، وصف، ماڈل، رنگ اور ان جیسے دیگر اوصاف جس میں مشتری کی رغبت ہوتی ہے اس کا انضباط ہوجائے تو ان اشیاء میں بھی جائز ہے (فقہ البیوع: ص555)

۹-الف: نقشہ کی بنیاد پر مکان کی خرید وفروخت:

بلڈرس نے زمین خریدا، اور اس پر تعمیر کئے جانے والے فلیٹ کا نقشہ بنایا، اگر اس نقشہ سے زمین کا جائے وقوع، اس پر مکان بنانے کی حکومتی اجازت، کمروں وغیرہ کی تعداد، سائز، اور دگر ضروری معلومات کی وضاحت ہوجاتی ہے جس سے دھوکہ یا بعد میں کوئی نزاع قائم نہ ہو، تو اس نقشہ کی بنیاد پر مکان کی خرید فروخت کرنا جائز ہوگا، اور یہ بیع استصناع کی ہی ایک صورت ہوگی، مکانات وفلیٹ جو معقود علیہ ہیں، ابرام عقد کے وقت وہ غیر موجود ہیں، لیکن اس کے نقشے اور خاکے سے اس کے اوصاف معلوم ہیں، جس پر ان کا وجود مستقبل میں ممکن ہے، جس کی وجہ سے اسے معدوم نہیں کہا جاتا، اس لئے ابرام عقد کے وقت جب کہ بلڈر کے پاس زمین موجود ہے اس پر وجود میں آنے والے مکانات کی بیع جائز ہے اصل چیز تسلیم کے وقت مکانات کا وجود ہے، جس پر مستصنع قبضہ کرسکے،، اور بلڈر بھی ثمن کا مالک قبضہ دلانے کے بعد ہی ہوگا۔

اور اس صورت میں جبکہ بلڈر کے پاس زمین موجود نہ ہو تو چونکہ زمین کا حصول غرر وخطر کے دائرہ میں ہے، مطلوبہ جگہ پر زمین حاصل ہوگی یا نہیں اس لئے اس صورت میں بیع درست نہیں ہوگی۔

ب: -پہلے ہی یہ طے پا جائے کہ قیمت نقد میں ہوگی یا فلیٹ کی صورت میں، نیز اس کی مقدار یا تعداد کا تعین ہوجائے اور فلیٹ کی صورت میں ہو تو اس کی جہت کا تعین بھی ضروری ہے تو یہ صورت بھی درست ہے، "فمنها بيان المصنوع." (بدائع)

ج: -کمپیوٹر اپلیکیشن اور سوفٹ ویر پروگرام جن کا بظاہر کوئی محسوس وجود نہیں ہوتا لیکن ان کو موبائل اور کمپیوٹر پر دیکھا یا سنا جاسکتا ہے اور ان سے انتفاع بھی کیا جاسکتا ہے تو ان کو معدوم نہیں کہا جاسکتا، ان کی طبیعت اور ماہیت کے اعتبار سے ایک پروگرام کی شکل میں ان کا وجود ہے، جس سے انتفاع عمل میں ہے، لہذا ان کو خریدنا اور فروخت کرنا جائز ہے، البتہ یہ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ کونسا اپلیکیشن ہے، اور اس سے کیا کیا کام لیا جاسکتا ہے اور اس سے متعلق جن اشیاء کی معلومات ضروری ہے ان کا علم ہونا چاہئے، اور عموماً ایسے ایپس یا پروگرام کی تفصیلات معلوم ہوتی ہیں، اس لئے اسے بیع معدوم نہیں کہا جائے گا۔

د: -بعض پھلوں میں بیع کی یہ شکل بھی مروج ہے کہ فی الوقت جتنے پھل موجود ہیں اور جتنے پھل متوقع ہیں دونوں کی بیع کی جاتی ہے کیا اس طرح پھلوں کی بیع درست ہے؟

یہ مسئلہ علماء احناف کے مابین مختلف فیہ ہے اکثر کا قول عدم صحت کا ہے "فَيَجُوزُ بَيْعُ مَا ظَهَرَ مِنْهُ، وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ مَا لَمْ يَظْهَرْ، وَهَذَا قَوْلُ عَامَّةِ الْعُلَمَاءِ -وَقَالَ مَالِك رَحِمَهُ اللهُ إذَا ظَهَرَ فِيهِ الْخَارِجُ

الْأَوَّلُ يَجُوزُ بَيْعُهُ، لِأَنَّ فِيهِ ضَرُورَةً."

[تو ان پھلوں میں سے جو ظاہر ہو چکے ہیں ان کی بیع جائز ہوگی، اور جو نہیں ظاہر ہوئے ہیں ان کی بیع جائز نہیں ہوگی اور یہی عام علماء کا قول ہے، اور امام مالکؒ نے کہا کہ جب اس میں پہلا آنے والا پھل ظاہر ہوجائے تو اس کی بیع جائز ہوگی کیونکہ اس میں ضرورت ہے (عوام الناس کی)]، (تبیین الحقائق: 138/5)۔

"ثالثها أن يخرج بعضها دون البعض فإنه لا يجوز في ظاهر المذهب وقيل: يجوز إذا كان الخارج أكثر ويجعل المعدوم تبعا للموجود استحسانا لتعامل الناس وللضرورة وكان شمس الأئمة الحلواني وأبو بكر محمد بن الفضل البخاري يفتيان به.

[اس کی تیسری صورت یہ ہے کہ اس کا بعض ظاہر ہو اور بعض ظاہر نہ ہو تو ظاہر مذہب میں اس کی بیع جائز نہیں، اور کہا گیا ہے جائز ہوگی جب کہ خارج، معدوم سے زیادہ ہو اور معدوم کو موجود کا تابع بنالیا جائے گا تعامل ناس کے پیش نظر استحسان کے طور پر اور ضرورت کے تحت شمس الائمہ حلوانی اور ابوبکر بخاری اسی کا فتوی دیتے تھے،] (تبیین الحقائق: 12/4)۔

مفتی تقی عثمانی صاحب نے لکھا ہے کہ ابن نجیم نے بھی اسی کا فتوی دیا ہے اور ابن ہمام نے فضلی کا فتوی نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

"وقد رأيت رواية في نحو هذا عن محمد ﷺ، وهو بيع الورد على الأشجار، فإن الورد متلاحق، ثم جوز البيع في الكل بهذا الطريق، وهو قول مالك ﷺ."

اور اس جیسی صورت میں میں نے امام محمدؒ سے ایک روایت دیکھی ہے اور وہ درختوں پر پھولوں کی بیع ہے اس لئے پھول یکے بعد دیگرے آتے ہیں پھر تمام میں بیع اسی طریق پر جائز کہی گئی ہے، اور یہی امام مالکؒ کا قول ہے (فقہ البیوع: 316/1)

"ہاں البتہ جو چیز تھوڑی تھوڑی کرکے پیدا ہوا کرتی ہے، ایک دفعہ میں نہیں ہوتی، جیسے گلاب کے پھول وغیرہ، ان میں معدوم موجود کے تابع ہیں، اس لئے ایسے معدوم کی بیع موجود کے تابع ہوکر جائز ہے" (عطر ہدایہ: ص63)۔

ہ:- دوکاندار کو سامانوں کا آرڈر دیا جاتا ہے، اور قیمت بھی ادا کردی جاتی ہے، کچھ سامان اس کی دوکان پر موجود ہوتا ہے، اور بڑی تعداد میں سامان مارکیٹ میں تو ہوتا ہے لیکن دوکاندار کے پاس نہیں ہوتا، دوکان دار سامان کا انتظام کرکے خریدار کو پہونچاتا ہے۔

مذکورہ بالا صورت میں مفہوم یہ پایا جاتا ہے کہ مشتری کو سامان فی الحال مطلوب نہیں ہے بلکہ اس کی طرف سے مہلت

ہے،اور یہ کہ جو سامان مطلوب ہے اس کی کوالیٹی اور صفات بھی معلوم ہیں،اور یہ صورت معاشرہ میں معروف اور معمول بہ ہے،لہذا اس کو بیع مالا یملک میں شمار نہیں کیا جائے گا،ورنہ لوگ حرج میں مبتلا ہوں گے۔

"فلا ینبغی أن یقال إن بیع الاستیراد المتعارف علیه عند التجار یتناوله النهی عن بیع ما لیس عند البائع، لأن بیع الاستیراد مدخول فیه علی تأجیل المبیع، و بیع مالیس عند البائع المنهی عنه مدخول فیه علی تسلیم المبیع فی الحال."

لہذا یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ تجار کے نزدیک متعارف بیع استیراد کو بیع مالیس عند البائع شامل ہے اس لئے کہ بیع استیراد اس میں داخل ہے تاجیل مبیع کے طور پر،اور بیع مالیس عند البائع جس سے منع کیا گیا ہے اس میں داخل ہے بیع کے وقت ہی مبیع کی تسلیم پر(الغرر واثرہ فی العقود:320)

راقم السطور کی رائے یہ ہے کہ یہ بیع تعاطی و بیع استجرار کی ہی ایک صورت ہے،جس کا عوام الناس میں روزمرہ کا تعامل ہے،اور اس کی تفصیل کے لئے فقہی مقالات از مفتی محمد تقی عثمانی کا تیسرا جزو دیکھا جاسکتا ہے۔

بیع معدوم کی چند جدید صورتیں اور ان کا شرعی حکم

مفتی راشد حسین ندوی
(مدرسہ ضیاء العلوم، رائے بریلی)

سوال (۱): بیع معدوم کا مفہوم؟

قرآن مجید میں مطلق طور سے اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا ہے:

"وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا" (البقرة: ۲۷۵)

لیکن مختلف نصوص کی بنیاد پر بہت سی شکلیں اس عموم سے خارج ہیں، چنانچہ اس آیت کے تحت امام جصاص رازی نے "احکام القرآن" میں لکھا ہے کہ اس آیت کریمہ میں اگرچہ عموم کا صیغہ ہے، لیکن اس سے خصوص مراد لیا گیا ہے اور اہل علم کا بیوع کی بہت سی قسموں کے ممنوع ہونے پر اتفاق ہے، جیسے جس پر قبضہ نہ کیا ہو اس کی بیع، انسان کے پاس جو کچھ نہ ہو اس کی بیع، بیع غرر مجہول اشیاء کی بیع اور حرام اشیاء کی بیع:

"ولا خلاف بين أهل العلم على أن هذه الآية وإن كان مخرجها مخرج العموم، فقد أريد به الخصوص. الخ". (أحكام القرآن: ۱/۴۶۹)

اور فقہی کتابوں میں بیع صحیح ہونے کے لیے کئی شرائط کا ذکر کیا گیا ہے، جس میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ جس چیز کی بیع کی جارہی ہے وہ موجود ہو اور معدوم کی بیع جائز نہیں ہے۔ علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

"منها أن يكون موجودا فلا ينعقد بيع المعدوم وماله خطر العدم۔ الخ". (بدائع الصنائع: ۴/۳۲۶؛ دار الكتاب ديوبند، هندية: ۲/۳۔ شامي: ۴/۶، مكتبه فيض القرآن)

معدوم کے لغوی معنی:

معدوم "عدم-یعدم" (باب سمع سے) اسم مفعول کا صیغہ ہے، جس کے معنی کسی چیز کے نہ ہونے اور غیر موجود ہونے کے ہیں۔

(المعجم الوسيط، لسان العرب)

معدوم کے اصطلاحی معنی:

معدوم کے اصطلاحی معنی قریب قریب وہی ہیں جو لغوی معنی ہیں؛ یعنی معدوم موجود کی ضد ہے اور معدوم

مطلق وہ ہے جس کا کسی بھی طرح ثبوت نہ ہو، نہ ذہنی طور پر نہ خارجی طور پر، لیکن فقہاء اس معدوم مطلق سے بحث نہیں کرتے، ان کی بحث تو اس معدوم سے متعلق ہوتی ہے جو اپنی صفت اور نام کے ساتھ ذہن میں موجود ہو لیکن محسوس حقیقت میں اس کا وجود نہ ہو۔

(دستور العلماء: ۳/۲۵۱، منقول از: بیع المعدوم وتطبیقاته المعاصرة فی مجال الدیون للدکتور جمال أحمد زید کیلانی)

معدوم کی قسمیں:

بنیادی طور پر معدوم کی دو یا تین قسمیں ہیں:

۱۔ حقیقی معدوم یعنی جس کا خارج میں کوئی وجود اور صورت نہ ہو۔

۲۔ حکمی معدوم یعنی جس کی اگرچہ خارج میں کوئی صورت اور وجود ہو، لیکن شریعت نے اس سے فائدہ اٹھانے کو حلال نہ قرار دیا ہو، اس لیے کہ شرعاً جس چیز سے نفع اٹھانا جائز نہ ہو وہ اسی طرح ہے جو حسی طور پر موجود نہ ہو۔

۳۔ بعض فقہاء احناف، عرفی طور پر جس کو معدوم قرار دیا گیا ہو، اس کو بھی حقیقی معدوم میں شامل کرتے ہیں یعنی وہ چیز جو قدرتی طور پر دوسرے سے متصل ہو جیسے جانور کے تھن میں موجود دودھ۔

(بیع المعدوم وتطبیقاته المعاصرة: ۵، رد المحتار شامی: ۴/۱۲۰، مکتبہ فیض القرآن)

سوال (۲): ع معدوم کے سلسلہ میں فقہاء کی آراء اور ان کے دلائل؟

بیع معدوم کے سلسلہ میں فقہاء کی دو آراء ہیں:

پہلی رائے جمہور فقہاء یعنی ائمہ اربعہ اور اکثر حضرات کی یہ ہے کہ بیع معدوم باطل ہے، چنانچہ گذشتہ سوال کے تحت احناف کا قول 'بدائع الصنائع'' وغیرہ کے حوالہ سے نقل کیا جا چکا ہے کہ مبیع کا موجود ہونا صحت عقد کی شرائط میں سے ہے، لہٰذا معدوم کی بیع جائز نہیں ہے:

''منها أن یکون موجودا، فلا ینعقد بیع المعدوم وماله خطر العدم۔۔الخ''. (بدائع: ۴/۳۲۶)

اور مالکیہ کا مسلک نقل کرتے ہوئے ابن رشد فرماتے ہیں کہ غرر کے ساتھ بیع صحیح نہیں ہوگی اور غرر اسی وقت دور ہوگا جب اس کے وجود کا علم ہو:

''والغرر ینتفی عن الشئ بأن یکون معلوم الوجود۔۔الخ''. (بدایة المجتهد: ۲/۱۷۲، دار المعرفة، بیروت)

اور شوافع کا مسلک نقل کرتے ہوئے علامہ نووی فرماتے ہیں کہ بیع معدوم جائز نہیں، جیسے اس پھل کا بیچنا جو ابھی ظاہر نہ ہوا ہو اور ابن منذر نے بیع معدوم کے باطل ہونے پر اجماع نقل کیا ہے:

"ولا یجوز بیع المعدوم کالثمرة التی لم تخلق . . . أما حکم المسألة فبیع المعدوم باطل بالإجماع کما نقل ابن المنذر۔۔الخ". (المجموع: ۹/۱۸۸)

اور حنابلہ کا مسلک نقل کرتے ہوئے ابن قدامہ کہتے ہیں کہ ککڑی اور کھیرے وغیرہ میں جو موجود ہوں صرف ان کی بیع جائز ہے، جو معدوم ہوں ان کی بیع جائز نہیں ہے:

"ولا یجوز بیع القثاء والخیار . . . إلا بیع الموجود، منها دون المعدوم". (المغنی: ۴/۲۰۷)

دوسری رائے علامہ ابن تیمیہ اور ان کے نامور شاگرد علامہ ابن قیم کی ہے کہ معدوم کی بیع جائز ہے، ناجائز صرف ان معدوم اشیاء کی بیع ہے جن میں غرر ہو اور غرر تب ہوگا جب حوالگی پر قدرت نہ ہو، چنانچہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ اور صحابہ کرام کے اقوال میں یہ کہیں منقول نہیں ہے کہ معدوم کی بیع جائز نہیں ہے، ان میں بعض غیر موجود اشیاء کی بیع سے منع کیا گیا ہے، جس طرح کہ بعض موجود اشیاء کی بیع سے منع کیا گیا ہے، تو اصل ممانعت غرر کی ہے یعنی جس کی حوالگی پر قدرت نہ ہو، چنانچہ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ:

"قولهم أن بیع الأعیان المعدومة لا یجوز إلی فأحل أحدهما وحرم الآخر." (مجموع فتاویٰ ابن تیمیة: ۲۰/۵۴۲-۵۴۴، إعلام الموقعین: ۲۹-۲/۲۸)

جمہور کے دلائل:

جمہور نے اپنے قول کو ثابت کرنے کے لیے کئی احادیث سے استدلال کیا ہے، ان میں سے بعض میں صراحت سے بیع معدوم سے منع کیا گیا ہے اور بعض کا لازمی مطلب نکلتا ہے کہ معدوم کی بیع جائز نہ ہو۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں:

۱-"عن حکیم بن حزام رضي اللہ عنه قال: یا رسول اللہ! یأتینی الرجل فیرید منی البیع لیس عندی، أفأبتاع له من السوق؟ فقال: لا تبع ما لیس عندک."

(أبو داؤد، کتاب الإجارة، باب فی الرجل یبیع ما لیس عنده: ۳۵۰۳)

امام نووی نے (المجموع: ۹/۲۵۹) میں اور البانی نے (صحیح ابن ماجہ: ۲۱۸۷) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے صراحت سے فرمایا کہ جو چیز تمہارے پاس نہ ہو اس کی بیع نہ کرو۔ ظاہر ہے کہ معدوم میں بھی یہی ہوتا ہے کہ وہ چیز انسان کے پاس موجود نہیں ہوتی۔

۲-"عن أبی هریرة رضي اللہ عنه قال: نهی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عن بیع الحصاة وعن بیع الغرر."

(مسلم، کتاب البیوع، باب بطلان بیع الحصاة والبیع الذی فیه غرر: ۱۵۱۳)

(نبی کریم ﷺ نے بیع حصاۃ اور بیع غرر سے منع فرمایا۔)

اس حدیث کی بنیاد پر مجہول کی بیع کو اور جس کی حوالگی پر قدرت نہ ہو اور جس پر بائع کی مکمل ملکیت نہ ہونا جائز قرار دیا گیا ہے، جیسے پانی میں موجود مچھلی کی بیع، تھن میں موجود دودھ کی بیع، پیٹ میں موجود بچہ کی بیع، بکریوں میں سے ایک بکری کی بیع۔ (دیکھئے: شرح مسلم)

پھر جب مجہول چیز اور جس چیز کی حوالگی پر قدرت نہ ہو اس میں غرر کی وجہ سے بیع ممنوع ہے تو معدوم میں اس سے بڑا غرر ہوگا، اس لیے کہ مجہول موجود ہے، لیکن اس کا انجام نامعلوم ہے، تو معدوم تو موجود ہی نہیں ہے تو اس کا تو سرے سے کوئی انجام ہی نہیں ہے، لہٰذا اس کی بیع بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگی۔

۳-"عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليس على رجل بيع فيما لا يملك."

(نسائی، کتاب البیوع، باب بیع ما لیس عند البائع: ۴۶۱۲)

(آدمی پر اس چیز کی بیع نہیں ہے جس کا وہ مالک نہ ہو۔)

اس حدیث سے استدلال واضح ہے کہ جب وہ مالک نہیں ہے تو اس کا بیچنا معدوم کا بیچنا ہے اور حدیث میں اس سے منع کیا گیا۔

۴-"عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن المحاقلة والمزابنة والمعاومة والمخابرة، قال أحدهما: بيع السنين هي المعاومة." (مسلم، كتاب البيوع، باب النهي عن المحاقلة والمزابنة۔الخ: ۱۵۳۶)

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے کئی چیزوں سے منع فرمایا، جن میں ایک معاومہ یعنی بیع السنین یعنی کئی سال کے لیے باغ فروخت کرنا بھی ہے اور یہاں بھی ممانعت کا سبب یہی ہے کہ اس میں معدوم کی بیع لازم آرہی ہے۔

اس کے علاوہ جمہور کی رائے پر دلالت کرنے والی اور بھی کئی احادیث ہیں، لیکن طوالت کے خوف سے چار پر اقتصار کیا جارہا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم کے دلائل:

جہاں تک علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم کا تعلق ہے تو ان کا استدلال مندرجہ ذیل سے ہے:

۱۔ کتاب وسنت میں کوئی ایک دلیل بھی ایسی موجود نہیں ہے جس میں بیع معدوم کے جواز کی ممانعت ہو، کتاب وسنت میں بعض معدوم چیزوں کی بیع کے عدم جواز کے دلائل ہیں جس طرح کہ بعض موجود چیزوں کی بیع کے عدم جواز

کے دلائل ہیں، لیکن ان سب چیزوں کی بیع کی ممانعت کا سبب ان کا معدوم ہونا نہیں ہے بلکہ غرر ہے۔ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۰/ ۵۴۲-۵۴۳، ۵۴۴، اِعلام الموقعین: ۲/ ۲۸-۲۹)

۲۔ بعض معدوم چیزوں کی بیع کا جواز نص سے ثابت ہے، جیسے کہ بدوِ صلاح کے بعد پھل کی بیع اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ مشتری لائق استعمال ہونے تک پھلوں کو درخت پر باقی رکھے گا۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۰/ ۵۴۴، اِعلام الموقعین: ۲/ ۲۸)

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بدوِ صلاح سے پہلے بائع اور مشتری کو پھلوں کی بیع سے منع فرمایا:

"نهى عن بيع الثمار حتى يبدو صلاحها نهى البائع والمبتاع."

(البخاری، كتاب البيوع، باب بيع الثمار قبل أن يبدو صلاحها: ۲۱۹۴، مسلم، كتاب البيوع، باب النهي عن بيع الثمار قبل بدو صلاحها: ۱۵۳۴)

راجح مسلک:

ان دونوں آراء میں سے جمہور کی رائے دلائل کے پیش نظر راجح ہے، بشرطیکہ مندرجہ ذیل شرائط موجود ہوں:

۱۔ یہ ہے کہ مبیع اعیان میں سے ہو، کیونکہ معدوم منافع کی بیع جائز ہے، بلکہ اجارہ میں معدوم منافع ہی کی فروخت ہوتی ہے۔

۲۔ مبیع میں سلم یا استصناع کی شرائط نہ پائی جارہی ہوں، اس لیے کہ ان دونوں میں جیسا کہ آرہا ہے معدوم کی بیع ہوتی ہے، لیکن شرعاً جائز ہے۔

۳۔ معدوم موجود کے تابع نہ ہو۔

۴۔ معدوم غرر فاحش پر مشتمل ہو اور اس میں مفضی الی النزاع جہالت پائی جاتی ہو یا حوالگی پر قدرت نہ ہو یا وہ بائع کی ملکیت میں نہ ہو۔

سوال (۳): بیع معدوم سے ممانعت کی علت؟

علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم نے صاف طور سے معدوم کی بیع کی ممانعت کی علت غرر کو قرار دیا ہے:

"فالذي نهى عن بيع المعدوم الذي هو غرر، لكونه غررا لا لكونه معدوما."

(مجموع فتاوی ابن تيمية: ۲۰/ ۵۴۲-۵۴۳)

لیکن سوال: (۱) کے تحت ائمہ اربعہ کے فقہاء کی جو عبارتیں نقل کی گئی ہیں ان سے صاف طور سے واضح ہو رہا ہے کہ ان کے نزدیک علت چیز کا معدوم ہونا ہے، اسی لیے اس کو شرط کے طور پر شمار کرایا گیا اور موجود نہ ہونے پر بیع کو

باطل قرار دیا گیا۔(اصل عبارات کے لیے جواب ا ملاحظہ ہو۔)البتہ غرر اس کی حکمت ضرور ہے جیسے قصر صلاۃ کے جواز کے لیے علت سفر ہے اور انسان کو مشقت سے بچانا اس کی حکمت ہے، کسی نے صاف طور سے اگر چہ یہ بات نہیں لکھی ہے لیکن ان عبارات کا حاصل یہی معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم!

سوال (۴): کیا بیع معدوم کو عقد استصناع پر قیاس کیا جا سکتا ہے؟

اوپر بحث کی جا چکی ہے کہ معدوم کی بیع جائز نہیں ہے، لیکن دو معاملات یعنی بیع سلم اور بیع استصناع جائز ہے۔ ان دونوں میں سے بیع سلم میں معدوم کی بیع ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، جو کہتے ہیں کہ اس میں معدوم کی بیع ہے، وہ اس کو خلافِ قیاس قرار دیتے ہیں اور کچھ کہتے ہیں کہ اس میں معدوم کی بیع نہیں ہے، بلکہ جس طرح ثمن کی تاجیل ہوتی ہے اسی طرح اس میں مبیع کی تاجیل ہوتی ہے، علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ بیع سلم کا جواز خلافِ قیاس ہے، کیونکہ وہ بیع معدوم ہے اور نص اور حاجت کی وجہ سے اس کا جواز ہے (الی) اور بعض لوگوں نے کہا کہ وہ موافق قیاس ہے، اس لیے کہ وہ ثمن مؤجل سے خریداری کرنے کی طرح ہے:

ولا يخفى أن جوازه على خلاف القياس، إذ هو بيع المعدوم۔الخ". (فتح القدير: ۲۰۶۶/۲۰-۵)

البتہ اس کے جواز کے لیے امام ابوحنیفہ کے یہاں سات اور صاحبین کے یہاں پانچ شرائط ہیں، جب تک وہ شرائط نہ پائی جائیں بیع سلم جائز نہیں ہے:

"ولا يصح السلم عند أبي حنيفة رحمة الله عليه إلا بسبع شرائط۔۔الخ." (هداية مع فتح القدير: ۶/۲۲۰-۲۲۲)

جہاں تک استصناع کا تعلق ہے تو وہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز نہیں ہے، لیکن احناف کے نزدیک استحساناً جائز ہے، قیاس یہ تھا کہ وہ جائز نہ ہوتا، اس لیے کہ یہ معدوم کی بیع ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے لے کر آج تک بغیر کسی نکیر کے اس پر تعامل کی وجہ سے اس کو جائز قرار دیا گیا، اس لیے کہ اس طرح کا تعامل خود ایک بڑی دلیل ہوتی ہے جواز کی، کیونکہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

"إن الله لا يجمع أمتي -أو قال- أمة محمد صلى الله عليه وسلم على ضلالة." (الترمذي، أبواب الفتن، باب ما جاء في لزوم الجماعة: ۲۱۶۷)

(اللہ تعالیٰ میری امت کو۔ یا فرمایا۔ محمد ﷺ کی امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔)

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے آرڈر دے کر انگوٹھی بنوائی، منبر بنوایا۔

"والقياس أن لا يجوز وهو قول زفر والشافعي۔الخ." (فتح القدير: ۶/۲۴۲، بدائع الصنائع: ۴/۴۴۴)

بیع معدوم کا بیع استصناع پر قیاس:

اگر بیع سلم کی شرائط پائی جاتی ہیں تو بیع سلم کے طور پر بیع جائز ہوجائے گی اور اگر بیع سلم کی شرائط نہیں پائی جاتی ہیں لیکن لوگوں کا اس پر تعامل ہے نیز اس کے اوصاف اس طرح منضبط کردینا ممکن ہے کہ بعد میں نزاع نہیں ہوگا تو بیع استصناع قرار دے کر جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔ استصناع کے جواز کی شرائط بیان کرتے ہوئے علامہ کاسانی فرماتے ہیں کہ بیع استصناع اسی وقت جائز ہے، جب مستصنع کی جنس نوع مقدار اور صفت بیان کردی جائے اور اس کی بیع کا تعامل پایا جاتا ہو:

"وأما شرائط جوازه فمنها: بيان جنس المستصنع ونوعه وقدره وصفته. الخ." (بدائع: ۴/۴۴۴)

اور صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

''اور جن چیزوں میں تعامل نہ ہو اس میں استصناع جائز نہیں ہوگا اور جن میں تعامل ہو اس میں اسی وقت جائز ہوگا جب اوصاف بیان کرکے اس کا انضباط کرنا ممکن ہو۔''

"ولا يجوز في ما لا تعامل فيه للناس۔۔الخ" (هداية مع الفتح: ۶/۲۴۴)

اور فقہ اکیڈمی کی تجاویز میں ہے:

۱۔عقد استصناع اصلاً بیع ہے اور یہ ہر اس چھوٹی بڑی منقول اور غیر منقول چیز میں جائز ہے جن میں مندرجہ ذیل شرائط پائی جائیں:

(الف) وہ چیز قابل صنعت ہو۔

(ب) وہ چیز اس لائق ہو کہ مقدار، وصف، وزن اور سائز وغیرہ کے ذریعہ اس کو متعین کیا جاسکتا ہو۔

(ج) اس چیز کی تیاری میں مٹیریل صانع (آرڈر لینے والے) کی طرف سے ہو۔

(د) اس میں استصناع (آرڈر پر خرید وفروخت) کا تعامل اور رواج ہو۔

(ھ) عقد کے وقت اس چیز کی جنس، نوعیت، وزن، سائز، ڈیزائن اور دیگر مطلوبہ صفات کی وضاحت اس طرح کر دی جائے کہ کوئی ابہام باقی نہ رہے۔

(جدید مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے، تیسواں فقہی سیمینار، ص: ۳۰۶، ستمبر ۲۰۲۱ء)

خلاصہ جواب یہ کہ جس چیز کی خرید وفروخت کا تعامل ہو اور اس کے اوصاف کا انضباط کیا جاسکتا ہو، اس کے غیر موجود ہونے کے باوجود اس میں عقد استصناع کرنا جائز ہوگا، رہیں ان کے علاوہ معدوم اشیاء تو ان کی بیع جائز نہیں ہوگی، اس لیے کہ جس کا جواز استثنائی طور پر ہو اس پر قیاس کیسے کیا جاسکتا ہے۔ واللہ أعلم!

سوال (۵): مبیع کے وجود میں آنے یا اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کے اوصاف بنا کر خرید وفروخت کرنا؟

سوال: ۴۔ کے تحت استصناع کی جو شرائط بتائی گئی ہیں اگر وہ شرائط پائی جارہی ہوں یعنی ان کی خرید وفروخت

کا تعامل ہو اور اس کے اوصاف اس طرح بتا پانا ممکن ہو کہ بعد میں نزاع کا اندیشہ نہ ہو تو یہ معاملہ جائز ہوگا، تفصیل سوال ۴ کے تحت گذر چکی ہے، پھر فقہاء کی عبارات سے صاف طور سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ اس طرح کا معاملہ صرف صانع ہی سے کیا جا سکتا ہے، غیر صانع سے نہیں کیا جا سکتا:

"الإستصناع طلب الصفة وهو أن يقول لصاحب خف أو مكعب أو أوانی الصفر اصنع لی خفا طوله كذا وسعته كذا۔۔الخ." (فتح القدير: ۲۴۲-۲۴۱/۶)

(استصناع بنانے کے آرڈر دینے کو کہتے ہیں، اس کی کیفیت یہ ہے کہ خف یا زنبیل یا پیتل کے ظروف بنانے والے سے کہے کہ میرے لیے ایک ایسا خف بنا دو جس کا طول اتنا ہو، وسعت اتنی ہو۔الخ) (نیز دیکھئے: شرح العنایہ علی الہدایہ مع الفتح: ۲۴۱/۶)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ اس عقد کا جواز صانع کے ساتھ ہی مشروط ہے، غیر صانع سے کیا جائے تو وہ استصناع نہیں ہوگا، بلکہ کلی طور پر بیع معدوم ہوگی جس کی ممانعت کا ذکر احادیث اور فقہی کتابوں میں آیا ہے۔ البتہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ مستصنع نے جس سامان کا آرڈر دیا ہے ضروری نہیں ہے کہ صانع آرڈر کے بعد خود بنا کر دے، پہلے سے تیار سامان بھی اگر آرڈر کے مطابق ہے تو اس کو بھی سپلائی کر سکتا ہے اور کسی دوسرے صانع سے بھی آرڈر کے مطابق مال تیار کرا سکتا ہے:

"والمعقود عليه العين دون العمل، حتى لو جاء به مفروغا لا من صفته أو من صنعته قبل العقد جاز."

(هداية مع الفتح: ۲۴۳/۶، فتح القدير: ۲۴۴/۶، شامی: ۲۳۸/۴)

(اور اگر معقود علیہ سامان ہوتا ہے نہ کہ عمل، چنانچہ اگر وہ اس کو تیار حالت میں لائے لیکن خود بنا کر نہیں یا عقد سے پہلے کی اپنی بنائی ہوئی چیز میں سے تو جائز ہوگا۔)

معلوم ہوا کہ صانع دوسرے سے بھی بنوا کر دے سکتا ہے۔ مولانا تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

"یہ بھی ضروری نہیں کہ تحویل کار گھر کی خود تعمیر کرے، بلکہ وہ کسی تیسرے فریق کے ساتھ متوازی استصناع کے معاہدے میں بھی داخل ہو سکتا، یا وہ کسی ٹھیکہ دار کی خدمات بھی حاصل کر سکتا ہے۔" (جو کلائنٹ کے علاوہ ہو۔) (اسلام اور جدید معاشی مسائل: ۱۵۷/۵)

اس کے برخلاف اگر مستصنع خود کاریگر یا اس سامان کو تیار کرا کے فروخت کرنے والا نہیں ہے، اس نے دوسرے کو آرڈر دیا، پھر سامان کے وجود میں آنے سے پہلے دوسرے کو فروخت کرنا چاہتا ہے تو یہ کھلم کھلا بیع معدوم ہے جس کی ممانعت احادیث اور کتب فقہیہ میں وارد ہوئی ہے، لہٰذا یہ جائز نہیں ہے، اس لیے کہ یہ بیع معدوم ہے جو کہ ناجائز ہے اور اشیاء منقولہ میں قبضہ سے پہلے چیز کو فروخت کرنا ہے یہ بھی ناجائز ہے:

”منها أن یکون موجودا۔۔الخ.“(بدائع: ۴/۳۲۶)

”ومن اشتری شیئا مما ینقل ویحول لم یجز له بیعه حتی یقبضه...ویجوز بیع العقار قبل القبض عند أبی حنیفة وأبی یوسف رحمهما اللّٰہ، وقال محمد رحمة اللّٰہ علیه: لا یجوز.“ (هدایة مع الفتح: ۶/۱۳۵-۱۳۷)

اور فقہ اکیڈمی کی تجاویز بابت استصناع کی تجویز ۳ے میں صراحت سے آیا ہے کہ: ”صانع (آرڈر قبول کرنے والے) کو اختیار ہوگا کہ وہ سامان خود تیار کرے یا دوسرے سے تیار کرائے، البتہ مستصنع یعنی آرڈر دینے والا اس میں شے کے حاصل ہونے سے پہلے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت نہیں کرسکتا۔“

(جدید مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ۳۰۷)

خلاصہ جواب یہ کہ مستصنع جب تک سامان تیار نہ ہوجائے اور سامان اگر منقولہ اشیاء میں سے ہے تو جب تک اس پر قبضہ نہ کرلے دوسرے کے ہاتھ اس کو فروخت نہیں کرسکتا۔ واللہ أعلم!

سوال (۶): سلسلہ وار تاجروں کا ایک دوسرے سے فروخت کرنا؟

سوال: ۵۔ کے تحت گذر چکا ہے کہ سامان تیار ہونے سے پہلے اس کو فروخت کرنا بیع معدوم ہے، جو کہ ناجائز ہے اور اگر وہ چیز اشیاء منقولہ میں سے ہو تو مزید خرابی یہ ہے کہ قبضہ سے پہلے بیع ہے اور قبضہ سے پہلے اشیاء منقولہ کو فروخت کرنا ناجائز ہے، جب مستصنع کے لیے کسی ایک کے ہاتھ بیچنا ناجائز ہے تو اس سلسلہ کو مزید دراز کرنا تو بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا، لہٰذا مذکورہ زشکل شرعاً ناجائز ہے۔ واللہ أعلم!

سوال (۷): معدوم چیز کا انضباط؟

سوال: ۴۔ کے تحت گذر چکا ہے کہ بیع استصناع اسی وقت جائز ہے جب اس کا انضباط ممکن ہو اور اس پر معاملہ کرنے کا تعامل ہو اور انضباط کرنے کے لیے کیا کرنا ہوگا اس کے لیے صاحب ہدایہ نے مجمل طور پر صرف یہ کہا کہ جب اوصاف بیان کردیے جائیں اور صاحب بدائع نے بیان کیا کہ اس کا انضباط اس وقت ہوجائے گا جب سامان کی جنس نوع مقدار اور صفت بیان کردی جائے اور فقہ اکیڈمی نے اپنی تجاویز میں ذکر کیا کہ مقدار، وصف، وزن اور سائز وغیرہ کے ذریعہ اس کو متعین کیا جاسکتا، ان عبارات سے ظاہر ہے کہ کچھ معدوم اشیاء کو وصف جنس اور نوع وغیرہ بیان کرکے منضبط کیا جاسکتا ہے، جیسے جوتے، چپل، خف اور برتن وغیرہ میں عقد استصناع میں ایسے ہی ہوگا اور کچھ چیزوں میں مزید انضباط کے لیے کچھ اور چیزوں کو بھی بیان کرنے کی ضرورت ہوگی، مثلاً: آج کل فلیٹ وغیرہ میں بھی استصناع کا چلن ہے، تو اس میں استصناع کرنے کے لیے شہر محلہ، محل وقوع، کمروں کی تعداد وغیرہ اوصاف بیان کرنے کے ساتھ اس کا نقشہ بھی دکھانا ضروری ہوگا تاکہ عمارت کی نوعیت اچھی طرح ذہن میں آجائے اور نزاع کا امکان مزید

کم ہوجائے۔

خلاصہ یہ کہ اکثر چیزوں میں معدوم کو وصف جنس اور نوع وغیرہ بیان کر کے منضبط کیا جاسکتا ہے، لہٰذا جب ان کو بیان کرنے سے نزاع کا اندیشہ ختم ہوجائے تو شرعاً بیع درست ہوگی۔

سوال (۸): عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ بیع معدوم کی مزید جائز صورتیں؟

بیع معدوم سے احادیث میں صراحۃً منع کیا گیا ہے جس کی تفصیلات اوپر بیان کی جا چکی ہیں، لیکن بیع سلم اور بیع استصناع میں معدوم کی بیع ہونے کے باوجود دونوں کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے، اسی طرح چند اور چیزیں ہیں جن میں اگر گہرائی سے دیکھا جائے تو معدوم کی بیع ہے لیکن اس کے باوجود شریعت نے اس کو جائز قرار دیا ہے، چند صورتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱- ان میں سے پہلی چیز عقد عقد اجارہ کی مختلف صورتیں ہیں، اگر دیکھا جائے تو ان میں منافع معدوم ہوتا ہے اور درحقیقت مبیع وہی ہے، اس کے باوجود اجارہ بالاتفاق جائز ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے:

"الإجارة عقد على المنافع بعوض، لأن الإجارة فى اللغة بيع المنافع والقياس يأبى جوازه، لأن المعقود عليه المنفعة وهي معدومة.. الخ." (هداية مع نتائج الأفكار: ۵-۴-۸/۳)

(اجارہ عوض کے بدلہ منافع پر عقد کرنے کو کہتے ہیں، اس لیے کہ لغت میں اجارہ منافع کی بیع کا نام ہے اور قیاس اس کے جواز کا انکار کرتا ہے، اس لیے کہ معقود علیہ منافع ہیں اور وہ معدوم ہیں۔ الخ)

۲- اس میں دوسری چیز بیع استجرار ہے، استجرار "استجر" کا مصدر ہے، معجم الوسیط میں "استجر" کے معنی کھینچنے اور لے جانے کے لکھے گئے ہیں (استجر: الشئ: جذبہ) اور فقہی اصطلاح میں بیع استجرار یہ ہے کہ کسی دوکان دار کے پاس پیسے جمع کردے، یا جمع نہ کرے اور سامان اس کے پاس سے لے کر جاتا رہے پھر بعد میں حساب اس وقت کرے جب کہ وہ سامان استعمال کیے جا چکے ہوں، ظاہر ہے کہ یہ بیع معدوم ہے، لیکن اس کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ صاحب الدر المختار فرماتے ہیں:

"ما يستجره الإنسان من البياع إذا حاسبه على أثمانها بعد استهلاكها جاز استحسانا." (قوله ما يستجره الإنسان) ذكر فى البحر أن من شرائط المعقود عليه أن يكون موجودا، فلم ينعقد بيع المعدوم، ثم قال: ومما تسامحوا فيه وأخرجوه عن هذه القاعدة ما فى القنية: الأشياء التى تؤخذ من البياع على وجه الخرج، كما هو العادة من غير بيع كالعدس والملح والزيت ونحوها، ثم اشتراها بعدما انعدمت صح. اهـ فيجوز بيع المعدوم هنا." (شامى: ۴/۱۳، كتاب البيوع، فروع)

(انسان دوکاندار سے جو چیزیں لے جاتا ہے جب وہ ان کو استعمال کر کے ختم کردینے کے بعد ان کا دوکاندار

سے حساب کرے تو استحساناً جائز ہے (ان کا قول دوکاندار سے جو چیزیں لے جاتا ہے) البحر میں ذکر کیا ہے کہ معقود علیہ کی شرائط میں سے اس کا موجود ہونا بھی ہے، چنانچہ معدوم کی بیع منعقد نہیں ہوتی، پھر فرمایا: اور جس میں فقہاء نے چشم پوشی برتی ہے اور اس کو اس قاعدہ سے خارج کر دیا ہے وہ ہے جو القنیہ میں ہے: جو اشیاء دوکاندار سے خریداری کے بغیر عرف کے مطابق استعمال کے لیے لی جاتی ہیں جیسے دال نمک اور تیل جیسی چیزیں پھر وہ ان کے ختم ہونے کے بعد ان کو خرید لیتا ہے تو یہ صحیح ہے۔ اھ، تو یہاں معدوم کی بیع جائز ہو رہی ہے۔)

۳۔اسی طرح بہت سے پرچے اور مجلّات سہ ماہی، ماہانہ، ہفتہ واری وغیرہ ہوتے ہیں، ان میں بھی ان کی قیمت یک مشت ایڈوانس جمع کر لی جاتی ہے، ظاہر ہے یہ بھی معدوم کی بیع کی شکل ہے، اس کو بھی بیع استجرار سے مشابہ قرار دے کر جائز قرار دیا گیا ہے۔ مولانا تقی عثمانی صاحب اپنے پرچے ''البلاغ'' سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

> ''البلاغ کا معاملہ فقہی اعتبار سے ''بیع استجرار'' کی تعریف میں آتا ہے، شرعاً جب تک کوئی چیز وجود میں نہ آجائے اس کی بیع نہیں ہوسکتی، لہٰذا پیشگی چندہ البلاغ کے پاس بطور امانت ہے، اس امانت میں چونکہ مالک نے استعمال کی اجازت دے دی ہے، اس لیے وہ فقہی اعتبار سے قرض بن گیا ہے۔ الخ'' (فتاویٰ عثمانی: ۳/ ۱۱۳)

۴۔اسی طرح اگر امرود اور ناشپاتی جیسے پھلوں کا کوئی ایسا درخت خریدا جس میں کچھ پھل آگئے تھے، کچھ نہیں آئے، تو جو نہیں آئے تھے وہ معدوم ہیں، لیکن بعض فقہاء نے دونوں کی بیع کو جائز قرار دیا ہے۔ علامہ شامی کی عبارت سے بھی اس کو ترجیح ظاہر ہو رہی ہے اور مولانا تقی عثمانی صاحب نے اس کو صراحۃً جائز کہا ہے، حالانکہ یہ بھی بیع معدوم ہی کی ایک شکل ہے:

> ''ولو برز بعضها دون بعض، لا يصح في ظاهر المذهب، وصححه السرخسي، وأفتى الحلواني بالجواز (قوله وأفتى الحلواني بالجواز) وزعم أنه مروي عن أصحابنا، وكذا حكى عن الإمام الفضلي وقال: استحسن فيه لتعامل الناس... قال في الفتح: وقد رأيت رواية في نحو هذا عن محمد في بيع الورد على الأشجار، فإن الورد متلاحق وجواز البيع في الكل وهو قول مالك.'' (شامي: ۴/ ۴۳)

اور مولانا تقی عثمانی صاحب امام فضلی کے حوالہ سے فرماتے ہیں:.....اسی طرح مستقبل معدوم کی بیع جائز نہیں، لیکن اگر کسی موجود کے ضمن میں معدوم کی بیع کر دی جائے تو جائز ہے، لہٰذا ہم کہیں گے کہ کچھ پھل جو موجود ہیں وہ اصل ہیں اور جو ابھی وجود میں نہیں آئے وہ تابع ہیں۔ الخ (اسلام اور جدید معاشی مسائل: ۴/ ۱۱۳)

سوال (۹): مختلف مالی معاملات سے متعلق چند سوالات

الف۔ فلیٹ مکمل ہونے سے پہلے اس کی بیع؟

یہ صورت بھی بیع استصناع کی ہے اور جائز ہے۔ استصناع پر بحث کرتے ہوئے قدیم فقہاء نے صرف یہ ذکر کیا ہے کہ جن اشیاء کے اوصاف کا انضباط ممکن ہو، اس طرح کہ نزاع کا اندیشہ نہ ہو ان میں استصناع جائز ہے لیکن مثالیں ذکر کرتے وقت انہوں نے صرف چند منقولہ اشیاء مثلاً جوتے خف اور برتن کا ذکر کیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں بلڈنگ جیسی غیر منقولہ اشیاء کا انضباط ممکن نہیں تھا، ان میں استصناع کا تعامل بھی نہیں تھا، لہٰذا ان کا ذکر کرنا بھی فضول تھا، لیکن سوال: ۴۔ کے تحت بدائع اور ہدایہ کی عبارات نقل کی جا چکی ہیں کہ جب جنس نوع صفت وغیرہ بیان کر کے اوصاف کا اس طرح انضباط کیا جا سکتا ہو کہ بعد میں نزاع کا اندیشہ نہ رہ جائے اور اس میں استصناع کا تعامل ہو تو استصناع جائز ہوگا، اس اصول کے تحت موجودہ زمانہ میں فلیٹ وغیرہ میں استصناع جائز قرار دیا جاتا ہے، اس لیے کہ بلڈنگ جیسی چیزوں میں انضباط بھی کیا جا سکتا ہے اور اس میں اس کا تعامل بھی ہے، لہٰذا شرعاً اس کے جواز میں کوئی مانع نہیں ہے، یہ بتا دیا جائے کہ بلڈنگ کا محل وقوع کیا ہوگا؟ فلیٹ کس منزل پر ہوگا؟ اس میں کتنے کمرے کس کس سائز کے ہوں گے؟ دوسری سہولیات کی نوعیت کیا ہوگی؟ تعمیری معیار کیسا ہوگا؟ ثمن کیا ہوگی اور نقشہ دکھا کر مزید وضاحت بھی کر دی جائے تو فقہاء کی شرائط پوری ہو جائیں گی۔ اسی لیے عصر حاضر کے کئی اساطین فقہاء نے اس کو جائز قرار دیا ہے، چنانچہ مولانا تقی عثمانی صاحب نے استصناع کی مثالوں میں فلیٹ کا بھی ذکر کیا ہے۔

(دیکھئے: اسلام اور جدید معاشی مسائل: ۴/۱۷)

اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں:

> ''آج کل فلیٹس اسی انداز پر بنائے جاتے ہیں، فلیٹ کے نقشے اس کی مکانیت، تعمیری معیار اور پوری تفصیلات پہلے واضح کر دی جاتی ہیں، محل وقوع دیکھنے کی گنجائش ہوتی ہے اور اس کا فلیٹ کس منزل پر ہوگا یہ بھی واضح کر دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے نزاع کا اندیشہ ختم ہو جاتا ہے، اس لیے جو لوگ فلیٹس تعمیر کر کے بیچتے ہیں ان کے لیے اس طرح خرید و فروخت کی گنجائش ہے۔'' (کتاب الفتاویٰ: ۵/۲۷۱)

جب بلڈر کے پاس زمین نہ ہو؟

رہی وہ صورت جب بلڈر کے پاس زمین نہ ہو تو جب اس نے محل وقوع (شہر محلہ اور علاقہ) متعین کر دیا تب تو اس کو منضبط قرار دیا جا سکتا ہے، لیکن محل وقوع متعین نہیں کیا تو اس کو پوری طرح منضبط قرار نہیں دیا جا سکتا اور اس میں نزاع کا اندیشہ باقی رہے گا، لہٰذا شرط جواز کے مفقود ہونے کی وجہ سے یہ شکل جائز نہیں ہوگی، یعنی مسئلہ زمین کی ملکیت ہونے نہ ہونے کا نہیں ہے، نہ ہی اس سے کوئی فرق پڑتا ہے، مسئلہ تو منضبط ہونے نہ ہونے کا ہے، بعض اوقات محل وقوع

کے اختلاف سے خریداروں پر کوئی اثر ہوسکتا ہے نہ پڑے اور نزاع کا اندیشہ نہ رہے تو اس صورت میں جواز میں بھی کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ واللہ اعلم!

ب۔ بلڈر اور مالک زمین کے درمیان معاہدہ؟

اصل یہ ہے کہ مبیع اور ثمن میں جہالت نہ ہونی چاہیے اور ثمن جس طرح دراہم و دینار کی شکل میں ہوسکتی ہے اسی طرح کسی عین کی شکل میں بھی ہوسکتی ہے جیسا کہ بیع مقایضہ میں ہوتا ہے، لہٰذا جب زمین متعین ہو اور جتنے فلیٹ دیتے ہیں وہ بھی متعین ہوں تو یہ شکل جائز ہوگی:

"إن العلم بالمبيع والثمن علما مانعا من المنازعة، شرط صحة البيع۔الخ." (بدائع: ۴/۳۵۶)

"البيع في حق البدلين ينقسم أربعة أقسام: بيع العين بالعين، وهو بيع السلع بالسلع، ويسمى بيع المقايضة..الخ." (بدائع الصنائع: ۴/۳۲۰)

ج۔ کمپیوٹر ایپلی کیشن اور سوفٹ ویئر پروگراموں کی آن لائن خرید وفروخت؟

کمپیوٹر ایپلی کیشن اور سوفٹ ویئر پروگرام کے بارے میں پہلے تو یہ غور کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ مال ہیں یا محض حق ہیں، مال کی جو تعریف علامہ شامی نے کی ہے اس کے اعتبار سے تو یہ مال کی تعریف میں داخل ہیں:

"قوله مالاأولا۔۔الخ، المراد بالمال ما يميل إليه الطبع، ويمكن ادخاره لوقت الحاجة.. الخ."

(شامی: ۴/۳، کتاب البیوع)

(مال سے مراد وہ چیز ہے جس کی طرف طبیعت کا میلان ہوتا ہو اور جس کا ضرورت کے وقت کے لیے رکھنا ممکن ہو۔)

اسی صفحہ پر آگے فرماتے ہیں:

"وفي البحر عن الحاوي القدسي: المال اسم لغير الآدمي خلق لمصالح الآدمي وأمكن احرازه والتصرف فيه على وجه الإختيار." (أيضاً)

(مال اس غیر انسان کا نام ہے جو انسان کے مصالح کے لیے پیدا کیا گیا ہو اور اسے اپنی حفاظت میں لینا اور اس میں اپنی مرضی سے تصرف کرنا ممکن ہو۔)

اس تعریف کے اعتبار سے جب کمپیوٹر ایپلی کیشن اور سوفٹ ویئر پروگرام تیار ہوگیا تو وہ مال کی تعریف میں آچکا ہے اور اس کا خریدنا اور بیچنا جائز ہوگا، اس لیے کہ بیع مبادلۃ المال بالمال کو کہتے ہیں اور وہ تعریف اس پر صادق آرہی ہے بشرطیکہ قبضہ ہونے اور موجود ہونے جیسی دوسری شرائط بھی پائی جارہی ہوں۔

لیکن کئی علماء نے مال کی تعریف میں اس کے عین ہونے کو شامل کیا ہے:

”المال هو كل عين ذات قيمة مادية بين الناس.“ (الفقه الإسلامي وأدلته: ۵/۳۳۰۶-۳۳۰۵)

ان کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے اس کو ایک حق قرار دیا جائے گا، حق کی بیع کے بارے میں خاصے اختلاف اور تفصیلات ہیں، ان کا ذکر باعث طوالت ہوگا، چنانچہ مولانا تقی عثمانی صاحب نے اپنی کتاب فقہی مقالات میں اس پر طویل بحث کی اور اس کا خلاصہ سات اصولوں میں پیش کرتے ہوئے ۵ پر لکھتے ہیں:

”بعض حقوق کو اموال میں شامل کرنے میں عرف کا بڑا دخل ہے، اس لیے کہ مالیت لوگوں کے مال بنا لینے سے ثابت ہوتی ہے جیسا کہ علامہ عابدین نے لکھا ہے۔“ (فقہی مقالات: ۱/۲۱۹)

پھر اسی بنیاد پر تجارتی نام، ٹریڈ مارک اور حق ایجاد اور اشاعت وغیرہ کو جائز قرار دیا ہے۔ (أیضاً، ص: ۲۱۹-۲۲۷)

اس اعتبار سے اگر مذکورہ ایپلی کیشن اور سوفٹ ویئر کو مال نہ بھی قرار دیا جائے تب بھی اگر جواز بیع کی دوسری شرائط پائی جارہی ہوں تو ان کی بیع جائز ہوگی، اسی لیے مولانا تقی عثمانی صاحب نے اپنی کتاب ”فقہ البیوع“ میں اس کو صراحت سے جائز قرار دیا ہے:

”وبالجملة فالراجح عندنا والله سبحانه أعلم، إن حق الإبتكار والتأليف حق معتبر شرعاً، فلا يجوز لأحد أن يتصرف في هذا الحق بدون إذن من المبتكر أو المؤلف، وينتطبق ذلك على حق برامج الكمبيوتر أيضا..الخ.“ (فقه البيوع: ۲/۲۸۶)

اس عبارت میں کمپیوٹر ایپلی کیشن وغیرہ کو حق ایجاد اور حق تالیف جیسا قرار دیا گیا ہے۔ واللہ أعلم! (نیز دیکھئے: فتاویٰ عثمانی: ۳/۲۵۰)

د- درخت کے موجود اور متوقع پھلوں کی بیع؟

اگر درخت پر کچھ پھل آچکے ہیں اور کچھ آنے والے ہیں تو متاخرین نے دونوں کی بیع کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

(دلائل اور تفصیلات کے لیے دیکھئے سوال ۸ کے تحت شکل ۴)

ہ- غیر موجود سامان کی بیع؟

اگر دوکان دار کے پاس سامان موجود نہیں ہے تو اس کی بیع کرنا جائز نہیں ہے، اس کے تفصیلی دلائل سوال ۱ اور سوال ۲ کے تحت گذر چکے ہیں، لیکن اس کے جواز کی درج ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں:

۱- دوکان دار وعدہ بیع کرے یعنی کسٹمر سے کہہ دے کہ یہ سامان میرے پاس موجود نہیں ہے، اگر آپ کو چاہیے تو میں خرید کر آپ کو اتنی قیمت میں دے سکتا ہوں، اگر کسٹمر راضی ہوجائے تو اس کے ساتھ ریٹ وغیرہ طے کیا

جاسکتا ہے، اس کے بعد دوکان دار سامان کو خرید کر اپنے قبضہ میں لے کر باقاعدہ سودا کر کے کسٹمر کو فروخت کرے تو یہ درست ہوگا۔

۲۔وہ کسٹمر سے آرڈر لے اور مطلوبہ چیز کسی دوسرے سے لے کر کسٹمر تک پہنچائے اور اس عمل کی اجرت مقرر کر کے لے تو یہ بھی جائز ہے، یعنی بجائے اشیاء کی خرید وفروخت کے بروکری کی اجرت مقرر کر کے یہ معاملہ کرے۔واللہ اعلم!

(مستفاد از: فتویٰ نمبر: ۱۴۴۳۱۲۱۰۰۸۰۸، جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن)

بیع معدوم۔احکام ومسائل

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی
نائب ناظم امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھاڑکھنڈ

آج کی ترقی پذیر دنیا میں یوں تو زندگی کے ہر شعبہ میں نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں؛ لیکن کثرت ان معاملات کی ہے، جن میں مالیات کے حصول کا عمل دخل زیادہ ہے، انہی صورتوں میں سے ایک" بیع معدوم" ہے۔

ا۔حقیقتاً یا حکماً مبیع کی عدم موجودگی میں معاملات کر لینا بیع معدوم ہے، بیع معدوم کی فقہاء نے یہ تعریف کی ہے۔

بیع ما کان غیر موجود فی الواقع، او کان غائبا عن مجلس العقد و موصوفا فی الذمہ. (بیع المعدوم وتطبیقاتہ المعاصرۃ فی مجال الدیون ص ٦)

ایسی چیز کی بیع جو حقیقتاً موجود نہ ہو، مجلس عقد سے غائب ہو اور موصوف فی الذمہ ہو۔

فقہاء نے اس کی دو قسمیں معدوم حقیقی اور معدوم حکمی بتائی ہیں معدوم حقیقی کو معدوم مطلق بھی کہتے ہیں؛ لیکن فقہا معدوم مطلق سے بحث نہیں کرتے؛ کیونکہ معدوم مطلق وہ چیز ہے جس کا وجود ذہن میں بھی نہ ہو اور خارج میں بھی اس کا وجود بالکلیہ نہ پایا جاتا ہو۔ فقہاء صرف اس معدوم سے بحث کرتے ہیں جو اپنے نام اور صفت کے ساتھ ذہن میں موجود ہو؛ لیکن حسی طور پر حقیقت میں اس کا وجود نہ ہو۔

(بیع المعدوم وتطبیقاتہ المعاصرۃ ص ا) (دکتور جمال احمد زید الکیلانی)

مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ نے بیع کے صحیح ہونے کی شرائط کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

الشرط الثالث لصحۃ البیع فی غیر السلم والاستصناع ان یکون المبیع موجودا و ھذا شرط لانعقاد البیع فلا ینعقد بیع المعدوم. (فقہ البیوع علی مذاھب الاربعۃ ج ا ص ۲۱۴)

معدوم حقیقی کی ہی ایک شکل بعض فقہاء احناف کے نزدیک معدوم عرفی بھی ہے جیسے کہ جانور کے تھن میں دودھ، یہ بھی معدوم حقیقی کے قبیل سے ہے اس لیے کہ تھن کے بھرے ہونے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ اس میں دودھ ہی ہے، اس لیے کہ ممکن ہے کہ دودھ کے علاوہ، خون یا ہوا سے تھن بھاری ہو، اور اگر مان لیں کہ وہ دودھ سے ہی

بھرا ہے تب بھی دودھ دھیرے دھیرے نکلتا ہے ایسی صورت میں اصل مبیع کے ساتھ مشتری اور بائع کی مشترکہ مخلوط ملکیت پائی جائے گی، جو شریعت کی نظر میں صحیح نہیں ہے۔

اسی طرح حاملہ جانور کی حمل کی بیع، پھل لگنے کے قبل باغ کے پھل کی بیع، موتی کی بیع سیپ (صدف) کے اندر، بھیڑ کے پشت پر اون کی بیع اور کتاب کی بیع طباعت کے قبل سب بیع معدوم کے قبیل سے ہیں اور ان کی بیع باطل ہے۔

(موسوعۃ الفقہ الاسلامی والقضایا المعاصرۃ للاستاذ دکتور وھبۃ زحیلی ج ۱۱ ص ۲۱)

معدوم حکمی سے فقہاء بحث کرتے ہیں اور ان کے نزدیک معدوم حکمی وہ ہے، جو حقیقتاً اور صورتاً خارج میں موجود ہو؛ لیکن شریعت نے بعض مصالح اور مفاسد کی وجہ سے اس سے نفع حاصل کرنا جائز قرار نہ دیا ہو، اس قسم کے معاملات بھی شرعاً معدوم حقیقی کی ذیل میں آئیں گے اور اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہ ہوگا۔

فالمنفعة المحرمة شرعا كالمعدومة حسا. (الوسط فی المذهب ۔ابو حامد محمد بن محمد اغزالی ج ۱ ص ۳۳۶)

۲۔ ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک بیع معدوم بیع باطل ہے اور اس کی وجہ بیع غرر، بیع قبل القبض، بیع حمل کی ممانعت والی حدیثیں ہیں۔

(الف) عن ابی هريره رضی الله تعالیٰ عنه قال: نهی رسول الله ﷺ عن بيع الحصاة و عن بيع الغرر. (صحيح مسلم كتاب البيوع باب بطلان بيع الحصاة والبيع الذی فيه غرر، حديث رقم 1513)

(ب): حضرت حکیم ابن حزام سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کوئی آدمی مجھ سے وہ چیز خریدنا چاہتا ہے جو میرے پاس نہیں ہے تو کیا میں اسے بازار سے خرید کر فراہم کرادوں، آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو تمہارے پاس نہیں ہے اس کا سودا نہ کرو:

لاتبع ماليس عندک. (ابو داؤد: كتاب الاجارة، باب فی الرجل بيع ماليس عنده، حديث رقم 3503)

(ج) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاملہ جانور کے حمل سے منع فرمایا:

عن عبد الله عمر رضی الله تعالیٰ عنهما ان رسول الله ﷺ نهی عن بيع حبلی الحبلة. (البخاری كتاب البيوع، باب بيع الغرر، حبل الحبلة حديث رقم 2143)

ان احادیث کی روشنی میں جمہور فقہاء، ائمہ ثلاثہ اور بیشتر حنابلہ کے مفتی بہ قول کے مطابق بیع معدوم بیع باطل ہے اور اس طرح کا معاملہ صحیح نہیں ہے۔

امام کاسانی نے بدائع الصنائع میں لکھا ہے کہ شئ معدوم اور وہ شئ جس پر عدم کا خطرہ ہو، اس کی بیع منعقد نہیں ہوگی۔

لاینعقد بیع المعدوم و ماله خطر العدم. (ج ۱۱ ص ۱۷)

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں کہ مبیع کا مقدور التسلیم ہونا بھی ضروری ہے، اس لیے معدوم اور اس چیز کی بیع منعقد نہیں ہوگی جس پر کسی مرحلہ میں معدوم ہونے کا خطرہ ہو حمل کی بیع بطن میں، دودھ کی بیع جانور کے تھن میں، پرندہ کی بیع فضا میں اور بھاگے ہوئے جانور کی بیع کو اسی وجہ سے بیع باطل کہتے ہیں۔

(البحر الرائق ص 35)

امام نوی شافعیؒ بھی بیع معجوز التسلیم کو بیع باطل قرار دیتے:

بیع معجوز التسلیم باطل و لو کان الشئ مملوکا کالطیر الذی طار من ید صاحبه، والحیوان الشارد واللقطة. (موسوعة الفقه الاسلامی ج ۱۱ ص ۲۱ دکتور وحبه زحیلی)

ان کے نزدیک جس طرح اس پھل کی بیع جائز نہیں، جس کا خارجی وجود نہ ہو، اسی طرح بیع معدوم درست نہیں ہے، انہوں نے بیع معدوم کے باطل ہونے پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے۔

ولا یجوز بیع المعدوم کالثمره التي لم تخلق، لما روي ابو هریره رضي الله تعالی عنه نهی عن بیع الغرر. (المجموع ج ۹ ص ۲۵۷)

فبیع المعدوم باطل بالاجماع. ونقل بن المنذر وغیره اجماع المسلمین علی بطلان بیع الثمرة. (المجموع ج ۹ ص ۲۵۷)

علامہ ابن رشد مالکی بدایۃ المجتہد میں لکھتے ہیں کہ غرر، کسی بھی چیز سے اس کے وجود، حقیقت، صفت، مقدار کے معلوم ہونے مبیع اور ثمن کے سپرد کرنے پر قدرت ہونے سے دور ہو جاتا ہے، اگر ادھار معاملہ ہو رہا ہے تو مدت کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے، اگر ان چیزوں کا علم نہیں ہے اور مبیع یا ثمن یا دونوں مقدور التسلیم نہیں ہیں یا ادھار معاملہ کے سلسلے میں مدت معلوم نہیں، تو اس میں غرر پایا جائے گا اور جس معاملے میں غرر ہو اس سے منع کیا گیا ہے۔

والغرر یلتقي عن الصنع بان یکون معدوم الوجود، معلوم الصفة، معلوم القدر، مقدورا علی تسلیمه وذلك في الطرفین الثمن والمثمون معلوم الاجل ایضا ان کان بیعا مؤجلا. (ج ۳ ص ۱۸۹)

حنابلہ میں علامہ ابن قدامہ نے صراحت کی ہے کہ ککڑی، کھیرے، بیگن وغیرہ کی بیع توڑ کر کے تو جائز ہے

،مطلقا اگر کسی نے موجود پھل کے ساتھ پودوں پر لگنے والے پھل کو بھی بیچا تو موجود کی بیع جائز ہوگی اور معدوم کی جائز نہیں ہوگی۔

ولا یجوز بیع القثاء والخیار والباذنجان وما اشبھہ، الا لقطۃ لقطۃ ذلك انہ اذا باع ثمرۃ شیء من ھذہ البقول لم یجز الا بیع الموجود منھا دون المعدوم. (المغنی ج ۴ ص ۷۰)

مصطفیٰ رحیبانی حنبلی فقیہ ہیں، شرح غایۃ المنتہی میں ان سبزیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جو سبزی ابھی وجود میں نہیں آئی اس کی بیع جائز نہیں ہے۔ لان مالم یتخلق لا یجوز بیعہ. (ج ۳ ص ۲۰۰)

حنابلہ میں سے ابن تیمیہ اور ابن قیم ان فقہا میں ہیں جن کے نزدیک معدوم کی بیع جائز ہے، ان کا کہنا ہے کہ احادیث میں جو ممانعت آئی ہے اس کا تعلق مبیع اور ثمن کے وجود، عدم وجود سے نہیں؛ بلکہ غرر سے ہے، اور غرر کا تحقق صرف اس صورت میں ہوتا ہے جب مبیع مقدور التسلیم نہ ہو، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، تعامل صحابہ سے یہ ثابت نہیں ہے کہ بیع معدوم ناجائز ہے یقیناً احادیث میں بعض موجود اور بعض معدوم چیزوں کی خرید وفروخت سے منع کیا گیا ہے؛ لیکن ممانعت کی وجہ وجود، عدم وجود نہیں؛ بلکہ غرر ہے اور غرر کا مطلب ہے کہ وہ مقدور التسلیم نہ ہو چاہے وہ موجود ہو یا معدوم، جیسے بھاگا ہوا غلام اور بدکا ہوا اونٹ۔

قال ابن تیمیہ: فلیس في کتاب اللہ وسنۃ رسولہ بل ولا عن احد من الصحابۃ عن بیع المعدوم لا یجوز. ولیست العلۃ في المنع لا الوجود ولا العدم، بل الذي ثبت في الصحیح عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم انہ نھی عن بیع الغرر، والغرر: مالا یقدر علی تسلیمہ، سواء کان موجودا او معدوما کالعبد الآبق والبعیر الشارد ونحو ذلک مما قدر لا یقدر علی تسلیمہ. (مجموع الفتاوی ج ۲۰ ص ۵۴۲)

وذھب ابن القیم لمثل قول شیخہ ابن تیمیہ فی ھذا الشان. (اعلام الموقعین ج ۳ ص ۲۰۶)

۳۔ بیع معدوم سے ممانعت کی علت غرر اور مقدور التسلیم نہ ہونا ہے؛ کیونکہ ان دونوں صورتوں میں معاملات کا تحقق اگر ہو تو یہ خسارے کا باعث اور مفضی الی النزاع ہوگا۔

۴۔ بہت سارے معاملات میں مبیع کے موجود نہ ہونے کی صورت میں بیع کا وقوع ہو جاتا ہے، جیسے عقد استصناع تو ایسے تمام معاملات میں جو استصناع کے قبیل سے ہوں بیع معدوم کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔ اور اس کے جواز کی گنجائش نکل سکتی ہے، کیونکہ شریعت میں اس کی ایک اصل نظیر کے طور پر موجود ہے؛ لیکن تمام معاملات میں اس پر قیاس کرنا درست نہیں ہوگا۔

۵۔۶۔۷ مبیع کے موجود نہ ہونے یا قبل القبض بیع کی صورت میں اگر اس کے اوصاف، جنس اور نوع وغیرہ

اس طرح بیان کردیے جائیں کہ وہ چیز مشتری کے نزدیک بالکل واضح ہوجائے اور نزاع کا خطرہ باقی نہ رہے تو اشیاء غیر منقولہ مثل زمین اور عمارت وغیرہ کی خرید وفروخت امام ابوحنیفہؒ کے یہاں جائز ہے اور منقولہ میں جواز کے لیے بیع سلم وغیرہ پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔

قال اصحابنا: لا یجوز بیع کل ما ملک بعقد ینقض العقد بهلاکه، کالبیع والاجارة الا العقار، فان ابا حنیفة یجیز بیعه قبل القبض فی ذلک کله. (الطحاوی: مختصر اختلاف العلماء ج ۲ ص ۱۵۹)

۸۔ عقد سلم، عقد اصطناع، عقد اجارہ، عقد مساقات، بیع الشبک، بیع المهر وغیرہ اسی قبیل کے ہیں۔

۹۔ بہت سارے ایسے مالی معاملات میں مبیع حقیقتاً یا ظاہراً معدوم ہوتی ہے، جیسے بلڈرس زمین خرید کر فلیٹ کا نقشہ بناتے ہیں اور کبھی تعمیر کا کام شروع کرنے کے بعد اور بسا اوقات تعمیر کا کام شروع ہو چکا ہوتا ہے، لیکن تعمیر مکمل نہیں ہوتی ہے اور بلڈر نقشہ کی بنیاد پر فلیٹ بیچنا شروع کر دیتا ہے۔ کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ زمین کی خریداری ہی بلڈر سے مکمل نہیں ہوتی۔ زمانہ حال کے مفتیان کرام نے اسے عقد استصناع میں شامل کرکے جائز قرار دیا ہے۔ فتاوی دارالعلوم زکریا میں ہے۔

جب کوئی شخص مثلاً زید کسی کمپنی کو رقم دے کر مکان یا فلیٹ بنوانے کے لئے کہ دے اور مکان وفلیٹ بک کرا کر معاملہ طے کرلے تو اس معاملہ کو زمانہ حال کے فقہاء نے استصناع میں داخل فرمایا ہے، پھر اس میں تاریخ متعین ہو یا نہ ہو مختار قول کے مطابق اس سے استصناع میں کوئی فرق نہیں پڑے گا، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے بھی استصناع کی ان شکلوں کو درست قرار دیا ہے جس میں عقد کے وقت اس چیز کی جنس، نوعیت، وزن، سائز، ڈیزائن اور دیگر مطلوبہ صفات کی وضاحت اس طرح کردی جائے کہ کوئی ابہام باقی نہیں رہے۔ فلیٹ کے بنانے میں چونکہ یہ امور طے ہوجاتے ہیں اس لئے اس طریقہ کار کی گنجائش ہوگی۔

(ب) مالک زمین اور بلڈر کے درمیان جو معاہدہ ہوتا ہے کہ زمین پر اتنے فلیٹ بنائیں گے اور مالک کو اس میں سے چند فلیٹ یا اس کی قیمت دی جائے گی یہ زمین کی بیع نہیں ہے، محض ایک معاہدہ ہے اور دونوں فریق کو طے شدہ شرائط کے مطابق معاہدے کی پابندی کرنی چاہیے۔

(ج) اسی طرح ان دنوں بہت سارے کمپیوٹر کے ایپلیکیشن پروگرام کی آن لائن خرید وفروخت ہوتی ہے، ان کا ظاہری وجود تو نہیں ہوتا؛ لیکن وہ حقیقتاً کمپیوٹر یا موبائل میں موجود ہوتے ہیں، اس لیے اس کی خرید وفروخت جائز ہوگی اس پر بیع معدوم کا اطلاق نہیں ہوگا۔

۷۔ آج کل پھلوں میں جو طریقہ رائج ہے کہ موجود اور آنے والے متوقع پھل کی بھی ایک ساتھ خرید وفروخت

کرتے ہیں، جو پھل ابھی آئے نہیں اس کا معاملہ نہیں کیا جا سکتا؛ کیونکہ وہ بیع معدوم ہے اسے توڑ کر یا صرف موجود پھلوں کی ہی بکری ہوسکتی ہے۔

۸۔ دکان میں اگر آرڈر کے مطابق سامان موجود نہ ہوں تو جتنا موجود ہے، اس کی بیع کرے اور بقیہ سامان کے لئے وعدۂ بیع کرے تو یہ معاملہ درست ہوگا اور اسے بیع قبل القبض یا بیع معدوم نہیں کہا جا سکتا۔

ھذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

بیع معدوم کی چند جدید صورتیں

ڈاکٹر مفتی تنظیم عالم قاسمی
استاذ حدیث دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد

صحت بیع کے لئے جن شرطوں کا ہونا لازمی ہے ان میں سے ایک مبیع کا موجود ہونا ہے۔ اس لئے کہ مبیع محل عقد ہے، اگر اسی کا وجود نہ ہو یا وجود محتمل ہو تو بیع کا محل نہیں پایا جائے گا اور اس طرح اس میں غرر کا اندیشہ ہے کہ بیع ہوجانے کے بعد ممکن ہے بائع مبیع کو سپرد کرنے پر قادر نہ ہو۔ اسی لئے رسول کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: **لا تبع ما لیس عندک.** (مسند احمد۔ ۱۵۳۱۱) ''جو چیز تمہارے پاس نہ ہو اسے نہ بیچو'' ۔ اس مضمون پر مشتمل الفاظ کے فرق کے ساتھ متعدد احادیث وارد ہوی ہیں جن کے پیش نظر تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ معدوم کی بیع درست نہیں البتہ بیع معدوم کی تفصیلات اور جزئیات پر اس کے انطباق میں اختلاف ہے، اس اختلاف کو سمجھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے بیع معدوم کے مفہوم اور اس کے اقسام وغیرہ پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

(۱) بیع معدوم کا مفہوم اور اس کی قسمیں:۔

بیع معدوم کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں لیکن سب سے بہترین تعریف اور جزئیات پر منطبق ہونے والا مفہوم یہ ہے کہ جس شئ کو عند العقد سپرد کرنے پر انسان قادر نہ ہو وہ معدوم کے دائرے میں آئے گا اور جس کو سپرد کرنے پر عادتاً قدرت حاصل ہو اس کو اس کے مفہوم سے خارج مانا جائے گا۔ **بیع المعدوم الذی لا یقدر علی تسلیمه عادة.** (التنبیہ علی مشکلات الہدایۃ ۴/ ۴۳۰) ''بیع معدوم وہ بیع ہے جس کو سپرد کرنے پر عادۃً قدرت نہ ہو''۔ بیع معدوم کی دو قسمیں ہیں۔ معدوم حقیقی اور معدوم حکمی۔ معدوم حقیقی وہ چیز جس کا دنیا میں وجود ہی نہ ہو جیسے درخت پر پھلوں کے آنے سے پہلے اس کی بیع کرنا، حمل کے حمل کی بیع وغیرہ اور معدوم حکمی وہ شئ جس کا وجود تو ہو البتہ اس کے سپرد کرنے پر قدرت حاصل نہ ہو یا قدرت محتمل ہو جیسے سمندر یا بڑے تالاب میں مچھلی کی بیع یا اڑتے ہوے پرندہ کی بیع، تھنوں میں موجود دودھ کی بیع، بھاگے ہوے غلام کی بیع وغیرہ۔

(۲) بیع معدوم کے سلسلے میں فقہاء کی آراء اور دلائل :۔

معاوضات مالیہ میں عند العقد مبیع کا موجود ہونا بالاتفاق ضروری ہے، ائمہ اربعہ یا جمہور امت کا اس میں کوئی

اختلاف نہیں ہے۔ ان حضرات کی رائے یہ ہے کہ معقود علیہ اگرچہ فی نفسہ موجود ہو یا عاقد کے ملک میں ہو لیکن عندالعقد نہ ہو تو اس کی بیع درست نہیں ہوگی۔

یشترط باتفاق الفقهاء توافر القدرة على التسليم وقت التعاقد، فلا ينعقد العقد اذا لم يكن العاقد قادرا على تسليم المعقود عليه، وان كان موجودا ومملوكا للعاقد. ويكون العقد باطلا. وهذا الشرط مطلوب في المعاوضات المالية باتفاق العلماء. (الفقه الاسلامي وادلته۔ ۴/ ۳۰۲۵)۔

''وقت عقد قدرت علی التسلیم کی تمام فقہاء نے شرط لگائی ہے، لہذا اگر عاقد معقود علیہ کے سپرد کرنے پر قادر نہ ہو تو عقد باطل ہوگا خواہ معقود علیہ موجود ہو یا عاقد کی ملکیت میں ہو، معاوضات مالیہ (بیع، اجارہ) میں یہ شرط متفق علیہ ہے''... ان حضرات نے مختلف نصوص شرعیہ سے استفادہ کیا ہے ۔

(الف) لاتبع ماليس عندك. (مسند احمد۔ ۱۵۳۱۱)

''جو چیز تمہارے پاس نہ ہو اسے نہ بیچو''۔

(ب) ان رسول اللهِ صلى الله عليهِ وسلم نهى عن بيعِ الثمرِ حتى يبد و صلاحها نهى البائع و المبتاع. (صحيح مسلم ۴۹/ ۱۵۳۴)

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھلوں کو بیچنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ بدو صلاح ہو جائے، بائع اور مشتری دونوں کو منع فرمایا۔

(ج) نهى النبِي صلى الله عليهِ وسلم عن بيعِ السِنِين. (صحيح مسلم ۱۰۱۔ ۱۵۳۶)

''چند سالوں کے لئے پھلوں کو بیچنے سے منع فرمایا''

(د) ان رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نهى عن بيع حبل الحبلة. (سنن ابو داؤد ۳۳۸۰)

''حمل کے حمل کی بیع سے آپؐ نے منع فرمایا'' .....اس طرح مختلف احادیث سے جمہور فقہاء نے معدوم کی بیع کو ناجائز قرار دیا ہے۔

البتہ علامہ ابن تیمیہ، ابن القیم اور بعض متأخرین حنابلہ نے معدوم حکمی کی بیع کو جائز قرار دیا ہے یعنی جس کا وجود دنیا میں ہو اور اس کے سپرد کرنے پر انسان یقینی طور پر قادر ہو خواہ عندالعقد موجود نہ ہو تو اس کی بیع جائز ہے۔ کیوں کہ معدوم کی بیع سے ممانعت سے مراد ان کے نزدیک ایسی بیع سے ممانعت ہے جس میں غرر پایا جائے اور غرر جہاں نہ ہو وہ اس نہی سے خارج ہوگا۔ چنانچہ ایک سامان اگر بائع کے پاس نہیں ہے لیکن اس کو اپنے اوپر یقین ہے کہ وہ مشتری کو لاکر سپرد کردے گا تو اس کی بیع ان کے نزدیک جائز ہے خواہ اس کے پاس فی الوقت موجود نہیں ہے کیوں کہ یہاں غرر نہیں پایا جاتا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے فتاوی لابن تیمیہ ۲۰/ ۵۴۲۔ ۵۴۴)۔

دلائل میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جمہور فقہاء کا قول زیادہ راجح ہے، کیوں کہ معدوم کی بیع کی ممانعت پر نص صریح موجود ہے۔ پھر غور کرنے کی بات ہے کہ جب شریعت میں مجہول کی بیع ممنوع ہے تو معدوم کی بیع بدرجۂ اولیٰ ممنوع ہوگی، اس لئے کہ مجہول میں شئ موجود ہوتی ہے صرف انجام پوشیدہ ہوتا ہے اور یہاں مبیع سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔

(۳) بیع معدوم سے ممانعت کی علت وحکمت:۔

بیع معدوم کی ممانعت کے سلسلے میں جتنی روایتیں منقول ہیں ان میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ممانعت کا تعلق عدم سے نہیں ہے بلکہ غرر سے ہے، لوگوں کو دھوکہ کھانے اور دھوکہ دینے سے روکنا مقصد ہے۔ چوں کہ بیع کے لئے ضروری ہے کہ بالیقین ایک شئ کی ملکیت باہمی رضامندی سے دوسرے کی طرف منتقل ہو اور یہ اسی وقت ہوگا جب کہ اس میں کسی طرح کی کوئی ایسی رکاوٹ نہ پائی جائے جس سے انتقال ملکیت بالیقین نہ ہو سکے۔ اسی لئے صحت بیع کے لئے شرط یہ ہے کہ مبیع مجہول، معدوم یا غیر مقدور التسلیم نہ ہو، مبیع غیر مملوک یا تعلیق التملیک علی الخطر نہ ہو۔ ان تمام کا مقصد غرر سے حفاظت ہے۔ اس لئے غرر کی تعریف اس طرح کی جائے جو سب کو شامل ہو تو بیع معدوم کی علت غرر کو قرار دے سکتے ہیں، ورنہ صرف یہ تعریف کہ جس کے سپرد کرنے پر قدرت نہ ہو وہ غرر ہے، کافی نہیں ہے جیسا کہ ابن تیمیہ وغیرہ نے کیا ہے اور اسی وجہ سے بعض شکلوں میں انہوں نے مبیع کے معدوم ہونے کے باوجود بیع کو درست قرار دیا ہے۔ غرر کی یہ تعریف کی جائے کہ غرر کہا جاتا ہے کسی چیز کا ایسی حالت اور کیفیت میں ہونا کہ اس کے پائے جانے اور نہ پائے جانے دونوں کا امکان ہو یا جس کا سپرد کرنا عادتاً متعذر رہو۔ **لان الغرر ما لہ عاقبۃ مستورۃ . . . ان الغرر ما کان الغالب فیہ تعذر التسلیم.** (البنایۃ ۸ / ۴۴)۔ اس تعریف کے اعتبار سے مبیع اگر عند العقد معدوم ہو تو اس کی بیع درست نہیں ہوگی کیوں کہ یہاں اس بات کا امکان ہے کہ جس چیز کی بیع کی جارہی ہے شاید اس کے بعد اس کی تسلیم پر قدرت نہ ہو سکے۔ اس طرح غرر کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں اور یہ سب مانع صحت بیع ہے۔

(۴) کیا معدوم کو استصناع پر قیاس کیا جاسکتا ہے؟

بیع معدوم کے عدم جواز پر نص وارد ہے، اس سے عقد سلم، عقد استصناع، اجارہ، مساقات وغیرہ کو لوگوں کی ضرورت اور متعارف بین الناس ہونے کی وجہ سے خلاف قیاس جائز قرار دیا گیا ہے اور جو خلاف قیاس جائز ہوتا ہے اس پر کسی دوسرے کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے معدوم کی بیع جائز نہیں ہے، اسی اصل پر معاملات کو پرکھا جائے گا۔

واستثنی ھولاء الفقھا من قاعدۃ المنع من التصرف بالمعدوم عقود السلم والاجارۃ والمساقاۃ والاستصناع، مع عدم وجود المحل المعقود علیہ حین انشاء العقد، استحسانا، مراعاۃ لحاجۃ

الناس ا لیها، وتعارفهم علیها، واذن الشرع فی السلم والاجارة والمساقا ة ونحوها.(الفقه الاسلامی و ادلته ۵۰۳۹/۷)۔

استحسانا کا مطلب خلاف قیاس ہے۔ میرے علم وتحقیق کے مطابق فقہی کتابوں میں کوئی ایسا جزئیہ نہیں ہے جس میں بعد کے فقہاء نے احادیث میں مذکور بیع معدوم کی صورتوں کے علاوہ کسی کو قیاس کرتے ہوے جائز قرار دیا ہو۔

(۵) مبیع کے وجود میں آنے یا قبضہ سے پہلے اس کی بیع کا حکم:۔

صحت بیع کے لئے مبیع کا عندالعقد موجود ہونا اور اس پر بائع کا قبضہ ہونا ضروری ہے۔ یہ دونوں اصول نصوص میں مصرح ہیں۔ لہذا بیع کا کوئی بھی ایسا طریقہ جس میں مبیع عندالعقد موجود نہ ہو یا موجود تو ہو مگر اس پر بائع کا قبضہ نہ ہو.....خلاف اصل ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔ ہاں ایسا ہوسکتا ہے کہ مبیع کے اوصاف بتا کر بیع کا وعدہ کرلیا جائے، سامان کے وجود میں آنے یا قبضہ کے بعد اگر بتائے گئے اوصاف کے مطابق ہو تو ازسرنو بیع کر لی جائے اس طرح مقصد بھی پورا ہوجائے گا اور طریقہ شرعی اصول سے متصادم نہ ہوگا۔

(۶) مختلف تاجروں کا ایک ہی شئ کی خرید وفروخت کرنا:۔

عنِ ابنِ عباس، قال: قال رسول اللهِ صلی الله علیهِ وسلم: منِ ابتا ع طعاما فلا یبِعه حتی یقبِضه، قال ابن عباس: واحسِب کل شیءٍ بِمنزِلةِ الطعامِ.(صحیح مسلم ۱۵۲۵/۳۰)۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کوئی غلہ خریدا وہ اسے قبضہ کے بغیر دوسرے کے ہاتھ فروخت نہ کرے.....ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہر شئ غلہ کے درجہ میں ہے۔

اس طرح کی احادیث کے پیش نظر فقہاء کے یہاں یہ اصول ہے کہ جب تک مشتری مبیع پر قبضہ نہ کرلے اس کے لئے آگے فروخت کرنا درست نہیں ہے، اس سے مراد منقول شئ ہے کیوں کہ اسی کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

ومن اشتری شیئا مِما ینقل ویحول لم یجز له بیعه حتی یقبِضه.(هدایه ۵۹/۳)

ایک تاجر کے لئے دوسرے تاجر کے ہاتھ کسی بھی شئ کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ مبیع پر قبضہ نہ کرلے خواہ قبضہ حسی ہو یا حکمی، جیسے تخلیہ وغیرہ کیوں کہ قبضہ کے بغیر بیع فاسد ہوتی ہے۔ اس میں ربح مالم یضمن لازم آتا ہے جو ممنوع ہے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے نویں فقہی سمینار میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا ''اگر ایک شخص کسی بائع (فیکٹری وغیرہ) سے مال خرید کر کسی دوسرے آدمی کے ہاتھ فروخت کردے اور ابھی خریدا ہوا مال فیکٹری نے روانہ بھی نہ کیا ہو تو یہ صورت بیع

قبل القبض میں داخل ہے اور جائز نہیں ہے''۔(نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے۔ ۲۱۴)

(۷) شئ معدوم کو وصف، جنس اور نوع کے ذریعے منضبط کرنا:۔

معدوم کی بیع کا عدم جواز منصوص ہے، اس لئے اگر کسی معدوم شئ کو وصف، جنس اور نوع کے ذریعے منضبط بھی کر دیا جائے پھر بھی اس کی بیع درست نہیں ہوگی۔ انضباط کے بعد بھی بہر حال غرر کا اندیشہ موجود ہے کہ بائع اس کو سپرد کرنے قادر نہ ہو یا کسی وجہ سے مبیع کا وجود موہوم ہو جائے۔ ان تمام شکلوں میں وعدۂ بیع کر لیا جائے کہ اگر بائع نے بیان کردہ اوصاف کے مطابق مبیع کو حاضر کر دیا تو علیحدہ عقد بیع کر لیا جائے۔

(۸) عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ معدوم کی بیع:۔

معدوم کی بیع درست نہیں ہے، تاہم لوگوں کی ضروت اور متعارف بین الناس ہونے کی وجہ سے عقد سلم، عقد استصناع جائز ہے اس کے علاوہ مساقات، اجارہ، بدو صلاح کے بعد پھلوں کی بیع (وہ اجزاء جن کا ابھی وجود نہیں ہوا ہے، تبعاً درست ہے)۔(ملخصاً تبیین الحقائق ۴/ ۵۲)۔

(۹) معاشرہ میں رائج بیع معدوم کی چند صورتیں :۔

(الف) بلڈرس کا نقشہ پر فلیٹ بیچنا :۔

معدوم کی بیع جائز نہیں ہے، اس سے عقد استصناع اور عقد سلم کا استثناء کیا گیا ہے۔ لہذا سلم اور استصناع کے اصول کے مطابق جس کی بیع کی جائے، وہ مستثنیٰ میں داخل ہو کر درست ہوگا۔ بلڈرس زمین خرید کر فلیٹ کا نقشہ بناتے ہیں اور اس نقشہ کے مطابق فلیٹس فروخت کرتے ہیں۔ بسا اوقات تعمیر کے آغاز یا اسٹرکچر کے بعد بیع کی جاتی ہے اور کبھی تعمیر کے آغاز سے قبل ہی بیچنا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر نمونہ، سائز، کلر، ڈیزائن، دروازے، کھڑکیاں اور میٹریل وغیرہ مکمل بیان کر دیا جائے اور قیمت طے کر دی جائے تو استصناع میں داخل ہو کر اس کی بیع درست ہوگی۔

الاستصناع جائز فی کل ما جری التعامل فیه، کالقلنسوة والخف والاوانی المتخذة من الصفر والنحاس وما اشبه ذلک استحساناً.(فتاویٰ تاتارخانیة ۱۵/ ۳)۔

اس میں غرر کا اندیشہ بھی نہیں ہے کیوں کہ اگر بتائے ہوئے نقشہ کے مطابق فلیٹ کی تعمیر ہوگی تو بائع کو پیسہ ملے گا ورنہ مشتری لینے سے انکار کر دے گا البتہ مشتری کو چاہئے کہ بیع کرتے ہوئے اگر بائع پیشگی کچھ پیسہ طلب کرے تو جس زمین پر فلیٹس کی تعمیر کی جارہی ہے اس کی رجسٹری میں اپنا نام شامل کرالے تاکہ بعد میں بائع دھوکہ نہ دے سکے اور یہ اسی وقت ہوگا جب کہ فلیٹس کی تعمیر کے لئے زمین کی خریداری ہو چکی ہو اور زمین اگر نہیں خریدی گئی ہے تو اس میں غرر کا اندیشہ ہے کہ ابھی جگہ کا تعین ہی نہیں ہوا ہے اور جس جگہ بتایا جارہا ہے ممکن ہے کہ اس کی خریداری کسی وجہ سے نہ ہو سکے تو یہ نزاع کا باعث ہوگا نیز پیشگی پیسہ دینے کی شکل میں ضمانت کے طور پر خریدار کے نام رجسٹری کرنے کے لئے

کوئی چیز بھی نہیں رہے گی، اس لئے اس شکل میں عقد بیع درست نہیں ہونا چاہئے۔

(ب) نصف فلیٹس پر مالک ارض اور بلڈرس کے درمیان معاہدہ:۔

اگر کوئی شخص اپنی مملوکہ زمین کسی بلڈر کو یہ کہہ کر حوالہ کرے کہ تم اپنے مال سے اس نقشہ پر فلیٹس بناؤ، اس میں چند یا نصف تمہارا ہوگا اور نصف ہمارا، اس پر بلڈر راضی بھی ہوجائے اور طے شدہ معاہدہ کے مطابق فلیٹس کی تعمیر بھی کردی جائے، اس طرح کا معاملہ فاسد ہوتا ہے کیوں کہ اس میں مشروط مجہول ہے، گویا چند فلیٹس کے عوض مالک زمین بلڈر کے ہاتھ نصف زمین فروخت کررہا ہے اور فلیٹس کا وجود ابھی معہود ذہنی ہے، کتنی لاگت ان میں لگنے والی ہے، ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا گویا قیمت مجہول ہوگئی جس کے سبب یہ عقد فاسد ہوگا۔

وفِی الاصلِ دفع الیہِ ارضا علی ان یبنِی فِیھا کذا کذا بیتا وسمی طولھا وعرضھا، وکذا کذا حجرۃ علی ان ما بنی فھو بینھما، وعلی ان اصل الدارِ بینھما نِصفانِ فبناھا ما شرط، فھو فاسِد، وکلہ لِربِ الارضِ، وعلیہِ لِلبانِی قِیمۃ ما بنی یوم بنی واجر مِثلِ فِیما عمِل. (مجمع الضمانات ۱/۴۵۳)۔

عبارت سے صاف واضح ہے کہ پوری تعمیر مالک ارض کی ہوگی اور وہ تعمیر کی قیمت اور اجرت عمل بلڈر کو حوالہ کرے گا۔

(ج) کمپیوٹرائزڈ پلیکیشن اور سوفٹ ویر پروگراموں کی آن لائن خرید وفروخت:۔

مبیع کا عین کی شکل میں ہونا یا اس کا وجود حسی ضروری نہیں، صحت بیع کے لئے معنوی وجود بھی کافی ہے، شرط یہ ہے کہ جو خریدا جارہا ہے وہ مال متقوم ہو اور کمپیوٹرائزڈ پلیکیشن یا سوفٹ ویر وغیرہ جو جائز مقاصد میں استعمال ہوتے ہیں یہ مال متقوم ہیں، چوں کہ طبیعت کا ان کی طرف میلان بھی ہے اور ادخار بھی ہوسکتا ہے اور شرعاً ان کے استعمال کی اجازت بھی ہے، اس لئے ان کی بیع درست ہے۔ جیسے نیٹ کمپنی سے خریدی جاتی ہے، بجلی گورنمنٹ سے پیسے کے عوض حاصل کی جاتی ہے، منافع کی اجرت دی جاتی ہے وغیرہ بہت سی مثالیں ہیں جو عین نہیں ہیں مگر ان کی خرید وفروخت درست ہے۔

اذ مِن شرطِ المعقودِ علیہِ: ان یکون موجودا مالا متقوِما مملوکا فِی نفسِہِ، وان یکون مِلک البائِعِ فِیما بِیعِہِ لِنفسِہِ، وان یکون مقدور التسلِیم. (شامی ۵/۵۸)

(د) موجود پھلوں کے ساتھ متوقع پھلوں کی بیع:۔

اگر صورت یہ ہو کہ بدو صلاح کے بعد سائز کچھ بڑھنے کا امکان ہے اور متوقع سے یہی مراد ہے تو اس کی بیع تبعاً درست ہوگی اور اگر متوقع سے مراد یہ ہو کہ ابھی کچھ پھلوں کا وجود ہی نہیں ہوا ہے، کچھ پھل آچکے ہیں اور کچھ باقی ہیں پھول وغیرہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ کچھ اور پھل آسکتے ہیں، اس شکل میں متوقع پھل کی بیع معدوم ہونے کی وجہ سے

درست نہیں۔

لعدم القدرۃ علی تسلیم المبیع کلہ. (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۵/۳۴۸۳)۔

(ہ) آرڈر پر سامان کی خرید وفروخت:۔

جو سامان دکان میں موجود ہے اس کی فی الوقت بیع کرے اور جو نہیں ہے اس کا وعدۂ بیع کرلے، سامان لانے کے بعد کہ دے کہ اس کی یہ قیمت ہے جس کو میں آپ کے ہاتھ فروخت کرتا ہوں۔ ورنہ معدوم ہونے کی وجہ سے بیع درست نہیں ہوگی یا بیع کے بجائے غیر موجود سامانوں کی قیمت کے ساتھ ان کے لانے کی اپنی اجرت طلب کرے۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

بیع معدوم۔اقسام اور چند جدید صورتیں

مولانا محمد ابرار خان ندوی
جامعۃ الہدایہ جے پور

اسلام کا نظام تجارت غرر، خطر، قمار اور سود ورباء سے پاک، اصول وضوابط سے مربوط ہے۔شرط ہے کہ لین دین کا معاملہ کرنے والا باشعور ہو اور تجارتی سامان بننے والی چیز مال ہو، موجود ہو۔اس پر ملک وقبضہ حاصل ہو اور اسے خریدار کے حوالہ کرنا ممکن ہو۔

اسلام نے اقتصادی نظام کے لئے جو قیود وشرائط طے کی ہیں ان کا لحاظ کرتے ہوئے انسانی ضروریات سے متعلق سامان بلاغرر وخطر لوگوں کو فراہم کرنا یہ اسلامی تجارت کا مقصود ہے۔

بیع معدوم کا مفہوم:

بیع کے صحیح ہونے کے لئے دیگر شرائط کے ساتھ ایک لازمی شرط یہ ہے کہ عقد کے وقت مبیع خارج میں موجود ہو، مجلس عقد میں موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔عقد کے وقت جس چیز کا سرے سے وجود ہی نہ ہو یا اس کا وجود وعدم وجود موہوم ہو، خطرات واندیشوں کے گھیرے میں ہو (جیسے جانور کے پیٹ میں بچے کی بیع) یہ چیز معدوم کہلائے گی، اور معدوم چیز کی بیع درست نہیں ہے۔

بیع معدوم کی قسمیں:

بیع معدوم کی اقسام تین ہیں۔

علامہ ابن قیمؒ نے بیع معدوم کی اقسام اور ان کا حکم تفصیل کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔

والمعدوم ثلاثة اقسام: معدوم موصوف فی الذمة، فهذا یجوز بیعه اتفاقاً، وإن کان ابو حنیفة شرط فی هذا النوع أن یکون وقت العقد فی الوجود من حیث الجملة وهذا هو السلم.

بیع معدوم کی تین قسمیں ہیں۔پہلی قسم: مبیع معدوم ہو لیکن اس کے اوصاف بیان کرکے اس کی تعیین کردی جائے، یہ بیع سلم ہے اس کے جواز پر سب متفق ہیں۔البتہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک عقد کے وقت اس کا خارج میں وجود شرط ہے۔

والثاني: معدوم تبع للموجود، وإن كان اكثر منه وهو نوعان، نوع متفق عليه، ونوع مختلف فيه، فالمتفق عليه بيع الثمار بعد بدو صلاح ثمرة واحدة منه وإن كانت بقية اجزاء الثمار معدومة وقت العقد، ولكن جاز بيعها تبعاً للموجود.

دوسری قسم: معدوم چیز کی بیع موجود کے تابع بنا کر کی جائے، اس کی دوصورتیں ہیں۔ایک مختلف فیہ، دوسری متفق علیہ، متفق علیہ صورت کی مثال درخت میں نکل آنے والے پھلوں کی بیع کے ساتھ ان پھلوں کی بھی بیع جو ابھی عقد کے وقت نکلے نہیں ہیں تابع بنا کر کرنا جائز ہے۔

الثالث: معدوم لا يُدرى يحصل أو لا يحصل ولا ثقة لبائعه بحصوله، بل يكون المشترى منه على خطر، فهو الذى منع الشارع بيعه لا لكونه معدوماً بل لكونه غرراً، فمنه صورة النهى التى تضمنها حديث حكيم بن حزام وابن عمر رضى الله عنهما. (۱)

تیسری قسم: وہ معدوم شئ جس کا حصول وعدم حصول موہوم ہو، بائع کو اس کے حصول کا یقین نہ ہو، بلکہ خریدار کو بھی اندیشۂ خطر لاحق ہو تو ایسی معدوم چیز کی بیع کرنے سے شریعت نے منع کیا ہے، معدوم ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ غرر کی وجہ سے..... حکیم بن حزام وابن عمر کی حدیث میں جس بیع سے منع کیا گیا ہے وہ یہی ہے۔

فقہاء کی آراء۔دلائل اور راجح مسلک:

احناف، شوافع، حنابلہ اور مالکیہ تمام کے نزدیک بیع معدوم درست نہیں ہے۔

فلا يصح بيع المعدوم وذلك باتفاق الفقهاء، وهذا شرط انعقاد عند الحنفية. (۲)

معدوم چیز کی بیع صحیح نہیں ہے اس پر فقہاء کا اتفاق ہے، حنفیہ کے یہاں مبیع کا موجود ہونا انعقاد بیع کے لئے شرط ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی بیع سے متعلق شرائط کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وكونه مقدور التسليم فلم ينعقد بيع المعدوم.

ولا بيع ما ليس مملوكا له وان ملك بعده. (۱)

انعقاد بیع کے لئے ضروری ہے مبیع کو حوالہ کرنا ممکن ہو، لہذا معدوم چیز اور جو چیز ملکیت میں نہ ہو اس کی بیع منعقد نہیں ہوگی گرچہ بعد میں اس کا مالک بن جائے

ملک العلماء شیخ علاء الدین کاسانیؒ فرماتے ہیں۔

ومنها أن يكون موجوداً فلا ينعقد بيع المعدوم وماله خطر. (۲)

مبیع کا موجود ہونا شرط ہے، لہذا مبیع معدوم اور جس چیز کے معدوم ہونے کا خطرہ ہو اس کی بیع منعقد نہیں ہوگی۔

معروف شافعی فقیہ ومحدث امام نوویؒ تحریر فرماتے ہیں۔

بیع المعدوم باطل بالاجماع. (۳) بیع معدوم باطل ہے۔

فقہاء کے دلائل:

بیع معدوم صحیح نہیں ہے، اس پر فقہاء نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے جن میں حبل الحبلۃ، مضامین وملاقیح کی بیع اور بدوصلاح سے پہلے درخت پر پھلوں کی بیع سے منع کیا گیا ہے۔

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن بیع حبل الحبلۃ وکان بیعا یتبایعہ أھل الجاھلیۃ، کان الرجل یبتاع الجزور الی أن تُنتج الناقۃ ثم تُنتج التی فی بطنھا.

(۴) حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمل کے حمل کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ لوگ زمانہ جاہلیت میں اس طرح کی بیع کرتے تھے۔ ایک شخص اونٹنی کے پیٹ میں بچہ کی بیع پھر اونٹنی کے پیٹ میں موجود بچہ جو بچہ جنے گا اس کی بیع کرتا تھا۔

عن حکیم بن حزام قال أتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلتُ یأتینی الرجل یسألنی من البیع ما لیس عندی ابتاع لہ من السوق ثم أبیعہ؟ قال: لا تبع ما لیس عندک. (۵)

حکیم بن حزام کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کیا میرے پاس ایک شخص آکر مجھ سے اس چیز کے فروخت کرنے کو کہتا ہے جو میرے پاس موجود نہیں ہے۔ تو کیا میں بازار سے خرید کر اس کو دینے کا معاملہ کرلو، آپؐ نے فرمایا جو چیز تمہارے پاس موجود نہیں ہے اس کو بیچنے کا معاملہ مت کر

علامہ ابن تیمیہ وعلامہ ابن قیمؒ کی رائے:

علامہ ابن تیمیہ وعلامہ ابن قیمؒ کے نزدیک بیع معدوم جائز ہے۔ ان کا دعوی ہے کہ کتاب وسنت سے بیع معدوم کے ناجائز ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

فلیس فی کتاب اللہ ولا سنۃ رسولہ ولا عن أحد من الصحابۃ أن بیع المعدوم لا یجوز، لا لفظ عام ولا معنی خاص. (۶)

بیع معدوم ناجائز ہے اس کا ثبوت نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں ہے اور نہ ہی کسی صحابی سے ثابت ہے۔

حدیث "لا تبع ما لیس عندک" جو فقھاء اربعہ کا مستدل ھے، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اس کی توجیہ وتاویل کرتے ھوئے لکھتے ھیں۔ أما قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لحکیم بن حزام "لا تبع ما لیس عندک" فیحمل علی معنیین: أحدھما: أن یبیع عینا معینۃ وھی لیست عندہ بل ملک للغیر،

ویبیعها ثم یسعی فی تحصیلها وتسلیمها الی المشتری، والثانی: أن یرید بیع ما لا یقدر علی تسلیمه وان کان فی الذمة، وهذا أشبه فلیس عنده حسا ومعنی فیکون قد باعه شیئا لا یدری هل یحصل أو لا. (۷)

اللہ کے رسولؐ نے حکیم بن حزام سے فرمایا کہ لا تبع مالیس عندک، اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ا۔ متعینہ چیز جو اس کے پاس نہیں ہے بلکہ وہ کسی دوسرے کی ملکیت ہے اس کو پہلے بیچ دے پھر اس مالک سے حاصل کر کے مشتری کے سپرد کر دے۔ (اس سے منع فرمایا) دوسرا مفہوم جو زیادہ قرین قیاس ہے وہ یہ ہے کہ ایسی چیز کو بیچے جس کے حوالہ کرنے پر قادر نہیں ہے۔ گرچہ وہ اس کے ذمہ میں ہو۔ حسی ومعنوی طور پر وہ اس کا مالک نہیں ہے، تو گویا ایسی چیز کو فروخت کر رہا ہے جس کے بارے میں پتہ نہیں کہ وہ اسے حاصل ہوگی یا نہ ہو گی۔

نیز علامہ ابن تیمیہ حدیث کی توجیہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وانما فیه النهی عن بیع بعض الأشیاء التی هی معدومة کما فیه النهی عن بیع بعض الأشیاء التی هی موجودة. (۱)

اس میں جس طرح بعض معدوم اشیاء کے بیچنے کی ممانعت ہے، اسی طرح بعض موجود چیزوں کی بیع کی بھی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

راجح مسلک:

معدوم شئ کی بیع درست نہیں ہے، راجح مسلک یہی ہے، البتہ اس کی علت صرف معدوم ہونا نہیں ہے بلکہ غرر ہے۔ الراجح: عدم جواز بیع المعدوم وهو مذهب الجمهور، والعلة هو الغرر، لصراحة الأحادیث الواردة فی ذلک. (۲) راجح جمہور کا مسلک ہے کہ بیع معدوم درست نہیں ہے۔ احادیث بالکل واضح ہیں اور اس کی علت غرر ہے۔

ممانعت کی علت وحکمت:

بیع معدوم کے عدم جواز کی علت مبیع کا معدوم ہونا قرار دیا ہے۔ نتیجہ کے اعتبار سے اس کی اصل علت غرر ہی ہے۔

علامہ ابن تیمیہ وابن قیم رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ مبیع کے وجود وعدم وجود سے صحت بیع پر کوئی فرق نہیں پڑتا، بیع کا فساد وبطلان وعدم صحت غرر، خطر، اور قمار کے سبب ہوتا ہے۔

ولیست العلة فی المنع لا الوجود والعدم بل الذی ثبت فی الصحیح عن النبیؐ أنه نهی عن بیع الغرر

والغرر ما لا یقدر علی تسلیمه سواء کان موجوداًأو معدوماً.(۳)

ممانعت کی علت مبیع کا معدوم یا موجود ہونا نہیں ہے بلکہ صحیح حدیث میں جو چیز ثابت ہے وہ یہ ہے کہ نبی پاکؐ نے بیع غرر سے روکا ہے۔اور غرر کہتے ہیں جس چیز کے حوالہ کرنے پہ قدرت نہ ہو،خواہ وہ چیز موجود ہو یا معدوم ہو۔

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں حکیم بن حزام وحضرت عمر سے مروی حدیث میں ممانعت سے مبیع کا معدوم ہونا لازم نہیں آتا ہے اگر معدوم مان لیا جائے تو ایسا معدوم خاص ہے جس میں غرر شامل ہے۔

وهو معدوم یتضمن غرراًوترددافی حصوله.(۴)

بیع معدوم کا عقد استصناع پر قیاس اور اس کی شرطیں:

عقد استصناع دراصل معدوم شئ کی بیع ہے،حدیث میں معدوم شئ کی بیع سے روکا گیا ہے۔لیکن ضرورت وتعامل کی وجہ سے استحسانا عقد استصناع کی چند شرائط کے ساتھ اجازت دی گئی ہے۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

لأن المعقود علیه وهو المستصنع وان کان معدوماً حقیقة لکنه جعل موجوداً شرعاً حتی جاز العقد استحساناً.(۵)

شرائط استضاع:

۱۔آرڈر ومطالبہ پر سامان کو تیار کرایا جائے۔

۲۔جس چیز کو تیار کرایا جائے اس کی جنس نوع صفت مقدار کی وضاحت اس طرح کردی جائے کہ نزاع کا اندیشہ نہ رہے۔

۳۔اس چیز میں استصناع کا تعامل اور عرف ورواج ہو۔

عقد استصناع میں حالات وزمانہ،عرف ورواج کے اعتبار سے تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے،منقولہ،وغیر منقولہ، چھوٹی وبڑی تمام چیزوں میں عمل استصناع کی اجازت ہے،استصناع کی شرائط جہاں پائی جائیں گی وہاں معدوم اشیاء کی بیع کا عقد استصناع پر قیاس درست ہوگا۔

معدوم چیز کا انضباط اور اس کی بیع:

بیع کے وجود میں آنے سے قبل صفت نوع،جنس،مقدار کے ذریعہ مبیع کو منضبط کرنا ممکن ہے،اگر ڈیزائن،سائز، کوالٹی،کلر،ان چیزوں کی وضاحت اس طور پر کردی جائے کہ نزاع وفساد کا دروازہ بند ہوجائے اور کسی طرح انتشار کی

صورت نہ رہے تو بیع کے جواز میں کوئی حرج نہیں ہے۔

خرید وفروخت میں ممانعت کی وجہ جہالت فاحشہ اور غرر کو قرار دیا گیا ہے۔ شیخ وہبۃ الزحیلی رقمطراز ہیں۔

أما حديث النهى عن بيع ما ليس عند الانسان فالسبب فيه الغرر ، لعدم القدرة على التسليم لا انه معدوم.(۱)

انسان کے پاس جو چیز موجود نہ ہو اس کے بیچنے سے حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ ممانعت کی وجہ غرر ہے، نہ کہ مبیع کا معدوم ہونا، کیونکہ بیع کو سپرد کرنے کی قدرت نہیں ہے۔

موجودہ دور میں تجارتی نظام اسی طرح چل رہا ہے کہ لوگ آرڈر پر مال تیار کراتے ہیں، یا کمپنی وغیرہ کے سامان کے سیمپل ونمونے انٹرنیٹ پر موجود ہوتے ہیں، یا خود تاجر وضرورت مند کمپیوٹر پر نمونہ تیار کراتے ہیں اور اسی کے مطابق تجارتی معاملہ طے کرتے ہیں۔ اور کمپنی، دوکاندار اسی ڈیزائن، سائز کوالٹی کا مال فراہم کرتے ہیں۔ اس میں کسی طرح کا نزاع نہیں ہوتا ہے۔ معاملہ کے وقت مبیع کا گرچہ وجود نہیں لیکن متعین ہوجاتی ہے۔ مطلوبہ اوصاف کا سامان تیار ہوتا ہے کمپنی اور دوکاندار کی طرف سے تاجر کو فراہم کردیا جاتا ہے۔

یہ بیع غرر سے محفوظ ہے۔ معدوم اشیاء کی اس طرح تعیین پھر اس کی خرید وفروخت کا عالمی سطح پر تعامل ہے نیز تجار وکمپنیوں کی اقتصادی مجبوری بھی ہے کہ وہ پہلے سے سامان تیار کرکے سرمایہ کو خطرہ میں نہیں ڈالنا چاہتے نیز سلم، استصناع، مضاربت، مزارعت، اجارۃ، مساقاۃ جیسے بہت سے مقامات پر لوگوں کے مصالح اور ضرورت وتعامل کے سبب بیع معدوم کو جائز قرار دیا گیا ہے، نیز معدوم اشیاء کی تجارت ایک تجارتی ضرورت بن چکی ہے، ویسے بھی معدوم اشیاء کی بیع کے سلسلہ میں بعض اصحاب علم ابن تیمیہ وابن قیم وغیرہ جواز کے قائل ہیں اور ابن تیمیہ وغیرہ کا بیع معدوم کو جائز کہنے کی وجہ لوگوں کی ضرورت کا تقاضہ اور آسانی وسہولت کی فراہمی اور غرر نہ ہونے کے سبب ہے۔

وماذهب اليه ابن تيمية وتلميذه ابن القيم فيحمل على مالا غرر فيه ودعت الحاجة اليه تيسيراً على الناس ومراعاة للحاجات التى رعاها الشارع الحكيم.(۲)

دراصل بیع میں غرر قمار جہالت فساد کا باعث بنتے ہیں۔ قال النووى النهى عن بيع الغرر اصل من اصول الشرع.(۳)

قبضہ سے پہلے فروخت کرنا:

صحت بیع کے لئے قبضہ شرط ہے، قبضہ سے مراد یہ ہے کہ اس چیز پر تصرف کا اختیار حاصل ہوجائے ہاتھ میں آنا ضروری نہیں ہے۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں۔

القبض هو حيازة الشئ والتمكن من التصرف فيه، سواء كان مما يمكن تناوله باليد أم لا. (۴)

تصرف کا اختیار حاصل ہو جانے کے بعد دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا درست ہے، اس سے پہلے بیچنا جائز نہیں ہے۔ البتہ غیر منقولہ جائداد کو قبضہ سے قبل فروخت کرنا درست ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں۔

ويجوز بيع العقار قبل القبض عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالىٰ. (۵)

امام ابوحنیفہ وامام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک غیر منقولہ اشیاء کو قبضہ سے پہلے بیچنا درست ہے۔

امام مالک تو مطلقاً بیع قبل القبض کے قائل ہیں۔

فلا بأس عند مالك أن يبيع ذلك كله قبل أن يقبضه. (۶)

امام مالک کے نزدیک منقولہ وغیر منقولہ اشیاء کو قبضہ سے پہلے بیچنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

البتہ مبیع کے وجود میں آنے یا اس پر قبضہ سے قبل دوسرے تیسرے شخص کے ہاتھ بیچنا درست نہیں ہے، مثلاً نقشہ کی بنیاد پر مکان تعمیر کرنے کا آرڈر دیا، بلڈر نے ابھی مکان تعمیر نہیں کیا ہے کہ اسے دوسرے شخص کو فروخت کرے۔ اسی طرح وہ دوسرا تیسرے کو بیچ دے، اس طرح قبضہ سے پہلے فروخت کرنا درست نہیں ہے۔ البتہ منقولہ اشیاء کو قبضہ سے پہلے بیچنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔

مبیع معدوم ہونے کے باوجود بعض عقود جائز ہیں:

بیع سلم وعقد استصناع کے علاوہ بھی کچھ عقود ومعاملات ایسے ہیں جن میں معقود علیہ کے معدوم ہونے کے باوجود، تعامل، ضرورت وحاجت کی بناء پر عقود کو جائز قرار دیا گیا ہے، چند عقود اختصار کے ساتھ تحریر کئے جاتے ہیں۔

۱۔ اجارہ: ہر شخص کے پاس اس کی ضرورت کی ہر چیز ہو یہ بہت مشکل ہے۔ لہٰذا اپنی ضرورت کے لئے دوسرے سے سامان لے کر فائدہ اٹھانا اور فائدہ کے بدلہ اس کا معاوضہ ادا کرنے پر معاملہ یہ اجارہ ہے۔

الاجارة بيع المنفعة. (۱) اجارہ منفعت کی بیع ہے۔

اجارہ میں منفعت معدوم ہوتی ہے اور معدوم چیز میں خرید وفروخت کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن استحساناً کتاب وسنت واجماع کی وجہ سے اس کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ (۲)

اجارہ کی اجازت انسانی ضرورت کے پیش نظر دی گئی ہے۔ ہر شخص کے پاس ذاتی مکان ہو ضروری نہیں، ہر ایک کے پاس اپنی سواری ہو ممکن نہیں، اس کے لئے اجارہ کی ضرورت ہے۔

علامہ کاسانی اجارہ کی حکمت وضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فلو لم يشرع الاجارة مع امتساس الحاجة اليها، لم يجد العبد لدفع الحاجة سبيلاً، وهذا خلاف

موضوع الشرع.

(۳) اگر ضرورت کے باوجود اجارہ کی اجازت نہ دی جائے تو انسان کے پاس ضرورت برآری کا کوئی راستہ نہ ہوگا، اور یہ بات شریعت کی منشا کے خلاف ہے۔

مضاربت: ایک شخص کی طرف سے مال ہو اور دوسرے شخص کی محنت، اور محنت وعمل کے نتیجہ میں جو منافع ہو اس میں دونوں کی شرکت ہو، اس کو مضاربت کہتے ہیں۔ (۴)

مضاربت میں عمل کے ساتھ عمل کی اجرت مجہول بلکہ معدوم ہوتی ہے۔ لیکن انسانی ضرورت کے تحت اس مضاربت کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ ایک شخص کے پاس مال ہے لیکن تجارت نہیں کرسکتا، دوسرا شخص تجارت کی صلاحیت رکھتا ہے واقفیت بھی ہے اور اس کو ضرورت بھی ہے لیکن مال واسباب نہ ہونے کی وجہ سے مجبور ہے تو مضاربت میں دونوں کی ضرورتوں کی تکمیل ہے۔

علامہ کاسانی رقمطراز ہیں:

فالقياس انه لا يجوز لانه استئجار بأجر مجهول بل بأجر معدوم وبعمل مجهول، لكنا تركنا القياس بالكتاب والسنة والاجماع. (۵)

مزارعت: ایک شخص کی زمین ہو اور دوسرے کا بیج اور کاشتکاری کے آلات اور زمین کی پیداوار طے شدہ معاہدہ کے مطابق تقسیم ہو، اس کو مزارعت کہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مزارعت درست نہیں ہے اس کی وجہ ہے کہ اس میں زمین کی پیداوار کے بعض حصہ کے بدلہ زمین کو یا عامل کو کرایہ پر لینا ہے۔ اور یہ مجہول ہے۔

ان عقد المزارعة استئجار ببعض الخارج وانه منهى عنه ۔... استئجار ببدل مجهول وانه لا يجوز. (۶)

لیکن صاحبین فرماتے ہیں مزارعت یعنی زمین بٹائی پر دینا درست ہے۔ اللہ کے رسول نے اہل خیبر کے ساتھ بٹائی پر معاملہ فرمایا ہے۔

یہ لوگوں کی ضرورت بھی ہے۔ اصحاب زمین کھیتی کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اور بہت سے لوگ زراعت کرنا چاہتے ہیں، ان کے پاس زمین نہیں ہے۔ مزارعت کی اجازت دینا شرعی حکمت ومصلحت بھی ہے اور انسانی ضرورت بھی۔

مساقاۃ:

درختوں کو پانی سے سیراب کرنے اور دیکھ بھال کے لئے کسی کو دیدیا جائے، پھر جو پھل آئیں وہ طے شدہ معاہدہ کے تحت درختوں کے مالک اور دیکھ بھال اور سیراب کرنے والے کے مابین تقسیم ہوں۔

وھی دفع الشجر الی من یصلحہ بجزء من ثمرہ وھی کالمزارعۃ حکما و خلافاً. (۷)

امام صاحب کے نزدیک ناجائز ہے، صاحبین کے نزدیک جائز ہے۔

نقشہ کی بنیاد پر مکان فروخت کرنے کا حکم:

مکان انسان کی بنیادی ضرورت ہے، مکانات کی خرید وفروخت کا یہ طریقہ عام ہے کہ بلڈر پہلے زمین خرید کر نقشہ بناتا ہے۔ پھر نقشہ کی بنیاد پر تعمیر سے قبل ہی مکانات فروخت کرنا شروع کر دیتا ہے، تعمیر سے پہلے مکانوں کی خرید وفروخت استصناع کی قبیل سے ہے اور عرف وتعامل جس چیز میں ہو اس میں استصناع جائز ہے۔

شمس الائمہ سرخسیؒ فرماتے ہیں۔ کل ما تعارف الناس الاستصناع فیہ فھو جائز. (۱) لوگوں کے مابین جس چیز میں استصناع کا رواج ہو تو اس میں استصناع کرنا جائز ہے۔

نقشہ کے ذریعہ مکان کے حدود اربعہ، لمبائی، چوڑائی، اونچائی، ودیگر اوصاف وخصوصیات سب بالکل واضح ہوتی ہیں، کسی طرح کا ابہام واخفاء نہیں ہوتا، نہ نزاع وفساد کا خطرہ رہتا ہے، لہذا استصناع کی شرائط کے ساتھ نقشہ کی بنیاد پر مکانوں کی خرید وفروخت عرف وتعامل کی وجہ سے درست ہے۔ البتہ بلڈر زمین خریدنے سے پہلے صرف نقشہ کی بنیاد پر مکان فروخت کرے تو یہ درست نہیں، کیونکہ یہ معدوم ہے، مخصوص شرائط کے ساتھ تعامل کی بنیاد پر جائز قرار دیا گیا ہے، زمین کے وجود سے پہلے نقشہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس میں نزاع وفساد کے اندیشہ کے ساتھ غرر بھی ہے۔

فلیٹ بنانے کے عوض چند فلیٹ دینے پر معاہدہ کرنا:

زمین کا مالک بلڈر سے اس طرح معاہدہ کرے کہ تم تعمیر اس نقشہ کے مطابق کرو اور اس میں سے چند فلیٹ تمہاری ملکیت ہوں گے۔ مثلاً دس فلیٹ پر مشتمل بلڈنگ ہوگی، جس میں سات فلیٹ مالک زمین کے ہوں گے، اور تین فلیٹ بلڈر کے، تو اس طرح معاملے کرنا درست ہے۔

کمپیوٹر ایپلیکیشن اور سافٹ ویر پروگراموں کی خرید وفروخت:

ایپلیکیشن سافٹ ویر، صارف کی مختلف ضروریات پورا کرنے کے لئے بنایا گیا ہے، عام طور پر ایک ایپلی کیشن سافٹ ویر ہی پروگرامنگ پیکج کہلاتی ہے جو کسی خاص قسم کے کام کو پورا کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ ایپلی کیشن سافٹ ویر کو اور یوزر سافٹ ویر بھی کہا جاسکتا ہے۔

موجودہ دور ڈیجیٹل دور ہے۔ جس میں کمپیوٹر اور اس سے متعلق چیزوں کا استعمال کثرت سے ہو رہا ہے۔ انٹر نیٹ کی دنیا میں سافٹ ویر کے استعمال سے چارہ نہیں، لہذا تعلیم ودیگر مقاصد کے تحت ان سافٹ ویر پروگراموں کی آن لائن فرید وفروخت ہوتی ہے۔ اور دعوتی وتعلیمی مقاصد کے لئے بھی ان کا استعمال ہوتا ہے۔ لیکن یہ اپنا ظاہر میں

وجود نہیں رکھتے ہیں۔غیر محسوسات میں سے ہیں،لیکن ان کی مالی حیثیت ہے۔لہذا ان کی آن لائن خرید وفروخت جائز ودرست ہے۔

موجود ومتوقع پھلوں کی بیع:

درخت میں پھل نکلنے سے پہلے پھلوں کی بیع جائز نہیں ہے،پھل نکل آئیں اور قابل انتفاع ہوں تو بالاتفاق بیع جائز ہے۔البتہ کچھ پھل ظاہر ہوجائیں اور کچھ نکلنا باقی ہوں مگر موجود ومتوقع تمام پھلوں کی خرید وفروخت کی جائے تو اس میں فقہاء کے مابین اختلاف رائے ہے۔

شوافع وحنابلہ کے نزدیک صرف نکلنے والے پھلوں کی خرید وفروخت درست ہے،یہی حنفیہ کا بھی ظاہر مسلک ہے۔لیکن احناف میں شمس الائمہ حلوانیؒ جواز کے قائل ہیں،عرف ورواج کی وجہ سے اس کے جواز کا فتوی دیا جانا ہی بہتر ہے،عوام میں پھلوں کی خریداری کا یہ طریقہ بہت عام ہے ورنہ عوام بھی کشمکش میں مبتلا ہوگی،اور لوگ حرج وتنگی محسوس کریں گے اور خصوصاً آم کے باغات میں پھلوں کی خرید وفروخت کا معاملہ عام تعامل ورواج پذیر ہے۔ناجائز قرار دینے کی صورت میں آم ودیگر پھلوں کے کھانے پر سوالیہ نشان لگ جائے گا۔

معروف حنفی فقیہ صاحب المحیط البرہانی امام برہان ابی المعالی محمود بن صدر الشریعہ بن مازہ البخاری رقمطراز ہیں۔

اذا اشتری ثمار بستان علی ما ھو العرف، ویقال بالفارسیة: بر باغو، وبعض الثمار قد خرج، وبعضھا لم یخرج بعد، ھل جاز ھذا البیع؟ ظاھر المذھب أنه لا یجوز، وکان شمس الائمة الحلوانی علیه الرحمة یفتی بجوازہ فی الثمار، وھکذا حکی عن الشیخ الامام الجلیل ابی بکر محمد بن الفضل انه کان یفتی بجواز ھذا البیع، وکان یقول: اجعل الموجود اصلاً فی ھذا العقد وما یحدث بعد ذلک تبعاً.

(ا) باغ کے پھل خریدنے کا یہ طریقہ رائج ہے کہ کچھ پھل ابھی نکلے ہیں اور کچھ ابھی تک نکلے نہیں ہیں۔تو اس طرح باغ کے پھلوں کی خریداری کا کیا حکم ہے؟ ظاہر مذہب میں تو جائز نہیں ہے،لیکن شمس الائمہ حلوانی پھلوں میں بیع کے جواز کا فتوی دیتے تھے،شیخ ابوبکر محمد بن فضل کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بھی جواز کا فتوی دیتے تھے،اور فرماتے تھے کہ جو پھل موجود ہیں ان کو اصل قرار دیا جائے،اور جو پھل آنے والے ہیں ان کو اصل موجود کے تابع مان لیا جائے،بیع جائز ہوجائے گی۔

قیمت کی پیشگی ادائیگی اور سامان کا آرڈر:

دوکاندار کو پہلے سامان کی قیمت ادا کردی جائے اور دوکان دار کچھ سامان فوراً فراہم کردے اور کچھ سامان مارکیٹ سے حاصل کرکے خریدار کو پہنچائے،خرید وفروخت کی یہ صورت درست ہے۔یہ بیع سلم کی قبیل ہے۔

علامہ بغوی فرماتے ہیں۔

أما مبيع موصوف فی ذمته فيجوز فيه السلم بشروطه، فلو باع شيئا موصوفاً فی ذمته عام الوجود عند المحل المشروط فی البيع جاز وان لم يكن المبيع موجوداً فی ملكه حالة العقد. (۲)

مبیع کی صفات کو بیان کر کے (ذمہ میں لاگو) یعنی تعیین کر دی جائے تو اس میں بیع سلم اپنی شرائط کے ساتھ درست ہے ایسی چیز کو فروخت کرنا جس کو صفات کے ذریعہ ذمہ میں متعین کر دیا جائے عقد کے وقت وہ چیز موجود ہو گرچہ اس کی ملکیت میں نہ ہو۔

بیع معدوم

مولانا عبدالتواب انادی
خادم جامعہ اسلامیہ بانگرمئو، ضلع اناؤ، یوپی

شرائط بیع ذکر کرتے ہوئے علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں، عقد بیع کے منعقد ہونے کے لئے مبیع کا عندالعقد موجود ہونا لازم ہے، مبیع کے غیر موجود ہونے کی صورت میں عقد بیع منعقد نہیں ہوگا، مثلاً جانور کے حمل کے حمل کا فروخت کرنا یہ بیع منعقد نہیں ہوسکتی کیونکہ جو چیز ابھی دنیا ہی میں موجود نہیں ہے اس کی بیع کیونکر ہوسکتی ہے، اسی طرح جانور کے حمل کو فروخت کرنا ہے، کیونکہ اس میں بچہ کے پیدا ہونے یا نہ ہونے کا خطرہ موجود ہے، اس لئے خطرۂ عدم کی بنیاد پر یہ بیع منعقد نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح جانور کے تھنوں کے اندر کا دودھ فروخت کرنا ہے کیونکہ یہاں بھی خطرۂ عدم کا احتمال ہے، ہوسکتا ہے کہ تھنوں میں دودھ ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تھن کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے پھول گئے ہوں اور دودھ بالکل نہ ہو۔ اسی طرح ظہور ثمر سے قبل ثمر کی بیع ہے۔

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں پھل سے نکالے بغیر بیج کی بیع درست نہیں ہے اسی طرح زیتون وغیرہ سے اس کا تیل نکالے بغیر تیل کی بیع اور گندم وغیرہ کو پیسے بغیر آٹے کی بیع درست نہیں ہے، کیونکہ زیتون تیل نکالے بغیر اور گندم پیسے بغیر مرکب ہیں۔ تیل اور آٹا ان کا جز ہیں اور کل سے جز نکالے بغیر جز معدوم ہوا کرتا ہے، اس لئے گندم کو پیسے بغیر اس کے آٹے کی بیع اور زیتون سے اس کا تیل نکالے بغیر اس کے تیل کی بیع اور دودھ سے اس کا گھی نکالے بغیر اس کے گھی کی بیع، مبیع معدوم ہونے کے باعث بیع منعقد نہیں ہوگی۔

مذکورہ بالا فقہی عبارات اور تفصیلات سے واضح ہوا کہ فقہائے کرام کے نزدیک بیع معدوم المبیع کا مفہوم یہ ہے کہ جس چیز کی بیع ہو رہی ہے۔ اس چیز کا بشکل مبیع بائع کے پاس صراحۃ موجود ہونا لازم اور ضروری ہے اس کے بغیر بیع تام اور منعقد نہیں ہوگی۔ خواہ وہ بیع عام ہو یا بیع خاص، ہر دو بیع کے لئے مبیع کا عندالعقد موجود ہونا لازم اور ضروری ہے، سوائے عقد بیع سلم اور عقد بیع استصناع کے ان دو صورتوں میں مبیع کا بروقت موجود نہ ہونے کے ساتھ بھی بیع درست ہے۔

و فی البخاری- عن عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”نھی عن بیع

الحبل الحبلة" و كان بيعا يتبايعه اهل الجاهلية، كان الرجل يبتاع الجزور الى ان تنتج الناقة ثم تنتج التى فى بطنها۔

رواه البخارى، كتاب البيوع، باب بيع الغرر و حبل الحبلة، رقم الحديث-۲۱۴۳)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمل کے حمل کی بیع سے منع فرمایا ہے، اس بیع کا طریقہ دور جاہلیت میں رائج تھا، ایک آدمی ایک ایک اونٹ یا اونٹنی خریدنا اور قیمت دینے کی میعاد یہ مقرر کرنا کہ اونٹنی بچہ دے پھر وہ بچہ بڑا ہو کر خود بچہ جنے۔

و فى الهندية: قال: و منها فى المبيع و هو ان يكون موجوداً، فلا ينعقد بيع المعدوم و ماله خطر العدم، كبيع نتاج النتاج و الحمل، و أن يكون مملوكا فى نفسه و أن يكون ملك البائع فيما يبيعه لنفسه۔

(فتاوى هنديه كتاب البيوع ۳/۲/دیوبند)

فتاوی ھندیہ میں ہے کہ عقد بیع کی شرائط میں سے عند العقد مبیع کا موجود ہونا ہے، مبیع غیر موجود عند العقد کی بیع منعقد نہیں ہوگی، جیسے حمل کے حمل کی بیع یا حمل کی بیع وغیرہ اور عقد مبیع کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ مبیع شئ مملوکہ ہو اور بائع اس کا مالک ہو، کیونکہ شئ غیر مملوکہ مبیع نہیں ہوسکتی اور بائع جس چیز کا مالک نہیں ہے، اسے وہ فروخت نہیں کرسکتا کیونکہ کسی چیز کو بیچنے کے لئے اس کا مالک ہونا ضروری ہے۔

بیع معدوم کو فقہاء متقدمین بالاتفاق بیع باطل قرار دیتے ہیں:

ذهب جمهور الفقهاء من الحنفية و المالكية و الشافعية و الحنابلة الى بطلان بيع المعدوم... فعند الحنفية قال الكاسانى و ابن نجيم: لا ينعقد بيع المعدوم و ماله خطر العدم، كبيع نتاج النتاج و الحمل و اللبن فى الضرع، بحر ۵/۴۳۴)

و المالكية-قال ابن الرشد: و الغرر ينتفى عن شئى بان يكون معلوم الوجود، معلوم الصفة معلوم القدر، مقدورا على تسليمه، و ذلك فى الطرفين الثمن و المثمون. (بداية المجتهد و نهاية المعتقد ۱۲/۹۲۱)

و الشافعية: يشترط وجود المحل المعقود عليه فى عقد البيع، فلم يجيزوا بيع المعدوم لما ينطوى عليه من غرر۔ و كذا الحنابله، اشترطوا ان يكون المبيع موجوداً، و صرحوا بعدم جواز بيع المعدوم، لان مالم يخلق لا يجوز بيعه۔ (مطالب اولى النهى فى غاية المنتهى ۳/۰۰۲)

مذکورہ عبارات میں اس بات کی بھی صراحت ہے کہ حنفیہ کے علاوہ بقیہ فقہائے کرام کے یہاں مبیع معدوم میں عدم جواز کی علت غرر فی البیع ہے نہ کہ عدم معقود علیہ۔

متاخرین فقہاء غرر خفیف کی صورت میں مبیع معدوم کی بیع کے جواز کے قائل ہیں اور غرر کثیر کی صورت میں عدم جواز کے، لیکن غرر اوسط کی صورت میں فقہاء کا اختلاف ہے، جس کے نزدیک جس شئے میں غرر کثیر نظر آیا اس کے یہاں اس کی بیع ناجائز اور اسی شئے میں دوسرے فقیہ کو غرر کم نظر آیا تو اس کے نزدیک اس غیر موجود شئے کی بیع جائز قرار پائی، یعنی عدم جواز کی علت غرر ہے نہ کہ شئے کا معدوم ہونا۔

و فی الموسوعة الفقهية، الاستصناع فی الاصلاح، هو ما عرفه بعض الحنفية، عقد علی مبيع فی الذمة، شرط فيه العمل، فاذا قال شخص للآخر من اهل الصنائع، اصنع لی الشئی الفلانی بكذا درهما و قبل الصانع ذلک. انعقد استصناعا عندالحنفية، و كذلک الحنابلة، اما المالكية و الشافعية فقد الحقوه بالسلم. و فی الاستصناع المادة والعمل من الصنائع، و مشروع عند اكثر الحنفية علی سبيل الاستحسان و منعه زفر من الحنفية اخذاً بالقياس لأنه بيع المعدوم، و وجه الاستحسان: استصناع الرسول صلی الله عليه وسلم الخاتم، والاجماع من لدن رسول الله صلی الله عليه وسلم دون نكير، و تعامل الناس بهذا العقد و الحاجة ماسة اليه... و الشروط الخاصه للاستصناع يستلزم شيين هما، العين والعمل و كلاهما يطلب من الصنائع، (۲) ان يكون مما يجری فيه التعامل بين الناس (۳) عدم ضرب الاجل. (الموسوعة الفقهيه ۳۷/۲۲۳_۸۲۳)

مذکورہ عبارات سے مستفاد ہوا کہ عقد استصناع میں مبیع معدوم ہوتی ہے اور عام ضابطے کے مطابق مبیع معدوم کی بیع ناجائز ہے لیکن استحسانا اسے جائز قرار دیا گیا ہے کیونکہ عوام میں اس عقد کی سخت ضرورت ہے اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آرڈر دے کر انگوٹھی بنوائی تھی اس لئے بھی جواز فراہم ہوتا ہے نیز آپ کے اصحاب بھی کچھ نہ کچھ آرڈر پر بنواتے تھے جس کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہوا کرتی تھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر کبھی نکیر نہیں فرمائی۔ اس بات سے بھی جواز کا باب کھلتا ہے۔ اسی طرح ایک بات یہ بھی ہے کہ اس عقد استصناع کو جواز کی طرف لے جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جو مبیع مطلق معدوم ہو جس کا بوقت عقد دنیا میں وجود ہی نہ ہوا ہو وہ بالاتفاق بیع باطل قرار پاتی ہے لیکن جو مبیع دنیا میں تو موجود ہے مگر وہ بائع کی دسترس سے باہر ہے یعنی بائع اس مبیع کو مشتری کو سپرد کرنے پر قادر نہیں ہے خواہ اس پر بائع کی ملکیت کا نہ ہونا سبب ہو، یا مبیع پر بائع کی ملکیت تو ہو لیکن بائع کسی عارض کی بنیاد پر مشتری کو مبیع سپرد کرنے کی قدرت نہیں رکھتا ہے، ان مذکورہ صورتوں میں عقد بیع کے اندر غرر کثیر پایا جا رہا ہے، جس کی وجہ سے ان تمام شکلوں میں عقد بیع درست نہ ہوگا۔ لیکن اس کے برعکس استصناع میں اگرچہ مبیع غیر موجود ہے لیکن عقد کے درمیان جو تفصیلات مشروط ہیں ان کی وجہ سے غرر ختم ہو جاتا ہے اور جس عقد سے غرر ختم ہو جائے اسے بہر حال شرعاً درست قرار دیا جاتا ہے اور اگر عقد استصناع میں غرر کی کچھ رمق باقی بھی رہی تو لوگوں کی شدت احتیاج اور عرف اسے

ختم کر دیتا ہے، جس کے سبب عقد استصناع مطلقاً درست اور جائز قرار دیا جاتا ہے۔

اس لئے یہ کہنا درست ہوگا کہ بیع معدوم کو بیع استصناع پر قیاس کیا جاسکتا ہے لیکن انہیں صورتوں میں جہاں کچھ نہ کچھ مبیع میں صنعتی پہلو موجود ہو، یا بائع کو حصول مبیع میں کچھ کام کرنا پڑے، مثلاً مشتری بائع سے کہے کہ مجھے فلاں پرندہ یا فلانی دوا چاہئے۔ بائع نے کہا اتنے پیسے کی ہے مل جائے گی، مشتری نے پیسے دیئے اور بائع نے وہ شئے تلاش کر کے لا کر دے دی، مطلب یہ کہ بائع خود مبیع تیار کرے یا پھر کہیں سے تیار کرا کر لائے یا تیار شدہ کہیں سے لا کر مشتری کے حوالے کرے۔ مذکورہ تینوں صورتوں میں سے کوئی ایک صورت کا پایا جانا عقد استصناع کی صحت کے لئے لازم ہے، اور جن صورتوں میں مذکورہ تینوں صورتوں میں سے کوئی صورت نہ پائی جائے وہاں استصناع درست نہیں ہے۔

مذکورہ عبارات سے مستفاد ہوا کہ بیع درست اور منعقد ہونے کے لئے بائع کے لئے مبیع کا مالک ہونا لازم ہے اور اسی طرح مبیع کا عقد بیع کے وقت بائع کے پاس ہونا لازم ہے۔ اگر عند العقد دونوں یا دونوں میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہوئی تو بیع درست نہ ہوگی، نیز عقد بیع کے لئے مذکورہ دو کے علاوہ اور بھی شرطیں ہیں عند العقد ان کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔

و فی تبیین الحقائق، قال "لا بیع النقول" ای لا یجوز بیع المنقول قبل القبض لما روینا، و لقوله علیه الصلوٰة و السلام" اذا ابتعت طعاما فلا طبعه۔ حتی تستو فیه" رواه مسلم و احمد، و لأن فیه غرر انفساخ العقد علی اعتبار الهلاک قبل القبض، لانه اذا هلک المبیع قبل القبض ینفسخ العقد فیتبین انه باع ما لا یملک، و الغرر حرام مما روینا،... (تبعه التبئین الحقائق، کتاب البیع باب التولید فصل بیع العقار قبل القبضه ۴/۸۰ رشیده)

و فی الهدایه: و من اشتری شیئا مما ینقل و یحول لم یجز له بیعه حتی یقبضه و لأنه علیه الصلوٰة و السلام نهی عن بیع مالم یقبض، و لأن فیه غرر الانفساخ العقد علی اعتبار الهلاک۔ (هدایة، کتاب البیوع ۳/)

مذکورہ عبارات فقہیہ اور روایات سے مستفاد ہوا کہ جس چیز کو مشتری نے خریدا ہے جب تک وہ شئے مشتری کے قبضہ میں داخل نہیں ہو جاتی مشتری کو اسے دوسرے شخص سے فروخت کرنا درست نہیں ہے۔ رہی بات قبضہ کے تحقق کی تو اس میں قدر تفصیل ہے (۱) قبضۂ حقیقی، بائع نے شئے متعینہ فروخت کی اور مشتری نے مقررہ ثمن دے کر مبیع متعینہ پر باضابطہ قبضہ کر لیا۔ اس صورت میں مشتری کو اختیار ہے خواہ وہ شئے خود رکھے یا کسی کو فروخت کر دے وغیرہ ہر شکل اس کے لئے جائز اور درست ہے۔ (۲) قبضۂ عادی، مشتری نے کسی کو شئے متعینہ خریدنے کا وکیل بنا دیا۔ وکیل نے متعینہ

شئے خریدی اور اس پر قبضہ کرلیا تو یہ قبضہ بھی مشتری کا مانا جائے گا۔(۳) قبضۂ عرفی، مشتری نے بائع کو بذریعہ فون، خط وغیرہ لینے کا آرڈر دیا اور ساتھ ہی یہ آرڈر دیا کہ مذکورہ سامان خط میں لکھے یا فون پر بتائے ہوئے مقام، دکان وغیرہ پر بذریعہ ٹرانسپورٹ بھیج دو، بائع نے آرڈر کیا ہوا سامان پیک کیا اور ٹرانسپورٹ کے حوالے کردیا اور خریداری بل کی ایک کاپی ٹرانسپورٹ کو اور ایک مشتری روانہ کردی اور ایک بل کاپی اپنے پاس رکھی اس صورت میں سامان کو ٹرانسپورٹ کے حوالے کرتے ہیں۔مشتری کا قبضہ سامان پر مان لیا جائے گا، اب اس کے بعد مشتری اسے اس خریدار کو بیچ سکتا ہے جس کے لئے خریدا ہے، اب دوسرا مشتری کسی تیسرے کو اسی وقت مال فروخت کرسکتا ہے جب مال ٹرانسپورٹ میں پہنچ جائے اس سے پہلے وہ کسی سے وعدۂ بیع تو کرسکتا ہے بیع نہیں۔

مبیع معدوم کا وصف، نوع، جنس، اجل وغیرہ کی اس طرح وضاحت کردی جائے کہ متعاقدین کے درمیان خطرۂ نزاع ختم ہوجائے تو اس طرح کی بیع کے جواز وعدم جواز میں قدر تفصیل ہے اور وہ اس طرح کہ (۱) اگر مبیع کا تعلق صنعت سے ہو اور لوگوں کا اس عقد پر تعامل ہو اور مقدار اجل ایک ماہ سے کم ہو تو اس صورت عقد کو عقد استصناع پر محمول کرتے ہوئے اسے عقد جائز قرار دیا جائے گا۔(۲) اور اگر اس مبیع کا تعلق صنعت سے نہ ہو، لیکن عرف میں اس طرح کے عقد کا تعامل ہو، اجل خواہ ایک ماہ سے زائد ہو یا کم بہر دو صورت اسے سلم پر قیاس کرتے ہوئے جائز قرار دیا جاءیگا۔(۳) اس مبیع کا تعلق صنعت سے ہو تمام اوصاف ذکر بھی کردیئے جائیں اور اجل بھی ایک ماہ سے کم متعین ہو مگر ایسے عقد کا عرف نہ ہو تو یہ بیع ناجائز قرار پائے گی۔(۴) اسی طرح مبیع کا تعلق صنعت سے نہ ہو اجل بھی ایک ماہ سے زائد ہو اور تمام اوصاف ذکر بھی کردیئے جائیں اور ثمن بھی ادا کردیا جائے لیکن عرف اس کے خلاف ہو تو بھی یہ بیع ناجائز ہوگی۔

و فی البدائع- لأن الاستصناع طلب الصنع، فما لم یشترط فیه العمل لا یکون استصناعا۔ لأن العقد علی مبیع فی الذمة بثمن سلما، و هٰذا العقد استصناعا۔ و یجوز استحسانا، لا جماع الناس علی ذلک۔(بدائع الصنائع، کتاب الاستصناع ۵۹/۴)

بیع سلم اور بیع استصناع کے علاوہ بیع کی وہ جائز صورتیں جس میں مبیع معدوم ہوتی ہے لیکن استحسانا بیع کو جائز قرار دیا جاتا ہے۔

و فی البحر الرائق: و مما تسامحوا فیه، و اخرجوه من هٰذه القاعدة ما فی القنیة "الاشیاء التی توخذ من البیاع علی الوجه الخرج کما هو العادة من غیر بیع کالعدس و الملح و الذیت و نحوها ثم اشتراها بعد ما انعدمت صبح، فیجوز بیع المعدوم هنا۔(البحر الرائق، کتاب البیع۔المقدمة ۴۳۴/۵ زکریا)

مذکورہ عبارات سے مستفاد ہوا کہ بیع استجرار کی تین شکلیں بنتی ہیں جس میں سے دو جائز اور تیسری ناجائز۔(۱) یہ کہ ایک آدمی کسی دکاندار وغیرہ کو پیشگی کچھ روپیہ دے دے اور دکاندار سے تھوڑا تھوڑا سامان لیتا رہے بشرطیکہ لئے جانے والے سامان کی قیمت متعین ہو اور غیر متعین ہونے کی صورت میں سامان لینے کے وقت سامان کی قیمت معلوم کر لے، پھر کچھ دنوں بعد اس کا حساب کرے۔(۲) اولا سامان لیتا رہے قیمت متعینہ کے ساتھ پھر حساب کے وقت کل سامان کی قیمت ادا کردے، یہ دونوں صورتیں استحسانا جائز ہیں۔(۳) دکاندار کو پیسہ پہلے دیا جائے یا بعد میں مگر سامان کی قیمت غیر متعین ہو یعنی قیمت نہ سامان پر لکھی ہو اور نہ ہی سامان لیتے وقت معلوم کی جائے اور نہ ہی دوکاندار از خود سامان کی قیمت ظاہر کرے تو اس تیسری صورت کی بیع نادرست ہوگی ثمن مجہول کی بنیاد پر، اول کی دونوں صورتوں میں ثمن معلوم ہے اس لئے جائز ہیں۔

(الف) مالک زمین اور بلڈر کے درمیان چند فلیٹ کا یا ان کی قیمت کا معاہدہ ہوتا ہے، یعنی بلڈر مالک زمین کو چند فلیٹ بنا کر دے دے گا یا ان کی قیمت دے کر ساری زمین پر بلڈنگ بنائے گا اور بقیہ تمام فلیٹ خود فروخت کرے گا، جس میں مالک زمین کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اس شکل کے دو پہلو ہیں اور دونوں کا حکم جداگانہ ہے۔(۱) بلڈر نے مالک زمین سے زمین اجرت پر لی اور اس کی اجرت چند فلیٹ کی قیمت مقرر کی یعنی چالیس پچاس سال وغیرہ بلڈر بشکل فلیٹ زمین استعمال کرے گا اور چند فلیٹ اس کی اجرت متعین کی، یعنی جب تک بلڈر زمین استعمال کرے گا مالک زمین اس کے بنائے ہوئے فلیٹ استعمال کرے گا، یہ درست ہے کیونکہ یہ اجارہ کی شکل بن گئی جو بہر حال جائز ہے۔

(۲) بلڈر پہلے مالک زمین سے پوری زمین خرید لے خواہ ادھار ہی سہی، پھر اس زمین کی متعینہ قیمت کے عوض جتنے پلاٹ بنتے ہوں وہ مالک زمین کو دے دے اس طرح اولاً زمین بلڈر کی ہو جائے گی، اور ثانیا فلیٹ مالک زمین کے ہوں گے پھر مالک زمین کا زمین میں کوئی ساجھا بلڈر کے ساتھ نہیں ہوگا۔ مذکورہ دونوں بیع درست ہوں گی کیونکہ دو الگ الگ عقد ہوں گے اور ہر عقد دوسرے سے تعلق ہوگا اس لئے کوئی قباحت لازم نہیں آئے گی۔

بہر حال مذکورہ دونوں صورتیں درست اور جائز ہیں بلڈر اور مالک زمین شکل پر چاہیں عمل کر لیں دونوں جائز ہیں البتہ اول میں زمین مالک زمین کی ثانی میں بلڈر کی ہوگی۔

و فی الهدایه- و من اشتری شیئا مما ینقل و یحوّل لم یجز له بیعه حتی یقبضه، لانه علیه الصلوٰة والسلام نهی عن بیع مالم یقبض و لأن فیه غرر انفساخ العقد علی اعتبار الهلاک۔

(الهدایة، کتاب البیوع، باب المرابحه و التولیه، ۳/۷۷/رشیدیه)

مذکورہ عبارت سے مستفاد ہوا کہ دوکانداروں کو جو آرڈر ملتا ہے اگر اس آرڈر کا کل سامان دوکان میں موجود ہے تو یہ بیع مطلقاً درست ہوگی اور اگر آرڈر کے مطابق دوکاندار کے پاس سامان موجود نہیں ہے، تو بائع کو مشتری پر یہ واضح

کرنا ضروری ہے کہ آرڈر کا کچھ سامان تو میرے پاس ہے، بقیہ کا بازار سے مجھے لینا پڑے گا تب آپ کا آرڈر مکمل ہوگا، پھر اگر مشتری کہتا ہے کہ تم بازار سے لے کر مجھے پہنچاؤ تو بائع کو چاہئے کہ پہلے بازار سے سارا سامان خرید کر جمع کرلے، پھر مشتری سے کہے کہ آپ کے آرڈر کا کل سامان بھیج رہا ہوں، تو مشتری کہے گا بھیج دیجئے تو یہ بیع بھی درست ہوجائے گی، کیونکہ بازار سے سامان خریدنے کے بعد جو بائع اور مشتری کی بات ہورہی ہے اسے ہی ایجاب وقبول کہا جائے گا اور اس ایجاب وقبول کے وقت بائع کل آرڈر کے سامان کا مالک ہے اس لئے یہ بیع معلوم کی بیع ہوگی۔

خلاصہ

۱۔ عندالفقہاء مبیع معدوم کا مفہوم یہ ہے کہ جس چیز کی بیع ہورہی ہے وہ بائع کے قبضہ اور ملکیت سے باہر ہو خواہ ظاہر میں اس کا وجود ہو۔

۲۔ مبیع معدوم میں نہیں کی علت اصلا غرر ہے عدم نہیں یہی راجح ہے۔

۳۔ بعض مبیع معدوم کی بیع کو ناجائز کہتے ہیں البتہ بعض غرر کثیر کی صورت میں ناجائز اور غرر قلیل کی صورت میں جواز کے قائل ہیں۔

۴۔ مبیع معدوم کو استصناع پر قیاس کیا جاسکتا ہے مگر انہی صورتوں میں جن میں کچھ نہ کچھ صنعت کا تعلق ہو ان کے علاوہ صورتوں میں نہیں۔

۵۔ بائع اولاً مشتری سے وعدہ بیع کرے بعدہ بیع تو یہ صورت درست ہوگی ورنہ نہیں۔

۶۔ جب تک مشتری اول کے قبضہ تصرف میں مبیع نہ آجائے مشتری اول مشتری ثانی کو بیع فروخت نہیں کرسکتا اسی طرح جب تک مشتری ثانی کے قبضۂ تصرف میں مبیع نہ آجائے ومشتری ثالث کو فروخت نہیں کرسکتا ہے، وعلی ھٰذا۔

۷۔ اگر مبیع کے جملہ اوصاف قدر، جنس وغیرہ ذکر کرکے منضبط کرلیا جائے اور پھر اس کی بیع کی جائے تو اگر مبیع از قبیل صنعت ہوگی تو اسے عقد استصناع میں داخل کریں گے اور اگر وہ از قبیل صنعت نہیں ہے تو عقد سلم میں شمار کی جائے گی۔

۸۔ عقد سلم۔ عقد استصناع کے علاوہ عقد استیجار میں مبیع معدوم کی بیع استحسانا جائز قرار دی جاتی ہے۔

۹۔ (الف) زمین کی تعیین اور لوکیشن کی وضاحت کئے بغیر صرف نقشہ دکھا کر بلڈر وغیرہ سے عقد استصناع درست نہ ہوگا۔

(ب) اس میں دو صورتیں ہیں (۱) بلڈر مالک زمین سے زمین کرایہ پر لے اور بطور اجرت چند فلیٹ کی

رہائش مالک زمین کو دے کر بقیہ پر اپنا تصرف کرے۔ (۲) مالک زمین سے زمین متعین رقم پر ادھار خرید لے پھر اس قیمت کے عوض مالک زمین کو چند فلیٹ فروخت کر دے۔ دونوں صورتیں جائز ہیں۔

(ج) کمپیوٹر سافٹ ویئر وغیرہ شرعاً مال حسی ہیں اور ان کا وجود غیر مرئی ہے اس سے استفادہ کیا جاتا ہے اس لئے ان کی خرید وفروخت جائز اور درست ہے۔

(د) ایسے باغات کی خرید فروخت جن میں پھل یکے بعد دیگرے نکلتے ہوں تو ایک ہی وقت میں تمام کی بیع استحساناً درست ہے۔

(ہ) دوکاندار آرڈر اور سامان کی قیمت لیتے وقت مشتری سے یہ کہہ دے کہ اس آرڈر کا سارا کا سارا سامان تو میرے پاس ہے نہیں کچھ سامان مجھے دوسروں سے لینا ہوگا، تو اس پر مشتری کہے گا ٹھیک ہے تو بائع سامان خرید کر اپنے یہاں جمع کرے پھر مشتری کو اطلاع دے کہ سامان جمع ہو گیا ہے تو مشتری کہے گا بھیج دو، تو بائع وہ سارا سامان مشتری کو بھیج دے یہ دو معاملات ہوں گے اور دونوں درست ہوں گے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بیع معدوم اور اس کے متعلق ضروری مسائل

مولانا اکرام احمد ندوی
استاذ المعہد العالی للدراسات الاسلامیۃ، لکھنؤ

بیع معدوم کی حقیقت یہ ہے کہ مبیع فی الحال موجود نہ ہو اور مستقبل میں اس کے وجود اور عدم کے متعلق غیر یقینی صورتحال ہو جیسا کہ علامہ کاسانیؒ کی ایک عبارت سے اس پر روشنی پڑتی ہے، علامہ کاسانی رقم طراز ہیں:

وأما الذي يرجع إلى المعقود عليه فأنواع، منها أن يكون موجودا فلا ينعقد بيع المعدوم وماله خطر العدم. (بدائع الصنائع كتاب البيوع فصل في الشرط ۔۔۔ ۵/۱۳۸)

انعقاد بیع کے لیے جو شرطیں مبیع سے متعلق ہیں اس کی کئی قسمیں ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ مبیع موجود ہو، لہذا معدوم چیز یا جس کا وجود غیر یقینی ہو اس کی بیع درست نہیں ہے۔

اسی طرح کی وضاحت الفاظ کے فرق کے ساتھ علامہ شیرازیؒ نے بھی کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

والمعدوم قد انطوى عنه أمره وخفي عليه عاقبته فلم يجز بيعه.

(المهذب للشيرازي كتاب البيوع باب ما نهي عنه من بيع الغرر ۲/۱۲)

یعنی معدوم وہ ہے جو غیر واضح ہو اور جس کا انجام معلوم نہ ہو۔

مثلاً ایک اونٹنی حاملہ ہے اب اگر اونٹنی کے بچے کے بچے کو فروخت کرے تو اس بچے کو بیچنا اس لیے ممنوع ہے کہ یہ معلوم نہیں ہے کہ بطن میں موجود بچہ مذکر ہے یا مؤنث؟ اور اگر مؤنث ہے تو کیا اس کی پیدائش صحیح سالم ہوگی یا نہیں ہوگی۔ اگر ہو بھی گئی تو کیا عمر کی پختگی کے بعد حمل کے قابل ہوگا بھی یا نہیں ہوگا؟ ان دونوں عبارتوں سے یہ واضح ہو گیا کہ جو چیز فی الحال موجود نہ ہو اور مستقبل میں جس کا وجود یقینی نہ ہو وہ معدوم ہے اور معدوم کی بیع درست نہیں ہے۔

اسی طرح سیپی میں موتی کی بیع، تھن میں رہتے ہوئے دودھ کی بیع، غنم کی پشت پر اون کی بیع اور طباعت سے پہلے کتابوں کی بیع ممنوع ہے، کیوں کہ یہ بھی معدوم کی بیع ہے، جیسا کہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی صاحبؒ نے معدوم کے ملحقات میں مذکورہ چیزوں کو ذکر کیا ہے۔

ومن الملحق بالمعدوم: بيع لؤلؤ في صدف، وبيع اللبن في الضرع وبيع الصوف على ظهر الغنم،

ومثله بيع الكتاب قبل طبعه. (الفقه الاسلامی وادلته بیع المعدوم ۵/۳۳۹۹)

ا۔ بیع معدوم کے سلسلے میں فقہاء کی آراء، ان کے دلائل کیا ہیں؟ اس سلسلے میں راجح مسلک کیا ہے؟

بیع معدوم کے جواز اور عدم جواز کے متعلق فقہائے کرام کی دو جماعتیں ہیں۔

جمہور کی رائے:

ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ بیع معدوم ناجائز ہے جیسا کہ ماضی قریب کے عظیم فقیہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

اتفق ائمه المذاهب على أنه لا ينعقد بيع المعدوم وبماله خطر العدم كبيع نتاج النتاج.

(الفقه الإسلامي وأدلته القسم الثالث العقود، بيع المعدوم: ۵/۳۳۹۸)

بلکہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بیع معدوم کے بطلان پر اجماع کا قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

فَبَيْعُ الْمَعْدُومِ بَاطِلٌ بِالْإِجْمَاعِ وَنَقَلَ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَغَيْرُهُ إجْمَاعَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى بُطْلَانِ بَيْعِ الثَّمَرَةِ سَنَتَيْنِ وَنَحْوِ ذَلِكَ.

(المجموع للنووی، کتاب البیوع: باب مانهی عن بیوع الغرر: ۹/۲۵۸)

ابن تیمیہ اور ابن القیم کی رائے:

بیع معدوم کے متعلق ان دونوں بزرگوں کا ماننا ہے کہ معدوم کی ممانعت علی الاطلاق نہیں ہے بلکہ معدوم اگر ایسی چیز ہو جس کا مستقبل میں وجود یقینی ہو تو اس معدوم کی بیع درست ہے اور اگر موہوم ہو تو درست نہیں ہے۔

ان آراء کی ترجمانی کرتے ہوئے ڈاکٹر وہبہ زحیلی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

أجاز ابن القيم وأستاذه ابن تيمية بيع المعدوم، عند العقد إذا كان محقق الوجود في المستقبل بحسب العادة.

(الفقه الإسلامي وأدلته القسم الثالث: ۵/۳۴۰۰)

تقریبا اسی طرح کی بات ڈاکٹر صدیق الامین الضریر نے بھی ذکر کی ہے۔ اور بظاہر مصنف کتاب کی بھی یہی رائے معلوم ہوتی ہے۔

رأى ابن تيمية و ابن القيم في بيع المعدوم، خالف ابن تيمية جمهور الفقهاء فيما ذهبوا إليه من عدم جواز بيع المعدوم.....وقد وافق ابن القيم ابن تيمية في رأيه.....

فالقاعده التي ينبغي السير عليها في بيع المعدوم هي ان كل معدوم مجهول الوجود في المستقبل لا يجوز بيعه وأن كل معدوم تحقق الوجود في المستقبل بحسب العادة يجوز بيعه.

(الضرر وأثره في العقود، آراء الفقهاء في بيع المعدوم: ص ۳۵۶)

جمہور کے دلائل:

جن روایات سے جمہور فقہاء بیع معدوم کی ممانعت پر استدلال کرتے ہیں، ان میں سے کچھ اس طرح ہیں۔

عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، يَأْتِينِي الرَّجُلُ فَيُرِيدُ مِنِّي الْبَيْعَ لَيْسَ عِنْدِي أَفَأَبْتَاعُهُ لَهُ مِنَ السُّوقِ؟ فَقَالَ: لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ. (سنن أبي داؤد: أبواب الإجارة، رقم: ۳۵۰۳)

حضرت حکیم بن حزام فرماتے ہیں کہ میں نے آپ علیہ السلام سے پوچھا کہ میرے پاس کوئی شخص آ کر مجھ سے ایسے سامان کا مطالبہ کرتا ہے جو اس وقت میرے پاس نہیں ہوتا ہے، تو کیا میں اس کے لیے بازار سے خرید لوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چیز تمہارے پاس موجود نہ ہو اس کو مت فروخت کرو۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ، وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ.

(صحيح مسلم باب بطلان بيع الحصاة، رقم: ۱۵۱۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع الحصاۃ اور بیع غرر سے منع فرمایا ہے۔

پہلی حدیث بیع معدوم کے ممانعت پر بالکل صریح اور واضح ہے، دوسری روایت میں بیع حصاۃ اور بیع غرر کی ممانعت مذکور ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت سے بیع معدوم کی ممانعت کو ثابت کیا ہے، وہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وأما النهي عن بيع الغرر فهو أصل عظيم من أصول كتاب البيوع، ويدخل فيه مسائل كثيرة غير منحصرة، كبيع الابق والمعدوم والمجهول. (شرح للنووی كتاب البيوع باب بطلان بيع الحصاة ۱۰/۱۵۶)

بیع غرر کی ممانعت کا مسئلہ معاملات کے باب کی اہم بنیاد ہے اور اس کے تحت بے شمار مسائل آتے ہیں جیسے بھگوڑے غلام یا جانور کی بیع، معدوم اور مجہول کی بیع۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: "نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ، وَالْمُزَابَنَةِ، وَالْمُعَاوَمَةِ، وَالْمُخَابَرَةِ - قَالَ أَحَدُهُمَا: بَيْعُ السِّنِينَ هِيَ الْمُعَاوَمَةُ. (مسلم: كتاب البيوع باب النهی عن المحاقلة الخ رقم: ۱۵۳۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی سالوں کے لیے درختوں کے پھل بیچنے سے منع فرمایا ہے۔

علامہ شیرازی علیہ الرحمہ نے اس روایت سے بیع معدوم کے ناجائز ہونے پر استدلال کیا ہے۔

ولا يجوز بيع المعدوم، كالثمرة التي لم تخلق لما روى أبو هريرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع الغرر....

وروى جابر رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع المعاومة.

(المهذب، كتاب البيوع باب ما نهى عنه من بيوع الغرر وغيره ۱۲/۲)

عنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الحَبَلَةِ. (البخاری، كتاب البيوع، باب بيع الغرر، رقم: ۲۱۴۳)

بیع حبل الحبلہ کا مطلب یہ ہے کہ حاملہ اونٹنی کے بچے کو فروخت کرنا، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وقال آخرون هو بيع ولد الناقة الحامل في الحال... وأما الثاني فلأنه بيع معدوم ومجهول...

(المنهاج بشرح مسلم ابن الحجاج: كتاب البيوع باب تحريم حبل الحبلة: ۱۰/۱۵۷)

ان تمام روایات سے واضح ہوگیا کہ بیع معدوم درست نہیں ہے او پر ذکر کردہ اکثر روایات اس ممانعت پر صریح ہیں اور شراح حدیث نے اس کے ممانعت پر استدلال کی وضاحت بھی کردی ہے۔

لہذا جمہور فقہا کے نزدیک بیع معدوم ناجائز اور نادرست ہے۔

ابن تیمیہ اور ابن القیم کے دلائل:

ان دونوں بزرگوں نے اپنے نظریہ کی تائید کے لیے مندرجہ ذیل دلائل ذکر کیے ہیں۔

قران وسنت میں علی الاطلاق بیع معدوم کی ممانعت کی صراحت نہیں ہے اور نہ اس سلسلے میں حضرات صحابہ کرام کا کوئی قول واضح طور پر ملتا ہے، ہاں جہاں پر بعض مخصوص معدوم اشیاء کی ممانعت منقول ہے تو وہ اسی طرح ہے جس طرح سے بعض مخصوص موجود اشیاء کی بھی ممانعت ہے۔

دوسری دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ شریعت نے خود بعض موقعوں پر معدوم اشیاء کی بیع کی اجازت دی ہے، جیسے بدو صلاح اور پھلوں کے ظاہر ہونے کے بعد بیع کرنا، حالانکہ اس کے بعد بھی مکمل بدو صلاح تک پھل بڑھتے ہیں لہذا یہ عقد موجود اور معدوم دونوں پر ہوا۔

إِذْ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَلَا فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَلَا فِي كَلَامِ أَحَدٍ مِنْ الصَّحَابَةِ أَنَّ بَيْعَ الْمَعْدُومِ لَا يَجُوزُ، لَا بِلَفْظٍ عَامٍّ وَلَا بِمَعْنًى عَامٍّ، وَإِنَّمَا فِي السُّنَّةِ النَّهْيُ عَنْ بَيْعِ بَعْضِ الْأَشْيَاءِ الَّتِي هِيَ مَعْدُومَةٌ كَمَا فِيهَا النَّهْيُ عَنْ بَيْعِ بَعْضِ الْأَشْيَاءِ الْمَوْجُودَةِ...

بَلْ الشَّرْعُ صَحَّحَ بَيْعَ الْمَعْدُومِ فِي بَعْضِ الْمَوَاضِعِ، فَإِنَّهُ أَجَازَ بَيْعَ الثَّمَرِ بَعْدَ بُدُوِّ صَلَاحِهِ وَالْحَبِّ بَعْدَ اشْتِدَادِهِ، وَمَعْلُومٌ أَنَّ الْعَقْدَ إنَّمَا وَرَدَ عَلَى الْمَوْجُودِ وَالْمَعْدُومِ الَّذِي لَمْ يُخْلَقْ بَعْدُ. (إعلام الموقعين عن رب العالمين، فصل فی بیع المعدوم: ۷/۲)

بیع معدوم سے ممانعت کی علت اور حکمت کیا ہے؟ مبیع کا موجود نہ ہونا یا غرر کا پایا جانا یا کوئی اور وجہ۔

اس سلسلے میں پہلے ہم فقہاء اور محدثین کے اقوال نقل کرتے ہیں جن سے یہ واضح ہو جائے گا کہ اس کی اصل علت کیا ہے؟

امام شیرازی کا قول:

امام شیرازیؒ نے جن روایات سے استدلال کرتے ہوئے بیع معدوم کو ناجائز قرار دیا ہے وہ وہی روایت ہے جس میں غرر کی ممانعت ہے۔

ولا يجوز بيع المعدوم الثمرة التي لم تخلق كما رواه رضي الله عنه ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع الغرر. (إعلام الموقعين عن رب العالمين، فصل فی بیع المعدوم: ۷/۲)

اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک اس کی علت غرر ہے۔

امام نوویؒ کا قول:

بیع غرر والیؒ روایت کی تشریح کرتے ہوئے امام نوویؒ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس بیع غرر میں بیع معدوم بھی داخل ہے، جس کا یہ مطلب ہوا کہ بیع معدوم بیع غرر کی ہی ایک شکل ہے گویا کہ معدوم کی ممانعت کی اصل وجہ غرر ہے۔

وأما النهي عن بيع الغرر..... (شرح النووي على مسلم: باب بطلان بيع الحصاة والبيع الذي فيه غرر: ۱۵۶/۱۰)

امام خطابی کا قول:

امام خطابی بیع ما لیس عندک والی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت غرر کی قبیل سے ہے۔

وإنما نهى عن بيع ما ليس عند البائع من قبل الغرر. (معالم السنن، كتاب البيوع ومن باب شرط في بيع، ۱۴۰/۳)

حضرت مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم بیع حبل الحبلة کی تشریح کرتے ہوئے بعض محدثین کا قول نقل کرتے ہیں:

قال أيوب: وفسر يحي بيع الغرر قال: وبيع الغرر ما في البطون إلخ....

یعنی حاملہ جانور کے بچے کی بیع بھی غرر کی وجہ سے ممنوع ہے۔

نیز حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی بیع حبل الحبلہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ووجه المنع في هذه الصورة الغرر وجهالة المبيع. (تكملة فتح الملهم: ۱/۳۱۱۔ باب وتحريم بيع حبل الحبلة)

بیع معاومہ کی ممانعت کی وجہ ذکر کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب ابن الاثیر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وإنما حرم لكونه بيع غرر. (تكملة فتح الملهم ۱/۴۱۰)

امام شوکانی کا قول:

امام شوکانی نے بھی بیع معدوم کو بیع غرر شامل فرمایا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

وَمِنْ جُمْلَةِ بَيْعِ الْغَرَرِ بَيْعُ السَّمَكِ فِي الْمَاءِ...، وَمِنْ جُمْلَتِهِ بَيْعُ الطَّيْرِ فِي الْهَوَاءِ وَهُوَ مُجْمَعٌ عَلَى ذَلِكَ، وَالْمَعْدُومُ وَالْمَجْهُولُ وَالْآبِقُ وَكُلُّ مَا فِيهِ الْغَرَرُ مِنَ الْوُجُوهِ. (نيل الأوطار: باب النهي عن بيوع الغرر ۵/۱۷۵)

ذکر کردہ فقہاء ومحدثین کے اقوال سے یہ واضح ہو گیا کہ بیع معدوم کی ممانعت کی اصل وجہ غرر ہے، اگرچہ بعض علماء کے نزدیک اس کے علاوہ بھی اسباب ہیں۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ فقہاء نے جن روایات سے بیع معدوم کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے ان تمام روایات کو محدثین نے بیوع الغرر کے ہی عنوان سے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ یہی بات ایک عرب عالم نے اپنے ایک ماجستر کے مقالے میں ذکر کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

وبعد هذه المناقشة والتحليل لاقوال العلماء فان حكمة منع بيع المعدوم هي الغرر.

(بيع المعدوم وتطبيقاته المعاصرة في ضوء الفقه الاسلامي ۴۴)

جب بیع معدوم کی ممانعت اور عدم جواز کی علت غرر ہے تو غرر کی حقیقت کیا ہے اور اس کے متعلق ضابطہ کیا ہے؟ اس کو مختصراً ذکر کر دینا مناسب ہوگا تاکہ موجودہ مسئلے کا حکم واضح ہو سکے۔

غرر کی حقیقت:

غرر کی حقیقت ذکر کرتے ہوئے علامہ سرخسی فرماتے ہیں: غرر وہ ہے جس کا انجام معلوم نہ ہو۔

الغرر ما يكون مستور العاقبة. (المبسوط باب الخيار بغير الشرط ۱۳/۶۸)

اس سلسلے میں علامہ کاسانیؒ کی تحریر بھی قابل ذکر ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں: غرر وہ اندیشہ ناک بات ہے جس میں وجود اور عدم دونوں پہلو برابر ہوں:

والخطر الذی استوی فیه طرف الوجود والعدم بمنزلة الشک. (فصل فی شرائط صحة البیع ۱۶۳/۵)

خلاصہ یہ نکلا جس چیز کا عدم اور وجود غیر یقینی ہو وہ غرر کہلاتا ہے۔

معاملات کے ابواب غرر کا ضابطہ:

غرر کے متعلق ایک اصول ابن القیم ذکر کرتے ہیں:

الغرر إذا کان یسیرا ولا یمکن الاحتراز عنه، لم یکن مانعا من صحة العقد..... بخلاف الغرر الکثیر الذي یمکن الاحتراز عنه. (زاد المعاد فی هدی خیر العباد فصل فی المغیبات، ۷۲۷/۵)

ابن رشد کا بھی قول اس کے متعلق اصولی انداز کا ہے:

وَبِالْجُمْلَةِ فَالْفُقَهَاءُ مُتَّفِقُونَ عَلَى أَنَّ الْغَرَرَ الْكَثِيرَ فِي الْمَبِيعَاتِ لَا يَجُوزُ، وَأَنَّ الْقَلِيلَ يَجُوزُ. وَيَخْتَلِفُونَ فِي أَشْيَاءَ مِنْ أَنْوَاعِ الْغَرَرِ، فَبَعْضُهُمْ يُلْحِقُهَا بِالْغَرَرِ الْكَثِيرِ، وَبَعْضُهُمْ يُلْحِقُهَا بِالْغَرَرِ الْقَلِيلِ الْمُبَاحِ لِتَرَدُّدِهَا بَيْنَ الْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ. (بدایة المجتهد کتاب البیوع ۱۷۳/۳)

ذکر کردہ اقوال سے یہ واضح ہو گیا کہ غرر کثیر عدم جواز بیع کا سبب ہے اور غرر یسیر صحت عقد کا سبب ہے، لیکن اس وضاحت کے بعد یہ سوال رہ جاتا ہے کہ غرر یسیر اور غرر کثیر کسے کہتے ہیں؟ اس سلسلے میں کوئی واضح اصول تو نہیں ہے لیکن چونکہ بیوع اور معاملات میں مفضی الی النزاع کو اکثر و بیشتر مواقع پر بیع کے عدم جواز کا مدار بنایا گیا ہے، لہذا اس ضابطے کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر غرر ایسا ہو کہ نزاع کا ذریعہ نہ ہو تو اس غرر کی وجہ سے بیع ناجائز نہیں ہوگی لیکن اگر غرر نزاع کا ذریعہ ہو تو وہ عقد ناجائز ہوگا۔

کیا بیع معدوم کو عقد استصناع پر قیاس کیا جا سکتا ہے؟

استصناع کی حقیقت یہ ہے کہ جن چیزوں کو آرڈر دے کر بنانے کا رواج ہو اس کا عقد کیا جائے، یہ اگرچہ معدوم کی بیع ہوتی ہے جو قیاس کے مطابق نادرست ہوئے، لیکن تعامل اور کچھ نصوص کی وجہ سے اس کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

یجب أن یعلم أن الاستصناع جائز في کل ما جری التعامل فیه. (المحیط البرهانی کتاب البیع الفصل الرابع والعشرون ۱۳۴/۷)

جہاں تک بیع معدوم کو استصناع پر قیاس کرنے کی بات ہے تو علی الاطلاق قیاس کرنا تو درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ فقہاء کے یہاں ایک ضابطہ ہے کہ جو مسئلہ خلاف قیاس ہو اس پر کسی اور مسئلے کو قیاس نہیں کیا جا سکتا:

ماثبت علی خلاف القیاس فغیره لا یقاس علیه. (شرح القواعد الفقهیة ۱۵۱/۱)

نیز علی الاطلاق قیاس کو درست سمجھنے کی وجہ سے معدوم کے متعلق تمام روایات کو کالعدم قرار دینا لازم آئے گا ۔ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ معدوم اشیاء ان چیزوں میں سے ہو جس کو آرڈر دے کر تیار کرانے کا رواج ہو تو استصناع کی جملہ شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے اس کو جائز قرار دیا جائے گا، اور فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے۔جن اشیاء کو بھی آرڈر دے کر بنانے کا چلن اور عرف ہو اس میں عقد استصناع جائز ہے۔

مجلۃ الاحکام العدلیۃ کے دفعہ ۳۸۹ میں یہ عبارت موجود ہے:

كل شيء تعومل استصناعه يصح فيه الاستصناع على الاطلاق. (مجلة الاحكام العدلية ۱/۷۶)

چونکہ اس زمانے میں آرڈر دے کر اشیاء تیار کرانے کا عرف بہت بڑھ گیا ہے، اس لیے بیع معدوم کے جواز کے دائرہ میں بھی بطریق استصناع بڑھ جائے گا۔ چنانچہ ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں کہ کسی زمانے میں کپڑے میں استصناع کا عرف نہیں تھا تو فقہاء نے بیع معدوم کی ممانعت کی وجہ سے ناجائز کہہ دیا تھا، اب چونکہ اس میں بھی استصناع کا چلن ہو گیا ہے تو فقہاء کپڑے میں استصناع کو جائز کہتے ہیں، حالانکہ یہ بھی معدوم کی بیع ہے۔

ويصح في عصرنا الحاضر الاستصناع في الثياب لجريان التعامل فيه. والتعامل يختلف باختلاف الأزمنة والأمكنة. (الفقه الإسلامي وأدلته القسم الثالث في العقود. عقد الاستصناع ۵/۳۶۴۷)

لہذا معدوم کو علی الاطلاق استصناع پر قیاس کرنا درست نہیں ہوگا، ہاں استصناع کے طریقے پر جملہ شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے معدوم کی بیع درست ہوسکتی ہے۔

آج کل مختلف شعبہ ہائے زندگی سے متعلق بہت سے مالی معاملات ایسے رائج ہیں، جن میں مبیع حقیقتاً یا ظاہراً معدوم ہوتی ہے، چند مثالیں پیش ہیں، ان شکلوں کے شرعی حکم کی تعیین فرمائیں۔

الف۔ بلڈرس زمین خرید کر فلیٹ کا نقشہ بناتے ہیں، اور اس نقشہ کے مطابق فلیٹ بیچنا شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ ابھی تعمیر کا کام شروع نہیں ہوا ہے، بسا اوقات تعمیر کا کام شروع تو ہو گیا ہوتا ہے مگر فلیٹ مکمل تیار نہیں ہوتا، ایسی صورتوں میں نقشہ کی بنیاد پر مکان کی خرید وفروخت کرنا کیسا ہے؟ اس صورت میں کبھی بلڈرس کے پاس زمین ہوتی ہے اور کبھی زمین بھی نہیں ہوتی ہے، کیا اس سے مذکورہ مسئلہ پر فرق پڑے گا؟

آج کل مکانات اور فلیٹس کو آرڈر دے کر تیار کرانے کا چلن عام ہو گیا ہے، اس کے لیے بلڈر فلیٹس کی نوعیت، اوصاف، کمرے کا اسکوائر فٹ، کمروں کی تعداد، منزل کی تعیین، دیگر اور ضروری امور کی وضاحت کر دیتا ہے کہ اگرچہ یہ معدوم کی بیع ہے جو کہ ناجائز ہے لیکن استصناع کے طور پر اس کو جائز ہونا چاہیے اس لیے کہ اس میں استصناع کا عمل ہو رہا ہے اور بلڈر فلیٹس کا نقشہ اس کی ساری ضروری چیزوں کی اس طرح وضاحت کر دیتا ہے کہ سامنے والا مطمئن ہو جاتا ہے اور غرر کا امکان بھی نہیں رہتا۔

چنانچہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی صاحب اس کے جواز پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومن أبرز الأمثلة والتطبيقات للاستصناع بيع الدور والمنازل والبيوت السكنية على الخريطة ضمن أوصاف محددة، فإن بيع هذه الأشياء في الواقع القائم لا يمكن تسويغه إلا على أساس الوعد الملزم بالبيع أو على عقد الاستصناع. (الفقه الإسلامی وأدلته اثر الاستصناع: ۳۶۵۷/۵)

نیز اس کے جواز کے متعلق اس سے زیادہ واضح فتوی فقیہ النفس حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم کا موجود ہے۔

وہ فرماتے ہیں:

آج کل فلیٹس اسی انداز پر بنائے جاتے ہیں، فلیٹس کے نقشے اس کی مکانیت، تعمیری معیار اور پوری تفصیلات واضح کردی جاتی ہیں، محلے وقوع دیکھنے کی گنجائش ہوتی ہے اور اس کا فلیٹ کس منزل پر ہوگا یہ بھی واضح کردیا جاتا ہے جس کی وجہ سے نزاع کا اندیشہ ختم یا بہت کم رہ جاتا ہے، اس لیے جو لوگ فلیٹس تعمیر کرا کے بیچتے ہیں ان کے لیے اس طرح خرید وفروخت کی گنجائش ہوگی۔ (کتاب الفتاوی: تجارت سے متعلق سوالات جلد نمبر ۵۔ص: ۲۷۱)

یہ تفصیلات اس وقت ہیں جبکہ بلڈر کی ملکیت میں زمین ہوں اور آرڈر دینے والے نے فلیٹس بنانے کا مطالبہ کیا ہو، لیکن اگر زمین بلڈر کی نہ ہو بلکہ آرڈر دینے والے کی ہو تو استصناع کے جواز میں تو کوئی فرق نہیں پڑے گا، البتہ فقہی تکییف اور تصویر میں فرق پڑے گا۔

چنانچہ حضرت مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم لکھتے ہیں کہ اگر زمین بلڈر کی نہ ہو بلکہ آرڈر دینے والے کی ہو اور بلڈر سے فلیٹس بنانے کا مطالبہ کرے تو اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اگر تعمیراتی کام کا سارا میٹیریل آرڈر دینے والے کی طرف سے ہو، تو اس وقت اس پر اجارے کے احکام جاری ہوں گے اور اس کے جملہ شرائط کے ساتھ یہ معاملہ جائز ہوگا۔ دوسرا یہ کہ اگر سارا میٹیریل بلڈر کی طرف سے ہو تو یہ صورت استصناع کی ہوگی اور جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا ہے کہ اس طرح سے مکانات اور فلیٹس کی خرید وفروخت استصناع کے طور پر طریقے پر جائز اور درست ہے۔

وقد تعورف في زماننا في البنايات، وله صورتان الصورة الأولى أن تكون الأرض ملكا للمستصنع ويطلب مالك الأرض من المقاول أن يبني عليها عمارة حسب تصميم معين، فإن كانت المقاولة لعمل البناء فقط والمواد، كلها من قبل صاحب الأرض والعقد ليس استصناعا وإنما هو اجارة تنطبق عليها أحكام إجارة الأشخاص، وأما إذا كانت المقاولة تشمل عمل البناء مع توفير المواد من قبل المقاول وهو استصناع. (فقه البيوع، الاستصناع في البنايات ۶۰۳/۱)

ب۔ مالک زمین اور بلڈر کے درمیان یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ بلڈر اس زمین پر فلیٹ بنائے گا، جس میں مالک

کو چند فلیٹ یا اس کی قیمت دی جائے گی اور باقی بلڈر کا ہوگا، کیا یہ صورت درست ہے؟

مالک زمین اور بلڈر کے درمیان یہ معاہدہ ہو کہ فلیٹس بننے کے بعد کچھ فلیٹس مالک کے زمین کے ہوں گے اور باقی بلڈر کے ہوں گے تو یہ صورت جائز ہوگی، اس طور پر کے مالک زمین نے زمین کے بدلے فلیٹس خریدا اور بلڈر نے فلیٹس کے بدلے زمین حاصل کر لی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح روپے کے ذریعے کوئی سامان خریدا جاتا ہے، اسی طرح سامان کے بدلے سامان بھی خریدا جاتا ہے اور یہ جائز ہے اور فقہ کی اصطلاح میں اس کو بیع مقایضہ کہتے ہیں،

بيع المقايضة: وهو بيع العين بالعين، كبيع السلع بأمثالها، نحو بيع الثوب بالحنطة وغيره.

(الفقه الاسلامي وادلته القسم الثالث في انواع البيوع ۵/ ۳۶۰۰)

نیز اسی سلسلے کے ایک سوال کے جواب میں حضرت فقیہ النفس مولانا خالد سیف اللہ رحمانی تحریر فرماتے ہیں:

یہ صورت جائز ہے اس میں مالک زمین نے اپنی زمین فلیٹس کے عوض فروخت کی اور بلڈر نے فلیٹس اسے بطور قیمت ادا کیے ہیں جیسے روپے سے کوئی چیز خریدی جاسکتی ہے. اسی طرح سامان کی بیع سامان کے بدلے بھی خرید وفروخت ہوسکتی ہے۔ (کتاب الفتاوی تجارت سے متعلق مسائل جلد نمبر ۹۔ صفحہ: ۳۹۶)

(ج) آج کل بہت سے کمپیوٹر اپلیکیشن اور سوفٹ ویر پروگراموں کی آن لائن خرید وفروخت ہوتی ہے، جن کا بظاہر کوئی محسوس وجود نہیں ہوتا ہے ان کو صرف موبائل یا کمپیوٹر پر دیکھا یا سنا جاسکتا ہے، کیا ان پر بیع معدوم کا اطلاق ہو سکتا ہے؟ کیا ان کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کن شرطوں کے ساتھ؟

شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لیے کہ مبیع کے انعقاد کے لیے اس کا وجود ضروری ہے، خواہ مبیع حسی طور پر موجود ہو یا معنوی طور پر، کیونکہ مبیع کے وجود کے لیے محسوس ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ معنوی طور پر پایا جانا بھی کافی ہے، جیسا کہ حقوق کی بیع میں ہوتا ہے، چنانچہ موجودہ مسئلہ میں مختلف ایپلیکیشنس اور سافٹ ویئر کا وجود ہے، اگر چہ حسی طور پر نہیں، لیکن معنوی طور پر ضرور ہے، اور لوگ بغیر کسی نزاع کے اس کی خرید وفروخت کر رہے ہیں لہذا اس کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے، البتہ اس کا خیال رہے کہ یہ سافٹ ویئر اور مختلف اپلیکیشن جائز مقاصد کے لیے خریدے جارہے ہوں اور اس کے اکثر کام جائز ہوں حرام اور ناجائز نہ ہوں۔

حضرت مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم کی ایک عبارت سے اس کے جواز پر روشنی پڑتی ہے:

وبالجملة فالراجح عندنا والله سبحانه أعلم أن حق الابتكار والتأليف حق معتبر شرعا فلا يجوز لأحد أن يتصرف في هذا الحق بدون إذن من المبتكر أو المؤلف، وينطبق ذلك على حقوق برامج

الكمبيوتر أيضا. (فقه البيوع ۱/۲۸۶)

(د) بعض پھلوں میں بیع کی یہ شکل بھی مروج ہے کہ فی الوقت جتنے پھل موجود ہیں اور جتنے پھل متوقع ہیں دونوں کی بیع کی جاتی ہے کیا اس طرح پھلوں کی بیع درست ہے؟

اس مسئلے میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے ہے، چنانچہ شوافع، حنابلہ اور ظاہر الروایہ کے مطابق احناف صرف موجود پھل کی فروختگی کے جواز کے قائل ہیں، غیر موجود پھل کی بیع ان حضرات کے نزدیک درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ معدوم کی بیع ہوگی اور بیع معدوم شرعاً ناجائز ہے، البتہ مالکیہ کے نزدیک اس طرح سے معاملہ کرنا شرعاً درست ہے، جیسا کہ اس کی صراحت ابن قدامہ حنبلی نے اپنی کتاب ''المغنی'' میں کی ہے:

وَجُمْلَةُ ذَلِكَ، أَنَّهُ إذَا بَاعَ ثَمَرَةَ شَيْءٍ مِنْ هَذِهِ الْبُقُولِ لَمْ يَجُزْ إلَّا بَيْعُ الْمَوْجُودِ مِنْهَا، دُونَ الْمَعْدُومِ. وَبِهَذَا قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ، وَالشَّافِعِيُّ. وَقَالَ مَالِك: يَجُوزُ بَيْعُ الْجَمِيعِ؛ لِأَنَّ ذَلِكَ يَشُقُّ تَمْيِيزُهُ، فَجُعِلَ مَا لَمْ يَظْهَرْ تَبَعًا لِمَا ظَهَرَ. (المغنی لابن قدامة کتاب البیوع ۴/۷۰)

لیکن بعد کے کچھ فقہائے احناف کی رائے ظاہر الروایہ سے الگ ہے، چنانچہ شمس الائمہ الحلوانی نے اس کے متعلق یہ فتوی دیا ہے کہ اگر موجود پھل زیادہ ہوں اور غیر موجود کم ہوں تو ایک ساتھ دونوں کی بیع درست ہے۔ جبکہ امام فضلیؒ نے اکثر کی قید لگائے بغیر تمام پھلوں کی اجازت دی ہے، جیسا کہ کتب فقہ کی مراجعت سے معلوم ہوتا ہے۔

(ولو برز بعضها دون بعض لا) يصح. (في ظاهر المذهب) وصححه السرخسي وأفتى الحلواني بالجواز. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب البیوع مطلب فی بیع الثمر... ۴/۵۵۵)

یہی رائے خاتم الفقہاء والمحققین علامہ ابن عابدین شامیؒ کی ہے انہوں نے مزید وضاحت کی ہے کہ شام کے لوگوں کا ایسا ہی تعامل ہے اور اگر اس کے جواز کا فتوی نہ دیا جائے تو لوگ حرج وتنگی میں مبتلا ہو جائیں گے، لہذا ایک ساتھ موجود اور غیر موجود دونوں پھلوں کی بیع درست ہونی چاہیے، البتہ یہ اجازت اس وقت ہونی چاہیے کہ جبکہ اس باغ کے تمام درخت ایک ہی جنس کے ہوں اگر مختلف الاجناس درخت ہوں تو پھر ایسا کرنا درست نہ ہوگا جیسا کہ حضرت مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

والظاهر أن من أجازه من الحنفية إنما قصد ما يظهر في بطن واحد، أما ما يظهر في بطون مختلفة فلا. (فقه البیوع ۱/۳۳۰)

لہذا موجودہ عرف اور لوگوں کے تعامل کو دیکھتے ہوئے اوپر ذکر کردہ تفصیل کے ساتھ موجود اور غیر موجود پھلوں کی بیع درست ہونی چاہیے۔ ورنہ ناجائز طریقے پر پھلوں کے استعمال کا ارتکاب لازم آئے گا۔

(ہ) دوکان دار کو سامانوں کا آڈر دیا جاتا ہے، اور قیمت بھی ادا کر دی جاتی ہے، کچھ سامان اس کی دوکان پر

موجود ہوتا ہے، اور بڑی تعداد میں سامان مارکیٹ میں تو ہوتا ہے لیکن دوکاندار کے پاس نہیں ہوتا ہے، دوکان دار سامان کا انتظام کر کے خریدار کو پہونچاتا ہے، بیع کی یہ صورت درست ہوگی یا نہیں؟

بیع معدوم کے سلسلے میں پچھلے صفحات میں یہ بات آچکی ہے کہ اس کی ممانعت کی اصل وجہ غرر ہے، لہذا اگر فریقین کے درمیان اس طرح کے معاملات کرنے سے نزاع کی کیفیت پیدا نہ ہوتی ہو تو درست ہے ورنہ نہیں، اس اصول کی روشنی میں موجودہ مسئلہ میں چونکہ غرر کا امکان کم رہتا ہے اور اگر امکان ہو بھی تو نزاع کا باعث نہیں ہوتا ہے اس لیے اس طرح سے بیع وشراء کا معاملہ کرنا درست ہے۔ فقہاء نے بیع الاستجرار کو جائز قرار دیا ہے اور استجرار میں بھی تقریبا یہی صورت پائی جاتی ہے۔

استجرار کی حقیقت یہ ہے کہ انسان دوکاندار سے تھوڑی تھوڑی چیزیں خریدتا رہے اور ان کو استعمال کرنے کے بعد اخیر میں ان کی قیمت کا حساب کرے۔ چنانچہ علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

ما یستجرہ الإنسان من البیاع إذا حاسبہ علی أثمانھا بعد استھلاکھا جاز استحسانا. (الدر المختار مع رد المحتار کتاب البیع فروع فی البیع ۵۱۶/۴)

استحسانا جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں بسا اوقات معاملہ طے کرتے وقت دوکاندار کے پاس کچھ سامان ہوتا ہے اور کچھ نہیں ہوتا ہے تو قیاس کے اعتبار سے اس کو نادرست ہونا چاہیے تھا، کیونکہ اس میں معدوم کی بیع کی شکل پائی جارہی ہے۔ لیکن فقہاء نے اس صورت کو استحسانا جائز قرار دیا ہے جیسا کہ علامہ ابن نجیم مصری الحنفی تحریر فرماتے ہیں:

وَمِمَّا تَسَامَحُوا فِيهِ وَأَخْرَجُوهُ عَنْ هَذِهِ الْقَاعِدَةِ مَا فِي الْقُنْيَةِ الْأَشْيَاءُ الَّتِي تُؤْخَذُ مِنْ الْبَيَّاعِ عَلَى وَجْهِ الْخَرْجِ كَمَا هُوَ الْعَادَةُ مِنْ غَيْرِ بَيْعٍ كَالْعَدَسِ وَالْمِلْحِ وَالزَّيْتِ وَنَحْوِهَا، ثُمَّ اشْتَرَاهَا بَعْدَمَا انْعَدَمَتْ صَحَّ. (البحر الرائق کتاب البیوع باب شرائط البیع ۲۷۹/۵)

فقہاء حنفیہ نے جس مسئلے میں تسامح سے کام لیا ہے اور جس کو قاعدے سے مستثنی قرار دیا ہے وہ وہ مسئلہ ہے جو قنیہ میں مذکور ہے، وہ یہ ہے کہ گھریلو ضرورت کی وہ اشیاء جس کو عادتاً لوگ بغیر بیع وشراء کے ضرورت کے مطابق دوکاندار سے لیتے ہیں جیسے دال نمک تیل وغیرہ اور پھر ان اشیاء کو استعمال کرنے کے بعد اخیر میں ان کی بیع کرتے ہیں یہ معاملہ صحیح ہے اور اس میں معدوم کی بیع جائز ہے۔ چونکہ اس صورت میں بھی معدوم کی بیع اس لیے جائز ہے کہ غرر کا امکان ختم ہوجاتا ہے، لہذا مذکورہ مسئلے میں بھی غرر کی وجہ سے کوئی خرابی لازم نہیں آتی ہے، اس لیے اس طرح سے معاملہ کرنا شرعا درست ہے نیز اس کی وجہ لوگوں کا تعامل بھی ہے، اکثر حضرات اس طریقے سے بیع وشراء کا معاملہ کرتے ہیں، اگر یہ صورت درست نہ قرار دی گئی تو ناجائز امور کا

ارتکاب لازم آئے گا نیز اسی سبب کے پیش نظر ایک ساتھ موجود اور غیر موجود پھلوں کی بیع کو بعض فقہاء درست مانتے ہیں، جسکی تفصیل پچھلے صفحات گذر چکی ہے۔

خلاصۂ بحث

۱۔ جو چیز فی الحال موجود نہ ہو اور مستقبل میں جس کا وجود اور عدم غیر یقینی ہو اس کو معدوم کہتے ہیں۔

۲۔ ائمہ اربعہ اس کے عدم جواز کے قائل ہیں لیکن ابن تیمیہ اور ابن القیم علیہم الرحمہ بیع معدوم کو علی الاطلاق ناجائز نہیں کہتے ہیں، بلکہ اگر مستقبل میں اس کا وجود یقینی ہو اگرچہ فی الحال موجود نہ ہو تو اس کو درست سمجھتے ہیں۔

۳۔ بیع معدوم کی ممانعت کی اصل وجہ غرر ہے، لہذا معدوم کی بیع میں اگر غرر کثیر ہو تو معدوم کی بیع درست نہیں ہوگی اور اگر غرر یسیر ہو تو معدوم کی بیع درست ہوگی (غرر کثیر کا مطلب یہ ہے کہ وہ فریقین کے درمیان نزاع کا ذریعہ بنے)۔

۴۔ بیع معدوم کو علی الاطلاق استصناع پر قیاس کرنا درست نہیں ہے، ہاں جن اشیاء معدومہ میں استصناع کا چلن عام ہو جائے تو بطریق استصناع اشیاء معدومہ کی بیع درست ہونی چاہیے۔

۵۔ موجودہ زمانے میں فلیٹس تعمیر کرانے کی شکل استصناع کی ہے اور استصناع ایک جائز عقد ہے لہذا یہ شکل بھی بطریق استصناع درست ہونی چاہیے۔

۶۔ زمین کے بدلے فلیٹس کی خرید و فروخت کی شکل بھی استصناع کی ہے لہذا یہ جائز ہے۔

۷۔ مختلف اپلیکیشنس کی خرید و فروخت درست ہے، اگرچہ وہ حسی طور پر موجود نہیں ہوتے، لیکن معنوی طور پر تو ہوتے ہیں اور انعقاد بیع کے لیے مبیع کا معنوی وجود بھی کافی ہے۔

۸۔ موجود اور غیر موجود ایک ساتھ دونوں پھلوں کی بیع تعامل کی وجہ سے اور مالکیہ کے مسلک کے مطابق درست ہونی چاہیے۔

۹۔ معاملہ کرتے وقت دوکاندار کے پاس کچھ سامان ہو اور کچھ نہ ہو تو دونوں کی ایک ساتھ خرید و فروخت کرنے کی گنجائش ہو سکتی ہے لیکن بہتر ہے کہ موجود اشیاء کی بیع کرلے اور معدوم اشیاء میں وعدۂ بیع کرلے۔

بیع معدوم کی چند جدید صورتیں

مولانا محمد صدر عالم نیپالی
تخصص فی الافتاء دار العلوم دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق:۔(۱): فقہاء کرام کی عبارت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جس بیع میں مبیع کا مشتری کو سپرد کرنا متعذر اور دشوار ہو اسے بیع معدوم کہا جاتا ہے اور کسی چیز کی سپردگی عموماً دو وجہ سے متعذر اور دشوار ہوتی ہے:

(۱): خارج میں اس چیز کا وجود ہی نہیں ہوتا.

قَال البَرَكَتِيُ: الْعَدَمُ مَا يُقَابِل الْوُجُودَ۔برکتی نے فرمایا:عدم وہ ہے جو وجود کے مقابل ہو (الموسوعة الفقهية الكويتية، مادہ معدوم، ۳۸:۲۰۱، ط:الطبعة الأولى، مطابع دار الصفوة - مصر).

(۲): اس چیز کا وجود تو ہوتا ہے لیکن سپردگی کے وقت اس شیء کے معدوم اور نہ ہونے کا خطرہ رہتا ہے جیسے تھن میں موجود دودھ کی بیع کہ تھن میں تو دودھ معلوم ہو رہا ہے لیکن عین ممکن ہے کہ تھن میں دودھ نہ ہو بلکہ وہ صرف ہوا سے بھرا ہوا ہو۔

وہ شرائط جو معقود علیہ کی جانب لوٹتی ہیں اس کی چند قسمیں ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ معقود علیہ (مبیع) موجود ہو، لہذا معدوم اور اس چیز کی بیع جس کے معدوم ہونے کا خطرہ ہو منعقد نہیں ہوگی، جیسے جنین کے جنین کی بیع، اس طور پر کہ کہے: اس اونٹنی کے بچہ کے بچہ کو میں نے بیچا، اور اسی طرح حمل کی بیع، اس لیے کہ اگر بچہ کو فروخت کیا تو یہ معدوم کی بیع ہے اور اگر حمل حمل کو بیچا تو اس کے معدوم ہونے کا خطرہ ہے، اور اسی طرح دودھ کی بیع تھن میں، اس لیے کہ اس میں بھی معدوم ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ احتمال ہے کہ تھن (صرف) پھولا ہوا ہو

(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب البيوع، فصل في الشرط الذي يرجع إلى المعقود عليه، ۵:۱۳۸، ط:دار الكتب العلمية وغيرها).

وَمِنْهَا فِي الْمَبِيعِ وَهُوَ أَنْ يَكُونَ مَوْجُودًا فَلَا يَنْعَقِدُ بَيْعُ الْمَعْدُومِ وَمَا لَهُ خَطَرُ الْعَدَمِ كَبَيْعِ نِتَاجِ النِّتَاجِ وَالْحَمْلِ.

اور ان شرائط میں سے کچھ مبیع کے اندر ہیں اور وہ یہ کہ مبیع موجود ہو لہذا معدوم کی بیع اور اس چیز کی بیع جس کے

معدوم ہونے کا خطرہ ہے منعقد نہیں ہوگی جیسے جنین کے جنین اور حمل کی بیع

(الفتاوى العالمكيرية = الفتاوى الهندية، كتاب البيوع وفيه عشرون بابا، ۳:۲، ط:المطبعة الكبرى الأميرية ببولاق مصر).

معدوم کی دو قسمیں ہیں: (۱): معدوم حقیقی: جس کا خارج میں کوئی وجود نہ ہو۔

(۲): معدوم حکمی: جس چیز پر شریعت نے انتفاع کے عدم حلت کا حکم لگا دیا ہو وہ بھی حکما معدوم ہے چاہے خارج میں اس کا وجود اور اس کی صورت ہو۔

المعدوم حقيقة: الذي ليس له صورة في الخارج.

المعدوم حكما: الذي حكم الشرع بعدمه وإن كانت له صورة في الخارج.

معدوم حقیقی وہ ہے خارج میں جس کی کوئی صورت ہو، معدوم حکمی وہ ہے شریعت نے جس کے معدوم ہونے کا حکم لگا دیا ہو چاہے خارج میں اس کی کوئی صورت ہو

(معجم لغة الفقهاء، حرف الميم، ص:٤٤٠، ط:دار النفائس للطباعة والنشر والتوزيع).

(۲): جمہور ائمہ اربعہ کے نزدیک بیع معدوم باطل ہے یعنی: شیء معدوم کی بیع منعقد ہی نہیں ہوتی۔

معدوم کی بیع یا اس چیز کی بیع جس کے معدوم ہونے کا خطرہ ہے جیسے مضامین (جو نر جانور کے صلب میں ہوتا ہے)، ملاقیح (جو مادہ جانور کے صلب میں ہوتا ہے) اور حمل کے حمل (بچہ کے بچہ) کی بیع باطل ہے باتفاق ائمہ اربعہ منعقد نہیں ہوتی، کیونکہ صحیح احادیث میں اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

(الفقه الإسلامي وأدلته للزحيلي، القسم الثالث: العقود أو التصرفات المدنية المالية، ٥:٣٤٩٦، ط:دار الفكر، سوريّة دمشق).

ذَهَبَ الْفُقَهَاءُ إِلَى عَدَمِ صِحَّةِ بَيْعِ الْمَعْدُومِ، وَأَنَّهُ لاَ يَنْعَقِدُ بَيْعُ الْمَعْدُومِ وَمَالَهُ خَطَرُ الْعَدَمِ.

فقہاء کا کہنا ہے کہ معدوم کی بیع صحیح نہیں ہے اور یہ کہ معدوم کی بیع اور اس چیز کی بیع جس کے معدوم ہونے کا خطرہ ہے منعقد نہیں ہوتی۔

(الموسوعة الفقهية الكويتية، حرف الميم، معدوم، ۳۸:۲۰۱، ط:الطبعة الأولى، مطابع دار الصفوة - مصر).

(أَمَّا) حُكْمُ الْمَسْأَلَةِ فَبَيْعُ الْمَعْدُومِ بَاطِلٌ بِالْإِجْمَاعِ. رہا اس مسئلہ کا حکم تو بیع معدوم بالاجماع باطل ہے۔

(المجموع شرح المهذب، كتاب البيوع، باب ما نهى عنه من بيع الغرر وغيره، ۹:۲۵۸).

البتہ علامہ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن القیم بیع معدوم کے جواز کے قائل ہیں بشرطیکہ اس میں غرر نہ ہو۔

مستفاد:فَلَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ وَلَا سُنَّةِ رَسُولِهِ، بَلْ وَلَا عَنْ أَحَدٍ مِنْ الصَّحَابَةِ أَنَّ بَيْعَ الْمَعْدُومِ لا يَجُوزُ لَا لَفْظٌ عَامٌّ وَلَا مَعْنًى عَامٌّ إلخ.

کیونکہ نہیں ہے کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ میں، بلکہ کسی صحابی سے بھی یہ ثابت نہیں کہ معدوم کی بیع جائز نہیں، اس بابت نہ کوئی عام لفظ ہے اور نہ کوئی عام معنی

(مجموع الفتاوى- ابن تيمية،الجزء ٢٠: أصول الفقه ٢: التمذهب، مسألة في القياس، بيع المعدوم،٢٠:٥٤٣،٥٤٢،ط:مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف - المدينة المنورة - السعودية).

ومثله في (إعلام الموقعين عن رب العالمين،فصل بيع المعدوم في القياس،٢:٨،٧،ط:دار الكتب العلمية-بيروت).

جمہور نے بیع معدوم کے بطلان پر متعدد احادیث سے استدلال کیا ہے ان میں سے چند احادیث درج ذیل ہیں:

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیع حصاۃ (کنکری کے ذریعے بیع کا معاملہ) اور بیع غرر (جس بیع میں دھوکہ ہو) سے منع فرمایا ہے۔

(صحيح مسلم، كتاب البيوع،بَابُ بُطْلَانِ بَيْعِ الْحَصَاةِ وَالْبَيْعِ الَّذِي فِيهِ غَرَرٌ،٥:٣،ط:دار الطباعة العامرة-تركيا).

حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! لوگ میرے یہاں آتے ہیں اور اس چیز کی بیع کا معاملہ کرنا چاہتے ہیں جو میرے پاس نہیں ہے، تو کیا میں اس چیز کو اس سے بیچ دوں (اور) بازار سے (لاکر دے دوں)؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اس چیز کی بیع نہ کرو جو تمہارے پاس نہیں ہے۔

(سنن أبي داود،أبواب الإجارة،بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَبِيعُ مَا لَيْسَ عِنْدَهُ، ٣:٢٨٣،ط: المكتبة العصرية، صيدا-بيروت).

طریقۂ استدلال یہ ہے کہ ان احادیث میں منع کیا گیا ہے جس میں غرر اور دھوکہ ہو یا وہ موجود نہ ہو یا مملوک نہ ہو تو اس کی بیع نہ کی جائے، جو چیز معدوم ہوگی اس میں غرر کا ہونا یقینی ہے اسی طرح جب معدوم ہے تو مملوک بھی نہیں کیونکہ ملکیت تو فرع ہے موجود کی، معلوم ہوا کہ مطلقا معدوم کی بیع شریعت میں ممنوع ہے۔

اور علامہ ابن تیمیہ اور ابن قیم نے بیع معدوم کے جواز پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ اولا قران واحادیث اور کسی بھی صحابی سے معدوم کی بیع کا عدم جواز ثابت نہیں ثانیا یہ کہ بعض احادیث میں بیع معدوم کی اجازت دی گئی ہے

مثال کے طور پر بدوصلاح کے بعد پھل کی بیع جائز ہے اور ظاہر ہے کہ بدوصلاح کے بعد جو معاملہ ہوگا وہ موجود پر بھی ہوگا اور معدوم پر بھی یعنی جو پھل اس وقت ہے اس پر معاملہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس پر بھی ہوگا کہ جو اس وقت تک ابھی وجود میں نہیں ائے ہیں، پس اس سے معلوم ہوا کہ معدوم کی بیع جائز ہے۔

کیونکہ نہیں ہے کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ میں، بلکہ کسی صحابی سے بھی یہ ثابت نہیں کہ معدوم کی بیع جائز نہیں، اس بابت نہ کوئی عام لفظ ہے اور نہ کوئی عام معنی، دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں: بلکہ شریعت نے بعض مواقع پر معدوم کی بیع کو صحیح قرار دیا ہے، اس لیے کہ شریعت نے پھل کی بیع کو بدوصلاح کے بعد اور اناج کی بیع کو اس کے سخت ہوجانے کے بعد جائز قرار دیا ہے اور یہ بات معلوم (واضح) ہے کہ عقد موجود اور وہ معدوم جو ابھی وجود میں نہیں آیا ہے دونوں پر ہوا ہے۔

(إعلام الموقعين عن رب العالمين، فصل بيع المعدوم في القياس، ۲:۷، ۸، ط: دار الكتب العلمية - بيروت).

ومثله في (مجموع الفتاوى، الجزء ۲۰: التمذهب، مسألة في القياس، بيع المعدوم، ۵٤، ۵٤۳ ۲۰:۲، ط: مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف - المدينة المنورة - السعودية).

جمہور کی رائے میں علامہ کو دھوکہ لگا ہے جو مثال انہوں نے پیش کی ہے وہ اس پر منطبق نہیں ہو رہی ہے اس لیے کہ بدوصلاح سے پہلے بیع کا جواز معدوم کے حق میں تبعا ہے اصل جو بیع ہو رہی ہے وہ موجود کی ہو رہی ہے جو حکم اصل کا ہوتا ہے وہ اس کا نہیں ہوتا ہے جو بالتبع کا ہوتا ہے نیز جمہور کے پاس بیع سنین و بیع حبل الحبلہ والی صریح روایات موجود ہیں ان کے مقابلے میں قیاس کو یہ معنی نہیں رکھتا اور جب مجہول کی بیع ممنوع ہے تو معدوم کی بیع بدرجۂ اولی ممنوع ہونی چاہیے۔

(۳): فقہاء کرام کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع معدوم سے ممانعت کی علت مبیع کا معدوم یعنی: موجود نہ ہونا ہے کیونکہ انہوں نے متعدد چیزوں کی بیع کے عدم جواز کا حکم بیان کرنے کے بعد اس کی علت مبیع کے معدوم ہونے کو قرار دیا ہے چنانچہ علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے پھل اور کاشت کے ظہور سے قبل ان کی بیع کو ناجائز تحریر فرمانے کے بعد اس کی علت اس طرح بیان کی ہے: **لأنهما معدوم**۔ اس لیے کہ یہ دونوں معدوم ہیں۔

(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب البيوع، فصل في الشرط الذي يرجع إلى المعقود عليه، ۵:۱۳۸، ط: دار الكتب العلمية وغيرها).

اور اسی طرح علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ گیہوں کے اندر موجود آٹا کے ہبہ پہ بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **لأنه معدوم**. اس لیے کہ یہ معدوم ہے۔

(حاشية ابن عابدين، كتاب الهبة،٥:٦٩٤، ط:شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر).

وجہ یہ ہے کہ ہبہ ہو یا بیع دونوں کا تعلق مملوک سے ہوتا ہے جو شیء معدوم ہو تو اس میں ملکیت بھی ثابت نہیں ہوتی جب ملکیت نہیں ہے تو یہ کم از کم [ماليس عندك] کی بیع ضرور ہے جو کہ حدیثوں کی رو سے ممنوع ہے اس لیے اس کی علت عدم ہے نہ کہ غرر البتہ غرر اس کی حکمت ہے ہر معدوم میں غرر کا تحقق ہوتا ہے بلکہ قمار بھی پایا جاتا ہے اس لیے ان حکمتوں اور علت عدم کی وجہ سے معدوم کی بیع ممنوع ہوگی۔

البتہ علامہ ابن تیمیہ اور ابن قیم کے نزدیک جن صورتوں میں بیع معدوم ناجائز ہے اس کی علت مبیع کا معدوم ہونا نہیں ہے بلکہ غرر اور دھوکہ کا پایا جانا ہے۔

وَهَكَذَا الْمَعْدُومُ الَّذِي هُوَ غَرَرٌ نَهَى عَنْ بَيْعِهِ لِكَوْنِهِ غَرَرًا لَا لِكَوْنِهِ مَعْدُومًا.

اور اسی طرح وہ معدوم جس میں غرر پایا جاتا ہے اس کی بیع سے اس کے غرر پر مشتمل ہونے کی وجہ سے منع کیا گیا ہے نہ اس لیے کہ وہ معدوم ہے۔

(۴): بیع استصناع (آرڈر دے کر کوئی چیز بنوانا) بھی اصل کے اعتبار سے ناجائز ہے کیونکہ اس میں بھی معدوم کی بیع ہوتی ہے لیکن خلاف قیاس اس کو چند شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا گیا ہے اس لیے عام حالات میں معدوم کو بیع استصناع پر قیاس کر کے جائز نہیں کہا جا سکتا الا یہ کہ جواز کی شرائط کسی چیز میں پائی جائیں تو اسے استصناع میں داخل مان کر اس کا معاملہ بھی درست ہوگا بیع استصناع کے جواز کی شرائط حسب ذیل ہیں:

(۱): مصنوع (جس چیز کو آرڈر دے کر بنوایا جا رہا ہے) کی جنس، نوع، مقدار، صفت بیان کیا گیا ہو (کسی قسم کی جہالت باقی نہ رہے)۔

(۲): ایسی چیز ہو جسے ارڈر دے کر بنوانے کا تعامل اور رواج ہو (واضح رہے کہ مطلقا تعامل معتبر ہے یعنی: اگر پہلے زمانے میں کسی چیز کے ارڈر پر بنوانے کا تعامل نہ رہا ہو لیکن موجودہ زمانہ میں تعامل اور رواج ہو گیا ہو تو اس تعامل کا بھی اعتبار ہوگا اور استصناع درست ہوگا)۔

(۳): اس کے اندر مدت کا ذکر نہ ہو ورنہ استصناع کے بہ جائے بیع سلم ہو جائے گا

واضح رہے کہ یہ امام صاحب کے نزدیک ہے ورنہ صاحبین کے نزدیک مدت کی تعین بھی درست ہے اس سے بیع استصناع پر کوئی فرق نہیں ائے گا اور تعامل اور لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر صاحبین ہی کے قول کو اختیار کرنا مناسب ہے۔

حنفیہ نے استصناع کے جواز کے لئے تین شرطیں لگائی ہیں، جب یہ تمام شرطیں فوت ہو جائیں یا ان میں سے

کوئی ایک شرط فوت ہوجائے، تو عقد فاسد ہوجائے گا۔ مصنوع (جس چیز کو آرڈر دے کر بنوایا جارہا ہے) کی جنس، نوع، مقدار اور صفت کی وضاحت ہو، مصنوع ان میں سے ہو جس میں لوگوں کا تعامل جاری ہو جیسے ڈھلی ہوئی چیزیں، جوتے، برتن، چوپایوں کے سامان اور منتقل ہونے والے دوسرے وسائل۔ لہذا استصناع جائز نہ ہوگا کپڑوں میں یا ان چیزوں میں جسے آرڈر دے کر بنوانے کا عرف نہیں ہے مثلاً دبس (جو انگور سے نکلتا ہے)، اس لیے کہ لوگوں کا تعامل نہیں ہے، اور ہمارے موجودہ زمانہ میں کپڑوں میں استصناع درست ہے، کیونکہ اس کا تعامل ہے اور زمانے اور مکان کے مطابق تعامل بھی مختلف ہوتا ہے۔ یہ کہ اس میں کسی معین مدت کا تذکرہ نہ کیا جائے، پس جب متعاقدین مصنوع کی سپردگی کے لئے معین مدت کا ذکر کردے، تو امام صاحب کے نزدیک یہ عقد فاسد ہوکر عقد سلم سے بدل جائے گا، اور صاحبین نے فرمایا کہ استصناع کے لئے یہ شرط نہیں ہے اور عقد بہرحال استصناع ہے چاہے اس میں مدت کی تحدید ہو یا نہ ہو، اس لیے کہ عقد استصناع میں مدت کی تحدید کا عرف جاری ہے، لہذا یہ (مدت کی تعیین) اس کے لئے شرط صحیح ہوگی اور یہ قول عملی زندگی اور لوگوں کی ضرورتوں کے موافق ہے لہذا اسی کو اختیار کرنا اولی اور مناسب ہے۔

(الفقه الإسلامي وأدلته للزحيلي، القسم الثالث: العقود أو التصرفات المدنية المالية، الفصل الأول: عقد البيع، المبحث السادس: أنواع البيوع، عقد الاستصناع، المبحث السادس - أنواع البيوع عقد الاستصناع، ٥: ٣٦٤٦، ٣٦٤٨، ط: دار الفكر - سوريَة - دمشق).

(٥): شرعی اعتبار سے صحت بیع کے لیے مبیع کا موجود ہونا اور بائع کے قبضہ اور ضمان میں ہونا شرط ہے جو چیز غیر موجود ہو یا قبضہ اور ضمان میں نہ ہو اس کی بیع درست نہیں حدیث شریف میں اس پر ممانعت وارد ہوئی ہے اس لیے مبیع کے وجود میں آنے سے پہلے یا اس پر قبضہ سے پہلے اس کی بیع درست نہیں چاہے اوصاف بیان کردیے گئے ہوں۔

اس کے جواز کی صورت یہ ہے کہ اس وقت بیع کا پختہ معاملہ نہ کیا جائے بلکہ صرف اس چیز کے فراہم کرنے کا وعدہ کرلیا جائے پھر مبیع کے وجود اور قبضہ میں آنے کے بعد ایجاب وقبول اور پختہ معاملہ کیا جائے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا، فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَأَحْسَبُ كُلَّ شَيْءٍ بِمَنْزِلَةِ الطَّعَامِ.

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص غلہ فروخت کرے اس کو چاہیے کہ اس پر قبضہ سے پہلے فروخت نہ کرے، ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اور میں ہر چیز کو غلہ ہی کے درجہ میں سمجھتا ہوں۔

(صحيح مسلم، كتاب البيوع، باب بطلان بيع المبيع قبل القبض، ٥: ٧، ط: دار الطباعة العامرة -

ترکیا).

وفي رواية [من اشتري طعاما فلا يبعه حتي يقبضه].

اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص غلہ خریدے اس کو چاہیے کہ اسے فروخت نہ کرے تا آنکہ قبضہ کرلے (المصدر السابق)۔

وَأَمَّا الثَّالِثُ: وَهُوَ شَرَائِطُ الصِّحَّةِ فَخَمْسَةٌ وَعِشْرُونَ:... وَالْقَبْضُ فِي بَيْعِ الْمُشْتَرَى الْمَنْقُولِ إلخ.

اور بہرحال تیسری چیز: اور وہ صحت بیع کے شرائط ہیں، تو وہ پچیس ہیں۔ اور قبضہ کرنا ہے منقولی چیزوں کی بیع میں

(حاشية ابن عابدين، كتاب البيوع، مطلب: شرائط البيع أنواع أربعة، ٤: ٥٠٥، ط: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر).

اور ان میں سے اور وہ بیع کے انعقاد کی شرط ہے بائع کے لئے، یہ کہ مبیع بائع کی ملکیت میں ہو بیع کے وقت، پس اگر ایسا نہ ہوا تو بیع منعقد نہیں ہوگی چاہیے اس کے بعد کسی طریقے سے وہ اس کا مالک ہوجائے، الا یہ کہ عقد سلم ہو خاص طور پر

(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب البيوع، فصل في الشرط الذي يرجع إلى المعقود عليه، ٥: ١٤٦، ١٤٧، ط: دار الكتب العلمية وغيرها).

(٦): بیع کی شکل کہ ایک تاجر دوسرے تاجر سے دوسرا تیسرے سے معاملہ کرتا رہتا ہے جبکہ مال نہ تو قبضے میں ہوتا ہے اور نہ موجود ہوتا ہے یہ شکل عین حدیث کی مخالفت ہے کیونکہ اس میں مبیع پر قبضہ سے پہلے خرید وفروخت کا معاملہ کیا جارہا ہے جبکہ مبیع پر قبضہ سے پہلے اس کی بیع درست نہیں اس لیے یہ ناجائز ہے۔

(٧): معدوم شیء کی جنس اور نوع وغیرہ بیان کرنے سے مشخص تو ہوسکتا ہے اور نزاع بھی ختم ہوجاتا ہے لیکن مبیع غیر موجود ہوگی تو ملکیت ثابت نہیں ہوگی گویا کہ غیر مملوک کی بیع لازم ائے گی نیز قبضہ نہ ہونے سے رسک منتقل نہیں ہوا جب رسک منتقل نہیں ہوا تو غیر مضمون سے نفع کمانا لازم آیا جس کی ممانعت وارد ہے اس لیے بیع سلم یا عقد استصناع کا راستہ اختیار کیا جائے۔

(٨): عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ متعدد صورتیں ہوسکتی ہیں جن میں مبیع کے معدوم ہونے کے باوجود بیع درست ہو مثال کے طور پر منافع کی بیع کہ ان میں مبیع معدوم ہوتی ہے خارج میں اس کا وجود نہیں ہوتا لیکن چونکہ عرف میں ان کی مالیت مسلم ہے اور ان سے نفع اٹھایا جاتا ہے اس لیے ان کی بیع درست ہے۔

اور مالیت ثابت ہوتی ہے تمام لوگوں کے یا بعض لوگوں کے مال بنا (تسلیم کرلینے) سے، اور اس کے ذریعے اور شرعاً اس سے انتفاع کے مباح ہونے سے مال کا متقوم ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(حاشية ابن عابدين، كتاب البيوع،٤:٥٠١، ط: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر).

اورحاصل یہ ہے کہ بیع کے جواز کا مداراس سے انتفاع کے حلال ہونے پر ہے(المصدرالسابق،٥:٦٩)۔

(۹):الف:صورت مسئولہ میں اگر فلیٹ کا مکمل نقشہ اوراس کے تمام اوصاف بیان کردیے جائیں اور کسی قسم کے نزاع کا اندیشہ نہ ہوتو منزل کی تعمیر سے قبل محض نقشہ کی بنیاد پر بیع استصناع کے حکم میں ہوکر فلیٹ کی خرید وفروخت جائز ہے یہ اس صورت میں ہے جب زمین بلڈرس کی ملکیت میں ہے لیکن اگر زمین بلڈرس کی ملکیت میں نہیں ہے اور صرف فلیٹ کی خرید وفروخت کا معاملہ ہورہا ہے زمین کا نہیں تو یہ شکل بھی درست ہے اور اگر فلیٹ اور زمین دونوں کا معاملہ ہورہا ہے تو جائز نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں غیر مملوک (زمین) کی بیع ہوگی جو جائز نہیں۔

الاستصناع جائز في كل ما جري التعامل فيه كاالقلنسوة والخف والأوانى المتخذة من الصفر و النحاس وما أشبه ذلك استحسانا.

عقد استصناع ہر اس چیز میں جائز ہے جس میں تعامل جاری ہو، جیسے ٹوپی، موزہ اور پیتل، شیشہ اور اس جیسی چیزوں سے تیار کیا گیا برتن، اور یہ بہ طور استحسان ہے۔

(الفتاوى التاتارخانية، كتاب البيوع، الفصل:٢٥، الاستصناع،٩:٤٠٠، ط:مكتبة زكريا ديوبند).

اوران میں سے اور وہ بیع کے انعقاد کی شرط ہے بائع کے لئے، یہ کہ مبیع بائع کی ملکیت میں ہو بیع کے وقت، پس اگر ایسا نہ ہوا تو بیع منعقد نہیں ہوگی چاہیے اس کے بعد کسی طریقے سے وہ اس کا مالک ہوجائے، الا یہ کہ عقد سلم ہو خاص طور پر

(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب البيوع، فصل في الشرط الذي يرجع إلى المعقود عليه،٥:١٤٦، ١٤٧، ط:دار الكتب العلمية وغيرها).

ب:اس صورت میں اگر بلڈرس اور صاحب زمین کے درمیان بہ طور ثمن کے خاص فلیٹ یا اس کی قیمت متعین اور مشخص ہوجائے اوراس کی ادائیگی کی مدت بھی معلوم ہوجائے تو یہ معاملہ درست ہے لیکن اگر فلیٹ یا قیمت اور مدت کی تعیین نہیں ہوئی تو درست نہیں کیونکہ اس صورت میں ثمن مجہول ہوگا جبکہ صحت بیع کے لیے ثمن کا معلوم ومتعین ہونا ضروری ہے اور ادھار کے اندر مدت کی تعیین ضروری ہے ورنہ نزاع کا اندیشہ ہے۔

اور بیع نقد اور ادھار ثمن کے عوض جائز ہے جب کہ مدت معلوم ہو ارشاد خداوندی (وأحل الله..اور اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے) کے مطلق ہونے کی وجہ سے، اور آپ علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے ایک یہودی سے متعین مدت تک کے لیے غلہ خریدا تھا اور اپنی زرہ اس یہودی کو بہ طور رہن کے دیا تھا اور مدت کا معلوم

ہونا ضروری ہے کیونکہ مدت کے اندر جہالت عقد کے ذریعے واجب شدہ چیز کی سپردگی سے مانع ہے اس لیے کہ بائع بہت جلد مطالبہ کرے گا اور مشتری دیر سے سپرد کرے گا

(الهداية، كتاب البيوع، ۳:۲۴، ط: دار احياء التراث العربي - بيروت - لبنان).

وَمِنْهَا أَنْ يَكُونَ الْمَبِيعُ مَعْلُومًا وَالثَّمَنُ مَعْلُومًا عِلْمًا يَمْنَعُ مِنَ الْمُنَازَعَةِ۔

اور ان شرائط میں سے یہ ہے کہ مبیع اور ثمن اس طرح معلوم ہو کہ جو نزاع سے مانع ہو۔

(الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع وفيه عشرون بابا، ۳:۳، ط: المطبعة الكبرى الأميرية ببولاق مصر).

ج: بظاہر سوال میں مذکور چیزوں کی خرید وفروخت ناجائز ہونی چاہیے کیونکہ ان چیزوں کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہوتا یعنی: ان میں مبیع معدوم ہوتی ہے اور معدوم کی بیع ناجائز ہے لیکن آج کل چونکہ ان کی خرید وفروخت کا تعامل ہے اور عرف میں یہ مال سمجھا جاتا ہے اس لیے اگر درج ذیل شرائط پائی جائیں تو ان کی خرید وفروخت جائز ہونی چاہیے:

(۱): معاملہ کے وقت مبیع (اپلیکیشن اور سوفٹ ویئر) مکمل طور پر بائع کی ملکیت میں ہو۔

(۲): جن کو بیچا جارہا ہے ان کو مکمل طور پر تصرف کا حق منتقل کر دیا جائے بائع کا دخل بالکل نہ رہے۔

(۳): ان میں انتقال کی صلاحیت ہو یعنی: معاملہ کے بعد بائع کی ملکیت سے نکل کر مشتری کی ملکیت میں منتقل ہوسکتی ہو۔

(٤): ان کا استعمال معصیت اور امر منہی عنہ کے ساتھ خاص نہ ہو۔

اور ان میں سے اور وہ بیع کے انعقاد کی شرط ہے بائع کے لئے، یہ کہ مبیع بائع کی ملکیت میں ہو بیع کے وقت، پس اگر ایسا نہ ہوا تو بیع منعقد نہیں ہوگی چاہیے اس کے بعد کسی طریقے سے وہ اس کا مالک ہو جائے، الا یہ کہ عقد سلم ہو خاص طور پر

(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب البيوع، فصل في الشرط الذي يرجع إلى المعقود عليه، ۵:۱٤٦، ۱٤۷، ط: دار الكتب العلمية وغيرها).

وَمِنْهَا أَنْ يَكُونَ الْمَبِيعُ مَعْلُومًا وَالثَّمَنُ مَعْلُومًا عِلْمًا يَمْنَعُ مِنَ الْمُنَازَعَةِ۔

اور ان شرائط میں سے یہ ہے کہ مبیع اور ثمن اس طرح معلوم ہو کہ جو نزاع سے مانع ہو

(الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع وفيه عشرون بابا، ۳:۳، ط: المطبعة الكبرى الأميرية ببولاق مصر).

وَ حُكْمُهُ ثُبوتُ الْمِلْكِ لِلْمُشْتَرِي فِي الْمَبِيعِ وَ لِلْبَائِعِ فِي الثَّمَنِ إِذَا كَانَ بَاتًّا۔

اور بیع کا حکم (ثمرہ) جبکہ حتمی ہو مبیع پر مشتری کی اور ثمن پر بائع کی ملکیت کا ثابت ہونا ہے

(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق و حاشية الشلبي، كتاب البيوع،٤:٢، ط:المطبعة الكبرى الأميرية - بولاق، القاهرة).

مَا قَامَتْ الْمَعْصِيَةُ بِعَيْنِهِ يُكْرَهُ بَيْعُهُ تَحْرِيمًا وَ إِلَّا فَتَنْزِيهًا۔

جس چیز کے عین کے ساتھ معصیت قائم ہو اس کی بیع مکروہ تحریمی ہے ورنہ مکروہ تنزیہی۔

(حاشية ابن عابدين، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع،٦:٣٩١، ط:شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر).

د: قیاس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ بیع کی یہ شکل ناجائز ہو کیونکہ اس میں معدوم کی بیع ہو رہی ہے لیکن ضرورت اور تعامل کی وجہ سے متوقع پھلوں کو موجود پھلوں کے تابع مان کر جائز اور درست ہے جیسا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ردالمحتار میں اس کو تعامل کی وجہ سے بیع سلم میں ملحق کر کے جواز کا فتوی تحریر فرمایا ہے (مستفاد: امداد الفتاویٰ، ٦:٤٦٧ ط: زکریا دیوبند، احسن الفتاویٰ، ٦:٤٨٧، ٤٨٨، ط: ایم ایچ سعید، پاکستان)۔

اور اگر کچھ پھل ظاہر ہوا ہو اور کچھ ظاہر نہ ہوا ہو تو ظاہر مذہب کے مطابق اس کی بیع صحیح نہیں، اور امام سرخسی نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے اور حلوانی نے اس کے جواز کا فتوی دیا ہے۔۔علامہ شامی رحمۃ علیہ نے فرمایا: میں کہتا ہوں: لیکن ہمارے زمانے میں ضرورت کا تحقق مخفی نہیں، بہ طور خاص شام کے دمشق جیسے علاقے میں جہاں درخت اور پھل بہ کثرت ہوتے ہیں، کیونکہ لوگوں میں غلبہ جہالت کی وجہ سے مذکور طریقوں میں سے کسی طریقہ کے ذریعے خلاصی حاصل کرنے کو ان پر لازم کرنا ممکن نہیں، اور اگر یہ بعض افراد کی جانب نسبت کرتے ہوئے ممکن بھی ہو تو عام افراد کی جانب نسبت کرتے ہوئے ناممکن ہے، اور یہ معلوم ہے کہ انہیں ان کی عادت سے نکالنے میں حرج ہے، اور ان علاقوں کے تمام پھلوں کی تحریم لازم آئے گی، کیونکہ وہاں بیع و شراء اسی طریقے سے ہوتی ہے، اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مبیع کے معدوم ہونے کے باوجود عقد سلم میں رخصت دی ہے، لہذا جہاں ضرورت کا تحقق ہوگا وہاں اسے بطریقہ دلالت سلم کے ساتھ لاحق کرنا ممکن ہوگا، اور یہ نص کے متصادم (مخالف) نہ ہوگا، اسی لئے فقہاء نے اسے استحسان کے قبیل سے قرار دیا ہے، کیونکہ قیاس کا تقاضہ تو عدم جواز ہے، (قولہ لو الخارج.) بحر میں فتح القدیر کے حوالے سے ہے کہ امام سرخسی نے امام فضلی سے جو نقل کیا ہے اس کو عقد کے وقت موجود کے اکثر ہونے کو مقید نہیں کیا ہے، بلکہ ان کے حوالہ سے کہا ہے: موجود کو اصل قرار دیا جائے اور بعد میں وجود میں آنے والے کو تابع۔

(حاشية ابن عابدين، كتاب البيوع، مطلب في بيع الثمر والزرع والشجر مقصودا، ٥: ٥٥٥، ٥٦، ط: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر).

(ہ): دوکاندار کو چاہیے کہ جو سامان اس کے پاس موجود ہے اسی کا پختہ معاملہ کرے اور جو سامان موجود نہیں ہے اس کا پختہ معاملہ نہ کرے، بلکہ فراہم کرنے کا وعدہ کرلے اور پھر انتظام کرنے کے بعد پختہ معاملہ کرے تاکہ معدوم کی بیع لازم نہ آئے لیکن اگر کسی نے ایسا کرلیا اور انتظام کرنے کے بعد مشتری کو پہونچادیا اور خریدار نے اس پر قبضہ کرلیا تو بیع تعاطی کے طور پر یہ معاملہ درست ہونا چاہیے۔

وَأَمَّا الثَّالِثُ: وَهُوَ شَرَائِطُ الصِّحَّةِ فَخَمْسَةٌ وَعِشْرُونَ:... وَالْقَبْضُ فِي بَيْعِ الْمُشْتَرَى الْمَنْقُولِ إلخ.

اور بہرحال تیسری چیز: اور وہ صحت بیع کے شرائط ہیں، تو وہ پچیس ہیں.. اور قبضہ کرنا ہے منقولی چیزوں کی بیع میں

(حاشية ابن عابدين، كتاب البيوع، مطلب: شرائط البيع أنواع أربعة، ٤: ٥٠٥)

اور ان میں سے اور وہ بیع کے انعقاد کی شرط ہے بائع کے لئے، یہ کہ مبیع بائع کی ملکیت میں ہو بیع کے وقت، پس اگر ایسا نہ ہوا تو بیع منعقد نہیں ہوگی چاہیے اس کے بعد کسی طریقے سے وہ اس کا مالک ہوجائے، الا یہ کہ عقد سلم ہو خاص طور پر

(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب البيوع، فصل في الشرط الذي يرجع إلى المعقود عليه، ٥: ١٤٦، ١٤٧، ط: دار الكتب العلمية وغيرها).

ولهذا ينعقد بالتعاطي في النفيس والخسيس هو الصحيح لتحقق المراضاة۔

اور اسی لئے بیع منعقد ہوتی ہے تعاطی کے ذریعے نفیس وخسیس (عمدہ اور گھٹیا دونوں) میں، یہی صحیح ہے، کیونکہ (دونوں صورتوں میں) رضامندی کا تحقق ہوتا ہے۔

(الهداية في شرح بداية المبتدي، كتاب البيوع، ٣: ٢٣، ط: دار احياء التراث العربي - بيروت - لبنان). فقط والله تعالى أعلم

خلاصہ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱): جس بیع میں مبیع کا مشتری کو سپرد کرنا متعذر ہو اسے بیع معدوم کہا جاتا ہے اور مبیع کی سپردگی دو وجہ سے متعذر ہوتی ہے:

۱- خارج میں اس چیز کا وجود نہیں ہوتا۔

۲- وجود تو ہوتا ہے لیکن معدوم ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔

اور اس کی دو قسمیں ہیں: ۱- معدوم حقیقی: جس کا خارج میں کوئی وجود نہ ہو۔

۲-معدوم حکمی: جس پر شریعت نے عدم حلت کا حکم لگا دیا ہو چاہے خارج میں موجود ہو۔

(۲): جمہور ائمہ اربعہ کے نزدیک بیع معدوم باطل ہے البتہ ابن تیمیہ اور ابن قیم اس کے جواز کے قائل ہیں بشرطیکہ کے غرر نہ ہو روایت و درایت کی روشنی میں جمہور کی رائے راجہ ہے۔

(۳): بیع معدوم سے ممانعت کی علت مبیع کا معدوم یعنی: موجود نہ ہونا ہے البتہ ابن تیمیہ اور ابن قیم کے نزدیک غرر اور دھوکہ علت ہے۔

(٤): عام حالات میں قیاس درست نہیں الا یہ کہ استصناع کے جواز کی شرائط کسی چیز میں پائی جائیں تو استصناع میں داخل مان کر درست ہے اور استصناع کے جواز کی شرائط حسب ذیل ہیں:

۱-شی مصنوع کی مکمل صفت بیان کر دی گئی ہو۔

۲-ایسی چیز ہو جسے ارڈر دے کر بنوانے کا تعامل ہو۔

۳-اس کے اندر مدت کا ذکر نہ ہو۔ (یہ امام صاحب کے نزدیک ہے ورنہ صاحبین کے نزدیک مدت کی تعیین بھی درست ہے اور یہی راجح ہے)۔

(٥): مبیع کے معدوم یا قبضہ اور ضمان میں نہ ہونے کی وجہ سے بیع کا یہ طریقہ درست نہیں۔

(٦): بیع کی یہ شکل بھی بیع قبل القبض کی وجہ سے درست نہیں۔

(۷): اس صورت میں شی معدوم مشخص تو ہو جائے گی اور نزاع بھی ختم ہو جائے گا لیکن مبیع کے غیر موجود ہونے کی وجہ سے غیر مملوک اور غیر مضمون کی بیع اور اس سے انتفاع لازم آئے گا جس کی ممانعت وارد ہے اس لیے یہ شکل بھی درست نہیں۔

(۸): عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں جن میں مبیع کے معدوم ہونے کے باوجود بیع درست ہو مثلاً حقوق و منافع کی بیع وغیرہ۔

(۹): الف: اگر فلیٹ کا مکمل نقشہ اور اس کے تمام اوصاف بیان کر دیے جائیں اور نزاع کا اندیشہ نہ ہو تو فلیٹ کی اس طرح خرید و فروخت جائز ہے یہ اس وقت ہے جب زمین بلڈرس کی ہو لیکن اگر زمین بلڈرس کی نہیں ہے اور صرف فلیٹ کی بیع ہو رہی ہے، زمین کی نہیں تو یہ شکل بھی درست ہے اور اگر زمین اور فلیٹ دونوں کا معاملہ ہو رہا ہے تو غیر مملوک (زمین) کی بیع کی وجہ سے یہ شکل درست نہیں۔

ب: اگر بلڈرس اور صاحب زمین کے درمیان بہ طور ثمن خاص فلیٹ یا اس کی قیمت اور اس کی ادائیگی کی مدت مشخص اور متعین ہو جائے تو یہ معاملہ درست ہے ورنہ نہیں۔

ج: عرف اور تعامل کی بنیاد پر درج ذیل شرائط کے ساتھ ان کی بیع جائز ہونی چاہیے:

۱-عقد کے وقت مبیع (اپلیکیشن اور سوفٹ ویئر) مکمل طور پر بائع کی ملکیت میں ہو۔

۲-مشتری کو مکمل طور پر تصرف کا حق منتقل کر دیا جائے بائع کا دخل بالکل نہ ہو۔

۳-ان میں انتقال کی صلاحیت ہو۔

٤-ان کا استعمال معصیت اور امر منہی عنہ کے ساتھ خاص نہ ہو۔

د: ضرورت اور تعامل کی وجہ سے یہ صورت ورت جائز اور درست ہے۔

ہ: غیر موجود شی کا پختہ معاملہ درست نہیں لیکن اگر کر لیا اور انتظام کرنے کے بعد مشتری کو مبیع پہونچا دیا اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا تو بیع تعاطی کے طور پر یہ معاملہ درست ہونا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بیع معدوم کی چند صورتیں

مفتی حبیب اللہ قاسمیؔ
صدر مفتی جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڈھ

۱۔فقہاء کے نزدیک بیع معدوم کا مفہوم یہ ہے کہ ایسی چیز کی بیع جو موجود نہ ہو بلکہ وہ ابھی معدوم ہو جیسے پھل آنے سے پہلے باغات کی خرید وفروخت اس کی چند قسمیں ذکر کی جاتی ہیں۔

(الف) چند سالوں مثلاً تین سال، چار سال، پانچ سال، کے لئے باغات کو ٹھیکے پر خریدنا اور بائع کا ان پھلوں کی قیمت آج ہی وصول کر لینا، یہ ناجائز ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں منع کیا گیا ہے، **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتبع مالیس عندک.** (ابوداؤد، ج ۲) ص ۱۴۹۔

(ب) پھل درخت پر ظاہر ہو چکا ہو لیکن ابھی پکا نہ ہو اس کی بیع کی تین صورتیں ہیں۔

۱۔بیع بشرط الترک یعنی پھلوں کو پکنے تک درخت پر چھوڑنے کی شرط لگانا یہ ناجائز ہے بالاتفاق۔

۲۔بیع بشرط القطع۔یعنی پھلوں کو فی الحال توڑنے کی شرط لگانا یہ بالاتفاق جائز ہے۔

۳۔مطلق عن الشرط، یعنی نہ توڑنے کی شرط ہو اور نہ پھلوں کو درخت پر چھوڑنے کی شرط ہو اس صورت کے جائز اور ناجائز ہونے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ناجائز ہے اور امام صاحب کے نزدیک جائز ہے۔

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی مدظلہ العالی کی رائے یہ ہے کہ بیع بشرط الترک بھی جائز ہے، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک جس شرط کا رواج ہو جائے اگر چہ وہ مقتضائے عقد کے خلاف ہو لیکن مفضی الی النزاع نہ ہو تو وہ شرط مفسد عقد نہیں اور حدیث شریف میں بدو صلاح سے قبل بیع کی ممانعت آئی ہے اس میں نہی تحریمی نہیں ہے بلکہ حضرت زید بن ثابتؓ کی حدیث جو صحیح بخاری میں ہے اس کی روشنی میں ممانعت والی حدیث کو مشورہ پر محمول کیا جائے گا۔ (مستفاد: درس ترمذی مفتی تقی عثمانی، ج ۴، ص ۹۴، ۹۵)۔

(ج) کچھ پھل ظاہر ہو گیا ہو اور کچھ ظاہر نہ ہوا ہو بلکہ معدوم ہو تو معدوم پھلوں کی موجود پھلوں کے تابع کر کے خرید وفروخت جائز ہے کیونکہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ اصلاً ومستقلاً اس کی بیع جائز نہیں لیکن تبعاً وضمناً جائز ہیں جیسے حمل یا حمل کے حمل کی بیع جس کی ممانعت صراحتاً حدیث شریف میں وارد ہے اور اس کی بیع اصلاً جائز نہیں لیکن حاملہ

جانور کی بیع جائز ہے اور اس میں جانور کے ساتھ حمل کی بھی بیع ہوگی، جو درست ہے۔

افتی الحلوانی بالجواز لو الخارج اکثر قوله لو الخارج اکثر، ذکر فی البحر عن الفتح ان ما نقله شمس الائمه عن الامام الفضل لم یقیده بکون الموجود وقت العقد اکثر بل قال عنه أجعل الموجود اصلاً و ما یحدث بعد ذالک تبعاً. (شامی المکتبة الاشرفیه دیوبند، ج۷، ص ۸۶- ۸۷، درس ترمذی مفتی تقی عثمانی، ج۴، ص: ۹۳، جدید (محقق و مدلل)، مسائل، ص: ۳۰۳)۔

۲- معدوم کی بیع جیسے پھل کے ظاہر ہونے سے پہلے اس کی بیع بالاتفاق ناجائز ہے جس کی ایک صورت کئی سالوں کے لئے باغ کو ٹھیکہ پر دینا یہ بالکل ناجائز وحرام ہے اور نص صریح کے خلاف ہے، حدیث شریف میں ہے نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن بیع السنین۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی سال تک بیع کرنے سے منع فرمایا، اور معدوم کی بیع کی ممانعت حدیث شریف سے ثابت ہے اور اسی پر اجماع ہے کہ یہ بیع ناجائز ہے۔

۲- اور اگر پھل کا کچھ حصہ ظاہر ہو اور کچھ ظاہر نہ ہوا ہو تو اس صورت میں امام محمدؒ نے بیع کو ناجائز کہا ہے لیکن متاخرین فقہاء حنفیہ اس کو جائز کہتے ہیں کیونکہ بعض موقع پر ایک چیز کی بیع اصلاً جائز نہیں لیکن تبعاً جائز ہے (درس ترمذی، ج۴، ص: ۹۳)۔

۳- بور آنے کے بعد ظہور ثمر سے قبل فصل فروخت کرنا اس کی دو شکلیں ہیں، ۱- فی الحال جانوروں کے لئے قابل انتفاع نہ ہو اس کی بیع کے جواز اور عدم جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے امام فخر الدین قاضیخاں وغیرہ نے عامۃ المشائخ کی طرف منسوب کر کے فرمایا کہ اس کی بیع جائز نہیں، لیکن علامہ شامیؒ نے جواز کے پہلو کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا کہ صحیح یہی ہے کہ اس کی بیع جائز ہے اس لئے کہ اگرچہ فی الحال قابل انتفاع نہیں، لیکن ہفتہ عشرہ کے بعد قابل انتفاع ہوسکتا ہے

و الصحیح انه یجوز لانه مال منتفع به فی ثانی الحال و ان لم یکن منتفعا به فی الحال. (شامی زکریا، ج۷، ص ۸۵)۔

۲- اور اگر پھلوں کی کلی اور بور جانوروں کے چارہ کے قابل ہو چکا ہے تو ایسی صورت میں عقد بالاتفاق جائز ہے۔

و إن کان بحیث ینتفع به و لو علفا للدواب فالبیع جائز باتفاق اهل المذهب، إذا باع بشرط القطع او مطلقا. (شامی زکریا، ج۷، ص: ۸۵)۔

الحاصل: پھلوں کی بیع قبل الظہور بالاتفاق ناجائز ہے، اسی طرح بدو صلاح سے پہلے پھلوں کا ظہور ہو چکا ہو اور ترک کی شرط ہو تو یہ بھی بالاتفاق ناجائز ہے اور بدو صلاح سے قبل بعد الظہور بشرط القطع بالاتفاق جائز ہے، اسی طرح

بدوصلاح کے بعد بالاتفاق بیع جائز ہے۔

البتہ بدوصلاح کی تفسیر میں اختلاف ہے احناف کے نزدیک بدوصلاح کا مطلب یہ ہے کہ وہ پھل آفات اور فساد سے مامون ہوجائے اور شوافع کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ مٹھاس اور حلاوت ظاہر ہوجائے (شامی، المکتبۃ الاشرفیہ، دیوبند، ج ۷ ص ۸۵)۔

قال فی الفتح لا خلاف فی عدم جواز بیع الثمار قبل ان تظهر، ولا فی عدم جوازه بعد الظهور قبل بدو الصلاح، بشرط الترک ولا فی فی جوازه قبل بدو الصلاح، بشرط القطع فیما ینتفع به ولا فی الجواز بعد بدو الصلاح، لکن بدو الصلاح عندنا أن تومن العاهة والفسادو عند الشافعی هو ظهور النضج و بدو الحلاوة والخلاف انما هو فی بیعها قبل بدو الصلاح علی الخلاف فی معناه لا بشرط القطع، فعند الشافعی و مالک و احمد لایجوز، و عندنا ان کان بحال لا ینتفع به فی الاکل ولا فی علف الدواب فیه خلاف بین المشائخ، قیل لایجوز والصحیح انه یجوز .(شامی اشرفیه، ج ۷، ص ۸۵)۔

۳۔ بیع معدوم سے ممانعت کی علت وحکمت یہ ہے کہ جب وہ چیز فی الحال موجود نہیں اور آپ نے اس کی بیع کرلی ممکن ہے کہ کسی وجہ سے وہ چیز پیدا ہی نہ ہو یا ہوتو ناقص ہوتو یہ ایک وہمی اور غیر یقینی چیز ہے جس میں نقصان اور دھوکہ کا پہلو ہے جو شرعاً ممنوع ہے، لہٰذا شریعت نے غرر وضرر کی وجہ سے معدوم کی بیع ناجائز قرار دیا ہے۔

چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غرر اور دھوکہ اور کنکری پھینک کر مبیع کی تعیین سے منع فرمایا: عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن بیع الغرر والحصاة. (ترمذی ج ۱، ص ۲۳۳، درس ترمذی ج ۴ ص: ۹۶)۔

۴۔ بیع معدوم کو عقد استصناع پر قیاس کیا جاسکتا ہے لیکن ہر جگہ نہیں بلکہ اس کے لئے فقہاء نے اصول وضوابط بتائے ہیں وہ یہ کہ جن چیزوں کو آرڈر دے کر بنوانے کا عرف وتعامل ہوگیا ہو ان میں استصناع جائز ہوگا، اور جن چیزوں کو آرڈر دے کر بنوانے کا رواج وعرف نہ ہو ان میں استصناع جائز نہیں، فان الناس فی سائر الاعصار تعارفوا الاستصناع فی ما فیه تعامل من غیر نکیر والقیاس یترک بمثله. (عنایۃ مع فتح القدیر علی الہدایہ، زکریا، دیوبند ج ۴، ص ۱۰۸)۔

۵۔ مبیع کے وجود میں آنے سے پہلے یا اس پر قبضہ ہونے سے پہلے اس کے اوصاف بتا کر خرید وفروخت کرنا شرعی طور پر جائز نہیں لیکن جن اشیاء میں تعامل وعرف ہو ان میں ضرورت وحاجت کی وجہ سے اس کی اجازت دی جاتی ہے مطلقاً یہ اجازت نہیں ہوگی اور یہ استحساناً جائز ہے قیاساً نہیں۔

یجوز استحسانا والقیاس یقتضی عدم جوازہ لانہ بیع المعدوم وقد نھی النبی علیہ السلام عن بیع ما لیس عندالانسان. (عنایۃ مع فتح القدیر زکریا دیوبند، ج۷، ص ۱۰۸)۔

۶۔معدوم کی بیع میں تسلسل یعنی ایک تاجر کا دوسرے تاجر سے، دوسرے کا تیسرے تاجر سے اور تیسرے کا چوتھے سے اسی طرح آگے تک اس طرح بیع کرنا تعامل ناس کی وجہ سے شرعاً جائز ہے لیکن اس کے لئے شرائط ہیں کہ سامان کی ڈیزائن نمونہ، اور طے شدہ شرائط، کاغذوں میں درج ہوں۔

۷۔اگر شئ معدوم کو وصف، نوع، جنس، وغیرہ بیان کر کے منضبط کرلیا جائے نیز فریقین میں نزاع کا اندیشہ ختم ہوجائے تو یہ شرعاً جائز ہوگا اور اس کو عقد استصناع کے دائرہ میں لایا جاسکتا ہے، جو استحساناً جائز ہے لیکن اس کے لیے یہ شرط ہوگی کہ اس معدوم چیز کی خرید وفروخت کا رواج وعرف ہو، کیونکہ استصناع کا مدار عرف ورواج پر ہے۔

ثم انما جاز الاستصناع فیما للناس فیہ تعامل اذا بین وصفا علی وجہ یحصل التعریف اما فیما لا تعامل فیہ لم یجز. (الفتاوی الھندیہ، ج۳، ص ۲۰۷)۔

واما شرائط جوازہ فمنھا بیان جنس المصنوع ونوعہ وقدرہ وصفتہ لانہ لا یصیر معلوما بدونہ ومنھا ان یکون مما یجری فیہ التعامل بین الناس (بدائع الصنائع، زکریا، ج۴، ص ۹۴)۔

۸۔بیع معدوم کی جن صورتوں کو جائز قرار دیا جائے گا اس کو بیع سلم یا عقد استصناع ہی میں شامل کر کے جواز کا حکم لگایا جائے گا اور استصناع کا مدار عرف ورواج پر ہے جن چیزوں کا عرف ہوگا ان ہی چیزوں میں یہ بیع جائز ہوگی، عربی عبارات ماقبل کے سوالات میں مذکور ہیں۔

۹۔(الف) نقشہ کی بنیاد پر مکان کی خرید وفروخت تعمیر مکان سے قبل عرف ورواج کی وجہ سے معاملہ استصناع میں داخل ہوکر شرعاً جائز ہے، خواہ بلڈرس کے پاس زمین ہو یا زمین نہ ہو، جبکہ فریقین کے درمیان معاہدہ اور تفصیلی معلومات فراہم ہوں جس میں کسی نزاع کا اندیشہ نہ ہو، یجب ان یعلم بان الاستصناع جائز فی کل ما جری التعامل فیہ. (الفتاوی التاتارخانیہ، زکریا، ج۹، ص ۴۰۰، کتاب النوازل، ج۱۱، ص ۷۳)۔

(ب) مالک زمین اور بلڈر کے درمیان اس طرح معاہدہ کہ بلڈر اس زمین پر فلیٹ بنائے گا جس میں مالک کو چند فلیٹ یا اس کی قیمت دے گا اور باقی بلڈر کا ہوگا شرعاً جائز ودرست ہے اور فریقین پر معاہدہ کی پاسداری لازم ہے۔

قال اللہ تعالیٰ۔یا أیھا الذین اٰمنوا أوفوا بالعقود. (سورہ مائدہ، آیت ۱)

اے ایمان والو معاہدو کو پورا کرو۔حدیث شریف میں بھی وعدہ پورا کرنے کی تاکید آئی ہے۔

(ج) آن لائن پروگراموں کی خرید وفروخت جس کو صرف کمپیوٹر یا موبائل پر سنا یا دیکھا جاسکتا ہے جائز ہے، چند شرائط کے ساتھ۔

۱۔وہ پروگرام شریعت اسلامیہ کے خلاف نہ ہو بلکہ اصلاحی یا دینی مضامین پر مشتمل ہو جس کے سننے یا دیکھنے میں فوائد ہوں۔

۲۔فریقین کے درمیان طے شدہ شرائط واصول کی پابندی ہو اور وہ شرائط واصول شریعت کے خلاف نہ ہوں۔

ارشاد باری ہے:

تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (سورہ مائدہ، آیت: ۲)۔

(و) موجودہ پھل اور متوقع پھل دونوں کو ملا کر خرید وفروخت کرنا جائز ہے کیونکہ معدوم ومتوقع پھلوں کو موجود پھلوں کے تابع کرلیا جائے گا جیسا کہ ماقبل میں اس جزء کا جواب آچکا ہے (شامی، زکریا، ج ۷، ص: ۸۶ و ص ۸۷، درس ترمذی، ج ۴، ص ۹۳، محقق ومدلل جدید مسائل، ص ۳۰۳)۔

(ہ) دوکان دار کو سامان کا آرڈر دیا جائے اور قیمت بھی ادا کردی جائے اور صورت حال یہ ہے کہ کچھ سامان اس کی دوکان پر موجودہ ہے لیکن کچھ اس کی دوکان پر موجود نہیں، البتہ مارکیٹ میں دستیاب ہے اور دوکان دار سامان کا انتظام کرکے خریدار کو پہنچاتا ہے بیع کی یہ صورت چند شرائط کے ساتھ درست ہے۔

(۱) جنس معلوم ہو (۲) نوع معلوم ہو (۳) صفت معلوم ہو (۴) مقدار معلوم ہو (۵) ادائیگی کی مدت معلوم ہو (۶) ثمن کی مقدار اور صفت معلوم (۷) بائع مشتری کو کہاں سامان دے گا، اس کی وضاحت ہو، کیونکہ یہ شکل بیع سلم کے دائرہ میں آتی ہے جس کے درست ہونے کے لئے فقہاء کرام نے آٹھ شرائط بیان کئے ہیں (محقق ومدلل جدید مسائل، ص: ۲۹۷)۔ نیز اس کو استصناع میں شامل کرسکتے ہیں جس کے جواز کے لئے بھی وہی شرائط ہیں۔

ولا یصح السلم عند أبی حنیفة الا بسبع شرائط: جنس معلوم کقولنا حنطة او شعیر و نوع معلوم، کقولنا سقیة او بخسیته و صفة معلومة کقولنا جید او ردی و مقدار معلوم کقولنا کذا کیلا بمکیال معروف او کذا وزناً واجل معلوم و معرفة مقدار رأس المال و تسمیة المکان الذی یوفیه اذا کان له حمل و مؤنة (ھدایہ، ج ۳، ص ۹۵)۔

بیع معدوم کی چند صورتیں

مولانا حافظ کلیم اللہ عمری

۱۔فقہاء کے نزدیک بیع معدوم کا مفہوم کیا ہے؟ نیز اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب۔ المعدوم لغة من العدم و هو فقدان الشیء و ذهابه، و منه عدمته أی فقدته، اصطلاحا: مایقابل الموجود، و المعدوم قسمان، ۱۔ المعدوم حقیقة: و هو الذی لیس له صورة أو وجود فی الخارج، ۲۔ المعدوم حکما: و هو الذی حکم الشرع بعدمه، و ان کانت له صورة و وجود فی الخارج.

(الموسوعة الفقهیة المیسرة: قلعة قلعجی محمد رواس، ص ۱۸۱۷)

یعنی: معدوم لغت میں کسی چیز کے کھوجانے اور ختم ہونے کو کہا جاتا ہے، اصطلاح میں معدوم موجود کے بالمقابل ہے، معدوم کی دو قسمیں ہیں، معدوم حقیقت میں: وہ چیز جس کی تصویر یا وجود خارج میں متحقق نہ ہو، حکمی معدوم: شریعت نے جس کے مفقود ہونے کا فیصلہ سنایا ہو، گرچہ اس کی تصویر اور وجود خارج میں ممکن ہو۔

اصطلاحی تعریف: بیع معدوم وہ ایسی تجارت ہے جو حقیقت میں موجود نہ ہو، یا مجلس عقد سے غائب ہو، لیکن ذمہ میں صفات کے لحاظ سے معروف ہو۔

۲۔بیع معدوم کے سلسلے میں فقہاء کی آراء اور ان کے دلائل کیا ہیں؟ اس سلسلے میں راجح مسلک کیا ہے؟

جواب۔بیع معدوم کے سلسلے میں فقہاء کی دو رائے ہیں:

۱۔ جمهور فقهاء نے اس بیع کو باطل قرار دیا هے۔دلیل: عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ قال نهی رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن بیع الحصاة و عن بیع الغرر. (مسلم) اور حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی روایت میں رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لاتبع مالیس عندک. (ترمذی، ابن ماجه، دار قطنی)

ترجمہ: جو تیرے پاس نهیں اس کی بیع نه کر۔قال العلماء: یقصد به المنع من بیع الأعیان التی لاتزال فی ملک اشخاص آخرین.

اس حدیث کا مقصود یہ ہے ان اعیان کی بیع ممنوع ہے جو دوسروں کی ملکیت میں باقی ہے۔

۲۔شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ نے اس بیع کے جواز کا فتوی دیا ہے، کیونکہ اس کے باطل ہونے پر کتاب

وسنت سے اور صحابہ کرامؓ سے بیع معدوم کے ناجائز ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے، البتہ معدوم چیز کی بیع پر ممانعت شرعا ثابت ہے، جس طرح بعض موجود چیز کی بیع پر ممانعت وارد ہے، ہاں حدیث میں بیع غرر کو ممنوع قرار دیا گیا جس میں مبیع کو حوالہ کرنا دشوار ہو، جیسے بھگوڑا غلام، یا جانور جو بھاگ گیا ہو، اس کا فی الحال وجود نہ ہو۔

البتہ بعض خاص حالات میں بیع معدوم کے جواز پر دلیلیں ملتی ہیں، جیسے **نهى عن بيع الثمر حتى يبدو صلاحه، و نهى عن بيع الحب حتى يشتد**، یہ حدیثیں صحیح اور ثابت ہیں۔

و قد نص جمهور الفقهاء من الحنفية و الشافعية و المالكية و الحنابلة على بطلان بيع المعدوم الذى سيوجد فى المستقبل الا السلم بشرائطه الخاصة. (راجع: بداية المجتهد: ۲/۲۴۷، و ۲/۱۱۲، المجموع للنووى: ۹/۲۴۵، المغنى: ۴/۷۷)

و خالفهم فى ذلك ابن تيمية و ابن القيم فقالا بجواز بيع المعدوم الذى لا يتضمن غررا و مقامرة و حظره فيما تضمن شيئا من ذلك. (راجع: مجموع الفتاوى: ۲۰/۵۴۲۔۵۴۴)

امام نوویؒ نے فرمایا: بیع معدوم کے باطل ہونے پر اجماع امت ہے، نیز ابن منذرؒ نے پھلوں کو دو سالوں کے لئے بیچنے کو اجماع امت کے فیصلوں کے مطابق باطل قرار دیا ہے۔

بعض حضرات کا گمان یہ ہے کہ بیع معدوم کی ممانعت کی علت اس کا غیر موجود ہونا ہے، اس سلسلہ میں ایک حدیث روایت کی گئی ہے، **نهى رسول الله عن بيع المعدوم**۔ جب کہ یہ کتب حدیث میں غیر معروف ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے، البتہ ایسا لگتا ہے کہ یہ حدیث روایت بالمعنی ہے۔ اور جس نے یہ سمجھ لیا کہ اس حدیث کا معنی اور حدیث ابن عمر و اور حدیث حکیم ابن حزام کا معنی ایک ہی ہے، جب کہ حدیث حکیم اور حدیث ابن عمرو میں معدوم سے مراد خاص معدوم مراد ہے، جیسے حبل الحبلۃ کی تجارت۔ جب کہ یہ بیع دھوکہ اور اس کا حصول غیر یقینی پر مبنی ہے۔

(زاد المعاد: ۵/۷۱۵، بدائع الصنائع: ۵/۱۳۸)

الراجح: بیع معدوم کے باطل ہونے کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

۱۔ مبیع اُعیان میں سے ہو، اس لئے کہ منافع کی بیع جائز ہے اس حال میں کہ وہ منافع غیر موجود ہوں۔

۲۔ اس بیع میں سلم اور استصناع کے شروط نہ پائے جاتے ہوں۔

۳۔ یہ بیع بہت بڑے غرر پر شامل ہو، جس میں مبیع مجہول ہو اور نزاع کا اندیشہ موجود ہو، مبیع کا حوالہ کرنا یا مالکانہ قبضہ حاصل کرنا دشوار ہو۔

۴۔ بیع معدوم کی حاجت یا ضرورت نہ ہو، اگر اس کی حاجت یا ضرورت موجود ہو تو وہ مشروع ہو جائے گی۔

۵۔ معدوم چیز منفرد ہو اصلا، کسی موجود چیز کے تابع نہ ہو، جیسے ان پھلوں کو بیچنا جو اب تک ظاہر میں درخت پر

نہ لگے ہوں۔

مذکورہ شروط پائے جائیں تو بیع معدوم باطل ہے، اور اگر ایک دو شروط بھی متحقق نہ ہوں تو بیع معدوم باطل نہ ہوگی۔

(تفصیلات کے لئے : بیع المعدوم و تطبیقاته المعاصرة فی ضوء الفقه الاسلامی ، اعداد : عدی جلال محمود جراب ، رسالة ماجستیر ، جامعة النجاح الوطنیة ، کلیة الدراسات العلیا۔)

۳۔ بیع معدوم سے ممانعت کی علت اور حکمت کیا ہے؟ مبیع کا موجود نہ ہونا یا غرر کا پایا جانا؟ یا کوئی اور وجہ؟

جواب: بیع معدوم سے ممانعت کی علت وحکمت مبیع کا موجود نہ ہونا اور غرر کا اندیشہ بھی شامل ہے۔ بیع معدوم کی مثال حبل الحبلة ہے، جس میں غرر واضح طور پر شامل ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فرمایا: غرر دھوکہ دہی اور لوگوں کا مال ناجائز طریقہ سے کھانے کو اللہ نے قرآن کریم میں حرام قرار دیا ہے، (و لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ البقرة) اور یہ عام ہے ہر اس مال کو جو باطل طریقہ سے کھایا جاتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع غرر سے منع فرمایا ہے۔ الغرر هو المجهول العاقبة. غرر وہ ہے جس کا انجام آخر کار مجہول ہو۔

وہ تجارتیں جو دھوکہ اور جہالت کی وجہ سے شرعاً ممنوع ہیں درج ذیل ہیں:

بیع المعدوم، بیع غیر المقدور علی تسلیمه، بیع مالا یملک، بیع المباح العام للانتفاع به للخاصة، بیع غیر المعلوم صفته أو قدره للخاصة، بیع الملامسة، بیع القانص، بیع الثمار لعدة سنوات قبل أن تخلق أو قبل بدو صلاحها.

۴۔ کیا بیع معدوم کو عقد استصناع پر قیاس کیا جاسکتا ہے؟ اگر کیا جاسکتا ہے تو کہاں کہاں کیا جاسکتا ہے؟ اس کی شرطیں کیا ہوں گی؟

جواب۔ بیع معدوم کو عقد استصناع اور بیع سلم پر قیاس کرنا اولی ہے، تقریباً اس بیع میں مماثلت موجود ہے۔

عقد استصناع بیع سلم کے مشابہ ہے، اس لحاظ سے کہ وہ بھی بیع معدوم ہے، نیز سلم اور استصناع میں فرق یہ ہے کہ بیع سلم عام ہے اور استصناع خاص ہے جس میں عقد عمل کے وقت کام کی تخصیص ہوتی ہے، اسی طرح بیع سلم میں ثمن پیشگی ادا کی جاتی ہے، جب کہ عقد استصناع میں ثمن کی پیشگی ادائیگی شرط نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہؒ نے بیع سلم کے جواز کی خاطر سات شروط بیان کئے ہیں، ۱۔ جنس معلوم ہو، جیسے کھجور، جو، منقا ۲۔ نوعیت معلوم ہو، بارش یا دیگر ذرائع سے سینچے ہوئے ۳۔ مقدار معلوم ہو، کیلو یا وزن، ۴۔ صفت معلوم ہو، ۵۔ وقت متعین ہو، ۶۔ راس المال کی مقدار معلوم ہو، ۷۔ مسلم فیہ کی ادائیگی کی جگہ معروف ہو، نیز تمام اجناس میں عقد استصناع

جائز ہے۔

بیع معدوم کی صحت کے لئے درج ذیل شروط کا لحاظ ضروری ہے۔ مثلا

۱۔ جنس کی تحدید ہو، یعنی گھر بار یا موٹر کار وغیرہ

۲۔ نوعیت کی تحدید ہو، مثلا TOYOTA HYUNDAI, TATA وغیرہ (کمپنی، ماڈل وغیرہ معروف ہو)

۳۔ صفات کی تحدید، مثلا موٹر کار وغیرہ کی رنگت یا ٹریڈ مارک وغیرہ۔

۴۔ مطلوبہ مقدار کی وضاحت۔

۵۔ اس عقد میں تعامل معروف طریقے کے مطابق ہو، وہ چیز جس کا تعامل نہ ہو اس میں یہ عقد جائز نہیں ہے۔

۶۔ معقود علیہ کے لئے وقت متعین ہو، تاکہ لڑائی جھگڑے یا دھوکہ وغیرہ سے بچا جائے۔

۷۔ جہالت یا دھوکہ سے خالی ہو۔

۸۔ عقد مؤکد کے باوجود ضرورت کے وقت نرخ میں اضافہ یا ماڈل کی تبدیلی پر قیمت میں اضافہ کی صورت جائز ہو۔

۹۔ مصنوع مطلوبہ معیار پر نہ ہونے کی صورت میں طرف ثانی کو اقالہ (تجارت کو ختم کرنا) یا فسخ عقد کا اختیار باقی ہو۔

۵۔ آج کل بیع کا یہ طریقہ بھی رائج ہے کہ مبیع کے وجود میں آنے سے قبل اس کے اوصاف بتا کر بہت سی چیزیں بیچی اور خریدی جاتی ہیں، معاملہ کی یہ شکل جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ صورت مسؤلہ میں مبیع کے وجود میں آنے سے قبل صرف اوصاف وغیرہ بتا کر بیچنا یا خریدنا اسی طرح جائز ہے جس طرح بیع سلم یا عقد

استصناع میں جائز ہے۔ جیسا کہ آج کل بہت ساری چیزیں آن لائن محض اوصاف دیکھ کر/ تصاویر یا نقشہ دیکھ کر خرید وفروخت عام ہے۔

۶۔ بسا اوقات یہ معاملہ تاجروں کے درمیان ہوتا ہے، ایک تاجر دوسرے تاجر سے اس کی بیع کر دیتا ہے، اور دوسرا تاجر تیسرے تاجر سے اس کی بیع کر دیتا ہے، اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے؟ اس طرح کی بیع جائز ہے یا ناجائز ہے؟

جواب۔ صورت مسؤلہ میں مبیع پر قبضہ اور ملکیت حاصل کئے بغیر اس مبیع کو فروخت کرنا درست نہیں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مبیع پر قبضہ کے بغیر فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۷۔ کیا شیء معدوم کو وصف، جنس اور نوع وغیرہ بیان کر کے منضبط کیا جا سکتا ہے؟ حالانکہ ابھی مبیع وجود میں نہیں

آئی ہے؟ اگر اس طرح انضباط ہوجائے اور فریقین میں نزاع کا اندیشہ ختم ہوجائے تو شرعاً یہ بیع درست ہوگی؟

جواب۔ بیع معدوم میں اس مبیع کی صفت، جنس، نوع، مقدار اور وقت وغیرہ کی تعیین ہوجائے تو بیع جائز ہوگی، اگرچہ مبیع موجود نہ ہو، البتہ مذکورہ شروط اور معاہدہ کی پابندی ضروری ہے۔

۸۔ عقد سلم اور عقد استصناع کے علاوہ وہ کون کون سی صورتیں ہوسکتی ہیں جن میں بیع معدوم جائز اور درست قرار دی جاسکتی ہے؟ چند کی نشاندہی فرمائیں۔

جواب۔ اس بیع معدوم کے وہی اصول ہیں جو بیع سلم کے ہیں، کیونکہ اس بیع کی مشابہت بیع سلم سے ہے لہذا احقر کی رائے کے مطابق اس بیع کے شروط واصول بھی بیع سلم کے اصول وشروط ہی ہیں۔ جیسا کہ بیع سلم میں جمہور علماء، امام مالکؒ، امام شافعیؒ کے نزدیک بیع سلم کے وقت جنس نہ بھی ہو تب بھی بیع درست ہوگی، تاہم اتنا ضروری ہے کہ اختتام مدت پر اس چیز کا دستیاب ہونا ممکن ہو، لیکن امام ابوحنیفہؒ کے پاس بیع سلم کے معاہدہ کے آغاز سے لے کر اختتام تک مسلم فیہ کا دستیاب ہونا ضروری ہے۔

احقر کے نزدیک جمہور اہل علم کی بات صحیح معلوم ہوتی ہے، صحابہ کرامؓ بیع سلم کے وقت نبطی جاٹوں سے دریافت نہیں فرماتے تھے کہ کیا وہ خود (گندم، جو، زیتون، اور منقا کی) کھیتی کرتے ہیں؟ (بخاری شریف، ۲۲۴۲، ۲۲۴۳، سنن ابوداؤد، ۳۴۶۳، سنن ابن ماجہ، ۲۲۸۲)

۹۔ آج کل مختلف شعبہ ہائے زندگی سے متعلق بہت سے مالی معاملات ایسے رائج ہیں جن میں بیع حقیقتاً یا ظاہراً معدوم ہوتی ہے، چند مثالیں پیش ہیں، ان شکلوں کے شرعی حکم کی تعیین فرمائیں:

الف۔ بلڈرس زمین خرید کر فلیٹ کا نقشہ بناتے ہیں، اور اس نقشہ کے مطابق فلیٹ بیچنا شروع کردیتے ہیں، حالانکہ ابھی تعمیر کا کام شروع نہیں ہوا ہے، بسا اوقات تعمیر کا کام شروع تو ہوگیا ہوتا ہے مگر فلیٹ مکمل تیار نہیں ہوتا، ایسی صورتوں میں نقشہ کی بنیاد پر مکان کی خرید وفروخت کرنا کیسا ہے؟ اس صورت میں کبھی بلڈرس کے پاس زمین ہوتی ہے اور کبھی زمین بھی نہیں ہوتی ہے، کیا اس سے مذکورہ مسئلہ پر فرق پڑے گا؟

جواب۔ صورت مسؤلہ میں بلڈرس کا نقشہ بنا کر فلیٹ کا بیچنا خواہ تعمیر کا کام شروع نہ ہوا ہو، یا شروع ہوا ہو مگر مکمل نہ ہوسکا ہو، دونوں صورتوں میں نقشہ کی بنیاد پر یہ خرید وفروخت درست ہے اور یہ بیع معدوم کے قبیل سے نہیں ہے، بشرطیکہ بلڈرس کے پاس زمین موجود ہو، اور اگر بلڈرس کے پاس زمین موجود نہ ہو تو بیع معدوم میں شمار ہوگا۔

ب۔ مالک زمین اور بلڈر کے درمیان یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ بلڈرس اس زمین پر فلیٹ بنائے گا، جس میں مالک کو چند فلیٹ یا اس کی قیمت دی جائے گی اور باقی بلڈر کا ہوگا، کیا یہ صورت درست ہے؟

جواب۔ صورت مسؤلہ میں مالک زمین اور بلڈر کے درمیان مذکورہ معاہدہ کے تحت عمارت کی تعمیر جائز ہے،

جس میں مالک کو چند فلیٹ یا اس کی قیمت دی جائے گی اور باقی بلڈر کا ہوگا، شرعاً یہ بیع/معاہدہ بیع درست ہے۔

ج۔ آج کل بہت سے کمپیوٹر اپلیکیشن اور سوفٹ ویر پروگراموں کی آن لائن خرید وفروخت ہوتی ہے، جن کا بظاہر کوئی محسوس وجود نہیں ہوتا ہے اُن کو صرف موبائل یا کمپیوٹر پر دیکھا یا سنا جاسکتا ہے، کیا ان پر بیع معدوم کا اطلاق ہوسکتا ہے؟ کیا ان کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کن شرطوں کے ساتھ؟

جواب۔ کمپیوٹر اپلیکیشن اور سوفٹ ویر پروگراموں کی آن لائن خرید وفروخت جن کا بظاہر کوئی محسوس وجود نہیں ہوتا ہے اُن کو صرف موبائل یا کمپیوٹر پر دیکھا یا سنا جاسکتا ہے، ان پر بیع معدوم کا اطلاق نہیں ہوگا، بشرط یہ ہے کہ یہ بیع غرر یا جہالت پر موقوف نہ ہو، اس کی مثال عقد استصناع کی ہے، جیسے عقد استصناع میں غیر موجود چیز کا عقد یعنی اگر یمنٹ ہوا کرتا ہے جسے بطور ضرورت وحاجت جائز قرار دیا گیا ہے، اصول یہ ہے کہ **الحاجة تنزل منزل الضرورة**، اس عقد پر مستقل کاروبار کا رواج ہے، جس کی ہر سماج ومعاشرہ کو ضرورت پڑتی ہے۔

عقد استصناع کو اللہ کے رسول ﷺ کے دور سے آج تک لوگوں کی ضرورتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے جائز قرار دیا گیا ہے، گویا اس بیع کے جواز پر اجماع نقل کیا گیا ہے، جیسا کہ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا، جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالی کے پاس اچھی ہی شمار کی جائے گی، **ما رآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن.** (مؤطا مالک، ۲۴۱، مسند احمد، ۳۶۰۰، وسندہ حسن)

یہ تجارت اقتصادی مصالح کے پیش نظر اور صنعتوں میں زبردست ترقی کے باعث کتاب وسنت کی روشنی میں جمہور علماء کے پاس جائز ہے، یہ ایک مستثنی بیع ہے، ورنہ عام اصول یہی ہے کہ معدوم چیز کی تجارت جائز نہیں، شریعت نے لوگوں کی ضرورتوں کا خیال کرتے ہوئے بیع سلم (یعنی ادھار کی بیع نقد کے عوض) میں رخصت دی ہے، یہ دین برحق کی خصوصیت ہے، جہاں لوگوں کی ضرورتوں اور مصلحتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نرمی کا معاملہ کیا گیا، ممنوعات میں بعض امور مستثنی کئے گئے، لوگوں کی مجبوریوں کا لحاظ کیا گیا، فالحمد للہ علی ذلک۔

عقد استصناع کا شرعی حکم: اکثر حنفیہ کے نزدیک استحسان کی بنیاد پر مشروع ہے، نبی کریم ﷺ کے دور سے اس عقد پر تعامل اور اجماع چلا آرہا ہے۔ (البدائع ۶/ ۲۶۷۸) جمہور علماء نے اس عقد کو بیع سلم میں شمار کیا ہے۔

المجمع الفقہ الاسلامی الدولی ۱۴۱۲ھ جدہ کے ساتویں اجلاس میں اس عقد کے جواز پر اتفاق ہوا ہے۔ (**الاستصناع لسعود الثبیتی، ص ۲۸۔۳۰**)۔

د۔ بعض پھلوں میں بیع کی یہ شکل بھی مروج ہے کہ فی الوقت جتنے پھل موجود ہیں اور جتنے پھل متوقع ہیں، دونوں کی بیع کی جاتی ہے، کیا اس طرح پھلوں کی بیع درست ہے جو ابھی آئے نہیں ہیں، بلکہ متوقع ہیں۔

جواب۔ صورت مسؤلہ میں درخت پر موجود پھلوں کی خرید وفرخت درست ہے، نیز نبی کریم ﷺ نے ایسے

پھلوں کی بیع کو درست قرار دیا ہے جن کا درخت میں آنا متوقع و متحقق ہو۔

ہ۔ دکاندار کو سامانوں کا آرڈر دیا جاتا ہے، اور قیمت بھی ادا کر دی جاتی ہے، کچھ سامان اس کی دکان پر موجود ہوتا ہے، اور بڑی تعداد میں سامان مارکیٹ میں تو ہوتا ہے لیکن دکاندار کے پاس نہیں ہوتا ہے، دکاندار سامان کا انتظام کر کے خریدار کو پہونچاتا ہے، بیع کی یہ صورت درست ہوگی یا نہیں؟

جواب۔ مذکورہ صورت حال میں بعض سامان اگر دکان میں موجود نہ بھی ہو تو وہ دکاندار مسؤل ہے، دوسری دکان سے اگر انتظام کرتا ہے تو یہ بیع درست ہوگی، چونکہ وہ اپنے سامان کے علاوہ دوسرے دکاندار کے سامان کا بھی مسؤل بن رہا ہے۔ واللہ أعلم بالصواب

مناقشہ

مناقشہ

موضوع: بیع معدوم اور اس کی جدید شکلیں

مولانا مصطفی عبدالقدوس ندوی

سوال نمبر ۳ر میں مبیع کے موجود نہ ہونے کے تعلق سے بات ہے کہ اسے غرر کی وجہ سے ناجائز کہا گیا ہے یا موجود نہ ہونے کی وجہ ہے؟ حقیقت میں دیکھا جائے تو موجود نہ ہونا دراصل یہ معلل بالغرر ہی ہے، دونوں میں فرق نہیں ہے، مبیع موجود نہیں ہے، اسی لئے اس میں غرر پایا جاتا ہے، کہ پتہ نہیں مبیع پائی جائے گی؟ یا نہیں پائی جائے گی یہی تو غرر ہے، کہ جس کا انجام معلوم نہ ہو، میں نہیں سمجھتا ہوں کہ دونوں میں کوئی فرق ہے۔

دوسری بات سوال نمبر ۹ر سے متعلق ہے کہ بلڈر جو نقشہ بناتا ہے گو کہ اس کے پاس زمین موجود ہو یا نہ ہو اور نقشہ کے اندر ساری باتوں کی وضاحت کردی جاتی ہے تو کیا اس کی بیع جائز ہوگی یا نہیں ہوگی؟ یہ سوال تھا، اس سوال کے اندر بظاہر تو بلڈنگ موجود نہیں ہے، لیکن بات دراصل وہی ہے کہ اس کے اندر اصل بنیاد اس کا معلل بالغرر ہونا اور مفضی اِلی النزاع ہونا ہے لیکن اگر نقشہ کے اندر ساری چیزوں کی وضاحت کردی جائے، واقع میں اس کے اندر کوئی غرر نہ ہو، فریقین راضی ہوں اور آئندہ جب حوالگی کا وقت آئے تو نزاع کا سبب بھی نہ بنے، جیسا کہ آج کل عام طور پہ ایسا ہی ہوتا ہے تو اس کے جواز میں کلام نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ عدم جواز کی دونوں علتیں غرر اور نزاع دونوں یہاں مفقود ہیں اس لحاظ سے یہ بیع، بالکل جائز ہوگی، بشرطیکہ دو باتیں پائی جائیں: ایک یہ کہ غرر نہ ہو، بالکل دو دو چار کی طرح سے وضاحت ہو اور نزاع نہ ہو تو پھر جواز میں کوئی کلام نہیں ہونا چاہیے۔

مفتی عثمان بستوی

سوال نمبر ۹ر کا جزء نمبر ب، اس میں جو آراء نقل کی گئیں ہیں، ان آراء میں تیسری رائے کے تحت جو عبارت پیش کی گئی ہے: دفع الیہ اُرضا اُن یبنی کذا و کذا بیتا، وسمی طولھا وعرضھا کذا و کذا حجرۃ الی آخرہ۔۔۔ تو اس عبارت سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ یہ طریقہ فاسد ہے، اس سلسلہ میں مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ حضرات فقہاء کا جو اس پر کلام ہے، اس میں دونوں طرح کی عبارتیں موجود ہیں، بعض حضرات اس پر جواز کا حکم لگاتے ہیں اور بعض حضرات عدم جواز کا اور عبارت میں جب غور کیا جاتا ہے تو تھوڑا تھوڑا فرق ہے، یعنی جب شرط لگادی جائے، علی کا لفظ ہو، شَرَطَ کا

لفظ ہو یا اس طرح کے الفاظ، تو یہ شرط مفسد بن جاتی ہے اور مقتضائے عقد کے خلاف ہونے کی وجہ سے بیع فاسد ہو جاتی ہے۔ اور اگر یہ وعدہ پر محمول کیا جائے تو جن فقہاء نے جائز کہا ہے تو انہوں نے اس کو وعدہ پر محمول کیا ہے اور اس میں الفاظ کا تھوڑا سا فرق ہو جاتا ہے۔

اصل مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ عربی جو عبارتیں ہوتی ہیں اس میں شرط کا اور وعدہ کا اور اس طرح کے فرق کو ملحوظ رکھا جاتا ہے، لیکن جو معاملات ہندوستان میں وقوع پذیر ہو رہے ہیں، ان میں جو معاہدات ہوتے ہیں، ان میں اور شرط کے درمیان فرق کرنا مشکل ہوگا۔ تو اب زیادہ سے زیادہ معاملات کو صحیح کرنے کیلئے علمائے کرام کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ حتی الامکان مابین المسلمین جو عقود جاری ہوں ان کو صلاح اور درستگی پر محمول کرنا چاہیے نہ کہ فساد پر۔ یہی شریعت کا اصل حکم ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس عبارت میں جو فساد کی ظاہری وجہ سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ جب زمین کسی کو کرایہ پر دیا اور کہا کہ اس پر مکان تعمیر کرو اور مکان دونوں کے درمیان مشترک ہوگا، تو اصل جو بنیادی چیز ہے وہ زمین ہے، اس کا مالک ایک ہے اور اس کی اجرت میں جو یہ طے کیا جا رہا ہے کہ جو مکان بنائے گا، اس مکان کا آدھا حصہ اس کا ہوگا، تو یہ قفیز طحان والے مسئلہ میں داخل ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے یعنی جو چیز صانع کے عمل سے حاصل ہو، اسی چیز کو اجرت میں طے کر دیا جائے، تو ظاہر ہے کہ اسی لیے اس میں فساد ہے۔ اور جن فقہاء نے یا جن عبارتوں میں اس طرح کی باتیں ہیں اور اس میں جواز کا حکم لگایا گیا ہے تو وہ معاہدات پر مبنی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ہمارے عرف میں جو چیزیں رائج ہیں، ان کو معاہدے اور شرط سے الگ اور ممتاز کرنا ممکن نہیں ہے، آپ اس کو معاہدہ بھی کہہ سکتے ہیں اور شرط بھی کہہ سکتے ہیں، شرط کہیں گے تو ناجائز ہوگا اور معاہدہ کہیں گے تو جائز ہوگا، اب ہماری ذمہ داری کیا ہے کہ ہم اسے معاہدے پر محمول کریں یا شرط پر محمول کریں؟ معاہدے پر محمول کریں گے تو جواز کا حکم لگے گا اور شرط پر محمول کریں گے تو عدم جواز کا۔ اور فقہاء وعلماء کی صاف صاف صراحت ہے کہ جب دونوں پہلو کسی معاملہ میں ہوں جواز کا اور عدم جواز کا، تو حتی الامکان اس کو جواز پر محمول کرنا چاہیے۔

مفتی عتیق احمد بستوی

مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ جو معاملات ابھی اٹھائے گئے وہ موجودہ حالات میں مروج ہیں اور لوگ اس پر عمل کر رہے ہیں، اس لئے اس میں غور کرنے کی ضرورت ہے دوسری بات یہ ہے کہ بیع سلم اور استصناع کا ذکر آیا ہے کہ ظاہر ہے کہ عہد رسالت میں نصوص کی بنیاد پر ان دونوں کا جواز مصرح ہے، اور فقہاء اس کی تاویل کرتے ہیں کہ چوں کہ لوگوں کو اس کی ضرورت تھی، جسے ''حاجۃ الناس'' کہتے ہیں۔ دونوں میں حاجت تھی، جو کاشتکار اور کسان ہوتے تھے، ان کو مختلف کاموں کے لئے پیسوں کی ضرورت ہوتی تھی اور ابھی ان کا غلہ تیار نہیں ہے کہ وہ بیچ کر ایسا کر لیں، اس لیے

شریعت نے سلم کا راستہ کھولا کہ وہ اس کے ذریعہ سے معاملہ کر کے پیسے حاصل کرلیں اور جب فصل آئے گی تو اس کے مطابق وہ دے دیں گے۔ تو یہاں پر بھی بیع معدوم ہے، لیکن ان لوگوں کی حاجت کی بنیاد پر شریعت نے یہ راستہ کھولا ہے۔

اسی طرح استصناع کا معاملہ ہے، استصناع ہمیشہ سے انسانی ضرورت رہی ہے، اس لیے معدوم ہونے کے باوجود عہد رسالت اور عہد صحابہ، سب میں اس کا رواج رہا ہے، اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے۔ اس طرح کے مسائل کو خلاف قیاس کہا جاتا ہے کہ جو عام اصول ہے کہ معدوم کی بیع درست نہیں ہے، اس کے خلاف یہ دونوں مسائل ہیں۔

اب ہمارے لیے غور کرنے کی بات ہے کہ جس طرح کی حاجت بیع سلم اور بیع استصناع میں ہے، اسی طرح کی حاجت اگر آئندہ بھی کسی فیلڈ میں پیدا ہوجاتی ہے تو کیا ان حاجتوں اور ضرورتوں کی بنیاد پر یہ جو اصول ہے کہ معدوم کی بیع درست نہیں ہے اس سے ہٹنا درست ہوگا؟

آپ حضرات نے جو مقالے لکھے اور ان کا جو خلاصہ تیار ہوا، اس سے یہی بات محسوس ہوئی کہ جن چیزوں کا رواج ہے، عرف قائم ہو چکا ہے اور اس میں کوئی غرر اور نزاع نہ ہو، تو عام طور پر ہمارے فقہاء نے اس کو استصناع یا سلم کے ذیل میں لاکر اس کے جواز کا فتوی دیا ہے، تو اسی اصول پر چلتے ہوئے ہمیں مسائل کو حل کرنا ہے، اور جو مسائل پیش کیے گئے ہیں وہ عملا آج کل کثیر الوقوع ہیں، ہاں ان میں اگر کھلی ہوئی ایسی بے احتیاطیاں ہو رہی ہیں جو شریعت میں ناجائز ہو، جیسے ایک آدمی نے معاملہ کیا ہے اور اس کے قبضہ میں چیز ہے یا نہیں ہے، کہاں ہے، کچھ پتہ نہیں ہے اور وہ دوسرے کے ہاتھ بیچتا ہے اور دوسرا تیسرے کے ہاتھ بیچتا ہے، تو یہ ایک طرح کا مغالطہ ہوتا ہے، تو اس طرح کی جو بے احتیاطیاں ہوتی ہیں، ان کے بارے میں قدغن لگانا اور اس سلسلہ میں تجاویز کے اندر کچھ کہنا ضروری ہے۔

یہ سب مسائل عقود و معاملات کے باب کے ہیں، حضرت گنگوہیؒ اور حضرت تھانویؒ نے یہ بات لکھی ہے کہ اگر عقود و معاملات کے باب میں ائمہ اربعہ کی فقہ میں کسی طرح کی کوئی گنجائش نکلتی ہو، تو گنجائش کی راہ نکالنا ہماری ذمہ داری ہے۔ ہمارے بزرگوں نے خصوصا حضرت تھانوی وغیرہ نے کئی مسائل کو اس اصول کے تحت حل فرمایا ہے، اس لئے یہ رجحان باقی رہنا چاہیے۔ ہمیں ان مسائل پر غور کرتے ہوئے یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے، کیوں کہ یہ عبادات اور مناکحات کے مسائل نہیں ہیں۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اصولی مطالعہ کرنا بھی ضروری ہے کہ بیع معدوم کیا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس کی حکمت اور علت کیا ہے وغیرہ؟

مولانا اقبال احمد قاسمی

مفتی راشد صاحب نے بہت اچھے سے عرض پیش کیا ہے، لیکن سوال نمبر ۶ اور سوال نمبر ۷ راور اس سے متعلق آراء عرض مسئلہ میں شامل نہیں ہے۔ اس کو مناقشہ میں ذہن میں رکھا جائے۔ ظاہر ہے کہ جب معدوم کو نوع، وصف اور جنس بیان کر کے منضبط کر دیا جائے گا تو بیع سلم کا درجہ حاصل کر لے گا اور اگر پیشگی ثمن نہ دیا جائے تو بیع استصناع کا درجہ حاصل کرے گا، تو اس لیے یہ صورت جائز معلوم ہوتی ہے، لیکن یہ بات عرض میں شامل نہیں ہے۔

مفتی جنید عالم ندوی

سوال نمبر ۹ رسے متعلق مجھے باتیں کرنی ہیں، وہ ہے بلڈر سے نقشہ کی بنیاد پر فلیٹ کی خریداری۔ میرا خیال یہ ہے کہ عقد استصناع میں یہ صورت آتی ہے، اس لیے کہ عقد استصناع میں ۴ رعنصر پائے جاتے ہیں: ایک تو صانع یعنی آڈر لینے والا۔ دوسرا مستصنع یعنی آڈر دینے والا۔ تیسرا مصنوع، جس چیز کے بنانے کا آڈر دیا جائے اور چوتھا ثمن، مبیع کی قیمت، یہ چاروں چیزیں یہاں پر پائی جاتی ہیں، آڈر دینے والا بھی ہے، آڈر لینے والا بھی ہے، عقد مصنوع بھی ہے اور ثمن بھی ہے۔ اور عقد استصناع کی جو شرطیں بیان کی جاتی ہیں، وہ تمام شرطیں یہاں پر پائی جارہی ہیں۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ یہ شکل جائز ہے اور جواز کے دائرہ میں آتی ہے۔

استصناع کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ جنس، نوع اور صفت اس طرح بیان کر دی جائے کہ اس میں کسی طرح کا خفا باقی نہ رہے، کسی طرح کا ابہام باقی نہ رہے اور مفضی الی النزاع نہ ہو، یہاں پر بھی یہ شکل پائی جاتی ہے کہ اس طرح جنس، نوع اور وصف بیان کر دیا جاتا ہے اور اس طرح معاہدہ ہو جاتا ہے کہ کسی طرح کا خفا باقی نہیں رہتا اور معاملہ مفضی الی النزاع نہیں ہوتا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ جس چیز کا عقد استصناع ہو اس میں لوگوں کے درمیان عقد استصناع کا رواج بھی ہو۔ فلیٹ کی خریداری کا معاملہ لوگوں کے درمیان رائج ہے، اس لیے یہ شرط بھی پائی جارہی ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ مٹیریل سامان تیار کرنے والے کی طرف سے ہو، یہ شرط بھی فلیٹ کی خریداری والے معاملہ میں پائی جارہی ہے۔

اور چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ چیز قابل صنعت ہو، مکان اور فلیٹ کا بنانا یہ بھی قابل صنعت ہے۔ اس لیے یہ شرط بھی پائی جارہی ہے۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ دونوں کے درمیان قیمت متعین ہو جائے تاکہ نزاع کا باعث نہ ہو، یہاں پر قیمت متعین ہے اور کسی طرح کے نزاع کا سوال نہیں ہے۔

عقد استصناع کی تمام شرطیں اس صورت میں پائی جارہی ہے۔ اس لیے میری رائے یہ ہے کہ اس کو عقد استصناع میں داخل کر کے جائز قرار دیا جائے۔

مفتی عبدالرشید قاسمی

صرف ایک بات یہ عرض کرنی ہے کہ بیع میں جو تسلسل والی شکل آتی ہے: ایک کے بعد دوسرا، دوسرے کے بعد تیسرا، تو ہوتا یہ ہے کہ بعض آراء سے معلوم ہوا کہ یہ ناجائز کے دائرہ میں آتا ہے، کیوں کہ سلسلہ بڑھتا چلا آتا ہے۔ مثلاً جو لوگ ریڈی میڈ کپڑوں کا کام کرتے ہیں، تو اس میں ایک مال چلا دلی سے، دلی سے وہ کانپور آیا، کانپور سے فتح پور، فتح پور سے لکھنؤ، لکھنؤ سے بستی اور یہ سب تھوک چل رہا ہے، پھر بستی سے ریٹیلر نے خریدا، اس نے پینٹ یا سوٹ دیکھا اور وہ یہ کہتا ہے کہ ہم کو اسی طرح کا ایک اور پیس چاہیے یا اسی طرح کا کئی چاہیے، اب یہ تو پوری چین لگی ہوئی ہے، وہ وہاں کہے گا، اس کے بعد پھر وہ کانپور کہے گا اور کانپور والا دلی کہے گا، اور یہ سارا مال تھوڑے دنوں میں اس کے پاس پہنچ جاتا ہے اور اس میں نفع کا تناسب بہت تھوڑا سا ہوتا ہے، اس چین میں ایک دقت یہ آتی ہے کہ جو سامنے والا یہ کہہ رہا ہے کہ ہم کو آپ مال منگوا کر دیں، اس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اس کی پشت پر اور کتنے لوگ ہیں! اور اگر اس چین میں صرف مسلمان ہوں پھر تو آدمی پوچھ سکتا ہے کہ یہ آپ ہی دیں گے یا آپ کے پیچھے دو چین اور بنی ہوئی ہیں، وہ دیں گے؟ لیکن اگر خریدار غیر مسلم ہے، پارٹیاں غیر مسلم ہیں، تو ان کو اس سے کیا لینا دینا، اگر آدمی پوچھے گا تو وہ سوچے گا کہ آپ یہ کیا پوچھ رہے ہیں! آپ کو مال چاہیے یا آپ کو یہ دیکھنا ہے کہ کتنے واسطے ہیں! تو ہم لوگوں کا اپنا احساس ہے کہ اس میں بھی کوئی فرق محسوس نہیں ہو رہا ہے، اس کو وعدۂ بیع بھی مان سکتے ہیں، لیکن بعض آراء آئیں کہ وہ ناجائز شکل ہو جائے گی، حالانکہ اس تسلسل میں نہ کسی طرح کا نزاع ہوتا ہے اور نہ کوئی دھوکہ ہے اور نفع بھی کوئی بہت نہیں ہوتا ہے، تو کبھی کبھی اس میں تین تین یا چار چار واسطے ہو جاتے ہیں، دلی سے مال چلا اور پہنچنے تک چار یا پانچ واسطے تک آجاتے ہیں، اور ایک اعتبار سے دیکھیں تو سارے معدوم ہیں، اس اعتبار سے جو آراء آئی ہیں، ان پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ آج کے دور میں یہ عرف ہے اور جواز ہی کا پہلو معلوم ہوتا ہے، ورنہ دقتیں پیدا ہو جائیں گی کہ ہر آدمی اپنی پارٹی سے پوچھتا پھریگا کہ آپ کی پشت پر کتنے لوگ ہیں؟ اور آپ کے پاس یہ مال ہے یا آپ کے پیچھے کسی اور کے پاس یہ مال ہے؟ آدمی کہتا ہے کہ ہمیں آپ سے لینا ہے، اب آپ کی چین کہاں تک چلے گی، اس سے کچھ لینا دینا نہیں ہے، تو اگر یہ ناجائز کے دائرہ میں آئے گا تو اس طرح کا جو کام کر رہے ہیں، ان کو بڑی دشواریاں پیش آئیں گی۔ ہمیں امید ہے کہ تجاویز کمیٹیاں اس پر بھی غور کریں گی۔

مولانا مصطفی عبدالقدوس ندوی

ایک بات ہمیں کہنی ہے کہ مفتی جنید صاحب نے جو فرمایا کہ یہ عقد استصناع ہے اور انھوں نے عقد استصناع قرار دینے کے تعلق سے جو شرطیں بیان کیں اور ان کی تطبیق بھی فرمادی ہے۔ لیکن یہاں ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے کہ عقد

استصناع ماننے کے بعد اگر بالفرض مستصنع اور صانع کے درمیان اختلاف ہوجائے اس طرح کہ نقشہ کے مطابق ہونے کے باوجود مستصنع بولتا ہے کہ میں نہیں لوں گا، تو کیا اس کو لینے پر جبر کیا جائے گا یا نہیں؟ کیونکہ ہمارے قدیم فقہاء کا اس سلسلہ میں اختلاف ہے، صانع کو تو خیار نہیں حاصل ہوگا، لیکن مستصنع کو خیار رویت حاصل ہوگا، وہ یہ بول سکتا ہے کہ میں نہیں لوں گا، مجھے پسند نہیں ہے۔ مفتی صاحب سے سوال ہے کہ ان کے رائے کے مطابق کیا حکم ہوگا؟ میرے خیال میں تو بہر حال اس کو اختیار نہیں ہوگا۔

مفتی اختر امام عادل قاسمی

میں شکر گزار ہوں کہ آپ حضرات نے ذرہ نوازی فرمائی اور مجھے کچھ کہنے کا موقع عنایت فرمایا، یہ مسئلہ جو ابھی اس نشست سے متعلق ہے یعنی بیع معدوم کا مسئلہ۔ جناب مفتی راشد حسین ندوی صاحب نے بہترین عرض پیش فرمایا اور اس عرض نے مسئلہ کو منقح کرنے میں بڑی مدد کی۔ مسئلہ منقح بھی ہے اور متفق علیہ بھی ہے، اس لیے نشست میں زیادہ بحث نہیں ہو پا رہی ہے اور مسئلہ جب منقح اور متفق علیہ ہو تو کیا ہی عرض کیا جا سکتا ہے۔

دراصل یہ مسئلہ منصوص ہے، خود حدیث پاک میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیزوں کے بیچنے سے منع فرمایا ہے جو انسان کے پاس نہ ہو۔ لیکن بعد میں بہت سے نئے عقود و معاملات پیش آئے، اس وجہ سے ضرورت پڑی کہ اس نص کی علت کی تخریج کی جائے کہ اس کی علت کیا ہے اور کس بنیاد پر علماء نے اس کی بعض شکلوں کا استثناء کیا ہے اور اس کے پیچھے اصل وجہ کیا ہے؟

ہماری جو اکثر کتب فقہ میں کہا جاتا ہے کہ بیع معدوم کی اصل بیع مبیع کا نہ ہونا ہے، تو اس کی وجہ غرر نہیں ہے وہ غرر سے مختلف ہے، اس لیے کہ غرر تو ثمن نہ ہونے پر بھی ہے، دراصل ہماری اکثر کتب فقہ میں مسئلہ کا مدار اس پر رکھا گیا ہے کہ ثمن اور مبیع میں اصل کیا ہے؟ مقصود بیع کیا ہے؟ ثمن اور عقد بیع میں اصل مقصود مبیع ہے، اس لیے ثمن اگر معلوم نہ ہو یا موجود نہ ہو تو بیع فاسد نہیں ہوتی ہے، عقد فاسد نہیں ہوتا ہے، لیکن مبیع موجود نہ ہو تو عقد فاسد ہوجاتا ہے۔ تو جن فقہاء نے اس کی تخریج یہ کی ہے کہ مبیع موجود نہ ہونا جو مقصود عقد ہے وہ موجود نہیں ہے، اس بنیاد پر اس کو ناجائز قرار دیا ہے، ان کے ذہن میں دوسرا پس منظر ہے۔ اور جن فقہاء نے جیسے فقہاء حنابلہ میں علامہ ابن تیمیہ اور ابن قیم وغیرہ نے غرر کو علت قرار دیا ہے، تو ان کے ذہن میں غرر اس کی علت ہے، تو دو ہی علتیں اصل بنیادی ہیں، باقی جتنی بھی چیزیں ہیں وہ اس کے نتائج ہیں۔ اور پھر بحث کا رخ غرر ہی پر آکر پہنچتا ہے کہ بیع معدوم کی جن شکلوں کا استثناء ہمارے جمہور فقہاء سے ثابت ہے آخر وہاں پر بھی تو مبیع موجود نہیں ہے، پھر اس کے جواز کا فیصلہ کیوں کیا گیا؟ تو اصل چیز غرر ہی ہے اور تقریبا تمام ہی موجود فقہاء اور علماء کا اتفاق ہو چکا ہے کہ اوصاف کا تعین ہوجائے اور غرر نہ ہو تو اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے۔ اختلاف اس مسئلہ میں تو ہے اوصاف کا تعین نہ ہوسکا، کس وصف کا تعین ضروری ہے اور کس کا نہیں؟

اس کی تطبیق میں تو اختلاف ممکن ہے، لیکن نفس مسئلہ میں اختلاف نظر نہیں آتا کہ اگر غرر موجود نہ ہو اور اوصاف کا تعین ہو جائے اور جو شکلیں مروج ہیں تو انسانی حاجت کے پیش نظر اس کی اجازت ملنی چاہیے، جیسے کہ فقہاء نے بہت سی چیزوں کی اجازت دی ہے مثلاً: بیع سلم، بیع استصناع اور بیع استجرار وغیرہ۔

اور ایک جو مسئلہ آیا قفیر طحان والا کہ فلیٹوں کا بڑا رواج ہے، یقیناً ہمارے قدیم فقہاء کے یہاں سے اسے ناجائز قرار دیا جاتا رہا ہے، لیکن کئی شکلیں ایسی ہیں کہ جن میں علماء نے اپنے ہی عمل میں سے اجرت دینے کے جواز کی بھی بات ضرورتاً کہی ہے۔ جیسے دلاّل کو اجرت و کمیشن دینا یا اس طرح کے مسائل، تو پرانی عبارتوں کی بنیاد اصلاً قفیر طحان پر ضرور ہے لیکن بعض شقوں میں جب ضرورت کو بنیاد بنایا گیا، تو جو شکل ابھی رائج ہے، اس میں بھی ضرورت اور ابتلائے عام ہے، اگر اس سے روکا جائے گا تو بڑے مسائل پیدا ہوں گے اور چونکہ معاملات میں اصل توسع ہے، اس لیے اس کی اجازت دینی چاہیے۔ واخر دعوانا۔